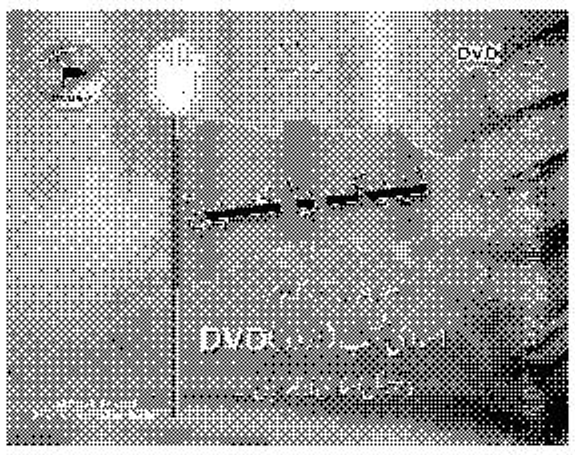
یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۱۱۰_۹۲

یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس

رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

شہزادہ

سوانح

قاسم ابن حسن علیہ السلام



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

سوانح

شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

جلد اوّل

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب	:	شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد اوّل)
تالیف	:	علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
ناشر	:	مرکزِ علومِ اسلامیہ I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی۔ فون: 4612868
مطبع	:	سیّد غلام اکبر 0300-2201665
تعدادِ اشاعت	:	ایک ہزار
سالِ اشاعت	:	2007ء
قیمت	:	Rs. 500/=

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت قاسمؑ نے ارشاد فرمایا:-

الموت عندی احلیٰ من العسل

میرے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے

دشمن جو یزیدِ ستم ایجاد ہوا
محبوبِ خدا کا باغ برباد ہوا
لکھا ہے کہ کربلا میں گھر زہراؑ کا
ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

﴿میر انیسؔ﴾

فہرستِ ابواب

باب ۲

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد

فرزندانِ امام حسنؑ کے حالاتِ زندگی

باب ﴿......۳ ﴿صفحہ....۱۰۲ تا ۱۱۴﴾

حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی

باب ﴿......۴

حضرت قاسمؑ کی خاندانی خصوصیات:

باب﴿.... ۵

حضرت قاسمؑ کا نام

باب﴿.... ٦

حضرت قاسمؑ کی والدۂ گرامی، حضرت اُمِّ فروہ صلوٰۃ اللہ علیہا

باب﴿....۷

حضرت قاسمؑ کے ابتدائی حالاتِ زندگی

باب﴿....۸

حضرت قاسمؑ کا سراپا

باب ﴿ ۹

حضرت قاسمؑ اور شبِ عاشور

باب ﴿ ...۱۰

حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کی محبت

باب ﴿ .. ۱۱

حضرت قاسمؑ کا اِذنِ جہاد اور روزِ عاشورہ

باب ﴿ ۱۲

حضرتِ قاسمؑ کی فصاحت و بلاغت

باب ﴿ ۱۳

حضرت قاسمؑ کی جنگ

باب ۲۰

حضرت قاسمؑ سے متعلق روایات کا تحقیقی تجزیہ

باب.....۲۱

حضرت قاسمؑ کی شہادت مقاتل کی روشنی میں ﴿صفحہ....۳۶۷ تا ۴۴۳﴾

باب.....۲۲ ﴿صفحہ....۳۶۸ تا ۳۷۷﴾

حضرت قاسمؑ کی شہادت خطیبوں کی نظر میں

باب ... ۲۳

زیارات

باب ... ۲۴

واقعۂ کربلا کے بعد لفظ ''قاسم'' کی مقبولیت

باب ... ۲۵

۱۔میر عبداللہ مسکین دہلوی ۲۔شاکر ناجی دہلوی ۳۔مرزا فصیح ۴۔دلگیر لکھنوی ۵۔میر خلیق

۶۔مرزا دبیر ۷۔میرانیسؔ ۸۔میرانس ۹۔میرمونس ۱۰۔مرزا تعشق ۱۱۔بحرلکھنوی
۱۲۔قاسم لکھنوی ۱۳۔مرزا محمد جعفر اوج ۱۴۔میر نفیسؔ ۱۵۔میرعسکری رئیس ۱۶۔میر سلیسؔ
۱۷۔علی میاں کامل ۱۸۔نجف لکھنوی ۱۹۔دارا دہلوی ۲۰۔عباس لکھنوی ۲۱۔راقم لکھنوی
۲۲۔حاجی بیگم ۲۳۔ذہین دہلوی ۲۴۔تاثیر لکھنوی ۲۵۔رقم دہلوی ۲۶۔کافی لکھنوی
۲۷۔نواب علی حسین خاں بہادر ۲۸۔عارف لکھنوی ۲۹۔منتظر جونپوری ۳۰۔آفاق لکھنوی
۳۱۔شوق موہانی ۳۲۔فضا لکھنوی ۳۳۔ولائت لکھنوی ۳۴۔مہدی لکھنوی ۳۵۔نواب ہادی علی
یکتا لکھنوی ۳۶۔منے نواب سجاد لکھنوی ۳۷۔اثر لکھنوی ۳۸۔سجاد علی خاں سجاد لکھنوی
۳۹۔عاقل لکھنوی ۴۰۔عزیز لکھنوی ۴۱۔جلیل مانکپوری ۴۲۔نظم طباطبائی ۴۳۔شائق دہلوی
۴۴۔قربان علی بیگ سالک دہلوی ۴۵۔جاوید لکھنوی ۴۶۔نوح ناروی ۴۷۔نثار ۴۸۔گلچین حیدرآبادی
۴۹۔سالک لکھنوی ۵۰۔اکمال لکھنوی ۵۱۔اعزاز اعظمی ۵۲۔رزم ردولوی ۵۳۔زیبا ردولوی
۵۴۔یونس زیدپوری ۵۵۔علی شبر حسینی کرہانی ۵۶۔احمد علی شاکر ۵۷۔بہار لکھنوی ۵۸۔قمر جلالوی
۵۹۔نسیم امروہوی ۶۰۔مرغوب نقوی ۶۱۔کوکب لکھنوی ۶۲۔ماجد رضا عابدی ۶۳۔کوثر سلطان پوری
۶۴۔فضل نقوی ۶۵۔قتیل لکھنوی ۶۶۔نہال لکھنوی ۶۷۔فنا بنارسی ۶۸۔انور الہ آبادی
۶۹۔شور لکھنوی ۷۰۔تمنا لکھنوی ۷۱۔خادم لکھنوی ۷۲۔صفدر لکھنوی ۷۳۔عظیم امروہوی
۷۴۔انور رائے بریلوی ۷۵۔یاور بخاری ۷۶۔ناصر لکھنوی ۷۷۔جاوید لکھنوی
۷۸۔نیر لکھنوی ۷۹۔نجم آفندی

باب ۲۶

کتب حوالہ جات (صفحہ ۶۳۱ تا ۶۴۰)

عربی کتابیں، فارسی کتابیں، اردو کتابیں

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

پیش لفظ

تحقیق کی دنیا میں علّامہ ضمیر اختر نقوی صاحب مدظلہٗ العالی کا نام اُس صف میں آتا ہے کہ جہاں علّامہ حِلّی، شہیدِ ثالث قاضی نور اللہ شوستری، مولانا ناصر حسین عبقاتی ناصر الملّت اور ان جیسے مؤقر محققین نظر آتے ہیں۔ تحقیقی کتاب یا تحقیقی مقالے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا موضوع ہی کیوں نہ ہو محقق اُسے تاریخی حوالوں، روایت، درایت، تجزیہ نگاری، پچھلی تحقیق پر موثر تنقید، سوانح کے باریک گوشوں اور دیگر حوالوں سے اس چھوٹے موضوع کو بھی بڑا موضوع بنا دیتا ہے اور بعد کے آنے والے محققین کے لیے نئے دروازے کھول دیتا ہے۔ علّامہ ضمیر اختر نقوی صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا ہے اس موضوع پر اُن کی تحقیق حرفِ آخر ہی جاتی ہے اور وہ اپنے موضوع کو ہر زاویے سے اتنا مکمل کر دیتے ہیں کہ مزید کسی تحقیق و تجزیئے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ علّامہ صاحب نے اب تک جتنی کتابیں لکھی ہیں وہ اپنی قدر و منزلت کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کی مصداق ہیں۔ مادرِ حضرت عباسؑ جناب اُمّ البنینؑ سلام اللہ علیہا کی سوانح حیات ہو، یا عظمتِ صحابہ کے عنوان پر عشرۂ مجالس کی کتاب ہو، ادب میں ''خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا'' جیسی کتاب ہو یا ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ'' اور اب دو جلدوں پر مشتمل ''سوانح حضرت قاسم سلام اللہ

علیہ'' جیسی کتاب۔ ہر کتاب میں علامہ صاحب نے تحقیق کے دریا بہا دیئے ہیں۔

مذکورہ کتاب ''سوانح حیات حضرت قاسمؑ'' اپنے موضوع کے اعتبار سے پہلی کتاب ہوگی۔ اس لیے کہ شاہزادے قاسمؑ کا جب ذکر آتا ہے تو مصنّفین، مؤلفین و محققین صرف شادیٔ قاسمؑ کی بحث پر رک جاتے ہیں اور ایک گروہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ''شادی ہوئی اور ایک گروہ اس بات پر اپنی تحقیقی صلاحیتیں صرف کر دیتا ہے کہ ''شادی نہیں ہوئی'' اگر مؤلفین اس بحث پر نہ رُکتے اور مزید تحقیق کرتے تو اس موضوع کے حوالے سے نئے انکشافات بہت پہلے سامنے آگئے ہوتے۔ علامہ صاحب نے شادی کی بحث دوسری جلد میں قلمبند کی ہے اور دونوں نظریئے رکھنے والے محققین کے بیانات درج کر کے دو الگ الگ باب تحریر کئے ہیں ''شادی ہوئی تھی''، ''شادی نہیں ہوئی تھی'' اور پھر علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کا عالمانہ تجزیہ ہے تاکہ قارئین کسی نتیجے تک پہنچ سکیں۔

دراصل عربی، فارسی اور اردو میں شہزادۂ قاسمؑ پر کوئی مکمل و مربوط کتاب موجود نہیں تھی چند مختصر رسالے چھپتے رہے اور ان میں بھی صرف شادی قاسمؑ پر بحث ہے۔ لہٰذا پچھلے برس علاّمہ صاحب نے ''سوانح حیات حضرت قاسم ابنِ حسنؑ علیہ السلام'' کی تالیف کا سلسلہ شروع کیا جو ایک سال کے مختصر عرصے میں دو جلدوں کی صورت میں مکمل ہوا۔ قابل صد آفرین ہے یہ بات کہ جس ہستی کے متعلق صرف کربلا کے منظر نامے میں چند جملے اور مصائب کی روایات ملتی ہوں اس ہستی پر دو ضخیم جلدیں تحریر کر دینا عطائے رحمان و فضلِ محمدؐ و آل محمدؐ ہی تو ہے کہ جنھوں نے علامہ صاحب کے سینے کو نورِ علم سے منور فرمایا ہے۔ جلد اوّل پہلے طبع ہو رہی ہے، دوسری جلد میں علاّمہ صاحب مزید کچھ اضافے کر رہے ہیں اس لیے دوسری جلد انشاءاللہ ایک ماہ بعد شائع ہوگی۔

جلد اوّل علاوہ شادیٔ قاسمؑ کے صرف مکمل سوانحِ حیات کا احاطہ کرتی ہے۔ مرثیوں، سلاموں، نوحوں، مہندی اور سہرے، رباعیات، مثنویات، جو حضرتِ قاسمؑ پر تصنیف کئے گئے اُن کا انتخاب ایک عظیم کام کی صورت میں سامنے آرہا ہے کیونکہ یہ ذخیرہ ہزاروں اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ سب دوسری جلد میں شامل کیا گیا ہے۔ مہندی کے جلوسوں کی تاریخ اور تفصیلات بھی دوسری جلد میں تحریر کی گئی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یہ دو ضخیم جلدیں علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب کے اپنے ذاتی کتب خانے میں موجود کتابوں سے تیار ہوئی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کا کتب خانہ دنیا کے اُن چند کتب خانوں میں سے ہے کہ جہاں مکمل تحقیقی مواد موجود ہے۔ یعنی علامہ صاحب کے کتب خانے میں مذہب، ادب، تاریخ، تفسیر، فقہ، حدیث، رجال، سوانح، لسانیات وغیرہ جیسے شعبوں پر مکمل معلومات موجود ہیں۔ کتاب کی فہرست بھی اپنی ذات میں خود ایک کتاب ہے۔ اس فہرست سے کتاب میں موجود معلومات، حقائق، تبصرے، تحقیقی انکشافات کے بارے میں معلوم ہوسکتا ہے۔ فہرست پر ایک نظر ڈالیں ایک ایک جملے پر پورے پورے باب تحریر کئے گئے ہیں۔ مثلاً کفار کے راویوں میں سے جب ایک نے حضرت قاسمؑ کو میدان میں آتے دیکھا تو ایک جملہ کہا کہ قاسمؑ اس طرح میدان میں آئے لگتا تھا چاند کا ٹکڑا زمین پر آ گیا ہو۔ حضرتِ قاسمؑ کی قراتِ قرآن، شیریں سخنی، آپؑ کی تربیت، فنونِ جنگ، آپ کا اذنِ جہاد، رخصت وغیرہ ایسے ابواب ہیں کہ صرف ہیڈنگ پڑھ کر ہی آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے۔

لوگوں کو شکایت ہوتی تھی کہ امام حسن علیہ السلام کی زیارت کہیں نہیں ملتی تو علامہ صاحب نے اس کتاب میں امام حسن علیہ السلام کی زیارت بھی شامل کر دی ہے تا کہ پہلے باپ کی زیارت پڑھی جائے اور اس کے ساتھ ہی بیٹے کی زیات بھی پڑھی جائے۔

مشہور و قدیم ذاکرین جنھوں نے تاریخِ خطابت بنائی ہے جن کی خدمات ہیں اُن کے منتخب جملے جو حضرت قاسمؑ پر کہے گئے وہ بھی علامہ صاحب نے کتاب میں شامل کیے ہیں تا کہ اُن کو ایصالِ ثواب ہو جائے۔ لیکن جو ایک بات بہت قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ تاریخ، مقتل، اور سوانح میں جو اختلاف ہے مثلاً جنابِ قاسمؑ کا ایک مشہور جملہ کہ ''آج موت شہد سے زیادہ شیریں ہے'' مختلف عربی مقاتل میں عبارت بھی مختلف ہے اور عربی کی غلطیاں بھی ان مقاتل میں بہت ہیں چونکہ عربی زبان میں ایک ایک حرف کی تبدیلی سے معنی و مفہوم بدل جاتے ہیں لیکن مؤلفین میں سے کسی نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ تحقیق کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک نتیجہ اور وہ بھی ٹھوس نتیجہ سامنے آئے۔ لیکن ان عربی عبارتوں کے اختلاف نے معاملات کو مزید الجھا دیا۔ اس سے آج تحقیق کے میدان میں دشواریاں بڑھتی جارہی ہیں اور کل کے عہد میں تحقیقی کام ناپید ہو کر رہ جائے گا۔ علامہ صاحب نے ان اختلافاتِ عبارت کی نشاندہی بھی کی ہے اور تصحیح بھی کی ہے جو ان دو جلدوں کے خاصّے میں شمار ہوتی ہیں۔

حضرت قاسمؑ سے متعلق مصائب کے حوالے سے جو جملے اور منظر نامے اس کتاب میں درج ہیں وہ قارئین اور محققین کے لیے نادر و نایاب ہیں اور معلومات افزا بھی۔ کتابی حوالے بھی بذاتِ خود مطالعے کے نئے دریچے کھولتے نظر آتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ کتاب حضرت قاسمؑ کے حوالے سے جنابِ اُمِّ فروہؑ پر بھی ایک تحقیقی مقالہ ہے اور امام حسنؑ سے متعلق بھی اُن کی اولاد کے حوالے سے معلومات کے نئے ابواب سامنے آتے ہیں۔

قابلِ ذکر و توجہ بات یہ ہے کہ علامہ صاحب کے کتب خانے میں جنابِ قاسمؑ کے موضوع سے متعلق لاکھوں اشعار موجود ہیں جو دنیا کے کسی کتب خانے میں نہیں ہیں ان میں سے علامہ صاحب نے انتخاب کر کے اس کتاب میں شامل کیے ہیں۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اس پُرنور اور بابرکت کتاب سے پیش لفظ کے طور پر ہی سہی مجھے بھی تحصیلِ سعادت و برکت کا موقع ہاتھ آگیا۔ چونکہ دوسری جلد میں نوحے شامل ہیں لہٰذا میں نے بھی شہزادے کی خدمت میں نوحے کی صورت میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

نوحہ

ماجد رضا عابدی

قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا
نالۂ فروہؑ قاسمؑ دولھا

اُمِ فروہؑ رو رو پکارے
اے مرے قاسمؑ اے مرے پیارے
جان لٹانے رن کو جانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

جان مٹادو سر کو کٹادو
بابا کی اپنے شان دکھا دو
اپنے چچا کی جان بچانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

پوتے علیؑ کے حسنؑ کے جائے
بیٹھی ہے کبریٰ مہندی لگائے
تم بھی لہو کی مہندی لگانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

بولے یہ قاسمؑ اے مری امّاں
لڑنے کو جاتا ہوں سرِ میداں
آنکھوں سے تم آنسو نہ بہانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

رن کو چلے جب قاسمِؑ ذیشاں
برپا ہوا اک حشر کا ساماں
روتا رہا سب حق کا گھرانہ
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

گھوڑے سے قاسمؑ خاک پہ آئے
نعرہ لبوں پر اپنے یہ لائے
اے مری اماں مجھ کو بچانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

سن کے صدائے قاسمؑ مضطر
شہؑ سوئے میداں دوڑے رو کر
کہتے تھے آؤ مدد کو نانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

پہنچے جو سوئے قاسمؑ مضطر
لاش کے ٹکڑے دیکھے زمیں پر
دل کہتا تھا صبر دکھانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

لاش کے ٹکڑے گٹھری میں لائے
اُمِّ فروہؑ نے کہا ہائے
جانا تھا کیسا ، کیسا ہے آنا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

ماجدؔ آؤ مہندی اُٹھاؤ
اور قاسمؑ کی نذر دلاؤ
رو رو ہر دم نوحہ سنانا
قاسمؑ دولھا ، قاسمؑ دولھا

باب ۔۔ ۱

حضرت امام حسن علیہ السّلام
کی ازدواجی زندگی

حضرت امام حسنؑ کی بیویاں:

۱۔ حضرت اُمّ فروہؑ

نام: رملہ، نفیلہ، نجمہ، سلمیٰ

علاّمہ محمد مہدی مازندرانی لکھتے ہیں:۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ۴۷ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ ان ۴۷ برسوں میں یہ مُسلّم ہے کہ آپ نے پہلی شادی ۲۵ برس کی عمر میں کی جو حضرت اُمّ فروہؑ سے ہوئی تھی۔ حضرت اُمّ فروہؑ کا نام ''ماہ بانو'' یا ''قاز بانو'' تھا۔ آپ حضرت قاسمؑ کی والدہ ہیں''۔

(معالی السبطین)

''ینابیع المودۃ'' میں ہے کہ امراؤالقیس کی تین بیٹیاں تھیں ایک کے ساتھ حضرت علیؑ نے دوسری سے امام حسنؑ نے اور تیسری سے امام حسینؑ نے شادی کی۔

(احسن المقال شیخ عباس قمی صفحہ ۵۵۱)

حضرت اُمّ فروہؑ پر ہم نے تفصیلی باب لکھا ہے آپ امراؤالقیس کی بیٹی ہیں۔ حضرت اُمّ ربابؑ (مادرِ سکینہؑ و علی اصغرؑ) کی سگی بڑی بہن ہیں۔

فرزندان:

۱۔قاسم بن حسنؑ ۲۔احمد بن حسنؑ۔ ۳۔عبداللہ اکبر بن حسنؑ (طبقات ابن سعد)

کربلا میں شہید ہوئے۔ان کی نسل نہیں چلی، ماں کا نام نفیلہ تھا۔

(طبقات اور تذکرۃ الخواص)

علاّمہ شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی لکھتے ہیں:۔

''حضرت قاسمؑ اور حضرت ابوبکر بن حسنؑ کی والدہ کا نام رملہ تھا'' (ابصار العین صفحہ۵۴)

۲۔ خولہ بنتِ منظور فزاریہ (غطفانیہ)

خولہ کا شجرہ:۔

خولہ بنتِ منظور بن زبان بن سیّار بن عمرو بن جابر بن عقیل بن ہلال بن سمیّ بن مازن بن فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فرزندان:۔

۱۔ محمد اکبر بن حسنؑ

انھیں کی وجہ سے امام حسنؑ کی کنیت ابومحمد ہے۔گویا سب سے بڑے بیٹے یہی ہیں۔

(تذکرۃ الخواص)

۲۔ حسن مثنیٰ بن حسنؑ

ابن قتیبہ نے ''تاریخ الانساب'' میں لکھا ہے حسن مثنیٰ کی والدہ خولہ بنتِ منظور تھیں۔

طبقات ابن سعد میں دونوں بیٹوں کا تذکرہ ہے۔

خولہ بنتِ منظور واقعۂ کربلا کے وقت حیات تھیں لیکن مدینے میں رہ گئی تھیں کربلا نہیں آئیں'' (معالی السبطین)

علاّمہ محمد باقر شریف قرشی لکھتے ہیں:-

خولہ بنت منظور فزاریہ عقل وخرداوصاف وکمالات میں بہت ہی ممتاز اور معزز ومحترم خاتون تھیں امام حسنؑ نے ان سے عقد فرمایا۔شب عروسی امامؑ مکان کی چھت پر آرام فرما ہوئے خولہ نے اپنی اوڑھنی کا ایک سرا امامؑ کے پیر سے باندھا دوسرا سرا اپنے پیر میں جب امامؑ صبح کو بیدار ہوئے تو اس کا سبب پوچھا خولہ نے کہا ''مجھے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ نیند کے عالم میں اُٹھیں اور چھت پر سے نیچے گر پڑیں اور میں عرب کی منحوس ترین دلہن سمجھی جاؤں''۔امامؑ خولہ کے اس اخلاق اور انتہائی تعلق خاطر سے بے حد متاثر ہوئے اور سات دن تک ان کے یہاں مقیم رہے۔(تاریخ ابن عساکر، جلد ۴، ص ۲۱۴)

یہ خولہ شادی کے پہلے سال اس کیفیت سے رہیں کہ نہ زیب وزنیت کرتیں نہ آنکھوں میں کاجل لگاتیں یہاں تک خداوند عالم نے ان کے بطن سے فرزند عنایت کیا۔ اس وقت انہوں نے زیب وزینت کی اور آنکھوں میں کاجل لگایا۔امامؑ نے جب اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ اگر میں بناؤ سنوار کرتی تو عورتیں کہتیں کہ آرائش تو تم نے کی مگر حاصل کچھ نہ ہوا مگر اب جبکہ خداوند عالم نے مجھے فرزند عنایت کیا ہے مجھے کسی کے کچھ کہنے کی پروا نہ رہی''

یہ خولہ امامؑ کی آخری زندگی تک حبالہ زوجیت میں رہیں۔جب امامؑ کا انتقال ہوا تو ان کے حزن واندوہ کا ٹھکانا نہ تھا ان کے باپ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مجھے خبر دی گئی ہے کہ کل خولہ حوادث وآفات پر بیحد پریشان اندوہ گیں تھی خولہ پریشان نہ ہو اور صبر کرو شریفوں کی پیدائش ہی صبر ہوتی ہے۔(سبط اکبرؑ صفحہ ۵۸۸)

۳۔اُم بشر بنت ابو مسعود انصاری

(پورا نام: ابو مسعود عقبہ بن عمرو)

سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ الخواص'' میں آپ کا نام اُمّ بشر لکھا ہے۔

ابنِ قتیبہ نے ''تاریخ الانساب'' میں لکھا ہے زید کی والدہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری کی بیٹی تھیں۔

اُمّ بشر کا شجرہ:-

اُمّ بشیر (اُمِّ بشر) بنتِ ابی مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اُسیرہ بن عُمیرہ بن عطیۂ انصاری بن خدّارہ بن عوف بن حرث بن خزرج۔

اُمّ بشر کے والد کا نام عقبہ ہے اور کنیت ابو مسعود ہے جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ مقام ''بدر'' کے رہنے والے تھے، حضرت علی کے شاگرد تھے، کوفہ میں رہنے لگے تھے حضرت علیؑ نے جب صفّین کی طرف کوچ کیا ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

(اسد الغابہ جلد ششم صفحہ ۲۸۰)

فرزندان:

طبقات ابن سعد میں اولاد کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ زید بن حسنؑ

زید کی اولاد:- ۱۔ محمد بن زید بن حسنؑ (نسل نہیں چلی) ۲۔ حسن بن زید بن حسن (منصور کی طرف سے حاکم مدینہ ہوئے تھے) ۳۔ نفیسہ بنتِ زید بن حسن ان کی والدہ لبابہ صغرا بنتِ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلّب ہیں، لبابہ کبرا بنتِ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلّب (یہ حضرت عباس علمدار کی زوجہ ہیں)۔

اُمّ بشر کربلا میں موجود تھیں۔ ان کی دو بیٹیاں اُمّ الحسنؑ بنتِ امام حسنؑ اور اُمّ الحسینؑ بنتِ امام حسنؑ دونوں بہنیں اس وقت پامالِ سُمِ اسپاں ہوگئیں جب یزیدی لشکر نے خیموں کو آگ لگائی۔ (معالی السبطین)

۴۔ اُمِّ کلثوم بنتِ الفضل بن عباس بن عبدالمطلب

فرزند:

ا۔ محمد اصغر بن حسنؑ ۔۲۔ جعفر بن حسنؑ ۔۳۔ حمزہ بن حسنؑ (طبقات ابنِ سعد)

فضل، عباس بن عبدالمطلب کے سب سے بڑے فرزند تھے ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی اُمِّ کلثوم تھیں۔

اُمِّ کلثوم کی والدہ اُمِّ سلمہ بنتِ مَحْمِیَۃ بن جزالزبیدی تھیں۔ (مَحْمِیَۃ کے معنی کسی کام کے کرنے سے ناک چڑھانا یا غضبناک ہونا)

اُمِّ کلثوم کی نانی جویریہ بنتِ الحویرث العبنس بن اھبان بن حذاقہ بن جمع تھیں۔

اُمِّ کلثوم کو امام حسنؑ نے بعد میں طلاق دے دی تھی۔

فضل بہت خوبصورت شخص تھے ان کی صرف ایک بیٹی تھی جس سے امام حسنؑ علیہ السلام نے عقد کیا اور چند روز کے بعد طلاق دی۔

(کتاب نسب بنی ہاشم تالیف جمیل ابراہیم حبیب طبع بغداد، اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۴۸)

علاّمہ محمد مہدی مازندرانی لکھتے ہیں:۔

اُمِّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے محمد ابنِ حسنؑ اور جعفر ابنِ حسنؑ کربلا میں شہید ہوے۔ واقعۂ کربلا سے قبل ہی ان مخدّرہ کا انتقال ہو گیا تھا گویا طلاق کا واقعہ جھوٹ ہے۔ (معالی السبطین)

۵۔ ہند (حفصہ) بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر

ان کا نام "حفصہ" بھی لکھا ہے۔ امام حسن علیہ السلام کی ایک طلاق کی نوعیت اوراقِ تاریخ میں اس طرح موجود ہے کہ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی تھی۔ منذر بن زبیر نے اس عورت کے عیب بیان کئے تھے۔ یہ عورت منذر بن زبیر کی سگی

ماموں زاد بہن تھی۔

علاّمہ سیّد مظہر حسن سہارنپوری لکھتے ہیں :-

مدائنی کی روایت ہے کہ امام حسنؑ نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر یعنی خلیفہ اوّل کی پوتی کے ساتھ شادی کی۔ منذر بن زبیر بھی اس کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتا تھا حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو طلاق دیا پس منذر نے خطبہ کیا حفصہ نے درخواست منذر کی مسترد کی اور کہا میں اس کے نکاح میں نہ آؤں گی کیونکہ اس نے مجھے مشتہر کیا ہے۔ (الشہید المسموم فی تاریخ حسنؑ المعصوم ... صفحہ ۲۳۱۔۲۳۲)

۶۔ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ

شجرہ:

اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ

طلحہ بن عبیداللہ (نہج البلاغہ میں عبداللہ نہیں بلکہ عبیداللہ لکھا ہے) کنیت ابومحمد۔ (نہج البلاغہ)

شیخ مفید لکھتے ہیں :-

حسین اثرم اور ان کے بھائی طلحہ بن حسنؑ کی ماں اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تھیں۔ (کتاب الارشاد)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں :-

حسین اثرم اور طلحہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تھیں۔

(منتہی الآمال)

ابنِ سعد لکھتا ہے :-

طلحہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تھیں"۔ (طبقات ابنِ سعد)

ابنِ شہر آشوب لکھتے ہیں :-

طلحہ بن حسنؑ اور ابوبکر بن حسنؑ کی والدہ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ تھیں۔

(مناقب آلِ ابی طالب شہر آشوب)

اُمِّ اسحاق نام کی دو الگ الگ خواتین ہیں۔ ایک بی بی امام حسنؑ کی زوجہ ہیں تو دوسری امام حسینؑ کی زوجہ ہیں۔

اُمِّ اسحاق قضاعیہ امام حسینؑ کی زوجہ ہیں۔

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

اُمِّ اسحاق، طلحہ بن عبداللہ تمیمی کی صاحبزادی تھیں یمن کے قبیلۂ قضاعیہ سے تعلق تھا۔ ممتاز العلما جنّت مآب کی تحقیق کے مطابق فاطمہ بنتِ الحسین کی ماں بھی یہی مخدرہ تھیں جو بیٹی کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھیں۔ اولادِ امام حسینؑ میں جو شاہزادہ جعفر بن حسینؑ روز عاشورہ شہید ہوا وہ اسی دردرسیدہ خاتون کا لال تھا''۔ (''الحسین''۱۱۵)

علّامہ سیّد محمد جعفر الزّمان نقوی لکھتے ہیں:-

جناب حسین اثرم بن حسنؑ کی والدہ اُمِّ اسحاق تھیں۔ اُن کے بارے میں ایک وضاحت ضروری ہے کہ کئی مورخین وصاحبانِ انساب کو اشتباہ ہوا ہے جو اُمِّ اسحاق نے حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ سے عقد کیا ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

امام حسنؑ کی زوجہ اُمِّ اسحاق انصار کے قبیلے سے ہیں جبکہ اُمِّ اسحاق جو امام حسینؑ کی زوجہ ہیں اور جن سے حضرت فاطمہ صغرٰا ہیں جو مدینے میں رہ گئی تھیں۔

اُن اُمِّ اسحاق کا تعلق بنی تمیم سے ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمِّ اسحاق نام کی دو مختلف شخصیات ہیں اگر دونوں ہم نام ہیں۔ (مجالس المنتظرین جلد دوم صفحہ ۴۲۱)

اُمِّ اسحاق دراصل نام نہیں بلکہ کُنیت ہے۔

امام حسنؑ کی زوجہ اُمّ اسحاق کے دو بیٹے ہیں، حسین اثرم اور طلحہ آپ کی کنیت ''اُمّ الحسینؑ'' یا ''اُمّ طلحہ'' مقرر کی جائے تو غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔

امام حسینؑ کی زوجہ اُمّ اسحاق کو مورخین نے ''۔ن قضاعیہ'' لکھا ہے۔ ان کے صاحبزادے ''جعفر'' تھے اس لیے ان کی کنیت ''اُمّ جعفر'' طے کر لی جائے۔

دونوں شخصیات کو ایک نہ سمجھا جائے۔ اس لیے کہ بحکم قرآن۔

معصوم کی بیوہ سے معصوم بھی عقد نہیں کر سکتا۔

اُمّ اسحاق کے دادا کے نام پر بھی مورخین متفق نہیں ہیں کوئی ''اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ لکھتا ہے اور'' کوئی اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ لکھتا ہے''۔

فرزند:

طلحہ جواد بن حسن علیہ السلام (طبقات ابن سعد) طلحہ کی کوئی اولاد نہیں۔ (طبقات، تذکرۃ الخواص)

ابن قتیبہ نے ''تاریخ الانساب'' میں لکھا ہے طلحہ بن حسنؑ کی ماں اُمّ اسحاق تھیں۔

۷۔ اُمّ عبداللہ بنت سلیل بن عبداللہ بجلّی

علامہ شیخ محمد بن طاہر سماوی نجفی نے ''ابصار العین فی انصار الحسینؑ'' میں لکھا ہے۔

عبداللہ بن حسنؑ کی والدہ شلیل بن عبداللہ بجلّی کی بیٹی تھیں۔ شلیل بھائی ہیں جریر بن عبداللہ کے اور یہ دونوں بھائی شلیل اور جُریر اصحابِ رسولؐ خدا میں سے ہیں۔

عبداللہ بن حسنؑ امام حسینؑ کی نصرت کے لیے خیمے سے نکلے ابھی نابالغ تھے، دونوں ہاتھوں سے تلوار کو روکا شقی نے عبداللہ بن حسنؑ کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے۔ آپ تڑپ کر امام حسینؑ کی آغوش میں گرے اور روح پرواز کر گئی۔

عبداللہ بن حسنؑ کا قاتل بحر بن کعب شقی ہے۔ عاشور کے بعد اس شقی کے ہاتھ خشک ہو گئے تھے اور ہاتھوں سے پانی بہا کرتا تھا۔ بحر بن کعب کا نام بعض کتب مقاتل میں

ابحر بن کعب لکھا ہے جو غلط ہے۔ ''ابحر'' نہیں بلکہ ''بحر'' ہے۔ (ابصارالعین)

عبداللہ ابن حسنؑ کی والدہ کا نام مورخین نے ''اُمِّ عبداللہ'' لکھا ہے۔ اور والد کا نام ''شلیل بن عبداللہ'' اور کسی نے ''سلیل بن عبداللہ'' لکھا ہے۔

طبقات ابنِ سعد میں عبداللہ اصغر بن امام حسنؑ کی والدہ کا نام زینبؑ بنتِ سبیع بن عبداللہ لکھا ہے۔

اُمِّ عبداللہ، زینب بنتِ سبیع، اُمِّ عبداللہ بنتِ سلیل اُمِّ عبداللہ بنتِ شلیل، یہ الگ الگ بیویاں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خاتون کے چار طریقے سے نام لکھے گئے ہیں تاکہ امام حسنؑ کی بیویوں کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکے۔

اصل لفظ ''شلیل'' ہے۔ اُسی لفظ کو کہیں ''سلیل'' اور کہیں ''سبیع'' پڑھا گیا اور لکھا گیا ہے۔ نہ معلوم یہ سہو ہے یا شرارت، شرارت بنی اُمیّہ کے نمک خوار مورّخین کرتے رہے اور شیعہ محققین دھوکے کھاتے رہے۔

اب اِسی مسئلے میں ایک اور پیچیدگی آتی ہے اُسے بھی سلجھانا ضروری ہے۔

عبداللہ ابنِ حسنؑ کی والدہ کے سلسلے میں مولانا آغا مہدی لکھنوی ''تاریخِ شہزادہ علی اصغرؑ'' میں لکھتے ہیں:-

''جناب رباب کی دوسری بہن امام حسن علیہ السلام کو منسوب تھیں اُن کا نام اُمّ الرباب تھا۔ عبداللہ بن حسنؑ جو شہادت امام کے قبل ابحر بن کعب کی تلوار اور حرملہ کے تیر سے شہید ہوے انھیں کے بطن سے تھے بنا بریں علی اصغر اور عبداللہ بن حسنؑ چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ خالہ زاد بھائی بھی تھے''۔ (صفحہ ۴۴)

مولانا علی نقی لکھنوی (عرف نقّن صاحب) بھی ''شہیدِ انسانیت'' میں یہی لکھتے ہیں:-

عبداللہ بن حسنؑ کا سن اپنے بھائی قاسمؑ سے بھی کم تھا اور آپ کی والدہ اُمّ الرّباب

بنتِ امراؤالقیس، رباب مادرِ سکینہ و علی اصغر کی بہن تھیں۔ (صفحہ ۴۴۳)

ایک تحقیقی بحث سمیٹنے کی کوشش کیجئے کہ دوسری مصیبت سامنے تیار کھڑی ہوتی ہے۔ ابھی ہم یہ طے کر رہے ہیں کہ "اُمّ عبداللہ" جو عبداللہ ابن حسن کی والدہ ہیں وہ کس کی بیٹی ہیں سلیل یا شلیل یا سبیع کی خاندان اجتہاد کے علماء کہتے ہیں عبداللہ بن حسنؑ کی والدہ امراؤالقیس کی بیٹی ہیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی زوجہ "رباب" کی بہن ہیں۔ یہ بات ہم نے حضرت اُمِّ فروہؑ کے باب میں لکھ دی ہے کہ حضرت اُمِّ فروہؑ، جناب رباب کی بڑی بہن ہیں۔ جناب اُمّ فروہؑ کے چار فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

۱۔ عبداللہ اکبر بن حسن ۲۔ احمد بن حسن ۳۔ قاسم بن حسن ۴۔ عبداللہ اصغر بن حسن اور حضرت اُمّ فروہؑ کی بیٹی فاطمہ بنتِ حسنؑ ہیں جو حضرت امام زین العابدینؑ کی زوجہ ہیں۔

یہ چاروں بھائی اور ایک بہن، جناب سکینہؑ اور حضرت علی اصغرؑ کے خالہ زاد بھائی اور بہن بھی ہیں اور چچا زاد بھائی اور بہن بھی ہیں۔

خاندان اجتہاد کے علماء نے حضرت اُمّ فروہؑ کو "اُمّ الرّباب" اور اُن کی بہن کا نام "رباب" لکھا ہے دراصل دونوں بہنوں کا نام اور لقب اس طرح ہے۔

۱۔ سلمٰی:- یہ اُمِ فروہؑ ہیں۔ (زوجۂ امام حسنؑ)

۲۔ سلامہ:- یہ اُمّ رباب ہیں (زوجۂ امام حسنؑ)

یہ دونوں امراؤالقیس کی دختران ہیں۔ مورخین نے ان کی والدہ کا نام "ہند" بتایا ہے اور بعض مورخین نے "اُم ربابؑ" بھی لکھا ہے۔ اور قیاس کو دخل دیا ہے۔ "ناسخ التواریخ" میں بھی امام حسن کی ایک زوجہ کا نام "اُمّ ربابؑ" بتایا گیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ اس اندراج کی وجہ سے دو جھوٹی قیاسی روایات کا اضافہ ہو گیا ہے۔

۱۔ ایک روایت یہ کہ امراؤالقیس کی وفات کے بعد اس کی بیوہ اُمّ ربابؑ سے امام حسنؑ نے عقد کیا۔ (انتہائی لغو روایت ہے)

۲۔ رباب (مادرِ سکینہؑ و علی اصغرؑ) پہلے امام حسن کی زوجیت میں تھیں۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے اُن سے عقد کیا۔

امام کی بیوہ سے اُمت کا کوئی شخص نہ خود دوسرا امام کبھی عقد نہیں کرسکتا۔ (یہ اس سے بھی زیادہ لغو اور بیہودہ روایت ہے)

اب ہم اپنے موضوع پر واپس چلتے ہیں۔ اُمّ عبداللہ کا نام طبقات ابنِ سعد میں ''زینبؑ'' بھی لکھا ہے۔ اور اُن کے والد کا نام شلیل، سلیل اور سبیع تین طریقوں سے لکھا گیا ہے۔

۱۔ اُمّ عبداللہ بنت سلیل بن عبداللہ۔ ۲۔ زینبؑ بنتِ سبیع بن عبداللہ یہ دو الگ الگ امام حسنؑ کی بیویاں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خاتون کے دو طریقے سے نام اور ولدیت لکھی ہے۔

سلیل بن عبداللہ کو جریر بن عبداللہ صحابیٔ رسولؐ کا بھائی بتایا گیا ہے۔

''اسد الغابہ'' میں ابنِ اثیر لکھتا ہے کہ جریر بن عبداللہ صحابیٔ رسولؐ ہے۔

علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں:۔

۱۰ھ میں قبیلہ بُجیلہ کے لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے درمیان جُریر بن عبداللہ بُجلّی بھی تھے۔ وہ اپنی قوم کے ایک سو پچاس اشخاص کو لے کر آئے تھے۔ (حیات القلوب۔ صفحہ ۹۳۷... جلد دوم)

۱۰ھ میں اسی سال رسولؐ خدا نے جُریر بن عبداللہ کو ذی الکلاغ حمیری کی طرف بھیجا جو طائف کے بادشاہوں میں تھا وہ مسلمان ہوگیا اور رسولؐ خدا کی اطاعت قبول کرلی۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۸۳۳)

عبداللہ بن حسنؑ کے نانا کا نام مورّخین نے ''سلیل'' اور ''شلیل'' دونوں طریقے سے لکھا ہے۔ ابنِ اثیر نے ''اسد الغابہ'' میں ''شلیل'' لکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان کے دادا کا نام ''جابر شلیل'' تھا۔ مکمل شجرہ بھی دیا ہے۔

''شلیل بن عبداللہ بن جابر (شلیل) بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن عُلا بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش''۔

شلیل بن عبداللہ قبیلہ ''بجُیلہ'' سے ہیں۔ یہ قبیلہ یمن کا رہنے والا تھا۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے حضرت رسولؐ خدا کے جدّ نزار کے قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ بجُیلہ کا نام انمار تھا اور اُن کا شجرہ انمار بن نزار بن معد بن عدنان بن اسماعیل ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں قبیلہ ''بجُیلہ'' اُن کی ماں بجیلہ بنتِ صعب بن عُلا بن سعد عشیرہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ جریر بن عبداللہ جو شلیل بن عبداللہ کے بھائی ہیں، حضرت رسولؐ خدا کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے تھے۔ بہت خوبصورت تھے۔ حضرت عمر کہتے تھے جریر بن عبداللہ اس اُمت کے یوسف ہیں۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے، حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے تو آپ نے بہت عزّت وقار عطا کیا۔ کوفے میں رہنے لگے تھے۔ ۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ جب حضرت علیؑ اپنے دورِ حکومت میں کوفے گئے ان کا خاندان کوفے میں آباد تھا۔

اُسی زمانے میں شلیل بن عبداللہ بجُلی کی دختر سے امام حسنؑ نے عقد کیا بعض مورّخین نے لکھا ہے کہ کربلا میں موجود تھیں اور امام حسنؑ کے ایک صاحبزادے ان خاتون سے تھے۔ کربلا میں شہید ہوے۔ جن شہیدوں کے نام مورّخین کو نہیں معلوم اُنھیں عام طور سے ''عبداللہ'' لکھ دیا کرتے تھے۔

''طبقات ابنِ سعد'' میں ہے کہ عبداللہ اصغر بن حسنؑ کی والدہ زینبؑ بنتِ سبیع بن عبداللہ برادرِ جریر بن عبداللہ بجلّی تھیں۔

گویا یہ دو الگ الگ بیویاں نہیں ہیں بلکہ اُمّ عبداللہ بنتِ شلیل، اُمّ عبداللہ بنت سلیل اور زینبؑ بنتِ سبیع یہ ایک ہی زوجہ کے مختلف نام ہیں۔

۸۔ عائشہ خثعمیہ

امام حسنؑ کے عقد میں تھی۔ کوفے کا واقعہ ہے کہ جب حضرت علیؑ کی شہادت واقع ہوئی تو یہ عورت امام حسنؑ کے پاس فرحاں و شاداں خلافت کی تہنیت دینے کے لئے پہنچی اور کہا۔ ''آپ کو خلافت مبارک ہو''۔

امام حسنؑ کو محسوس ہوا کہ یہ ہمارے پدرِ بزرگوار کی شہادت پر مسرور ہے تو آپ نے فرمایا۔

''کیا علیؑ کے قتل ہونے پر تو مسرت کا اظہار کر رہی ہے جا میں نے تجھے طلاق دیا'' اس نے اپنے کو عدّت کے لباس میں لپیٹ لیا اور گھر میں بیٹھی رہی یہاں تک کہ عدّت کے دن پورے ہو گئے۔ امام نے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار درہم بھجوائے تاکہ اپنی ضروریات میں کام لائے۔ جب یہ چیزیں اس کے پاس پہنچی تو اس نے کہا۔

متاع قليل من حبيب مفارق

''جدائی اختیار کرنے والے حبیب کی طرف سے یہ بہت تھوڑا سامان ہے''۔

(تاریخ ابن عساکر جلد ۴، صفحہ ۲۱۶) سبطِ اکبر۔ علامہ محمد باقر شریف القرشی صفحہ ۵۹۰)

علاّمہ سیّد مظہر حسن سہارنپوری لکھتے ہیں:-

عائشہ خثعمیہ حضرت کے نکاح میں تھی حضرت امیر المومنینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بیعت ہوئی تو اس نے مبارک باد دی اور کہا تم

کوخلافت وحکومت گوارا ہوا اے امیر المومنینؑ آپ نے فرمایا علیؑ قتل کئے جائیں اور تو مبارک باد کہے یہ شماتت ہے جاؤ ہم نے تم کو طلاق دیا تو وہ اپنے اسباب وسامان سمیت چلی گئی انقضائے عدۃ پر آپ نے مبلغ بارہ ہزار درہم مہر کے بھیج دیئے روپیہ پا کر بولی۔ متاعٌ قلیل من حبیب مفارقٌ ''مفارقت کرنے والے دوست کے مقابلے میں یہ مال ایک متاعِ قلیل ہے''۔ (الشہید المسموم فی تاریخ حسنؑ المصوم۔ صفحہ ۲۳۱)

۹۔ جعدہ بنتِ اشعث

جس نے امام حسنؑ کو زہر دیا

اس سے دو فرزند تھے۔ ۱۔ اسمٰعیل ۲۔ یعقوب

جعدہ بنتِ اشعث سے امام حسن علیہ السلام کے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا۔ مورخین نے یہ دونوں نام اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ امام حسنؑ کے صرف چار فرزند بعدِ کربلا باقی رہے اور تمام فرزند کربلا میں شہید ہو گئے۔ اسمٰعیل اور یعقوب یہ دونوں نام کربلا کے شہیدوں میں نہیں ملتے اور چار حیات رہنے والوں میں زید، حسن، حسین، طلحہ میں بھی یہ دونوں نام نہیں ہیں۔ یہ مورخین کی کھلی شرارت ہے۔

(طبقات ابن سعد) تذکرۃ الخواص)

علامہ محمد باقر شریف قرشی لکھتے ہیں:۔

مورخین نے اس کے نام میں اختلاف کیا ہے۔ کسی نے سکینہ کسی نے شعثاء کسی نے عائشہ لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا نام جعدہ تھا۔

امام حسنؑ سے اس کا عقد ہونے کا سبب یہ ہوا کہ امیر المومنینؑ نے سعید بن قیس ہمدانی کو امام حسنؑ کے لیے ان کی بیٹی اُمِ عمران کے متعلق پیام دیا۔ سعید نے کہا حضور اتنا موقع دیجئے کہ میں رائے مشورہ کرلوں۔ وہاں سے نکل کر وہ گھر جا رہے تھے کہ

راستہ میں اشعث بن قیس ملا اس نے گھر جانے کا سبب پوچھا سعید نے واقعہ بیان کیا اشعث نے فریب دیتے ہوئے کہا:-

بھلا تم امام حسنؑ سے اپنی بیٹی کیسے بیاہ دو گے حسنؑ اس پر اپنی برتری جتائیں گے اور اس کے ساتھ ناانصافی اور بدسلوکی سے پیش آئیں گے۔ حسنؑ کہیں گے میں رسولؐ کا فرزند اور امیر المومنینؑ کا دلبند ہوں تمہاری بیٹی میں یہ خوبیاں نہیں۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اپنی بیٹی کو اس کے چچا کے لڑکے سے بیاہ دو۔ دونوں برابر کے ہوں گے۔ یہ اس کے لیے موزوں وہ اس کے لیے موزوں۔

سعید بن قیس۔ وہ کون؟

اشعث۔ محمد بن اشعث۔

سعید اس گفتگو سے دھوکہ میں آ گئے اور کہا اچھی بات ہے میں تمہارے لڑکے سے اپنی لڑکی بیاہے دیتا ہوں۔

اس کے بعد اشعث دوڑتا ہوا امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا۔

اشعث: حضور کیا آپ نے سعید کی لڑکی سے امام حسنؑ کا پیام دیا تھا؟

امیر المومنینؑ: ہاں

اشعث: کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ امام حسنؑ کی شادی ایسی لڑکی سے کر دیں جو سعید کی لڑکی کے مقابلہ میں زیادہ شریف، بزرگ ترین حسب والی، حُسن و جمال میں مکمل اور مال و دولت میں کہیں زیادہ ہو۔

امیر المومنینؑ: وہ کون؟

اشعث: جعدہ بنتِ اشعث

امیر المومنینؑ: ہم تو ابھی ایک شخص (سعید بن قیس ہمدانی) سے اس سلسلہ میں

بات کر چکے ہیں۔

امیر المومنینؑ: کب؟

اشعث: میرے یہاں آنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے۔

امیر المومنینؑ نے اشعث کی درخواست کو منظور کر لیا۔ جب سعید کو اس دھوکہ دہی اور غداری کا علم ہوا تو دوڑے ہوئے اشعث کے پاس پہنچے اور کہا۔

سعید بن قیس۔ ارے کانے تو نے ہمیں دھوکہ دیا۔

اشعث بن قیس۔ تم خود کانے اور خبیث ہو ارے تم مجھ سے فرزند رسولؐ کے متعلق مشورہ مانگ رہے تھے کیا تم خود احمق نہیں ہو۔؟

پھر اشعث امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور کہا حضور آپ اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کریں گے؟ اشعث ڈرتا تھا کہ کہیں معاملہ درہم برہم نہ ہو جائے۔ پھر اس نے اپنے گھر کے دروازے سے امیر لمومنینؑ کے گھر تک فرش بچھایا اور بیٹی کی رخصتی کی۔

(کتاب الاذکیہ ابن جوزی، ص ۲۷) (سبط اکبرؑ)

جعدہ بنتِ اشعث کا باپ اشعث خارجیوں کا بانی ہے۔ کلمہ پڑھنے سے پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہوا پھر کافر ہو گیا۔ حضرت ابو بکر کا بہنوئی ہے۔ وقت انتقال حضرت ابو بکر نے کہا کہ کاش میں نے اشعث کو قتل کر دیا ہوتا۔ حضرت علیؑ کے قتل میں معاویہ کے ساتھ شریک ہے۔ اشعث نے صفین کی لڑائی میں فتح کو شکست سے بدل دیا۔ اس کے چھ بیٹے کربلا میں امام حسینؑ کے قتل میں شریک ہیں ان سب کو مختار نے قتل کیا۔

آئمہ طاہرین کی یہ شادیاں بالجبر کی گئی تھیں۔

ملاحظہ کیجئے:۔

جعدہ بنتِ اشعث کی شادی امام حسنؑ سے دھوکے کے ساتھ ہوئی۔

علامہ سبط ابن جوزی بغدادی لکھتے ہیں:۔

اشعث بن قیس کے متعلق حضرت عبداللہ ابنِ عباس سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسنؑ کا پیغام اُمّ عمران سے بھیجا جو سعید ابنِ قیس ہمدانی کی بیٹی تھی۔ سعید نے کہا کہ میرے اوپر ایک اور ذی اختیار ہے یعنی اس کی والدہ، حضرت علیؑ نے فرمایا جایئے اس سے مشورہ کر لیجئے، سعید نے اشعث بن قیس کو پوری بات سنادی، اشعث بن قیس نے سعید سے کہا کیا تم نے حسن ابن علیؑ سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، حسنؑ اس لڑکی پر اپنی بڑائی جتائیں گے اور اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر سکتے ہیں، وہ لڑکی سے اچھا برتاؤ نہ کریں گے، ان کو یہ ناز ہوگا کہ وہ رسولؐ اللہ کے بیٹے ہیں، امیر المومنینؑ کے بیٹے ہیں، لیکن تم کو کچھ اپنے بھتیجے کا بھی خیال ہے یہ اُس کی ہے اور وہ اس کا ہے، دونوں ایک دوسرے کی طرف راغب ہیں محمد ابن اشعث سے اپنی بیٹی کی شادی کردو، عبداللہ ابنِ عباس جو اس واقعے کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اسی وقت محمد ابنِ اشعث سے اُمّ عمران کی شادی ہوگئی۔ پھر محمد ابنِ اشعث امیر المومنینؑ علی کی خدمت میں پہنچا، یہاں حضرت علیؑ سعید ابنِ قیس کے انتظار میں تھے، محمد ابنِ اشعث نے حضرت علیؑ سے کہا اے امیر المومنینؑ کیا آپ نے حسنؑ کا پیغام سعید کی بیٹی سے دیا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں محمد ابنِ اشعث نے کہا کیا آپ اس سے زیادہ شریف گھر کی لڑکی پسند کریں گے جو سعید کی بیٹی سے زیادہ اچھی ہو اور اس سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ مالدار ہو، حضرت علیؑ نے پوچھا وہ کون ہے اُس نے کہا میری بہن جعدہ بنت اشعث بن قیس، حضرت علی نے فرمایا کہ ایک شخص سے ہم پیغام دے چکے ہیں اب مجبوری ہے میں تمہاری بہن سے حسنؑ کی شادی نہیں کرسکتا، محمد ابنِ اشعث نے کہا کہ اب اس شخص سے جس کو آپ نے پیغام دیا ہے قبول کرنے کا سوال باقی نہیں رہا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنے

گئے ہیں۔محمد ابنِ اشعث نے کہا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا، حضرت علیؑ نے پوچھا، کب؟ محمد ابنِ اشعث نے کہا ابھی دروازے پر کھڑے کھڑے اس کا نکاح میرے باپ اشعث نے میرے ساتھ کر دیا۔اب میں اپنی بہن کو لاتا ہوں آپ اس کے ساتھ حسنؑ کا عقدہ پڑھ دیجئے۔کچھ دیر کے بعد جب سعید واپس آئے تو انھوں نے محمد کے باپ اشعث کو سخت الفاظ میں مخاطب کر کے کہا کہ تم دھوکے باز اور دغا باز ہو، اشعث اور محمد ابن اشعث نے سعید کو برا کہا کہ تو نے مجھ سے حسن (ابنِ رسولؐ اللہ) کے بارے میں مشورہ کیا، اس سے زیادہ حماقت کیا ہوسکتی ہے۔

پھر اشعث، امام حسنؑ کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ اے ابو محمد اپنی دولھن کے دیکھنے کے لئے تشریف لے چلیئے، واللہ میری قوم کے لوگ آپ کو چادروں پر لے چلیں گے۔پھر بنی کندہ کے راستے کے دونوں طرف صفیں باندھ کر لوگ آئے اور انھوں نے اشعث کے گھر تک چادریں بچھا دیں۔چادروں پر امام حسنؑ کو لے جایا گیا اور زبردستی جعدہ بنتِ اشعث کو امام حسنؑ کے حوالے کیا گیا کہ یہ آپ کی دولھن ہے اسے لے جائیں۔(کتاب الاذکیہ ترجمہ لطائف علمیہ تصنیف علامہ سبط ابن جوزی بغدادی (ص ۵۴ ص ۵۵)

جس طرح حضرت یوسفؑ نے مصر میں سخت ترین امتحان دیا اور بارگاہِ الٰہی میں کامیاب ہوئے، اسی طرح حضرت امام حسن علیہ السلام بھی بارگاہِ الٰہی میں مقرب قرار پائے۔بنی کندہ کے لوگ جمع تھے۔مجمع عام میں محمد ابنِ اشعثِ یہ اعلان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بہن کی شادی امام حسنؑ سے کردی ہے، اس مقام پر اگر امام حسنؑ انکار کرتے ہیں تو جنگ کی صورت پیدا ہو جائے گی، تاریخ کو یہ لکھنے میں شرم نہیں آئے گی کہ عورت کی وجہ سے تلوار چلی، امام حسن علیہ السلام حضرت علیؑ کی موجودگی میں مصلحتاً جعدہ کو بیوی بنا کر لے آئے ہیں کہ اس وقت حضرت علیؑ امامِ وقت ہیں۔کیا دنیا میں اس سے بڑی

دھوکے کی واردات عورت کے سلسلے میں سننے میں آئی ہے۔صرف مصر میں حضرت یوسفؑ کے ساتھ لیکن وہاں حضرت یوسفؑ مصر کی کسی عورت سے عقد نہیں کرتے بلکہ قید خانے کو پسند کرتے ہیں۔ یہاں امام حسنؑ کو عقد بھی کرنا ہے اور ایسی عورت کے ساتھ چند برس بھی گذارنے ہیں کہ یہ امتحان حضرت یوسفؑ کے امتحان سے بھی بڑا امتحان ہے، پھر یہی عورت معاویہ کے حکم سے معاویہ کا بھیجا ہوا زہر حضرت امام حسنؑ کو دے دیتی ہے جس سے آپ کی شہادت ہو جاتی ہے۔جعدہ بنتِ اشعث لاولد رہی۔

۱۰۔ ہند بنتِ سہیل بن عمرو

ابوالحسن مدائنی لکھتا ہے ہند بنتِ سہیل بن عمرو سے بھی عقد ہوا۔

ہند بنتِ سہیل ابن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر قریشی ہے۔عامری ہے۔

سہیل صحابیٔ رسولؐ ہے۔جنگِ بدر میں کافروں کی طرف سے آیا اور گرفتار ہوا۔ خطیب تھا۔تقریر زوردار کرتا تھا۔فتح مکّہ کے دن مسلمان ہوا۔سہیل اپنی بیٹی ہند کے علاوہ تمام گھر والوں کو لے کر ملکِ شام جنگ کرنے گیا تھا۔عمر کے عہد کی اس جنگ میں سب مارے گئے صرف ایک پوتی فاختہ اور ایک بیٹی کے کوئی باقی نہ رہا بیٹی ہند کا عقد امام حسن علیہ السلام سے ہوا۔(اسد الغابہ صفحہ ۱۹۲ جلد چہارم)

۲۸ ہجری میں حضرت امام حسنؑ نے ہند دختر سہیل بن عمرو سے شادی کی معاویہ نے ابوہریرہ کو لکھا کہ یزید کے لئے ہند بنتِ سہیل سے خواستگاری کرو، ابوہریرہ، ہند بنتِ سہیل کے پاس جارہے تھے۔راستے میں امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا، ہند بنتِ سہیل کے پاس جارہا ہوں، یزید سے اس کی شادی کا پیغام لے کر، امام حسنؑ نے فرمایا، ہند بنتِ سہیل سے میرا ذکر بھی کرنا، ابوہریرہ ہند بنتِ سہیل

کے پاس آیا یزید کا پیغام دیا اور امام حسنؑ کی خواہش کا بھی اظہار کیا ہند بنتِ سہیل نے ابوہریرہ سے مشورہ کیا، اُنھوں نے کہا، میرا مشورہ تو یہ ہے کہ امام حسنؑ سے شادی کرلیں، ہند بنتِ سہیل نے امام حسنؑ سے شادی کی۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۰۹)

علاّمہ سیّد مظہر حسن سہارنپوری لکھتے ہیں:۔

یزید نے ایک بار عبداللہ بن عامر کی زوجہ اُم خالد نام کو کہ دختر ابوجندل تھی دیکھا اور اس پر عاشق ہوگیا مرضِ سودا میں مبتلا و غم والم رہنے لگا آخر یہ دل کا راز معاویہ کے روبرو ظاہر کیا عبداللہ جو معاویہ کے پاس آیا تو کہا میں نے تجھ کو بصرہ کی حکومت بخشی اس طرف کو باساز و سامان روانہ ہو اور اگر تیرے زوجہ نہ ہوتی تو یہ بھی قصد تھا کہ اپنی دختر رملہ کا تیرے ساتھ نکاح کردیتا عبداللہ نے مکان پر پہنچ کر رملہ کے شوق میں اپنی زوجہ اُم خالد کو طلاق دے دی معاویہ نے ابوہریرہ کو بھیجا کہ اُم خالد کا یزید کے لیے خطبہ کرے اور جتنا مہر وہ مانگے قبول کرے اس کی اطلاع مدینہ میں آئی تو امام حسنؑ امام حسینؑ۔ عبداللہ ابنِ جعفر نے بھی اپنے اپنے واسطے اس کی خواستگاری کا پیام دیا اُم خالد نے چاروں خواستگاروں سے امام حسنؑ کو اپنی زوجیت کے لیے انتخاب کیا تا اینکہ آپ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی یہ روایت احیا کی ہے مگر ابوالحسن مدائنی نے اس عورت کا نام ہند بنتِ سہیل بن عمر بتایا ہے اور کہا ہے کہ پیشتر وہ عبداللہ بن عامر بن کریز کے نکاح میں تھی اس کے طلاق دینے پر معاویہ ابوہریرہ کو لکھ کر یزید کے لیے اس کا خواستگار ہوا امام حسنؑ نے اپنے لیے ابوہریرہ سے ذکر ان کا کیا اس نے دونو کا ایک ساتھ پیغام پہنچایا ہند نے ابوہریرہ سے مشورہ کیا اُس نے امام حسنؑ کو ترجیح دی لہٰذا آپ کے ساتھ اس کا نکاح ہوگیا۔ بہت قوی منطقہ ہے کہ ہند ام خالد ہی کا نام ہو باپ کے نام میں راویوں نے غلطی کی ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو یا دو جدا جدا حکایتیں دو عورتوں کی

ہوں واللہ اعلم ۔(الشہید المسموم فی تاریخ حسنؑ المصوم...صفحہ ۲۳۱)

۱۱۔زینبؑ بنتِ سبیع بن عبداللہ

یہ سبیع جریر بن عبداللہ بجلی کا بھائی تھا اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

فرزند:

عبداللہ اصغر (طبقات ابن سعد)

۱۲۔دخترِ عمرو بن ابراہیم منقری

عمرو ابن ابراہیم منقری کے خاندان سے ایک عورت آپ کے عقد میں تھیں۔عمرو بن ابراہیم منقری کی دختر (نورالاخبار)

۱۳۔زنِ ثقیفیہ

خاندان بنو ثقیف سے ایک عورت عقد میں آئی تھی۔کہتے ہیں اس سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا۔(نورالاخبار) ابنِ قتیبہ نے ''تاریخ الانساب'' میں لکھا ہے عمر بن حسنؑ کی ماں ثقیفیہ (بنی ثقیف سے تھیں)

حضرت اُمِّ لیلیٰ جو امام حسین علیہ السلام کی معروف زوجہ ہیں یہ بھی مشہور و معروف بات ہے کہ حضرت اُمِّ لیلیٰ حضرت علی اکبرؑ کی والدہ ہیں۔آپ کا نام اُمّ لیلیٰ مشہور ہے۔ یہ بات بھی مشہور و معروف ہے کہ آپ قبیلۂ بنی ثقیف سے تھیں۔

علاّمہ نعمت اللہ جزائری نے مختلف مورخین، محققین، مقتل لکھنے والوں کے بیانات جو حضرت اُمِّ لیلیٰ سے متعلق ہیں ایک جگہ یکجا کیے ہیں وہ لکھتے ہیں:۔

''شہید نے دروس میں اور ابن ادریس نے سرائر اور کفعمی نے مصباح میں لکھا ہے کہ کربلا کے شہید علی اکبرؑ تھے ان کی ماں لیلیٰ بنتِ ابی مُرہ تھیں''۔

''طبرسی نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے علی شہید علی اکبرؑ تھے اور ثقفیہ کے بطن سے تھے اور علی اکبرؑ امام زین العابدینؑ تھے ان کی ماں شہر بانوؑ بنتِ کسریٰ تھیں۔ علامہ محمد بن ادریس نے لکھا ہے کہ اس مسئلے میں اہلِ سیر و تاریخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

زبیر بن بکار ابوالفرج اصفہانی، بلاذری مزنی عمری، ابن قتیبہ، طبری، ابو الازہری دینوری، صاحبِ کتاب الانوار وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو شہید ہوئے وہ علی اکبرؑ تھے اور وہ ثقفیہ کے بطن سے تھے''۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت اُمِّ لیلیٰ کا نام نہ لکھنا اور صرف لفظ ''ثقفیہ'' لکھ دینا یہ اُن عظیم ہستیوں کی توہین بھی ہے اور ناقص معلومات اور جہالت کا اعلان بھی ہے۔

یہی کچھ ہوا ہے امام حسن علیہ السلام کی زوجہ کے بارے میں سب نے صرف یہ لکھا کہ ''حسنؑ کی ایک زوجہ ثقفیہ تھیں''۔

بیانات ملاحظہ ہوں:-

ایرانی محقق سیّد علی شرف الدین موسوی لکھتے ہیں:-

خاندان بنو ثقیف سے ایک عورت امام حسنؑ کے عقد میں آئی تھی۔ کہتے ہیں اُن سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا۔ (انتخاب مصائب صفحہ ۱۷۷)

''مناقب ابنِ شہر آشوب'' نے لکھا ہے کہ زید بن حسنؑ اور عمر بن حسنؑ کی والدہ ایک زنِ ثقفیہ تھیں''۔

ابوالحسن مدائنی لکھتا ہے:-

''ایک زنِ ثقفیہ سے امام حسنؑ نے نکاح کیا اور عمر بن حسنؑ پیدا ہوئے''۔

گویا عبداللہ بن حسنؑ اور عمر بن حسنؑ ایک ہی صاحبزادے کے دو نام ہیں۔

مورخین نے امام حسنؑ کی ایک زوجہ کو قبیلہ بنی ثقیف سے بتایا ہے اور غلطی سے

''ثقیفیہ'' کے بجائے ''ثقیفہ'' اور ''ثقفیہ'' لکھ دیتے ہیں۔

یہ خاتون جو بنی ثقیف سے ہیں حضرت اُمّ لیلیٰ (مادرِ علی اکبرؑ) کی بڑی بہن ہیں جو امام حسنؑ کے عقد میں آئی تھیں۔

ابی مُرہ بن عُروہ بن مسعود ثقفی کی دو بیٹیاں تھیں بری بیٹی امینہ کی شادی امام حسنؑ سے ہوئی اور چھوٹی بیٹی آمنہ (حضرت اُمّ لیلیٰ) کی شادی امام حسینؑ سے ہوئی۔

ابنِ اثیر نے ''اسد الغابہ'' میں عروہ کا شجرہ اس طرح لکھا ہے ابی مُرّہ بن عروہ بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس غیلان ثقفی،

عروہ جو حضرت اُمّ لیلیٰؑ کے دادا ہیں اُن کی کنیت ابو مسعود تھی اُن کی والدہ سبیعہ بنتِ عبد شمس بن عبد مناف قریشیہ تھیں۔ قرآن میں عروہ کا ذکر اس طرح آیا کہ کافر کہتے تھے کہ یہ قرآن عروہ پر کیوں نہیں آیا جو عرب کا مشہور شخص ہے۔

ابی مُرّہ کی شادی میمونہ بنتِ ابوسفیان بن حرث بن عبد المطلب بن ہاشم سے ہوئی۔

حضرت اُمّ لیلیٰؑ کے والد ثقفی تھے اور والدہ ہاشمی تھیں۔ ابوسفیان بن حرب سے کوئی بھی رشتے داری نہیں تھیں۔

حضرت اُمِ لیلیٰؑ کے والد ابی مُرّہ حضرت امیر مختار کے سگے چچازاد بھائی تھے۔

امینہ اور آمنہ (اُمّ لیلیٰؑ) دو بہنیں حضرت مختار کی سگی بھتیجیاں اور حضرت ابوسفیان بن حرث بن عبد المطلب کی نواسیاں تھیں۔

معاویہ کے باپ اور یزید کے دادا ابوسفیان کی رشتے دار نہیں تھیں مورخین جھوٹے ہیں۔ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

۱۴۔ بنو زرارہ سے ایک عورت آپ کے عقد میں آئی تھی دختر علقمہ بن زرارہ (نور الاخبار)

۱۵۔ بنو شیبان آلِ ہمام بن مُرّہ سے ایک عورت عقد میں آئی تھی۔ (نورالاخبار)

بنی شیبان کی ایک عورت جو ہمام بن مرہ کی اولاد سے تھی۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ خوارج کا عقیدہ رکھتی ہے۔ آپ نے اسے طلاق دیا اور فرمایا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اپنا سینہ جہنم کی ایک چنگاری سے متصل کروں۔'' (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴۔ صفحہ ۸)

یہی عائشہ خثعمیہ ہے۔ دیکھئے نمبر ۸ پر ہم اس کا واقعہ لکھ چکے ہیں۔ مورّخین نے بیویوں کی تعداد اس طرح بڑھائی ہے کہ ایک جگہ نام لکھا اور دوسری جگہ قبیلہ لکھ کر نام غائب کر دیا۔ اس طرح کرنے کے باوجود اُنیس کی تعداد سے زیادہ بیویاں نہ بنا سکے۔

۱۶۔ قبیلۂ بنی کلب کی ایک عورت (نورالاخبار)

۱۷۔ ہندہ بنتِ سہرا

یہ بھی ایک نئی بیوی بنانے کی ناکام کوشش ہے۔ دراصل یہ وہی بیوی ہے جس کا نام آپ نے نمبر ۱۰ پر ہند بنتِ سہیل کے نام سے دیکھا یہاں سہیل کو ''سہرا'' کر دیا گیا۔ ہمارے سمجھدار شیعہ مصنّفین یہ سب کچھ تحقیق کے بغیر بس نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

۱۸۔ ظمیہ: (کنیز)

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ اس کنیز سے دو فرزند ہوئے:۔

فرزند:

۱۔ حسینؑ اثرم ۲۔ عبدالرحمٰن

ابنِ قتیبہ نے تاریخ الانساب میں لکھا ہے کہ حسین اثرم کنیز سے تھے۔

۱۹۔ صافیہ (کنیز)

پیغمبر اور امام کی بیویوں سے بیوہ ہونے کے بعد کوئی دوسرا شخص عقد نہیں کرسکتا۔ بحکم قرآن...!!

وَمَا کانَ لکُم ان تُوذوا رسولَ اللّٰه ولا ان تنکحُوا ازواجهٗ مِن بعدهٖ ابداً اِنَّ ذالکُم کانَ عنداللّٰه عظیماً (سورۂ احزاب آیت ۵۳)

اور تم حق نہیں رکھتے کہ پیغمبرِ خدا کو آزار (اذیت) پہنچاؤ اور نہ ہی کبھی ان کے بعد ان کی بیویوں کو اپنی زوجیت میں لانا، کیونکہ یہ کام خدا کے نزدیک بہت بڑی جسارت ہے۔

......تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ طلحہ نے کہا تھا کہ میں رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد عائشہ سے شادی کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں یہ بات کی تھی کہ ہماری عورتوں سے محمدؐ نکاح کرے اور اس کی عورتوں سے ہم نکاح نہ کریں ایسا ہرگز نہ ہونے دیں گے بلکہ ان کی وفات کے بعد ہم بھی ان کی عورتوں سے شادی کریں گے۔ ایک کا ارادہ عائشہ سے اور دوسرے کا اُمِ سلمٰی سے نکاح کرنے کا تھا پس یہ آیت اُتری کہ:-

''رسولؐ کو اذیت نہ پہنچاؤ اور نہ ہی کبھی ان کی وفات کے بعد پیغمبرؐ کی بیویوں سے نکاح کرنا کیونکہ یہ کام خدا کے نزدیک بہت بڑی جسارت ہے (حرام ہے تم پر کہ تم نبیؐ کی بیوہ سے شادی کرو)

پس یہ آیت اُتری اور ازواج نبیؐ سے نکاح کرنے کی حرمت واضح ہوگئی۔

''حذیفہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو جنت میں میری بیوی رہنا چاہتی ہے تو میرے بعد کسی سے شادی نہ کرنا''۔ (تفسیر انوار النجف از علامہ حسین بخش جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۹)

سورۂ احزاب کی اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ:-

اِنَّ الَّذِيْنَ يُوْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَاباً مُّهِيْناً (سورۂ احزاب آیت ۵۷)

''تحقیق جولوگ اذیت دیتے ہیں اللہ کواوراُس کے رسولؐ کواُن پر اللہ نے لعنت کی ہے دنیاوآخرت میں اوران کے لیے ذلّت آمیز عذاب ہے''۔

تفسیر برہان، جامع ترمذی، صحیح بخاری، حلیہ ابونعیم، مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ:-
رسولؐ اللہ نے بریدہ اسلمی سے فرمایا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ آج تو رسولؐ اللہ کو اذیت پہنچارہا ہے کیا تونے یہ فرمان خداوندی نہیں سُنا اِنّ الذین یوذون اللّٰہ کیا تجھے پتہ نہیں کہ اِنَّ علیاً منّی وانا منہُ تحقیق علیؑ مجھ سے ہےاور میں علیؑ سے ہوں جس نے علیؑ کواذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کواذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کواذیت پہنچائی پس اللہ کوحق حاصل ہے کہ اُس کودوزخ کی آگ میں سخت عذاب دےاور وہ لوگ دنیاوآخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔ (تفسیر انوار النجف از علاّمہ حسین بخش جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۴)

علاّمہ ناصر مکارم شیرازی آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-
''تم حق نہیں رکھتے کہ رسولؐ اللہ کوتکلیف پہنچاؤ''
وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (سورہ احزاب آیت ۵۳)

شانِ نزول والی روایات میں بھی آیا ہے کہ بعض دل کے اندھوں نے قسم کھائی تھی کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے عقد کریں گے، یہ ایک اور تکلیف پہنچانے والی بات تھی۔

رسولؐ اللہ کے بعد آپ کی ازواج کے ساتھ شادی کی حرمت کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے کہ تم ہرگز یہ حق نہیں رکھتے کہ رسولؐ اللہ کے بعد آپ کی بیویوں کواپنے حلقۂ

ازدواج میں لاؤ، کیوں کہ یہ کام خدا کے نزدیک بہت بڑی جسارت والا ہے''۔

اِسی بنا پر ازواج رسولؐ، آپ کے بعد اسلامی اُمّہ کے درمیان نہایت ہی قابل احترام زندگی بسر کرتی رہیں اور اپنی اس کیفیت سے بہت ہی خوش تھیں اور نئے ازدواج سے محرومی کو اس اعزاز کے مقابلے میں حقیر اور ناچیز سمجھتی تھیں''۔

(تفسیر نمونہ جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۶)

آلِ محمدؑ جس طرح آیۂ تطہیر، آیۂ مباہلہ، آیۂ درود میں رسولؐ اللہ کے شریک ہیں، اس آیت میں بھی ارشاداتِ رسولؐ کے آئینے میں رسولؐ اللہ کے شریک ہیں۔

اب حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر تمام آئمہ حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار بھی اس حکم الٰہی میں رسولؐ اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔ اِن تمام حضرات کے بعد اِن کی ازواج سے دوسری شادی نہیں ہوگی۔

کسی امام کی زوجہ نے عقدِ ثانی نہیں کیا۔ بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے پروردہ نمک خوار مورخّین دشمنی میں جھوٹی روایات لکھتے رہے نادان شیعہ مورخّین قرآن اور حدیث کی صحیح معرفت نہ رکھنے کے سبب دشمنوں کی روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہے۔

مثلاً (چند جھوٹی روایات):۔

۱۔ حضرت علیؑ کی زوجہ اُمامہ بنتِ ابی العاص کے لیے ابنِ قُتیبہ لکھتا ہے:۔

مغیرہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب ہاشمی جو عہد خلافت عثمان میں مدینے کے قاضی تھے وہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک تھے اور (حضرت علیؑ کے بھتیجے تھے)، حضرت علیؑ نے اُن کو وصیت کی تھی کہ وہ اُمامہ بنتِ ابی العاص سے میرے بعد نکاح کر لیں، حضرت علیؑ نے کہا کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ کہیں اُمامہ کی خواستگاری معاویہ نہ کرے، چنانچہ مغیرہ نے امامہ کے ساتھ علیؑ کی شہادت کے بعد نکاح کر لیا اور اُنھیں

بی بی کے بطن سے اُن کے فرزند یحییٰ پیدا ہوے جن کے نام سے وہ اپنی کنیت کیا کرتے تھے''۔(تاریخ الانساب)

یہ روایت جھوٹی اور لغو ہے۔امامہ نے حضرت علیؑ کے بعد عقدِ ثانی نہیں کیا۔اور یحییٰ نام کا بیٹا حضرت علیؑ کے فرزندوں میں شامل ہے۔

حکم قرآن کے مطابق امام کی زوجہ عقدِ ثانی نہیں کرسکتی۔

شیخ عباس قمی نے ''منتہی الآمال'' میں تحریر کیا ہے:-

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آپ کی چار بیویاں زندہ رہیں۔

(۱)امامہ (۲)اُم البنین (۳)لیلیٰ بنتِ مسعود (۴)اسماء، باقی حضرت علیؑ کی زندگی میں وفات پا گئیں۔مذکورہ صدر چار بیویوں نے حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد دوسری شادی نہیں کی مغیرہ بن نوفل اور ابوالہیجا بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے جناب امامہ سے شادی کرنے کا بہت زور لگایا مگر موصوفہ نے صاف انکار کرتے ہوے فرمایا کہ ''حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ انبیاء اور اوصیاء کی موت کے بعد ان کی بیویاں کسی شخص سے شادی نہیں کرسکتیں''۔

(۲) لیلیٰ بنتِ مسعود بن خالد دارمیہ تمیمیہ حضرت علیؑ کی زوجہ ہیں۔اُن کے لیے مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ان کا عقد عبداللہ ابن جعفر طیّار سے ہوا۔شیخ عباس قمی اس روایت کو غلط قرار دیتے ہیں۔امام کی زوجہ عقدِ ثانی نہیں کرسکتی دوسرے یہ کہ حضرت زینبؑ کی زندگی میں عبداللہ ابنِ جعفر زوجہ کی سوتیلی ماں سے عقد کرہی نہیں سکتے تھے۔

(۳) امام حسن علیہ السلام کی ازواج کے لیے مندرجہ ذیل جھوٹی روایات مشہور ہیں،ان روایات کو اب ترک کردینا چاہیئے مثلاً:-

(الف) اُمّ کلثوم بنتِ الفضل امام حسنؑ کی زوجہ تھیں انھیں امام حسنؑ نے طلاق دے دی تو انھوں نے ابوموسیٰ اشعری سے شادی کر لی۔ (وَلا حَول وَلا قوۃ اِلّا باللّٰہِ العلی العظیم)

صحیح روایت یہ ہے کہ اُمِّ کلثوم بنتِ الفضل امام حسنؑ کی زندگی میں وفات پا گئیں اور اُن کے تینوں فرزند محمد بن حسنؑ، جعفر بن حسنؑ، حمزہ بن حسنؑ کربلا میں شہید ہوئے۔

(ب) اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبداللہ امام حسنؑ کی زوجہ ہیں جھوٹی روایت یہ مشہور کی گئی کہ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبداللہ نے امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ سے عقد کیا۔ اور اُن سے امام حسینؑ کی ایک بیٹی فاطمہ کبرا یا فاطمہ صغرا کی ولادت ہوئی یہ روایت بھی نہایت غلط ہے۔ امام کی زوجہ سے امام بھی دوسری شادی نہیں کر سکتا۔

اُمِّ اسحاق نام کی دو الگ الگ خواتین ہیں۔ امام حسینؑ کی زوجہ اُمِّ اسحاق کی تفصیلات مولانا آغا مہدی لکھنوی نے اپنی کتاب ''الحسینؑ'' میں لکھی ہیں۔

''اُمِّ اسحاق طلحہ بن عبداللہ کی صاحبزادی تھیں، یمن کے قبیلے قضاعیہ سے تعلق تھا۔ ممتاز العلماء جنت مآب کی تحقیق کے مطابق فاطمہ بنت الحسین کی والدہ تھیں اور یہ امام حسینؑ کی دختر کربلا میں اُمّ اسحاق کے ساتھ تھیں۔ اولاد امام حسینؑ میں جو شاہزادہ جعفر بن حسینؑ روز عاشور شہید ہوا وہ انھیں غم زدہ بی بی ''قضاعیہ'' کا لال تھا''۔

(ج) بنی ہاشم کی خواتین بھی بیوہ ہونے کے بعد عقدِ ثانی نہیں کرتی تھیں۔ ہو سکتا ہے آیاتِ قرآنی کے احترام میں انھوں نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند کیا ہو،

مثلاً فتح مکہ کے موقع پر اُمِّ ہانی ابوطالبؑ کی بیٹی جو بیوہ تھیں، رسولؐ خدا نے شادی کا پیغام دیا۔ اُمِّ ہانی نے انکار کر دیا کہ میں آپ سے عقد نہیں کر سکتی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا ہاشمی عورتیں نہایت غیرت دار ہوتی ہیں۔ یہ عمل دنیا کے ناصبی مورخین کو سمجھانے کے

لیے کیا تھا رسولؐ اللہ نے۔

حضرت اُمِّ رباب نے بعدِ کربلا دوسرا عقد نہیں کیا اور فرمایا میں قیامت تک رسولؐ خدا کی بہو رہنا چاہتی ہوں۔

حضرت عباسؑ علمدار کی زوجہ لُبابہ بنتِ عبداللہ ابن عباس (یا عبیداللہ ابن عباس) نے عقد ثانی نہیں کیا اور فرمایا میں قیامت تک امیر المومنینؑ کی بہو رہنا چاہتی ہوں۔

حضرت جعفر طیّار کی زوجہ اسماء بنتِ عمیس نے شوہر کی شہادت کے بعد تا حیات عقدِ ثانی نہیں کیا۔ اسماء انصاریہ جو جناب سیدہؑ کی کنیز تھیں انھوں نے حضرت ابوبکر سے عقد کیا تھا پھر بیوہ ہونے کے بعد حضرت علیؑ سے عقد کیا محمد ابن ابی بکر کی والدہ اسماء انصاریہ ہیں۔ اسماء بنت عمیس عبداللہ ابن جعفر کی والدہ ہیں اور انھوں نے کبھی عقدِ ثانی نہیں کیا۔

حضرت علیؑ وحضرت فاطمہؑ کی دختر حضرت اُمِّ کلثوم کا کبھی عقدِ ثانی نہیں ہوا حضرت علیؑ کی تین بیٹیوں کی کنیت اُمِّ کلثوم ہے۔

۱۔ اُمِّ کلثوم کبریٰ:- (آپ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ کی دختر ہیں) آپ لاولد نہیں تھیں ایک فرزند قاسمؑ بن محمد کربلا میں شہید ہوا۔ آپ کی شادی محمد بن جعفر سے ہوئی جو کربلا میں شہید ہوئے آپ کا عقد عمر سے نہیں ہوا عمر کی بیوی اُمِّ کلثوم ابوبکر کی بیٹی تھی جو اسماء انصاریہ کے بطن سے تھی۔

اُمِّ کلثوم صغریٰ: اُمِّ کلثوم صغریٰ کا عقد عون بن جعفر طیار سے ہوئی عون بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی نسل اب تک باقی ہے۔

اُمِّ کلثوم اوسط: یہ کنیت جناب رقیہ بنتِ علیؑ کی ہے۔ آپ کی شادی حضرت مسلم بن عقیل سے ہوئی۔ چار بیٹے اور ایک بیٹی آپ کی اولاد میں ہیں۔

مختصر یہ کہ پیغمبر اور امام کی ازواج دوسرا عقد نہیں کرتی ہیں اور بحکم قرآن عقد کر بھی نہیں سکتی ہیں۔

ایسی روایت جو بھی اپنی کتاب میں درج کرے اس کی کم علمی و بے خبری پر افسوس کرتے ہوے معاف کرتے رہیں۔

شادی کے افسانے:

چونکہ امام حسنؑ کی کثرت ازدواج کا افسانہ ایک تاریخی مسئلہ بن گیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ تاریخِ اسلام کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔

مسلمانوں میں تاریخ کی داغ بیل عہد بنی امیّہ میں ڈالی گئی۔ اخبار الماضیین پہلی اسلامی تاریخ ہے جو بنی امیّہ کے جابر و متبد و حکمران معاویہ ابنِ ابی سفیان کے حکم سے لکھی گئی جس کا واحد مقصد معاویہ اور بنی امیّہ کی تعریف اور محمدؐ و آل محمدؐ کی منقصت کرنا تھا۔ یہ تاریخ نہیں بلکہ اہلِ بیت رسولؐ کو عوام کے سامنے ذلیل و رسوا کرنے کا ایک ذریعہ تھی۔ اور صرف اسی کتاب پر موقوف نہیں بلکہ حکومت بنی امیہ سے متاثر ہو کر جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان کے مسائل کی اگر تحقیق کی جائے تو ان میں سے اکثر ایسے ملیں گے جن کو حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم مفکرین و مورخین کتب سیر و تواریخ اسلام سے غیر مطمئن ہیں۔ مغرب کا مشہور و معروف مورخ پروفیسر آکلے اپنی تاریخ صحرا نشین (عرب) میں لکھتا ہے۔

''عربوں نے تاریخ نویسی کا بالکل غلط طریقہ اختیار کیا۔ انھوں نے مورّخ کے فرائض کو نظر انداز کر دیا اور ہمیں اس فائدہ سے محروم کر دیا۔ جو ہم کو ان کی لکھی ہوئی تاریخوں سے ہو سکتا تھا اب ان تاریخوں کا مطالعہ کرنا غیر مفید اور ان سے صحیح واقعات کا اخذ کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے''

ایسی صورت میں امام حسنؑ کی کثرت ازدواج کا افسانہ اگر تاریخ اسلام کا ایک مسئلہ بن جائے تو کیا تعجب ہے مگر اہلِ حل وعقد کے نزدیک یہ صرف ایک افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے تاریخی حقیقت کبھی نہیں ہوسکتا۔

امام حسنؑ کا کثیر الازدواج ہونا تو قطعاً غلط ہے جیسا کہ آگے چل کر استدلالِ عقلیہ وشرعیہ سے بخوبی واضح ہوجائے گا۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کے ماتحت بنی امیّہ ہمیشہ بنی ہاشم کے دشمن اور آلِ عبدالمطلب کی توہین وتذلیل میں کوشاں رہے،

کتب سیر وتواریخ کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ بنی امیہ بنی ہاشم کے خلاف محاذ قائم کرنے اور محمدؐ وآلِ محمدؐ کی توہین وتذلیل میں کوشاں رہنے کے چار اہم اسباب تھے۔

(۱) شرافت بنی ہاشم اور دناوتِ بنی امیہ:

بنی ہاشم نہ محض بنی امیہ بلکہ تمام قبائل عرب سے اپنی شرافت شجاعت، ضیافت اور حُسنِ اخلاق میں ممتاز رہے۔اور بنی امیہ اپنی کمزوری، دناوت اور پست حوصلگی کی وجہ سے ہمیشہ بنی ہاشم سے حسد کرتے رہے اور اولاد ہاشم کے وقار کو ٹھیس لگانے کے لئے ہرقسم کے آلات مکروحیلہ کو استعمال کرتے رہے۔ابوحاتم سجستانی کتاب المعمرین میں لکھتے ہیں کہ ایک روز معاویہ نے اپنے مصاحبین کے سامنے ایک ایسے شخص سے ملنے کا شوق ظاہر کیا جو کبیر السّن ہوتا کہ اس سے زمانۂ گذشتہ کے حالات معلوم ہوسکیں۔ لوگوں نے علاقہ حضرِ موت کے ایک شخص اَمدا بن اُبَد کو جن کی عمر اس وقت تین سو ساٹھ ۳۶۰ کی تھی معاویہ کے سامنے حاضر کیا۔ اِدھر اُدھر کی گفتگو کے بعد معاویہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم نے ہاشم کو دیکھا ہے؟'' اس نے کہا ''ہاں! ہاشم مرد بلند قامت' خوش

رو اور روشن جبین تھے۔''معاویہ نے پھر پوچھا''کیا تم نے امیہ کو بھی دیکھا ہے؟''
اس نے جواب دیا''ہاں اس کو بھی دیکھا ہے۔وہ پست قامت اور اندھا تھا اور اس کے
چہرہ سے شرارت اور نحوست ظاہر ہوتی تھی''۔یہ سنکر معاویہ کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ خاموش
ہو گئے۔

ابنِ اثیر جزری بنی ہاشم سے بنی امیہ کی عداوت کا یہ سبب لکھتے ہیں کہ جب ہاشم
اپنے باپ عبد مناف کے بعد ان کی ریاست کے رئیس اور ولی ہوئے تو اُمیہ ابنِ
عبد الشّمس کے دل میں ہاشم کی طرف سے حسد پیدا ہوا اور اس حسد کی چنگاری خاندان
امیّہ کے دلوں میں ہمیشہ سلگتی رہی (تاریخ کامل) بنی امیہ کی بنی ہاشم سے عداوت روز
بروز ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ جناب ہاشم کی تیسری نسل میں پیغمبرؐ اسلام پیدا ہوئے۔
اس وقت ابوسفیان ابن حرب بنی امیہ کا ممتاز ترین فرد تھا ۸ھ یعنی فتح مکہ تک
آنحضرت کو جتنی تکلیفیں ابوسفیان اور اس کے تابعین سے پہنچیں کسی دوسرے سے نہ
پہنچیں۔فتح مکہ کے بعد ابوسفیان نے مجبوراً اپنے ہتھیار ڈالے لیکن وقت کا منتظر رہا۔
وفات پیغمبرؐ کے بعد اس نے حضرت علیؑ کو مفروضہ خلیفہ وقت کے خلاف اُبھارنے کی
بڑی کوشش کی اور مسلمانوں میں باہمی جنگ وجدل کا محاذ قائم کر کے دیوار اسلام میں
رخنہ ڈالنا چاہا مگر اپنے مقصد میں نا کام رہا۔

۲۰ھ میں حضرت عمر نے معاویہ ابنِ ابی سفیان کو شام کا گورنر بنا کر بنی امیہ کی ہمت
افزائی کی اور اب ابوسفیان اور بنی امیہ کو سر اٹھانے کا موقع مل گیا ۲۲ھ میں انتخاب
خلیفہ کے لئے حضرت عمر کی تشکیل کردہ مجلس شوریٰ نے بہر حال حضرت عثمان کو جو بنی
امیہ کے چشم و چراغ تھے خلیفہ مسلمین منتخب کر لیا۔حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی
ابوسفیان خوشی سے اچھل پڑا اور اس کو یقین ہو گیا کہ اس نے جو کچھ خواب دیکھا تھا وہ

اب یقیناً شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ ابوسفیان حضرت عثمان کے پاس پہنچ کر اس طرح مخاطب ہوا۔ ''عثمان! بنی تیم (حضرت ابوبکر) اور بنی عدی (حضرت عمر) کے بعد اب خلافت تمہارے پاس پہنچی ہے اس کو گیند کی طرح جدھر چاہو پھراؤ اور بنی امیہ کے ذریعہ اس کی بنیادوں کو مضبوط کرو کیونکہ یہ سلطنت ہے، رہ گیا جنت اور جہنم کا قصہ تو اس کو تو میں کچھ بھی نہیں سمجھتا'' (استیعاب عبدالبر)

عہدِ حضرت عثمان میں افراد بنی امیہ مملکت اسلامی میں ہر طرف اعلیٰ عہدوں پر نظر آنے لگے اور معاویہ ابنِ ابی سفیان کو ملک شام میں اپنا اقتدارِ کلّی قائم کرنے کا اچھی طرح موقع مل گیا حضرت عثمان کی خاندان پرستی اور معاویہ کی سیاست دُنیوی نے مدینہ اور دمشق کے بیت المال کے منھ کھول دیئے، بنی امیہ دولت اور جاہ وحشمت کے طلبگار بنی امیہ کی تعریفات میں رطب اللسان ہوکر اپنی اپنی جھولیاں بھرنے لگے اور دسترخوانِ معاویہ کے خوشہ چیں اصحاب رسولؐ کا امتیازی نشان رکھتے ہوئے ضمیر فروشی پر مجبور ہوگئے امیرِ شام نے انھیں نمک خواروں کو اپنا آلۂ کار بنایا اور رسولؐ واہل بیتؑ رسولؐ کی توہین وتذلیل کرکے اپنے مورثِ اعلیٰ امیہ کی ہاشم اور بنی ہاشم سے قدیم دشمنی کی بھڑاس نکالنے میں بزعم خود پوری پوری کامیابی حاصل کی۔

(۲) اختلافِ مذہب

جناب ہاشم اور انکی اولاد سوائے ابولہب وتابعین ابولہب سب کے سب اپنے آباؤ اجداد کی طرح موحّد اور دینِ ابراہیمی پر قائم تھے امیہ اور اس کی اولاد ہمیشہ سے کافر وبت پرست رہی اس لئے بنی امیہ کی بنی ہاشم سے عداوت ودشمنی کا ایک اہم سبب اختلافِ مذہب بھی تھا ابن جریر، طبرانی اور حاکم نے اسناد صحیحہ سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے دین خدا کو کفر کے ساتھ بدل ڈالا وہ فاجرترین قریش بنی امیہ اور بنی

مغیرہ تھے'' (تفسیر در منثور۔ سیوطی)

یہی وجہ تھی کہ جب آنحضرتؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کے مخالفین اور ایذا رسانوں میں ابوسفیان اور دیگر افراد بنی امیّہ آگے آگے تھے جب تک ابوسفیان میں طاقت تھی مذہب اسلام کے مٹانے کی پیہم کوشش کرتا رہا لیکن فتح مکہ کے بعد اس نے اور اس کے متعلقین نے مصلحت وقت کے پیشِ نظر بہ جبر واکراہ اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ تک بنی امیّہ کو اُبھرنے کا موقع نہ مل سکا وفات رسولؐ کے بعد بنی ہاشم کے خلاف بنی امیہ کے بغض وحسد کی وہ چنگاری جو اقتدار رسولؐ کی وجہ سے دبی ہوئی تھی پھر بھڑک اٹھی اور آلِ ابوسفیان کو اپنے دیرینہ مقاصد پورا کرنے کا پھر ایک سنہری موقع ہاتھ آیا۔

یورپ کا مشہور مورّخ گبن لکھتا ہے۔ ''حضرت محمدؐ کے ایذا رسانوں نے ان کی اولاد کے حقوق وراثت کو چھین لیا اور بت پرستوں کے سردار آپ کے مذہب (اسلام) اور آپ کی حکومت کے اعلیٰ حاکم بن بیٹھے۔ ابوسفیان کی حضرت محمدؐ سے مخالفت ہمیشہ شدید اور خوفناک رہی اور اس کا مذہب اسلام قبول کرنا ایک ناپسندیدگی، مجبوری، مکّاری، مصلحتِ وقت اور ایک خاص نفع کے ماتحت تھا''

(ڈکلائین اینڈ فال آف رومن امپائر جلد۵ صفحہ ۲۸۵)

معاویہ اپنے عقائد و مذہبی نظریات میں اپنے باپ ابوسفیان کے اسی طرح تابع تھے جس طرح ان کا بیٹا یزید خود ان کا تابع اور فرمانبردار تھا۔ انھوں نے ملک شام میں اپنے آپ کو اسلام کے ایک بہت بڑے مذہبی پیشوا کی صورت میں پیش کر کے عوام کو اپنی طرف مائل کیا اور پھر اہلِ بیتؑ رسولؐ کی توہین و تذلیل کر کے بزعم اپنی سعی میں کامیاب ہوئے۔

(۳) فضائل وکمالات محمدؐ وآل محمدؐ

بنی ہاشم سے امیّہ کے بغض وعناد کا تیسرا اہم سبب فضائل وکمالات محمدؐ تھا۔ بنی ہاشم

کی ایک فرد حضرت محمدؐ کا خاتم النبین ہونا ہی بنی امیہ کے لئے کیا کم تکلیف دہ تھا کہ آنحضرتؐ نے بحکم خدا اپنے اہلِ بیتؑ کے فضائل مناقب اس کثرت سے بیان کئے کہ باوجود اس کے کہ دشمنان آلِ رسولؐ نے ان کے فضائل کو مٹانے کی انتھک کوششیں کیں پھر بھی نہ مٹا سکے۔ علامہ ابنِ ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں ''حضرت علیؑ کے فضائل کی حدیثیں اگر مشہور ہونے، ہر شخص کے کانوں میں پڑ جانے اور کثرت سے منقول ہونے کی حیثیت سے غیر معمولی حد تک نہ پہنچ گئی ہوتیں تو بنی امیّہ کی عرصۂ دراز تک حکومت اور اہلِ بیتؑ کے ساتھ ان کی شدید عداوت کی وجہ سے آج احادیث کا پتہ بھی نہ ہوتا۔ اور اگر حضرت علیؑ کے فضائل کو باقی رکھنے میں خدا کی کوئی خاص مصلحت نہ ہوتی تو آپ کے فضائل کی نہ تو کوئی حدیث پائی جاتی اور نہ آپکی کسی خوبی کا کسی کو علم ہوتا''

(شرح نہج البلاغہ جلد ا صفحہ ۳۵۷)

(۴) خدماتِ اسلام:

اہلِ بیتؑ رسولؐ چھوٹے ہوں یا بڑے ہمیشہ دامے درمے قدمے سخنے اسلام و بانیٔ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ جناب جعفرؑ طیّار کی تبلیغ' جناب حمزہؑ کا جہاد اور حضرت علیؑ کی شجاعت کے مظاہرے ہر منزل اور ہر موقع پر دشمنانِ اسلام کو ناکام بناتے رہے کون نہیں جانتا کہ فتح مکہ تک ابوسفیان اور اس کے تابعین بدترین دشمنانِ اسلام و دشمنِ بانیٔ اسلام تھے مگر جب بھی انھوں نے رسولخداؐ کے خلاف سر بلند کیا بنی ہاشم سامنے آگئے اور ابوسفیان کو منھ کی کھانی پڑی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیان حضرت محمدؐ کو تو شہید نہ کر سکا لیکن اس کے بیٹے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ حضرت محمدؐ کے بڑے نواسے امام حسنؑ کو زہر سے شہید کرا کے اور ابوسفیان کے پوتے یزید نے استیصالِ اہلِ بیتؑ کر کے ابوسفیان

کی روح ضرور خوش کردی۔ تاریخِ اسلام کبھی اس دردناک موقع کو فراموش نہیں کرسکتی جبکہ آلِ رسولؐ رسن بستہ دربارِ دمشق میں کھڑی ہوئی تھی، سر سیّد الشہدا طِشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا اور یزید اپنی چھڑی سے نواسہ رسولؐ کے دندان مبارک کے ساتھ بے ادبی کرتا ہوا اپنے حسبِ ذیل اشعار سے اپنے آباؤ اجداد کی روحیں خوش کررہا تھا۔

''کاش آج میرے آباؤ اجداد جو جنگ بدر میں قتل ہوئے ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے اولاد محمدؐ سے کیسا بدلہ لیا۔ وہ میری بڑی تعریف کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں اور یہ تو بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھکوسلے نکالے تھے ورنہ (محمدؐ کے پاس) نہ کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازلِ ہوئی (ترجمہ وسیلۃ النجاۃ)

اس طرح بنی امیہ کی اسلام دشمنی اور بنی ہاشم کی اسلام پرستی۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے اختلافات کا ایک چوتھا اہم سبب تھا۔ الحاصل یہ چار اہم اسباب تھے جن کے ماتحت بنی امیہ ہمیشہ بنی ہاشم کے درپئے آزار رہے۔

ممالک اِسلامی پر اقتدارِ کلّی حاصل کرنے کے بعد معاویہ ابنِ ابی سفیان نے ایک طرف اہل بیتؑ رسولؐ کو ذلیل و رسوا کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور بذریعہ فرمان شاہی اپنے تمام مقبوضہ علاقوں میں حضرت علیؑ پر برسرِ منبر سب وشتم کی رسم قبیح جاری کی جس کا سلسلہ ۹۹ھ تک قائم رہا اور ۱۰۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے اس رسم قبیح کو بند کیا اور دوسری طرف دوستداران اہلِ بیتؑ جیسے حجر ابن عدی مالک اشتر، محمد ابن ابی بکر ایسی ممتاز اور بلند پایہ ہستیوں کو جن کی عمریں دین اسلام کی خدمات میں گذری تھیں اور جن کا شمار کبار صحابہ میں تھا نہایت بے رحمی سے شہید کیا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی توہین و تذلیل کے لئے وضع احادیث کا کارخانہ قائم کیا خزانہ دمشق کے رز و جواہرات حجاز، عراق، مصر، اور

دیگر ممالک اسلامی کے علماء و روساءِ قوم کے علاوہ مکہ اور مدینہ کے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء و محدثینِ وقت تک کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ امیرِ شام کے وسیع دستر خوان پر طرح طرح کی شکلیں نظر آنے لگیں، جعلی روایتوں کی مشینیں چلنے لگیں اور ایک مختصر سی مدت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں حدیثیں بنی امیہ اور ان کے اگلے اور پچھلے بہی خواہوں کی تعریفات اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی منقصت میں وضع کر دی گئیں اور انھیں وضعی احادیث پر معاویہ کے حکم سے تاریخ اسلام کی بنیاد قائم کی گئی۔

معاویہ نے جن مسائل پر زیادہ زور دیا ان میں سے چند مشتے نمونہ از خروارے درج ذیل ہیں۔

۱۔ ''حضرت محمدؐ کو معراج جسمانی نہیں ہوئی'' (شرح شفا)

۲۔ آنحضرتؐ میں جنسی ہوس اس درجہ تھی کہ آپ شب و روز میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس جاتے تھے۔ (سمط الثمین)

۳۔ آنحضرتؐ کے دل پر (معاذ اللہ) اکثر پردے پڑ جایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم و ابوداؤد)

۴۔ آنحضرت کی چار لڑکیاں تھیں جن میں سے دو ۲ حضرت عثمان سے بیاہی تھیں اسی لئے حضرت عثمان ذوالنورین تھے۔

۵۔ حضرت محمدؐ کے باپ دادا (معاذ اللہ) کافر تھے۔

۶۔ حضرت ابو طالبؑ (معاذ اللہ) کافر اور بہت ہی مفلس و غریب تھے۔

۷۔ حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کو قتل کرایا۔

۸۔ حضرت علیؑ (معاذ اللہ) ایک زبردست ڈاکو تھے۔ (طبری و مروج الذہب)

۹۔ حضرت ام کلثومؑ بنت حضرت فاطمہؑ کا عقد حضرت عمر سے ہوا۔

۱۰۔ امام حسنؑ کی زندگی (معاذ اللہ) مسرفانہ تھی اور آپ کثرت سے نکاح کرتے اور

طلاق دیتے تھے۔

یہ ہیں موضوعات امیر شام میں سے چند مسائل جن کو تاریخ اسلام میں بہت اہمیت دی گئی اور بعد کے مورخین نے بغیر کسی جرح و تعدیل کے نہ محض ان مسائل ہی کو نقل کیا بلکہ ان میں ایسی رنگ آمیزیاں کیں کہ آج بہت سے تاریخی مسائل اہل حل وعقد کی نظر میں صرف ایک افسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ضرورت تو تھی کہ مذکورہ بالا تمام مسائل پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن یہ مسائل زیرِ بحث موضوع سے خارج ہیں اس لئے صرف امام حسنؑ کی کثرت ازدواج وطلاق پر ذیل میں ایک اجمالی بحث کی جاتی ہے۔

ا۔ امام حسنؑ کی کثرت ازدواج وطلاق کے سلسلے میں جتنی روائتیں ہیں وہ سب موضوعاتِ معاویہ میں سے ہیں اس لئے مہمل اور قابل رد ہیں۔

۲۔ اگر یہ روائتیں موضوعات معاویہ سے نہ تسلیم کی جائیں جب بھی غلط ہیں کیونکہ یہ تعین تعداد ازدواج میں ایک دوسرے سے مخالف ہیں چنانچہ علامہ شیرازی شافعی کا گمان ہے امام حسنؑ کی ٦۴ بیویاں تھیں کنیزیں ان کے علاوہ تھیں پھر یہی علاّمہ ایک دوسرے مقام پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں کہ امامؑ نے بہت سے عقد کئے کہا گیا ہے کہ ٧٠ عقد کئے۔

محمد ابن جہال مصری کا خیال ہے کہ امامؑ نے ٩٠ عقد کئے (اسعاف الراغبین)

طالب مکّی کا وہم ہے کہ امامؑ نے ٢٥٠ یا ٣٠٠ نکاح کئے (قوت القلوب)

علامہ سیوطی کا زعم ہے کہ امام نے ٧٠٠ آزاد عورتوں سے عقد کئے۔ ١٢٠ کنیزیں ان کے علاوہ تھیں (اتحاف شافعی)

محمد ابن سیرین کی تحقیق ہے کہ امامؑ نے صرف ایک عقد کیا ہاں کنیزیں ایک سو ١٠٠ تھیں (حلیتہ الاولیا)

مذکورہ بالا روایتوں میں اولاً مورخ کو خود اپنی روایت پر بھروسہ نہیں۔ شیرازی شافعی ایک مقام پر امامؑ کی ۶۴ بیویاں لکھتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر لکھ دیتے ہیں کہ امامؑ نے بہت سے عقد کئے کہا گیا ہے کہ ۷۰ عقد کئے''

اس طرح طالب مکّی کبھی ۲۵۰۔ ازواج کا تذکرہ کرتا ہے اور کبھی ۳۰۰۔ جب مورّخ کو خود اپنی نقل کردہ روایت پر اعتماد نہیں تو وہ اس کی صحت کا دوسروں کو کیسے یقین دلا سکتا ہے اس کے علاوہ علم درایت کا اصول ہے کہ اگر کوئی روایت یا چند روائتیں متعدد طریقوں سے منقول ہوں اور وہ طریقے الفاظ یا معانی یا دونوں میں ایک دوسرے سے اس طرح مختلف ہوں کہ ان سے کوئی ایک نتیجہ برآمد نہ ہوتا ہو تو وہ تمام طریقے رد کر دیئے جاتے ہیں اور وہ روائت یا روائتیں قابل قبول نہیں ہوتیں۔ امامؑ کی کثرت ازدواج وطلاق کی تمام روائتیں الفاظ و معانی دونوں اور ان کے طریق اسناد میں ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہیں اس لئے قانون علم درایت کے مطابق مذکورہ بالا یا ایسی روائتیں وضعی، مہمل اور غلط ہیں جن پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ جن مورخین نے تعداد ازواج لکھی ہے ان میں سے کسی نے بھی نہ تو ان ازواج کے نام لکھے ہیں اور نہ ان قبائل کا کوئی تذکرہ کیا ہے جن سے وہ ازواج تعلق رکھتی تھیں اگر ان روایات میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو ان کے رواۃ ازواج کے نام ضرور لکھتے معلوم ہوا کہ امامؑ کی پاکیزہ شخصیت کو بدنام کرنے کے لئے ان روایات کو وضع کیا گیا ورنہ کتب رجال میں امامؑ کی صرف نو (۹) ازواج کے نام ملتے ہیں اور یہی تعداد صحیح ہے۔

۴۔ کثرت ازدواج کی جتنی روائتیں ہیں ان کے رواۃ دشمنان اہلِ بیتؑ اور حامیان بنی امیہ ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں چند راویوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

انس ابن مالک:- یہ امامؑ کی کثرت ازواج کے ایک بہت بڑے راوی ہیں یہ مخالفین اہلِ بیتؑ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ انھوں نے حضرت علیؑ کی بیعت نہ کی اور تا حیات معاویہ، یزید ابنِ معاویہ اور عبید اللہ ابنِ زیاد کے گہرے دوست رہے۔ (سیرۃ الانصار)

عبداللہ ابن عمر:- یہ بھی امامؑ کی کثرتِ ازواج کے رواۃ میں ایک ممتاز فرد ہیں یہ ہمیشہ آلِ رسولؐ کے مخالف رہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ کی بیعت نہ کی۔ امام حسینؑ کی مخالفت کی اور ہمیشہ یزید کی حمایت کرتے رہے (فتح الباری)

عمران ابنِ حصین:- یہ بھی اہلِ بیتؑ کے مخالف اور ابنِ زیاد ایسے بدترین دشمن آلِ رسولؐ کے گہرے دوست تھے (اصابہ جلد ۵)

محمد ابن سیرین:- یہ حضرت عمر کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ہشام ابنِ عبدالملک کے زمانے میں فوت ہوئے آئمہ اہلِ بیتؑ میں سے حضرت علیؑ سے لے کر امام محمد باقرؑ تک کا زمانہ پایا مگر ان کو آئمہ معصومینؑ سے کوئی لگاؤ نہ تھا بلکہ ابو ہریرہ، عبداللہ ابنِ عمر، عبداللہ ابنِ زبیر وغیرہ سے روائتیں کرتے تھے یہ بھی امیہ کے نمک خواروں میں تھے اور عہد معاویہ میں مدینہ میں مروان بن حکم کے قائم مقام بھی رہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص جو مخالفین اہلِ بیتؑ بھی ہوں اور بنی امیّہ کے نمک خوار بھی خصوصاً ایسے حالات میں کہ حصول دولت وحشمت کی طمع اہل بیتؑ رسولؐ کی عزت و وقار کو ٹھیس لگے۔

۵۔ نواسہ رسولؐ امام تھے اور اپنے ذاتی شرف اور آبائی وقار کی وجہ سے تمام عرب میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے آپ کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہ تھی اگر آپ کثیر الازواج ہوتے اور آپ کی بیویوں کی تعداد سات سو (۷۰۰) تک پہنچ گئی ہوتی تو

لوگ اس کا تذکرہ کرتے اور امامؑ کا مذاق اڑایا جاتا اور اکثر رواۃ ان روایتوں سے نقل کرتے لیکن سوائے معاویہ اوران کے تابعین کے کسی نے امامؑ کا مذاق نہیں اُڑایا اور سوائے چند نمک خواران بنی امیہ کے کسی راوی نے امام کے کثیر الازواج ہونے کی روایت نقل نہیں کی معلوم ہوا کہ ایسی تمام روائتیں جعلی، وضعی اور مہمل ہیں۔

٦۔ تمام کتب احادیث وسیر وتواریخ کا اتفاق ہے کہ امام حسنؑ عابدوزاہد اور قائم اللیل وصائم النہار تھے اب اگر امامؑ کثیر الازواج تھے تو دوصورتوں سے خالی نہیں یا ان ازواج سے ازدواجی تعلقات رکھتے تھے یا نہیں رکھتے تھے۔ پہلی صورت میں اولاً تو آپ کی عیش پرستی ثابت ہوتی ہے جس کا انتساب ایک امامؑ معصوم، منصوص من اللہ اور سردار جوانانِ اہلِ جنت کی طرف قطعاً نہیں کیا جاسکتا۔ ثانیاً آپ کو اتنا موقع کہاں مل سکتا تھا کہ آپ راتوں کو نمازیں بھی پڑھتے دنوں کے روزے بھی رکھتے پاپیادہ ایک نہیں بلکہ ۲۵ حج بھی کرتے، غربا پروری اور مہمان نوازی میں اپنے اوقات بھی صرف کرتے اور پھر اپنی کثیر التعداد ازواج کو بھی خوش رکھتے۔ اور اگر امامؑ ان ازواج سے تعلقات زن وشو قائم نہیں رکھتے تو اس صورت میں بھی اولاً تو آپ کا ان ازواج سے عقد کرنا ایک فعل عبث تھا کیونکہ جب تعلقات ہی رکھنا مقصد نہیں تو عقد سے کیا فائدہ ثانیاً ان ازواج سے کب یہ امید کی جاسکتی تھی کہ وہ بھی امامؑ ہی کی طرح قائمۃ اللیل وصائمہ النہار رہتیں، اپنے اوقات کو عبادات الٰہی میں صرف کرتیں اور بغیر تعلقات ازدواجی کے امامؑ کے ساتھ رہنے پر آمادہ اور راضی رہتیں جبکہ ان میں جعدہ بنت اشعث ایسی مفسدہ ومنافقہ بھی موجود تھی۔ کیا کوئی صاحب بصیرت ان حالات کو دیکھتے ہوئے امامؑ کے کثیر الازواج ہونے کا قائل ہوسکتا ہے؟

۷۔ کثرت ازواج کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے اور جیسا کہ امامؑ کے حالات

میں لکھا جا چکا ہے کہ امام کے پاس جو کچھ بھی ہوتا تھا آپ غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں میں تقسیم کر دیتے تھے آپ سخی اور فیّاض تھے، مہمانوں کے لئے عمدہ کھانا تیار کراتے تھے اور خود اکثر معمولی غذا نوش فرماتے یا فاقہ کرتے تھے جب آپکی یہ حالت تھی تو کیا آپ اپنی کثیر تعداد ازواج کے اخراجات کے کفیل ہو سکتے تھے جبکہ آپ کی تمام ازواج قانعہ اور صابرہ بھی نہ تھیں بلکہ حضرت ابوبکر کی حقیقی بھانجی جعدہ نے معاویہ کی ترغیب پر صرف حصولِ دولت اور حاکم وقت کے بیٹے یزید سے شادی کی طمع میں امامؑ کو زہر دیکر شہید کر دیا تھا کیا صرف جعدہ بنت اشعث ہی امامؑ کی بدترین زوجہ تھی اور باقی مفروضہ جتنی تھیں وہ سب کی سب بڑی پاک دامن، عابدہ اور زاہدہ تھیں اور نہایت غربت کی حالت میں بھی امامؑ کے ساتھ زندگی گذارنے کو تیار تھیں؟

۸۔ کثیر التعداد ازواج کے لئے متعدد مکانات کی ضرورت تھی جناب خدیجہ کے انتقال کے بعد آنحضرتؐ کی صرف نو بیویاں تھیں لیکن ان کے مکانات اور حجرے بھی علیحدہ تھے اور انکی باریاں بھی علیحدہ علیحدہ معین تھیں امام حسنؑ کی تعداد ازواج تو ۶۴ سے ۷۰۰ تک علاوہ کنیزوں کے بتائی گئی ہے اگر مختلف اوقات میں اتنی بیویاں فرض کر لی جائیں جب بھی ان کے لئے متعدد مکانات کی ضرورت تھی لیکن کسی مورخ نے نہ تو امام کے متعدد مکانات بتائے ہیں اور نہ ان ازواج کی باریوں کے اوقات پر کوئی بحث کی ہے کیا یہ ممکن تھا کہ امامؑ تمام ازواج کو زبردستی ایک ہی مکان میں بغیر کسی عدل وانصاف کے قیدیوں کی طرح بند رکھتے اور قبائل عرب کی وہ باغیرت و باحمیت عورتیں نہایت خاموشی سے ایک ہی گھر میں مقید ہو کر رہنا گوارا کر لیتیں اور سب کی سب فرشتوں کی طرح صرف عبادت خدا ہی کیا کرتیں اور ان کے آبائی اعزا اور ملنے والے ان کی مظلومیت کو دیکھ کر خاموش رہتے اور امامؑ سے کوئی تعرض نہ کرتے؟

"لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ"

ایسے واہی خیالات سے ہر صاحب عقل دور رہتا ہے۔

۹۔ اگر امام حسنؑ کا ۷۰۰ عورتوں سے متعدد اوقات میں عقد کرنا فرض کرلیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ امامؑ کا طریقہ کار کیا رہا ہوگا۔ کیا آپ ایک عورت سے شادی کرتے تھے اور فوراً طلاق دے دیتے تھے یا اس سے کچھ دنوں یا کم از کم ایک ہی دن تعلقات ازدواجی کو برقرار رکھتے تھے اگر آپ شادی کر کے فوراً طلاق دے دیتے تھے تو اولاً یہ ایک فعل عبث ہے جس کا انتساب نواسۂ رسولؐ کی طرف ممکن نہیں اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ امامؑ نے اِدھر شادی کی اُدھر طلاق دی تو کتنی بے حیا اور کم عقل وہ عورتیں تھیں جو امامؑ کی یہ حالت جانتے ہوئے بھی عقد کے لئے بخوشی تیار ہو جایا کرتی تھیں اور کتنے بے غیرت اور بے وقوف وہ قبائل عرب تھے جو اپنی اپنی لڑکیوں کو امامؑ کی خدمت میں صرف اس لئے پیش کیا کرتے تھے کہ امامؑ سے عقد کر کے فوراً طلاق دے دیں اور اگر امامؑ ان ازواج سے ایک ہی دن کے لئے تعلقات ازدواجی کو برقرار رکھتے تھے تو ان سات سو ۷۰۰ بیویوں اور ایک سو ساٹھ ۱۶۰ کنیزوں میں سب سے نہ سہی تو چار چھ سو بیویوں اور کنیزوں سے تو ضرور اولاد پیدا ہوتی اور اگر ایک بیوی سے ایک بچہ بھی فرض کرلیا جائے تو اولادِ امامؑ کی تعداد چار چھ سو تک تو ضرور پہنچ جاتی اور مدینہ اور کوفہ میں ہر طرف امامؑ ہی کی اولاد نظر آتی اور تین چار نسلوں کے بعد انھیں چار چھ سو سے امامؑ کی تعداد اولاد ہزاروں تک پہنچ جاتی اور ان سے شہر کے شہر آباد ہو جاتے۔ مگر تمام کتب رجال شاہد ہیں کہ امامؑ کی نو ۹ بیویوں میں جعدہ بنت اشعث لاولد تھی اور باقی آٹھ ازواج سے صرف دو ۲ صاحبزادے ایسے ہیں جن سے نسل چلی اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کے نام اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ کیا امامؑ کی سات سو ۷۰۰ بیویوں اور ایک سو ساٹھ ۱۶۰

کنیزوں میں سوائے آٹھ ازواج کے باقی آٹھ سو باون ۸۵۲ سب کی سب بانجھ تھیں؟

۱۰۔ مورخین نے ازواج امامؑ کی تعداد سات سو تک تو لکھ دی لیکن یہ نہ لکھا کہ امامؑ نے کتنے نکاح مدینہ میں رہ کر کئے اور کتنے کوفہ میں اس لئے ضرورت ہے کہ امامؑ کی زندگی کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا جائے۔

امام حسنؑ ۱۵۔ رمضان ۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۸ صفر ۵۰ھ کو شہید ہوئے آپ کی کل عمر ۴۶ سال ۵ مہینے ۱۳ دن ہوئی ۱۸۔ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علیؑ نے خلافت ظاہری قبول فرمائی اور ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو عام لوگوں نے آپ کی بیعت کی اس وقت امام حسنؑ کی عمر ۳۲ سال ۳ مہینے ۱۱ دن کی تھی۔

حضرت علیؑ کے خلیفہ ظاہری ہوتے ہی جمل صفین اور نہروان کی لڑائیاں شروع ہوگئیں جن میں امام حسنؑ شریک تھے ۱۶۔ رجب ۳۶ھ کو جنگ جمل اور ۱۰۔ شوال ۳۷ھ کو جنگ نہروان ختم ہوئی امام حسنؑ کی زندگی کا یہ حصہ یعنی ۱ سال ۹ مہینے ۱۵ دن ہنگامی دور اور لڑائیوں میں ختم ہوا۔

ذی القعدہ ۳۷ھ سے آپ نے کوفہ میں قیام فرمایا ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علیؑ شہید ہوئے اور ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو صلح امام حسنؑ وجود میں آئی۔ اس کے بعد امام حسنؑ کوفہ سے مدینہ چلے گئے گویا آپ کوفہ کی زندگی جس میں شہادت امیر المومنینؑ کے بعد معاویہ ابن ابی سفیان سے جنگ و صلح کا زمانہ بھی شامل ہے کل ۳ سال ۵ مہینے ۱۵ دن ہوئی۔ ربیع الثانی ۴۱ھ سے آپ نے پھر مدینہ میں سکونت اختیار کی اور ۲۸۔ صفر ۵۰ھ کو شہید ہوئے یعنی آپ کی دوبارہ مدنی زندگی ۸ سال ۱۱ مہینے ۲ دن ہوئی

اس طرح امامؑ کی مجموعی زندگی ۴۶ سال ۵ مہینے ۱۳ دن کو حسب ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔مدنی زندگی، ۱۵/ رمضان ۳ھ تا ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ ۳۲ سال ۳ مہینے ۱۱ دن

۲۔ہنگامی دور جمل صفین نہروان کی لڑائیاں ۲۶/ ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۰/ شوال ۳۷ھ
ایک سال ۹ مہینے ۱۵ دن۔

۳۔کوفہ کی زندگی۔ ۱۱ شوال ۳۷ھ تا ۲۱ رمضان ۴۰ھ، دو سال گیارہ مہینے گیارہ دن

۴۔ہنگامی دور جنگ و صلح معاویہ ۲۲/ رمضان ۴۰ھ تا ۲۵/ ربیع الاول ۴۱ھ چھ مہینے چار دن

۵۔مدنی زندگی۔ ۲۶/ ربیع الاول ۴۱ھ تا ۲۸ صفر ۵۰ھ، آٹھ سال گیارہ مہینے دو۲ دن

کُل چھیالیس۴۶ سال پانچ مہینے تیرہ دن ہوتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا امامؑ نے اپنی زندگی کے ہر دور میں شادیاں کیں یا بعض ادوار میں نہیں کیں۔زندگی کے پہلے دور میں کم از کم چودہ سال قبل از زمانہ بلوغ نکالنے ضروری ہیں لہٰذا اس دور میں ۱۸ سال ۳ مہینے ۱۱ دن ایسے ہیں جن میں عقد ناممکن ہے۔ امامؑ کی زندگی کا دوسرا اور چوتھا دور ہنگامی دور ہے آپ ہر لڑائی میں شریک رہے اور اپنی شجاعت کے مظاہرے فرماتے رہے۔ظاہر ہے کہ قبائل عرب نے کم از کم زمانہ جنگ میں تو امامؑ کو مہلت دی ہوگی اور اپنی اپنی لڑکیاں خدمت امامؑ میں پیش نہ کی ہونگی اب رہا پانچواں دور تو وہ ایسا زمانہ تھا کہ معاویہ اور ان کے بہی خواہوں نے امامؑ کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔لوگ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے منحرف ہو چکے تھے دشمن تو دشمن ظاہری دوستی کا ادعا کرنے والے بھی امامؑ سے کنارہ کش ہو چکے تھے آپ نے عزلت نشینی اختیار فرمائی تھی اور نہایت خاموشی سے تبلیغ دین اسلام اور غربا پروری میں مشغول تھے عقلاً بعید ہے کہ امامؑ نے اس دور میں شادیاں کی ہونگی اس کے علاوہ امامؑ کے ۳۵۔ پا پیادہ حج تمام تاریخوں سے ثابت ہیں اگر ایک حج کے لئے چار مہینے بھی رکھے جائیں تو تقریباً ۸ سال بہ سلسلہ حج نکل گئے جن میں امامؑ نے نکاح نہ کئے

ہونگے۔

لہٰذا امامؑ کی مجموعی عمر سے ۱۴ سال قبل از زمانہ بلوغ کے، ۱ سال ۹ مہینے ۱۵ دن اور ۶ مہینے ۴ دن ہنگامی ادوار کے، ۸ سال ۱۱ مہینے ۲ دن زمانہ عزلت نشینی کے اور ۸ سال زمانہ حج کے کل ۳۲۔ سال ۲۔ مہینے ۲۱ دن یعنی ۱۱۹۶۱ دن نکل دیئے جائیں تو کل ۱۳۔ سال ۲ مہینے ۲۲ دن یعنی ۴۷۶۲ دن ایسے بچتے ہیں جن میں امام نکاح کر سکتے تھے اب اگر امامؑ کی تعداد ازواج سات سو فرض کرلی جائے تو نکاح کا اوسط سات روز میں ایک ہے اور اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ قبائل عرب صرف امامؑ کے بلوغ کے منتظر تھے اور امامؑ کے بالغ ہوتے ہی انھوں نے اپنی اپنی لڑکیاں خدمت امامؑ میں پیش کرنی شروع کر دیں۔ نہ انھوں نے امامؑ کی عبادات کا خیال کیا نہ زمانہ حج کو دیکھا نہ مقامات جنگ کا لحاظ کیا بس وہ اپنی اپنی لڑکیاں لئے یہ جانتے ہوئے کہ امامؑ عقد کر کے فوراً طلاق دے دیں گے۔ امام کے پیچھے پڑے ہوئے تھے امامؑ ان کے اصرار پر مجبور ہو کر ان کی دعوتوں کو قبول بھی فرما لیتے تھے اور ان کی لڑکیوں سے عقد بھی کر لیتے تھے اور ان عورتوں سے بغیر تعلقات قائم کئے ہوئے یا صرف چند روز تعلقات قائم کر کے ان کو طلاق بھی دے دیتے تھے اور وہ مطلقہ عورتیں نہایت خوش خوش اپنے قبائل کی طرف پلٹ بھی جاتی تھیں اور قبیلہ والے اپنی اپنی مطلقہ لڑکیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے اور امامؑ کے اس فعل کو بھی بہ نظر استحسان دیکھتے تھے۔ اگر یہ سب تسلیم کرلیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ امامؑ اپنی مجموعی عمر ۱۴ سال کم یعنی ۳۲ سال ۵ مہینے ۱۳۔ دن کل ۱۱۸۴۳ دنوں میں سب کاموں کو چھوڑ چھاڑ صرف عقد ہی کیا کرتے تھے جب بھی نکاح کا اوسط ۱۶۔ دن میں ایک ہے۔

کیا کوئی صاحب عقل تسلیم کرسکتا ہے کہ امامؑ اپنی پوری زندگی میں عبادات الٰہی، فرائض ونوافل، غربا پروریاں اور مہمان نوازی، تبلیغ احکامات خداوندی اور فرائض

امامت کو ترک کر کے ساتویں یا سولہویں دن صرف عقد ہی کیا کرتے تھے؟ پھر اگر نکاح کرتے تھے تو ادائیگی مہر کے لئے اتنے روپیہ کہاں تھے؟ کیا امامؑ کے پاس کوئی خزانہ تھا یا کوئی جائداد یا حکومت و سلطنت تھی یا تمام مطلقہ عورتیں اپنے اپنے مہر کو معاف کر دیا کرتی تھیں؟ کیا ان چیزوں کا کوئی تاریخی ثبوت ہے؟

یہ ہیں وہ مزخرفات جن کو دیکھتے ہوئے ایک موٹی عقل والا بھی یقین کرسکتا ہے کہ امامؑ کی کثرت ازواج و طلاق کی روائتیں سب کی سب موضوعات معاویہ ہیں جو صرف فرزند رسولؐ و سیّد شباب اہلِ الجنۃ کی پاکیزہ شخصیت کو بدنام کرنے کے لئے وضع کی گئی تھیں۔

۱۱۔ شریعت اسلام نے کثرت نکاح و طلاق کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھا ہے کیا ممکن ہے کہ امام حسنؑ ایسے افعال کا ارتکاب کرتے جو پسندیدہ شریعت نہ ہو؟ اس کے علاوہ حضرت علیؑ لوگوں کو معمولی معمولی مکروہ باتوں پر ٹوک دیا کرتے تھے کیا آپ اپنے فرزند کو کثرت نکاح و طلاق پر نہ ٹوکتے؟ لیکن کوئی صحیح تاریخ نہیں بتاتی کہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو کثرت نکاح و طلاق پر تنبیہ فرمائی ہو۔

۱۲۔ طلاق اگرچہ اسلام میں جائز ہے مگر بغیر عذر شرعی اور وجہ معقول اقبح مباحات قرار دیا گیا ہے کیا ایک معصوم و منصوص من اللہ سے ممکن ہے کہ وہ اقبح اور مکروہ ترین شئے کا ارتکاب کرے؟ اس کے علاوہ بغیر عذرِ قوی طلاق خدا کے نزدیک ابغض الاشیاء ہے اور امام حسنؑ کا مرتبہ خدا کے نزدیک اتنا بلند ہے کہ صرف امامؑ ہی خدا کے محبوب نہیں بلکہ امامؑ کا محبّ بھی خدا کا محبوب ہے۔ آنحضرت فرماتے ہیں "اللّٰھُمَ احب من احبّہٗ" خدایا! تو اس کو دوست رکھ جو حسنؑ کو دوست رکھے (ینابیع المودۃ و صحیح مسلم)

خدا کا امامؑ کو دوست رکھنا دلیل ہے کہ خدا امامؑ کے تمام صفات کو دوست رکھتا تھا۔

اب اگر امامؑ کثرت طلاق کی صفت سے جو خدا کے نزدیک ابغض الاشیاء ہے متصف ہوتے تو خدا آپ کو معاذ اللہ قطعاً دوست نہ رکھتا۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا امامؑ کو دوست نہیں رکھتا تھا؟ معلوم ہوا کہ امام کی تعداد ازواج ہی اتنی نہ تھی کہ آپ کثرت سے طلاق دیتے۔

۱۴۔ شریعت اسلام میں عقد کی دو قسمیں ہیں۔ عقد دائمی اور عقد منقطع۔ عرف عام میں عقد دائمی کو نکاح اور عقد منقطع کو متعہ کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ امام حسنؑ کے کثرت عقد دائمی یعنی نکاح کی تمام روایات وضعی، غلط اور مہمل ہیں اور امام نے قطعاً اتنی کثیر تعداد میں نکاح نہیں کئے اب اگر اس پر بھی کوئی شخص امامؑ کے کثرت ازدواج کا قائل ہو تو اس کے لئے صرف ایک صورت رہ گئی ہے اور وہ ہے عقد منقطع (متعہ) کی۔ یعنی یہ کہ امام نے علاوہ ان نو ۹ ازواج کے جن کے نام اوپر لکھے جاچکے ہیں باقی تمام عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ لیکن اس صورت میں بھی وہ تمام امور جو عقد نکاح کے سلسلے میں اوپر ذکر کئے گئے ہیں زیر بحث ہوں گے اور ان کے علاوہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ متعہ جس طرح آنحضرتؐ کے زمانہ میں جائز تھا اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی صرف جائز ہی نہیں بلکہ محبوب ترین طریقہ تھا کیونکہ اگر یہ طریقہ محبوب اور پسندیدہ نہ ہوتا تو ایک قبیلہ نہیں بلکہ مختلف قبائل عرب اپنی اپنی سات سو لڑکیوں کا متعہ امامؑ کے ساتھ منظور نہ کرتے اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد حضرت عمر نے جو متعہ النساء اور متعہ الحج کو حرام قرار دے دیا تھا وہ قطعاً ان کی بدعت تھی۔ جیسا کہ حضرت عمر خود کہا کرتے تھے "متعتان کانتا جائزتین فی زمن رسولؐ اللّٰہ وانا احرّمھما۔ یعنی متعہ النساء اور متعہ حج دونوں رسولؐ اللہ کے زمانہ میں جائز تھے لیکن میں دونوں کو حرام قرار دیتا

ہوں'' (صحیح مسلم)

اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے حضرت عمر کی اس بدعت کو تسلیم نہیں کیا تھا ورنہ مختلف قبائل کے لوگ اپنی سات سو لڑکیوں کا متعہ امامؑ سے نہ کر دیتے۔ اور چونکہ امامؑ کی زندگی کے تقریباً نو سال عہد حضرت عمر میں گذرے تھے اس لیے آپ نے اُن سات سو عورتوں میں سے کچھ سے تو اپنی زندگی کے اس حصہ یعنی عہد حضرت عمر میں بھی ضرور متعہ کیا ہوگا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر اپنی اس بدعت یعنی حرمت متعہ کے نفاذ میں زیادہ سخت نہ تھے بلکہ خاموش تھے ورنہ متعہ کرنے پر وہ امامؑ کو ٹوک دیتے اور ان قبائل کی تو گت بنا دیتے جن کی لڑکیوں کے ساتھ امامؑ نے متعہ کیا تھا اور جب حضرت عمر مسئلہ متعہ میں حکم حرمت نافذ کرنے کے بعد بھی خاموش تھے اور قبائل عرب متعہ کو پسندیدہ سمجھ کر اپنی لڑکیوں کا امام سے متعہ کر دیا کرتے تھے تو آج مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ متعہ کے مسئلہ میں حضرت عمر کی طرح خاموش رہیں اور قبائل عرب کی طرح متعہ کو پسندیدہ سمجھیں مذکورہ بالا تنقیحات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ نواسۂ رسولؐ نے نہ اتنے نکاح کئے تھے جس کی تعداد سات سو تک پہنچ جاتی نہ اتنی طلاقیں دی تھیں نہ متعہ کیا تھا آپ کی صرف نو بیویاں تھیں۔

امامؑ کی کثرت ازدواج و طلاق کی تمام روائتیں جھوٹی، غلط، مہمل اور موضوعات معاویہ ابنِ ابی سفیان میں سے ہیں جو صرف فرزند رسولؐ امامؑ معصوم اور ہادی برحق کی بلند شخصیت کو بدنام کرنے کے لئے وضع کی گئی تھیں۔

باب ۲

حضرت امام حسن علیہ السلام
کے فرزندوں کی تعداد

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد، اُن کے نام، ان کی ترتیب اور فرزندوں کی والدہ کے ناموں میں بہت اختلاف ہے۔

''مناقب ابنِ شہر آشوب'' میں لکھا ہے:۔

''امام حسنؑ کے پندرہ (۱۵) فرزند تھے'' اور صرف ایک دختر تھی۔

''کشف الغمہ'' میں ہے کہ:۔

''امام حسنؑ کے چودہ (۱۴) فرزند تھے'' اور ایک دختر تھی۔

ابنِ خشاب نے لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے گیارہ (۱۱) بیٹے تھے اور صرف ایک بیٹی تھی۔ حسن، زید، عمر، حسین، عبداللہ، اسمٰعیل، عبیداللہ، محمد، یعقوب، جعفر، طلحہ، حمزہ، ابوبکر، قاسم اور ایک بیٹی فاطمہ بنتِ حسن جو امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ تھی۔

حنابذی نے لکھا ہے کہ:۔

امام حسنؑ کے گیارہ (۱۱) بیٹے تھے اور صرف ایک بیٹی تھی۔

''امام حسنؑ کے بارہ (۱۲) پسران تھے''۔

سبطِ ابن جوزی نے ''واقدی'' اور محمد ہشام سے نقل کیا ہے کہ:۔

''امام حسنؑ کے پندرہ (۱۵) فرزند تھے''

ملّا حسین کاشفی ''روضۃ الشہدا'' میں لکھتے ہیں:۔

''امام حسن علیہ السلام کے گیارہ بیٹے تھے،

۱۔حضرت زید ۲۔حضرت حسن مثنیٰ ۳۔حضرت حسین اثرم ۴۔حضرت طلحہ

۵۔حضرت اسماعیل ۶۔حضرت عبداللہ ۷۔حضرت حمزہ ۸۔حضرت یعقوب

۹۔حضرت عبدالرحمٰن ۱۰۔حضرت عمر ۱۱۔حضرت قاسمؑ

اِن حضرات میں سے آپ کے دو بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت قاسمؑ اپنے بزرگوار چچا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا کے میدان میں موجود تھے اور وہیں پر شہادت کے عظیم رُتبے پر فائز ہوئے،

امام حسن علیہ السلام کے مندرجہ ذیل چار بیٹوں کی اولاد باقی رہی۔

۱۔حضرت زید ۲۔حضرت حسن مثنیٰ ۳۔حضرت حسین اثرم ۴۔حضرت عمر

تاہم حضرت حسین اثرم اور حضرت عمر بن حسنؑ دونوں کی اولاد جلد ہی فوت ہوگئی اور ان کی نسل میں کوئی نہ رہا۔ جبکہ حضرت زید بن حسنؑ اور حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد میں ساداتِ حسنی اب تک کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور اُن کا اختیار و اقتدار آفتابِ نصف النہار کی طرح انتہائی شہرت پذیر ہوا:۔

'' مرأت آفتاب چہ محتاجِ صیقل است''

''یعنی سورج کے آئینے کو صیقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں'' (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۶۲)

شیخ مفید نے ''ارشاد'' میں اور شیخ عباس قمی نے ''منتہی الآمال'' میں لکھا ہے کہ :۔

''امام حسنؑ کے آٹھ (۸) فرزند تھے''

طبقات ابن سعد میں ہے کہ :۔

''امام حسنؑ کے سولہ (۱۶) فرزند تھے''

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں :۔

امام حسنؑ کے بیٹے جو مختلف کتب سے جمع کئے ہیں وہ بیس (۲۰) بیٹے ہیں ان میں سے اکثر کے حالات معلوم نہیں ہوئے اور نہ کسی نے لکھے ہیں'' (منتہی الآمال)

''عمدۃ المطالب'' میں ہے کہ امام حسنؑ کے بارہ (۱۲) فرزند تھے، اور ایک دختر، زید، حسن مثنیٰ، حسین، طلحہ، اسمٰعیل، عبداللہ، حمزہ، یعقوب، عبدالرحمٰن، ابوبکر، عمر، عبداللہ وابوبکر ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں اور حضرت قاسمؑ کا اضافہ ہوگا۔

میرزا محمد تقی سپہر کاشانی ''ناسخ التواریخ'' میں امام حسنؑ کے بیس۲۰ فرزند لکھتے ہیں:۔

اوّل زید، دوسرے حسن مثنیٰ، تیسرے حسین اثرم، چوتھے علی اکبر، پانچویں علی اصغر، ششم جعفر، ساتویں عبداللہ اکبر، آٹھویں عبداللہ اصغر، نویں قاسمؑ، دسویں عبدالرحمٰن، گیارھویں احمد، بارھویں اسمٰعیل، تیرھویں یعقوب (ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ اسمٰعیل اور یعقوب جعدہ بنتِ اشعث کے بطن سے تھے یہ بات غلط ہے جعدہ بنتِ اشعث کے بطن سے امام حسنؑ کے اولاد نہیں تھی)، چودھویں عقیل، پندرھویں محمد اکبر، سولہویں محمد اصغر، سترھویں حمزہ، اٹھارھویں ابوبکر، اُنیسویں عمر، بیسویں طلحہ۔

علاّمہ صدرالدین واعظ قزوینی لکھتے ہیں:۔

امام حسنؑ کے جتنے بھی فرزند ہیں سب کے اولاد نہیں تھی البتہ حسن مثنیٰ اور زید سے امام حسنؑ کی نسل چلی ہے (ریاض القدس جلد دوم)

ابنِ حزم اندلسی نے ''انساب العرب'' میں امام حسنؑ کے بارہ (۱۲) بیٹے لکھے ہیں:۔

۱۔ حسن (آپ کی والدہ خولہ بنتِ منظور بن زبان فزاریہ تھیں) اُن سے امام حسنؑ کی نسل باقی ہے۔

۲۔ زید (آپ کی اولاد کثیر ہوئی، آپ کی والدہ اُمّ بشر بنتِ ابی مسعود انصاریہ بدری تھیں)

۳۔عمرو (آپ کے فرزند محمد بن عمرو مشہور فقیہ محدّث گذرے ہیں)

۴۔حسین (اولاد نرینہ نہیں تھی) آپ کی بیٹی اُمّ سلمٰی کی شادی زید کے بیٹے ابو محمد الحسن سے ہوئی جن سے ایک بیٹا قاسم ثانی پیدا ہوا۔

۵۔قاسم (کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے) اولاد نہیں ہے۔

۶۔ابوبکر (کربلا میں شہید ہوے، اولاد نہیں ہے)

۷۔طلحہ (آپ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبداللہ تھیں اولاد نرینہ نہیں ہے)

۸۔عبدالرحمٰن (اولاد نہیں ہے)

۹۔عبداللہ (کربلا میں شہید ہوے)

۱۰۔محمد (اولاد نہیں ہے)

۱۱۔جعفر (اولاد نہیں ہے)

۱۲۔حمزہ (اولاد نہیں ہے)

محمد ضیاالدین العلوی نے "مراۃ الانساب" میں امام حسنؑ کے پندرہ (۱۵) بیٹے لکھے ہیں:۔

(۱)محمد (۲)جعفر (۳)زید (۴)حسین (۵)طلحہ (۶)اسمٰعیل (۷)حمزہ (۸)عبدالرحمٰن (۹)یعقوب (۱۰)عُمیر (۱۱)عبداللہ (ابوبکر) (۱۲)قاسمؑ (۱۳)عبداللہ اصغر (۱۴)عبداللہ اکبرؑ (۱۵)حسن مثنیٰؑ۔

سیّد محمد ابن ابی طالب حسینی موسوی حائری لکھتے ہیں:۔

امام حسن علیہ السلام کے ۱۵ بیٹے تھے اور صرف ایک دختر تھیں۔ (تسلیۃ المجالس)

فرزندانِ امام حسنؑ کے حالاتِ زندگی

۱۔حضرت زید بن حسنؑ:۔

واقدؔی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبط ابن جوزی نے زید بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الخواص)

زید بن حسنؑ کی والدہ اُمِّ بشر بنتِ ابو مسعود انصاری ہیں (ابو مسعود انصاری کا نام عقبہ بن عمرو تھا) (طبقات ابنِ سعد)

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسنؑ کی اولاد تھی جن میں سے محمد ایک کنیز سے پیدا ہوے۔ آگے ان کی اولاد نہیں۔ زید بن حسنؑ کے دوسرے بیٹے حسن بن زید ہیں جو منصور دوانقی کی طرف سے حاکم مدینہ ہوے تھے ان کی ماں کنیز تھی۔ زید کی ایک بیٹی تھی جن کا نام نفیسہ بنتِ زید ہے ان کی والدہ لبابہ بنتِ عبداللہ بن عباس ہیں۔ (تذکرۃ الخواص)

واقدی کہتا ہے:۔

زید بن حسنؑ نے بطحا بن ازہر میں وفات پائی یہ مقام مدینے سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا جنازہ جنت البقیع لایا گیا۔ ان کی تاریخ وفات نہیں معلوم ہوسکی مگر یہ کہ وہ تابعین کے دوسرے طبقے میں سے ہیں۔ (تذکرۃ الخواص)

زید بن حسنؑ کا ذکر شیخ مفید نے کیا ہے۔ والدہ کا نام اُمِّ بشر بنتِ ابو مسعود بن عقبہ ابن عمر بن ثعلبہ خزرجی لکھا ہے۔ (ارشاد)

زید بن حسنؑ کا نام ''تاریخ یعقوبی'' میں بھی موجود ہے۔

زید بن حسنؑ اور عمر بن حسن ان دونوں کی والدہ ایک زنِ ثقیفیہ تھیں۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:۔

''زید بن حسنؑ کی والدہ اُمِّ بشر بنتِ ابو مسعود عقبہ خزرجی ہیں (منتہی الآمال)

۲۔ حضرت حسن مثنیٰ ابن حسنؑ:۔

واقدی، محمد بن ہشام، علامہ سبط ابن جوزی نے حسن مثنیٰ بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور آپ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' بتائی ہے۔ (تذکرۃ الخواص)

حسن مثنیٰ ابن حسنؑ کی والدہ خولہ بنتِ منظور غطفانیہ ہیں۔ (طبقات ابنِ سعد)

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:-

حسن مثنیٰ ابنِ حسنؑ کی ماں خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

حسنؑ بن حسنؑ اور حسین اثرم کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

حسن بن حسنؑ کی جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں، ان کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاریہ ہیں۔" (منتہی الآمال)

علامہ نعمت اللہ الجزائری (علامہ مجلسیؒ کے شاگرد) "مقتل الحسینؑ" میں لکھتے ہیں:-

امام حسینؑ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؑ کا عقد ابن حسن (حسنِ مثنیٰ) سے کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ میری فاطمہؑ رسولؐ اللہ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اور عبداللہ بن حسنؑ سے اپنی دوسری بیٹی کا عقد کیا۔ لیکن وہ رخصتی سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔ علامہ طبرسی نے اعلام الوریٰ صفحہ ۱۲۷ میں لکھا ہے کہ وہ سکینہ تھیں"۔

(انوار نعمانیہ جلد ۳)

محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی لکھتے ہیں:-

حسن مثنیٰ: ان کی عمر بائیس سال تھی۔ یہ جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کے داماد، اُن کی دختر جناب فاطمہ کبریٰ کے شوہر، ان سے جناب امام حسنؑ کی نسلِ پاک بڑھی ہے۔ یہ واقعہ کربلا میں جناب امام حسینؑ کے ہمراہ تھے۔ اذن لے کر میدانِ کارزار میں آئے سترہ آدمیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اٹھارہ زخم کھائے۔ زخمی ہو کر گر پڑے، زندگی باقی تھی۔ امام پاک اِس زخمی جوان کو اُٹھا کر خیمہ میں لے آئے۔ اور ہاشمی شہداء میں رکھ دیا۔ یہ مجروح مجاہد زخموں سے کراہتا رہا۔ اہلِ بیت ان کے علاج سے بے بس تھے۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں کس طرح ان کے زخموں پر مرہم لگا سکتے تھے، حتیٰ کہ

پانی پلانے سے بھی عاجز تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زخمی جوان بہت قوی القلب اور مضبوط اعصاب رکھتا تھا کہ اٹھارہ زخموں کے باوجود بغیر علاج اور پانی وقت گزار دیا۔ ہاشمی مستورات جہاں اس زخمی پر گریہ و بکا کرتیں، اپنی غربت و علاج سے بے بسی اور پانی نہ پلا سکنے پر بھی آنسو بہاتیں، گیارھویں کے روز جب باقی ماندہ افراد اور مستورات کو قید کیا گیا، ان کو بھی قیدیوں میں شامل کیا گیا۔ ظالموں کو اتنا خیال نہ آیا کہ یہ نہ سواری پہ بیٹھ سکتے ہیں اور نہ پیدل چل سکتے ہیں۔ کسی نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر اسماء بن خارجہ فزاری آڑے آئے۔ کیونکہ جناب مثنیٰ کی ماں خولہ بنت منظور فزاری قبیلہ سے تھیں۔ اس نے ظالموں کے قبضہ سے اس زخمی کو لے لیا اور عمر بن سعد نے چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ اوراس کی وجہ سے جناب حسن مثنیٰ کی جان بچ گئی۔ اسماء بن خارجہ فزاری اُن کو کوفہ لے گیا۔ علاج کرنے سے تندرست ہو گئے۔ آٹھ ماہ یا ایک سال تک کوفہ میں رہے۔ پھر مدینہ واپس آ گئے۔ (مجالس الحسین...صفحہ ۲۵۸)

۳۔ حضرت محمد اکبر بن حسنؑ:۔

''طبقات ابنِ سعد'' میں محمد اکبر بن حسنؑ کا ذکر ہے۔ یہ امام حسنؑ کے سب سے بڑے بیٹے تھے جن سے امام حسنؑ کی کنیت ''ابو محمد'' قرار پائی۔

محمد اکبر بن حسنؑ کی والدہ خولہ بنتِ منظور غطفانیہ ہیں (طبقات ابن سعد)

محمد بن امام حسنؑ کی ایک صاحبزادی زینبؑ بنتِ محمد بن امام حسنؑ تھیں جو ادیبہ، فاضلہ، قاریٔ قرآن، عالم در اصول وفقہ و منطق نجوم ورمل شعر وادبیات تھیں۔

(کتاب حضرت زینب کبریٰؑ از عماد زادہ اصفہانی صفحہ ۳۷۶)

ایرانی مصنف کمال السیّد اپنے نہایت مختصر مضمون ''حضرت قاسمؑ بن حسنؑ'' میں لکھتے ہیں ''ابھی آلِ ابی طالب نے شہادت نہیں پائی تھی کہ محمد بن الحسنؑ بن علیؑ، جن کی والدہ

کا نام ''رملہ'' ہے آگے بڑھے اور مردانہ وار جنگ شروع کی، یہاں تک کہ شہید ہوکر زمین پر گر پڑے پھراُن کے بھائی قاسمؑ میدان میں آئے''۔

۴۔حضرت احمد بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبط ابن جوزی نے احمد بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص)

احمد بن حسن کا ذکر ''مناقب ابنِ شہر آشوب'' میں موجود ہے لیکن والدہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

''تاریخ یعقوبی'' میں لکھا ہے احمد بن حسنؑ بچپن میں انتقال کر گئے ان کی والدہ کا نام اُمّ الحسن تھا۔

محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی لکھتے ہیں:-

احمد بن حسنؑ: ان کی عمر سولہ سال تھی۔ابو مخنف نے ان کی شہادت جناب قاسمؑ کے بعد لکھی ہے۔اور اکثر کتبِ مقاتل میں ان کا جناب قاسمؑ سے قبل شہید ہونا مسطور ہے۔یہ جناب نہایت شکیل وجیہ تھے۔اُٹھتی جوانی، حشمت ووجاہت خاندانی تھی۔ان کی والدہ ماجدہ کا اِسم گرامی اُمّ بشر بنت مسعود الانصاری ہے۔آپ واقعۂ کربلا میں اپنے فرزند کے ہمراہ تھیں۔مقتل ابی مخنف میں ان کی شجاعت وشہادت کی کیفیت اِس طرح درج ہے۔والدۂ گرامی سے اذنِ جہاد لے کر میدانِ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔

اِنّیِ انا نجل الامام ابن علی   اَضرِبُکُم بالسَّیفِ حَتّٰی یغلل
نَحنُ وَبَیْتِ اللّٰہِ اولیٰ بِالنَّبی   اَطْعَنُکُمْ بِالرُّمحِ وَسَطَ الْقَسطَلِ

میں امام حسن فرزندِ علی کا پسر ہوں۔تلوار سے تمہیں مارتا رہوں گا۔یہاں تک کہ تلوار کند ہو جائے گی۔بیت اللہ کی قسم ہم نبیؐ پاک کے زیادہ قریبی ہیں۔میں تمہیں

نیزہ مارنے اور شمشیر زنی میں یہ نوجوان ماہر تھا۔ چنانچہ جب معرکہ آرائی شروع ہوئی تو اس شہسوار میدانِ شجاعت نے اس زور سے حملے کئے کہ فوج کے دائیں اور بائیں حصہ میں سخت انتشار پیدا ہوگیا۔ میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر پلٹ دیا۔ بعض کتب مقاتل کے مطابق اسّی سواروں کو ہلاک کیا۔ مگر شدّتِ پیاس سے شہزادے کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ گلا خشک ہوگیا تھا اور پھول سا چہرہ مرجھا گیا۔ نرم و نازک ہونٹ کملا گئے۔ واپس آکر خدمتِ امام میں پیاس کی شکایت کی۔ عرض کیا "یا عمّاہُ هَلْ مِنْ شَرْبَةِ ماءٍ اُبرِدْ بِهَا کَبْدِی وَاتَّقَوىٰ بِهَا عَلىٰ اَعْدَاءِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه" چچا جان! کیا آپ تھوڑا سا پانی نہیں پلا سکتے جس سے میں جگر کو ٹھنڈا کرسکوں اور میں دشمنانِ خدا اور رسولؐ پر غلبہ پا سکوں۔ نوجوان بھتیجے کی خواہش سُن کر امام مظلومؑ نے کس مایوسی سے جواب دیا۔ يَا ابْنَ الْاَخِ اِصْبِر قَلِيلاً حَتّىٰ تَلْقىٰ جَدَّكَ رَسُولَ اللّٰهِ فَيَسْقِيكَ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ لَا تَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَداً۔ بھتیجے! تھوڑی دیر مزید صبر کرلو۔ عنقریب جدامجد رسولؐ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہو۔ وہ تمہیں ایسا سیراب کریں گے کہ اِس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اس کے بعد دوبارہ میدانِ جنگ میں اور دوسرا رجز پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور شمشیرِ شرر بار سے پچاس سواروں کو جہنم پہنچایا۔ تیسری بار پھر رجزیہ اشعار پڑھ کر فوج مخالف پر اس شدت سے حملہ کیا کہ اس حملہ میں مزید ساٹھ سواروں کو تہِ تیغ کیا۔ زخموں کی کثرت سے نڈھال ہوگئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

(مجالس الحسین۔ صفحہ ۲۵۸۔ ۲۵۹)

۵۔ حضرت قاسمؑ بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبطِ ابنِ جوزی نے قاسم بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص)

قاسم، ابو بکر، عبداللہ، تین بیٹے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔ ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ یہ تینوں بیٹے لا ولد تھے (طبقات ابن سعد)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

قاسمؑ بن حسنؑ اور ان کے دونوں بھائی عمرو بن حسنؑ اور عبداللہ بن حسنؑ کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ (کتاب "ارشاد")

قاسمؑ ابنِ حسنؑ، عمر ابنِ حسن، عبداللہ ابنِ حسن، ان سب کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔
(مناقب ابنِ شہر آشوب)

"تاریخ یعقوبی" میں ہے قاسمؑ ابنِ حسنؑ کی والدہ اُمّ فروہؑ تھیں۔ معرکۂ کربلا میں شہید ہوے۔

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

"عمر ابنِ حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسمؑ اور عبداللہ ہیں۔ ان کی والدہ اُمّ ولد (کنیز) ہیں۔ (منتہی الآمال)

محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی لکھتے ہیں:-

آپ امام حسنؑ کی یادگار، ان کے صحنِ خانہ کی رونق اور اپنی بیوہ ماں کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی والدہ بھی اپنے تینوں بیٹوں عمرو بن الحسن، عبداللہ الاکبر اور قاسم کے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ تیرہ سال کا سن تھا۔ آغازِ شباب تھا۔ ابھی سنِ بلوغت کو نہ پہنچے تھے۔ "لَمۡ یَبۡلُغِ الۡحُلُمَ" باغِ حسن کے اس نونہال نے زندگی کی صرف تیرہ بہاریں دیکھی تھیں کہ خزاں کی نذر ہو گیا۔

نصرتِ امام اور تائیدِ حق میں اِس قدر موت کا اشتیاق تھا کہ شب عاشور خطبۂ امام کے بعد جب سیّد الشہداءؑ نے جام شہادت پینے والوں کا تذکرہ کیا تو اس کم سن شہزادے نے موت کی تمنا کرتے ہوئے عرض کیا چچا جان! کیا میں بھی کل روزِ عاشور

شہادت پاؤں گا؟ امام نے ازراہِ امتحان دریافت کیا، بیٹا! موت تیرے نزدیک کیسی ہے؟ شہزادے نے جواب دیا۔ چچا جان! موت میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ امام نے فرمایا، بیٹا! تو بھی شہادت پائے گا۔ یہ خاندان بنی ہاشم کا طرۂ امتیاز تھا کہ میدانِ حرب میں اِس جذبہ کے ساتھ اترتے جس طرح اطفال کھیل کے میدان میں جاتے ہیں، چنانچہ پسرانِ جناب زینبؑ کی شہادت کے بعد جناب قاسمؑ نے میدانِ جنگ بلکہ موت کی اجازت چاہی۔ مولا نے تامّل کیا۔ یاد رہے کہ اس یتیم بھتیجے سے امام مظلوم کو بہت محبت تھی۔ ۵۰ھ میں جناب امام حسنؑ سبز قباز ہر ظلم سے شہید ہوئے تو شہزادہ قاسمؑ کی عمر دو سال کی تھی۔ شفقتِ پدری سے محرومی کا احساس چچا حسینؑ کی مہربانی نے نہ ہونے دیا۔ مولائے مظلوم اس یتیم شہزادے کو اپنی آغوشِ شفقت میں رکھتے۔ انس و پیار سے یتیم شہزادے کا دِل بہلاتے، اِس طرح یہ یتیم شہزادہ اپنے کریم و شفیق چچا سے مانوس ہو گیا تھا۔

روزِ عاشور جب یہ شہزادہ جہاد کی تیاری کر کے چچا سے اجازت کا طلب گار ہوا تو امام پاک کو اپنے مسموم بھائی حسنؑ کا زمانہ یاد آیا۔ اپنے بھائی کی یادگار اور برادرِ بزرگ کے چشم و چراغ کو وادیٔ موت کی طرف جاتے دیکھ کر اس کی پیاری صورت، آغازِ شباب کا حُسن اور صحنِ مجتبیٰ کی بربادی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اذن طلبی کے الفاظ نے دل پر ایسی چوٹ لگائی کہ جناب سیّد الشہداء نے باہیں کھول کر شہزادہ کے گلے میں ڈال دیں۔ دیر تک چچا بھتیجے گلے میں باہیں ڈالے روتے رہے اور اس قدر روئے کہ غشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ بعد از فاقہ جناب قاسمؑ نے پھر اِذنِ جہاد چاہا مگر امام نے برادرِ بزرگ کی نشانی کو موت کے بازار میں بھیجنے سے پس و پیش کیا۔ لیکن جذبۂ جہاد سے سرشار شہزادہ میدانِ جہاد میں جانے کے لیے بے قرار تھا۔ چنانچہ

جنابِ قاسمؑ نے چچا بزرگوار کے دست و پا کو چوم چوم کر اذنِ جہاد کا تکرار کیا، امام پاکؑ نے فرمایا: یَا وَلَدِی اَتَمْشِی بِرِجْلِکَ اِلَی الْمَوْتِ۔ بیٹا! خود اپنے پیروں سے موت کی طرف بڑھتے ہو؟ موت کے گاہک شہزادے نے جواب دیا: ''کَیْفَ لَا عَمِّ! وَاَنْتَ بَیْنَ الْاَعْدَاءِ صِرْتَ وَحِیْداً فَرِیْداً لَمْ تَجِدْ مُحَامِیاً وَلَا صَدِیقاً رُوْحِیْ لِرُوحِکَ الْفِدَاءُ وَنَفْسِیْ لِنَفْسِکَ الْوَقَاءُ''۔ چچا جان! اب میں کس طرح بیٹھ رہوں، اور کیوں نہ میدانِ جنگ میں جاؤں۔ جبکہ آپ نرغۂ اعداء میں یکہ و تنہا گھر گئے ہیں۔ چچا جان! اب آپ کا کوئی حامی و مددگار نہیں رہا، آپ کے جملہ رفیق باری باری عہدِ وفاء کر کے ذمہ داری نبھا کے رخصت ہو گئے۔ میری جان آپ پر قربان جائے اور میرا بدن آپ پر نثار ہو''۔

دراصل ہاشمی شجاعت کے ولولے اس تیرہ سالہ نوجوان کے پہلو میں کروٹیں لے رہے اور جہاد کا جذبہ مچل رہا تھا۔ شہادت کی امنگ انگڑائیاں لے رہی تھی۔ اس جسور و غیور کے بدن میں غیرت کا خون کھول رہا تھا۔ شبیرؑ کی تنہائی اہلِ حرم کی بے کسی اور دشمنانِ دین کے طعنے، بچوں کی پیاس اس غیرت مند نوجوان سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس لیے بار بار امامِ پاک کے ہاتھوں اور قدموں کو چُوم چُوم کر الحاح وزاری کے لیے اذنِ جہاد طلب کرتا تھا۔ مولائے مظلوم نے اذنِ جہاد عطا فرمایا۔ اور شہزادے کو اس طرح تیار کر کے میدانِ جنگ کی طرف روانہ کیا۔ ثُمَّ اِنَّ الْحُسَیْنَ اَزْیَاقَ الْقَاسِمِ وَقَطَعَ عِمَامَتَہٗ ثُمَّ اَدْلَاھَا عَلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ اَلْبَسَہٗ ثِیَابَہٗ بِصُوْرَۃِ الْکَفَنِ وَشَدَّ سَیْفَہٗ وَسْطَ الْقَاسِمِ وَاَرْسَلَہٗ اِلَی الْمَعْرَکَۃِ''۔ پھر امام مظلوم نے قاسمؑ کا گریبان خود چاک کیا اور عمامہ کے دو حصے کر کے چہرے پر لٹکا دیئے اور مثلِ کفن ان کو لباس پہنایا۔ ان کی کمر میں تلوار لٹکائی

اور میدانِ جنگ کی طرف بھیجا۔ جناب میدان میں یہ رجز پڑھتے ہوئے وارد ہوئے:

اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحَسن سبْطَ الَّنبیِ الْمُصْطفیٰ الْموتمن
ھٰذَا حُسَیْن ٗ کَالْاَسیرِ الْمرتَھَنْ بَیْنَ اُنَاسٍ لَا سُقوْ صَوْبَ المزُنَ

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو آگاہ رہو، میں حسن مجتبیٰ کا بیٹا ہوں، جو نبیؐ اکرم وامین کے نواسے ہیں۔ یہ حسینؑ لوگوں کے درمیان ایک اسیر کی طرح پابند ہیں۔ خدا اشقیاء کو رحمت کے بادل سے کبھی سیراب نہ کرے۔ جناب قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے۔ حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں موجود تھا کہ خیامِ حسینی کے افق سے ایک نوخیز جوان مثلِ چاند طلوع ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شمشیرِ برہنہ تھی۔ قمیص پہنے اور چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ پاؤں میں جوتے تھے۔ ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ میں نہیں بھولتا کہ وہ بایاں جوتا تھا۔

حیدری شجاعت کے وارث نے بڑھ چڑھ کر حملے کیے۔ شدّت پیاس اور کم سنی کے باوجود پینتیس اور ایک روایت کے مطابق ستّر بے دینوں کو ہلاک کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ شہزادہ مصروفِ جنگ تھا۔ عمر بن سعد نفیل ازدی فوجِ اشقیا کا بہادر سپاہی میرے پاس کھڑا تھا۔ کہنے لگا کہ میں اِس طفلِ شجاع پر ضرور حملہ کروں گا۔ اس دوران شہزادہ جنگ کرتے کرتے اس ملعون کے قریب پہنچا۔ تو اُس نے آگے بڑھ کر شہزادے کے سرِ مبارک پر اس زور سے تلوار ماری کہ سر پھٹ گیا۔ حسنِ مجتبیٰ کا چاند گہن میں آ گیا اور مسموم امام کا نورِ نظر بے بس ہو کر گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت اپنے مظلوم چچا کو آواز دی: ''یا عمَّاہ اَدْرِکْنِی'' چچا جان! مدد کو پہنچو' امام پاک پیارے بھتیجے کی صدائے استغاثہ سُن کر نہایت بے تابی سے دوڑے اور اس طرح جھپٹ کر شہزادے کے پاس پہنچے جس طرح باز شکار پر جھپٹتا ہے اور اس گروہ پر حملہ آور

ہوئے جو قاسمؑ کی لاش کو گھیرے میں لیے ہوئے تھا۔ عمرازدی جناب قاسم کا قاتل ابھی وہیں کھڑا تھا، امام پاکؑ نے غضبناک شیر کی طرح اس پر حملہ کیا، اس نے اپنے ہاتھ سے امام پاکؑ کے حملے کو روکنا چاہا۔ جس سے اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ زمین پر گر پڑا۔ اس ملعون نے اپنی فوج کو مدد کے لیے پکارا۔ ابنِ سعد کے کئی سوار اس کو بچانے کے لیے دوڑے۔

بعض روایتیں بیان کرتی ہیں کہ وہ قاتل ملعون گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل کر واصلِ جہنم ہوا اور اِس کی لاش پامال ہوگئی۔ مگر علاّمہ مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون اور بحارالانوار میں نیز مہیّج الاحزان، ناسخ التواریخ، ریاض الشہادۃ، مخزن البکاء کے مؤلفین نے شہزادہ قاسمؑ کی لاش کی پامالی تحریر کی ہے۔ چنانچہ علاّمہ مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں: ''آن طفلِ معصوم در زیرِ سُم اسپاں کوفتہ شد'' یہ معصوم شہزادہ گھوڑوں کے سُموں کے نیچے پائمال ہوگیا۔ جب غبارِ جنگ چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ مظلوم چچا اپنے بھتیجے کی لاش کے سرہانے کھڑا ہے۔ قاسمؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ جناب امام پر گریہ و بکا کی حالت طاری ہے۔ زار و قطار رو کر فرماتے ہیں۔ بیٹا قاسمؑ! خدا اِس قوم کو ہلاک کرے جس نے تیری چاند سی صورت کو خاک میں ملا دیا۔ بخدا تیرے چچا پر کس قدر گراں ہے کہ تو چچا کو مدد کے لیے پکارے اور وہ مدد نہ کر سکے۔ آج تیرے چچا کے دشمن زیادہ ہیں اور مددگار کم ہیں:۔

گودی کا پلا پاؤں رگڑتا تھا زمیں پر　　رو کر پسرِ فاطمہؑ نے پیٹ لیا سر

گو پامالیٔ لاش کے متعلق اختلاف ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ جب فوجِ ابنِ زیاد کے گھڑ سوار عمرازدی قاتل قاسمؑ کی مدد کے لیے آئے ہیں اور گھوڑوں کا گھمسان ہوا ہے تو جناب قاسمؑ بھی گھوڑوں کے ضرر سے نہیں بچ سکے۔ اگر جناب قاسمؑ اس وقت گھوڑے

کی زین پر ہوتے تو بے شک پامالی سے محفوظ رہتے۔ مگر شہزادہ تو اس وقت زین چھوڑ چکا تھا۔ فرشِ زمین پر بے ہوشی کے عالم میں تھا۔ اگر قاتل گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے کچلا گیا تو اسی جگہ حسن مجتبیٰؑ کا لال بھی زخمی پڑا تھا اور گھوڑے بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ اگر بالکل پائمال نہیں ہوئی تو اعضاء کے جوڑ اور بدن کے بند سلامت نہیں رہے۔ چنانچہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ جب امامِ مظلوم نے بھتیجے کی لاش اُٹھائی تو بدن اس قدر دراز ہوگیا کہ جناب قاسمؑ کا سینہ حسینؑ کے سینے سے مِلا ہوا تھا اور پیر زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ لاش کے دراز ہونے کا مطلب کیا ہے؟

حمید بن مسلم بیان کرتا ہے۔ ''کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رِجْلِی الْغُلَامِ تَخُطَّانِ عَلَی الْاَرْضِ'' گویا میں دیکھ رہا تھا کہ کم سِن شہزادے کے پیر زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ یعنی زمین سے بلند نہ تھے۔ زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ کس دِل سے حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش اُٹھائی۔ جناب قاسمؑ اکبر کی طرح پیارا تھا اور گود کا پالا تھا۔ لاش میں وزن تو زیادہ نہ تھا۔ البتہ گھمسان کی وجہ سے بدن دراز ہوگیا۔ خیمہ مقدس میں جناب علی اکبر وہ جانباز بھتیجا جو کچھ دیر پہلے چچا کے دست و پا چُوم کر موت کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ اب حسنِ مجتبیٰ کا گھر برباد کرکے بیوہ ماں کا نورِ نظر سلب کر کے جنت کو سدھارا۔ اس جوان نوخیز کی لاش بنی ہاشم کے شہداء کی لاشوں میں رکھ کر مولائے مظلوم نے قومِ اشقیاء پر بددُعا کی اور اہلِ بیتؑ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ ایک شاعر مولا حسینؑ کی زبانی لاش قاسمؑ پر عربی میں مرثیہ کہتا ہے جس کا مع اصل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

غَرِیْبُوْنَ عَنْ اَوْطَانِھِمْ وَدِیَارِھِمْ   تَنُوْحُ عَلَیْھِمْ فِی الْبَرَازِیْ وُحُوْشُھَا

غریب الوطن گھروں سے دُور صحرا میں شہیدوں کی لاشیں ہیں۔ جن پر جنگل کے وحشی جانور نوحہ وگریہ کر رہے ہیں۔

كَيْفَ وَلَا تَبْكِي الْعُيُوْنُ لِمَعْشَر سُيُوْفُ الْاَعَادِيْ فِي الْبَرَارِيْ تَنُوْشُهَا

ایسے گروہ پر آنکھیں کیوں نہ اشک بہائیں کہ دشمنوں کی تلواریں جن کو جنگلوں میں قتل کرنے کے لیے طلب کرتی ہیں۔

بُدُوْرٌ تَوَارِيْ نُوْرُهَا فَتَغَيَّرَتْ مَحَاسِنُهَا تُرْبُ الْفَلَاةِ نُعُوْشُهَا

وہ ایسے ماہِ کامل تھے جن کا نور چھپ گیا۔ یہ چاند گہن میں آ گئے۔ ان کا حسن و نُور بدل گیا اور جنگل نے ان کے لاشوں کو گرد آلود کر دیا۔

جناب قاسمؑ کے متعلق کہا گیا ہے کہ شجرۂ نبوت کی شاداب شاخ تھی جو خاک کربلا میں کٹ گئی اور ثمراتِ امامت کا ایک پھل تھا جو خاک میں دفن ہو گیا۔ عرب کی لڑائیوں میں ایسے بڑے نوکدار تیر استعمال کیے جاتے تھے کہ ایک بھی جوان آدمی کی موت کا باعث بن سکتا ہے۔ دمعۃ الساکبہ میں ہے کہ حسنؑ کے لال کو پینتیس تیر لگے تھے۔
(مجالس الحسین.....صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۳)

۶۔ حضرت عبداللہ اکبر بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علّامہ سبط ابنِ جوزی نے عبداللہ بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔
(تذکرۃ الخواص)

عبداللہ بن حسنؑ کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ قاسمؑ اور ابو بکر، عبداللہ کے سگے بھائی ہیں۔ یہ تینوں بھائی امام حسینؑ کی معیت میں کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان تینوں کی ماں کا نام نفیلہ تھا۔ (طبقات ابنِ سعد)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

عبداللہ اور ان کے دونوں بھائی عمرو بن حسنؑ اور قاسمؑ بن حسنؑ کی ماں اُمّ ولد تھیں۔
(کتاب "ارشاد")

عبداللہ بن حسنؑ، عمر بن حسنؑ، قاسمؑ بن حسنؑ، ان سب کی ماں اُمّ ولد تھیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:۔

''عمر بن حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسمؑ اور عبداللہ ہیں، ان کی والدہ اُمّ ولد (کنیز) ہیں۔(منتہی الآمال)

زیارت ناحیہ، ارشاد، تاریخ طبری، مقاتل الطالبین، مروج الذھب مقتل الحسین (موفق بن احمد مکّی)، انصار حسین از مہدی شمس الدین نے حضرت عبداللہ ابن حسنؑ کے قاتل کا نام بحر بن کعب لکھا ہے۔

عبداللہ ابن حسنؑ کی تزویج امام حسینؑ نے اپنی بیٹی سکینہؑ سے کی تھی، رخصتی سے قبل عبداللہ بن حسنؑ روزِ عاشور کربلا میں شہید ہو گئے۔(اعلام الوریٰ صفحہ ۲۱۳)

محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی لکھتے ہیں:۔

عبداللہ الاکبر بن الحسنؑ: یہ شہزادے حضرت قاسمؑ سے بڑے تھے۔اور جناب قاسمؑ کے پدری و مادری بھائی، ان کی والدہ کا نام رملہ ہے۔ وہ امام حسنؑ کی کنیز تھیں۔

میدانِ جنگ میں ان کا رجز یہ تھا:

اِنْ تَـنْـكِرُوْنِیْ فانا ابنُ حَیْدَرَه ضَـرِغَامُ اٰجام ولَیْث قسوره

عَلَی الْاَعَادِیْ مِثْلُ رِیْحِ صَرصَره اَكِیلُكُم بِالْسَّیفِ كَیْلِ السَّنْدَره

چودہ بے دینوں کو دارالعذاب پہنچا کر ہانی بن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے بعض مورخین نے ان کی کنیت ابو بکر تحریر کی ہے۔اور بعض حضرات نے ابو بکر نامی، امام حسنؑ کا ایک اور فرزند لکھا ہے۔جس کا قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی ہے۔

(مجالس الحسین...صفحہ ۲۵۹)

علّامہ مجلسی لکھتے ہیں:۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن حسن میدانِ جنگ میں جہاد کو نکلے اور

صحیح تر یہی روایت ہے کہ عبداللہ اکبر بعد شہادت حضرت قاسمؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اس مضمون کے اشعار رجز میں پڑھے:-

اِنْ تُنکِرُونی فَانَا ابنُ حیدَرہَ ضَرغَامُ آجامٍ و لیثٌ قسورہ

علی الاعادی مِثلُ ریحٍ صَرصَرہ

''اے قوم نابکار اگر ہماری شرافت حسب ونسب سے ناواقف ہو، پس آگاہ ہو میں فرزند حیدر شیر بیشہ شجاعت ہوں اور اعدائے دین کے لیے مانند اس بادِ صَرصَر کے ہوں جو باعثِ ہلاکت قوم عاد ہوئی''۔

اس کے بعد اپنی تیغ آبدار سے چودہ اشقیا فی النار کئے بعد مقاتلہ بسیار ہانی بن شیث حضرمی نے ان کو شہید کیا جس کی وجہ سے منہ اس لعین کا سیاہ ہو گیا تھا۔

شیخ عباس قمی نے ''منتہی الآمال'' میں لکھا ہے کہ:-

عبداللہ بن امام حسنؑ کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا آخر میں اس ملعون کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

۷۔ حضرت جعفر بن حسنؑ

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبطِ ابنِ جوزی نے جعفر بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص)

جعفر بن حسنؑ کی والدہ اُمّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

۸۔ حضرت حسین اثرم بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبطِ ابنِ جوزی نے حسین بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔ ماں کا نام ''ظمیا'' تھا۔ (تذکرۃ الخواص)

حسین اثرم بن حسنؑ اور عبدالرحمٰن بن حسن سگے بھائی تھے۔ ایک کنیز سے پیدا

ہوے ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ (طبقات ابنِ سعد)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

حسین اثرم اور ان کے بھائی طلحہ بن حسنؑ کی ماں اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں۔ (کتاب۔ارشاد)

حسین اثرم اور حسنؑ دونوں بھائیوں کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

حسین اثرم بن حسنؑ کی والدہ کا نام خولہ تھا۔ بچپن میں انتقال ہوگیا۔ (تاریخ یعقوبی)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

"حسین اثرم اور طلحہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی ہیں۔ (منتہی الآمال)

۹۔حضرت طلحہ بن حسنؑ:-

طلحہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں۔ان کے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ (طبقات ابنِ سعد)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

طلحہ بن حسنؑ اور حسین اثرم بن حسنؑ دونوں سگے بھائی ہیں ان کی والدہ اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تھیں۔ (کتاب الارشاد)

طلحہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بن طلحہ تھیں۔ (تاریخ یعقوبی)

طلحہ بن حسنؑ اور ابوبکر بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ تیمی تھیں۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

حسین اثرم بن حسنؑ اور طلحہ بن حسنؑ ان دونوں کی والدہ اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن

عبید اللہ تیمی ہیں۔ (منتہی الآمال)

۱۰۔ حضرت اسمٰعیل ابنِ حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبط ابنِ جوزی نے اسمٰعیل بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔
(تذکرۃ الخواص)

اسمٰعیل کی ماں جعدہ بنتِ اشعث بن قیس تھی جس نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تھا۔
(طبقات ابنِ سعد)

مناقب ابنِ شہر آشوب میں اسمٰعیل بن حسنؑ کا ذکر کیا گیا ہے والدہ کا نام نہیں بتایا۔

اسمٰعیل بن حسنؑ بچپن میں انتقال کر گئے۔ ان کی والدہ اُمّ الحسن تھیں۔ (تاریخ یعقوبی)

۱۱۔ حضرت یعقوبؑ بن حسنؑ:-

یعقوب بن حسنؑ کی ماں جعدہ بنتِ اشعث بن قیس تھی جس نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

۱۲۔ حضرت حمزہ بن حسنؑ:-

حمزہ بن حسنؑ کی والدہ اُمّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبد المطلب ہیں۔
(طبقات ابنِ سعد)

۱۳۔ حضرت عبد الرحمٰن بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علاّمہ سبط ابنِ جوزی نے عبد الرحمٰن بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔
ماں کا نام "ظمیا" بتایا ہے۔ (تذکرۃ الخواص)

عبد الرحمٰن بن حسنؑ اور حسین اثرم بن حسنؑ دونوں سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں اُمّ ولد کے بطن سے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ (طبقات ابن سعد)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

عبد الرحمٰن بن حسنؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ (کتاب "ارشاد")

عبدالرحمٰن بن حسنؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔امام حسنؑ کے یہ صاحبزادے بچپن میں انتقال کر گئے۔(تاریخ یعقوبی)

عبدالرحمٰن بن حسنؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔(مناقب ابنِ شہر آشوب)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

''عبدالرحمٰن بن حسنؑ کی والدہ اُمّ ولد ہیں''۔(منتہی الآمال)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ مقامِ ابواء میں انتقال کر گئے اور حالتِ احرام میں تھے۔آپ کے ساتھ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہؑ بن جعفرؑ و عبداللہ بن عباسؑ و عبیداللہ بن عباس تھے۔ان لوگوں نے ان کو کفن پہنایا،مگر حنوط نہیں کیا اور فرمایا کہ کتابِ علیؑ میں یہی مرقوم ہے۔(کافی جلد۴ صفحہ ۳۶۸)

۱۴۔حضرت عُمر بن حسنؑ:-

ان کا نام''عمر''بتایا گیا ہے۔یہ اُمّ ولد کے بطن سے تھے۔ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ (طبقات ابنِ سعد)

عمر بن حسنؑ کنیز سے پیدا ہوئے تھے۔ان کی اولاد نہیں ہوئی۔(تذکرۃ الخواص)

شیخ مفید لکھتے ہیں:-

عمرو بن حسنؑ اور ان کے دونوں بھائی قاسمؑ بن حسنؑ اور عبداللہ بن حسنؑ کی ماں اُمّ ولد تھیں(کتاب''ارشاد'')

عمر بن حسنؑ اور زید بن حسنؑ کی والدہ ایک زن بنی ثقیف تھیں۔(مناقب ابنِ شہر آشوب)

عمر بن حسنؑ کی والدہ کا نام اُمّ فروہؓ تھا۔یہ بچپن میں انتقال کر گئے۔(تاریخِ یعقوبی)

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

''عمر بن حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسمؑ اور عبداللہ ہیں ان کی والدہ اُمّ ولد (کنیز) ہیں''۔(منتہی الآمال)

عمر بن حسن جن کا نام عمران بن حسنؑ ہے قیدیوں میں بچے تھے عمر ۱۲ برس ہونا چاہیئے (شہید اعظم)

ابوحنیفہ الدینوری عمر کو امام حسنؑ کا فرزند نہیں بلکہ امام حسینؑ کا فرزند ثابت کرتا ہے، ظاہر ہے چار برس کا بیٹا امام حسنؑ کا نہیں ہوسکتا۔

ابوحنیفہ الدینوری ''اخبار الطّوال'' میں لکھتا ہے:-

''حضرت امام حسینؑ کے بیٹوں اور بھتیجوں میں سے ان کے دو بیٹوں کے سوا اور کوئی بھی زندہ نہ بچا، ایک علی ابن الحسین علیہ السلام جو نوجوان تھے اور دوسرے عمر بن الحسینؑ جن کی عمر چار برس تھی۔ (صفحہ ۴۴۹)

یزید جب بھی کھانا کھانے لگتا علی بن الحسینؑ اور اُن کے بھائی عمر بن حسینؑ کو بلوا لیتا، اور دونوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا، چنانچہ ایک روز یزید نے عمر بن حسینؑ سے کہا''۔ کیا آپ میرے اس بیٹے سے کشتی لڑیں گے؟ اشارہ خالد بن یزید کی طرف تھا، جو عمر بن حسینؑ کا ہم سن تھا۔

عمر بن حسینؑ نے جواب دیا، کشتی نہیں تو مجھے بھی تلوار دے دے اور اسے بھی، میں اس سے جنگ کروں گا، پھر دیکھ لینا کہ کون زیادہ ثابت قدم ہے''۔ (۴۵۲)

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ عمر بن حسین نہیں بلکہ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا واقعہ ہے اسیروں میں صرف آپ ہی چار برس کے تھے۔

۱۵۔ حضرت علی اکبر بن حسنؑ:-

واقدیؔ اور محمد بن ہشام، علاّمہ سبط ابنِ جوزی نے علی اکبر بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الخواص)

۱۶۔ حضرت علی اصغر بن حسنؑ:-

واقدیؔ اور محمد بن ہشام، علاّمہ سبطِ ابنِ جوزی نے علی اصغر بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الخواص)

۱۷۔ حضرت عقیل بن حسنؑ:-

واقدی، محمد بن ہشام، علامہ سبط ابنِ جوزی نے عقیل بن حسنؑ کا ذکر کیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص)

عقیل بن حسنؑ اور حسن بن حسنؑ دونوں بھائیوں کی والدہ اُمّ بشر بنتِ ابو مسعود خزرجی تھیں۔ (مناقب ابنِ شہرآشوب)

عقیل بن حسنؑ کی والدہ کا نام اُمّ بشر بنتِ ابو مسعود تھا۔ (تاریخِ یعقوبی)

۱۸۔ حضرت محمد اصغر بن حسنؑ:-

محمد اصغر بن حسنؑ کی والدہ اُمّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب ہیں۔

(طبقات ابنِ سعد)

۱۹۔ حضرت عبداللہ اصغر بن حسنؑ:-

عبداللہ اصغر بن حسنؑ کی ماں زینب بنتِ سبیع بن عبداللہ برادرِ جریر بن عبداللہ بجلی ہیں۔

(طبقات ابنِ سعد)

حضرت عبداللہ اصغر بن حسنؑ کی شہادت:-

محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی لکھتے ہیں:-

گو کم سِن شہزادے کی شہادت تمام شہدائے بنی ہاشم کے بعد ہوئی ہے۔ مگر اولادِ امام حسنؑ کے ساتھ اس معصوم بچے کی شہادت کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

یہ معصوم بچہ اس وقت موت کی آغوش میں پہنچا جب فرزندِ رسولؐ تمام رفقاء، انصار اور اقربا کو راہِ خدا میں قربان کر چکے تھے اور خود خیام سے آ کر آخری بار وداع کر کے موت کے انتظار میں زندگی کے آخری لمحوں میں رحلِ زین کو چھوڑ کر فرشِ زمین پر آ چکے تھے۔ اور ہر طرح نرغۂ اعداء میں گھر چکے تھے۔ تیروں کی بارش اور پتھروں کا مینہ جاری تھا۔ یہ شہزادہ درِ خیمہ پر سراسیمہ یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔ گو کم سِن تھا مگر ہاشمی غیرت

نے جوش مارا۔ چچا مظلوم کی بے کسی اور تنہائی عبداللہ سے نہ دیکھی گئی۔ بے تابانہ خیمہ سے باہر نکلا۔ جنابِ زینبؑ نے پس پردہ دامن پکڑنے کی کوشش کی۔ چونکہ امامِ پاکؑ کی نگاہ خیام کی جانب تھی اس لیے امامِ مظلوم نے بھی یہ منظر دیکھ لیا اور پکار کر کہا: اُخْتِیْ! اِحْبِسِیْهِ" بہن اِسے روک لو، بنتِ علیؑ شہزادے کا دامن پکڑتی رہ گئی، مگر غیور و جسور شہزادہ دامن چھڑا کر خیمے سے باہر نکل گیا اور کہتا رہا: وَاللّٰهِ لَا اُفَارِقُ عَمِّیْ" خدا کی قسم مظلوم چچا سے جدا نہ رہوں گا۔ دوڑ کر امام مظلوم اور مجروح چچا کے پہلو میں پہنچ گیا۔ ایسی غمناک حالت میں کوئی عزیز قریب آئے تو دِل بھر آتا ہے اور بے اختیار آنسو اُبل پڑتے ہیں۔ چچا نے بھتیجے کو گلے لگایا ہوگا۔ حسینؑ بھی روئے اور معصوم شہزادہ بھی رویا۔ اِسی اثناء میں ابجر بن کعب قتل کے قصد سے تلوار لے کر آگے بڑھا۔ معصوم شہزادے نے چلّا کر کہا: وَیْلَکَ یَابْنَ الْخَبِیْثَةِ اَتَقْتُلُ عَمِّیْ"۔ افسوس ہے تجھ زنِ خبیثہ کے بیٹے پر تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ سُن کر اس خبیث کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ اِس زنِ خبیثہ کے ناہنجار فرزند نے تلوار کا بھرپور وار کیا، شہزادے نے اپنے بازو آگے بڑھا دیئے۔ شہزادے کا ایک بازو کٹ کر لٹک گیا۔ دستور ہے کہ جب کسی بچے پر کوئی ظلم ہو تو وہ ماں باپ یا کسی عزیز کو پکارتا ہے۔ مجروح شہزادے نے مظلوم چچا سے فریاد کی اور بے ساختہ زبان سے نکلا: "یَا عمّاہ" اس وقت زخمی چچا نے زخمی بھتیجے کو گلے لگالیا اور دلاسا دیتے ہوئے فرمایا: "یَا ابْنَ اَخِیْ اِصْبِرْ عَلٰی مَا نَزَلَ بِکَ وَاحْتَسِبْ فِیْ ذَالِکَ الْخَیْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ یُلْحِقُکَ بِاٰبَائِکَ الصَّالِحِیْنَ" بھتیجے! اس نازل بلا پر صبر کرو اور خیر و ثواب کی امید رکھو، عنقریب خدا تجھے تیرے صالحین آباء و اجداد کے پاس پہنچا دے گا۔ اسی حال میں شہزادہ مہربان چچا کی گود میں آرام کر رہا تھا۔ کہ حرملہ

بن کاہل اسدی ملعون نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ شہزادے نے تڑپ کر آغوشِ امام میں دم توڑ دیا۔ شہزادہ تیر کھا کر اپنے مسموم باپ امام حسنؑ کے پاس پہنچ گیا۔ اور یوں حسنؑ مجتبیٰ کے بھرے گھر کا خاتمہ ہوگیا۔ امامِ مظلومؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: ''خدایا! ان لوگوں نے تو ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ ہماری مدد کریں گے، مگر انہوں نے ہمارا سارا کنبہ شہید کر ڈالا۔ امام حسن مجتبیٰؑ کے گھر کے یہ چاند خون کے دریا میں ڈوب گئے۔

(مجالس الحسین.... صفحہ ۲۶۳۔۲۶۴)

۲۰۔ حضرت ابوبکر بن حسنؑ:۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ عبداللہ اکبر کے بعد ابوبکر فرزند امام حسن معرکہ قتال میں آکر اعدائے دین سے خوب لڑے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں عقبہ غنوی کی ضربت سے شہید ہوئے۔ زیارت ناحیہ، ارشاد، تاریخ طبری، مقاتل الطالبین، مروج الذھب، انصار حسین از مہدی شمس الدین نے آپ کے قاتل کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی یا عقبہ غنوی لکھا ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا دو شہزادوں کا خون قبیلہ بنی اسد اور قبیلۂ بنی غنی میں بھی ہے۔ بنی اسد میں حرملہ ہے اور بنی غنی میں عقبہ غنوی ہے۔

قاسمؑ، ابوبکر، عبداللہ یہ تین بیٹے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ یہ تینوں بیٹے لاولد تھے۔ (طبقات ابن سعد)

ابوبکر بن حسنؑ کی والدہ اُمّ اسحاق بن طلحہ تھیں۔ (تاریخ یعقوبی)

حضرت محمد بن عقیل بن ابی طالب کو لَقیط بن ناشر جُہَنی نے تیر مار کر شہید کر دیا، ان کے بعد حضرت قاسمؑ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

حضرت قاسمؑ کو عمرو بن سعد بن مُقبل اسدی نے شہید کیا۔ ان کے بعد ابوبکر بن حسن بن علی شہید ہوئے وہ عبداللہ بن عقبہ غنوی کے تیر سے شہید ہوئے۔

(الاخبار الطوال۔ تالیف:۔ ابوحنیفہ الدینوری)

مہدی شمس الدین ''انصار الحسین'' میں لکھتے ہیں:-

ابو بکر بن حسن کا نام زیارتِ ناحیہ میں آیا ہے۔

الارشاد (شیخ مفید)۔ تاریخ طبری (جریر طبری)۔ مقاتل الطالبین۔ مروج الذھب میں ابو بکر بن حسنؑ کا ذکر ہے۔ ماں آپ کی اُمّ ِ ولد تھیں۔

اپنے بھائی حضرت قاسمؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی یا عقبہ غنوی نے شہید کیا۔

۲۱۔ حضرت بشر بن حسنؑ:-

بعض مورخین کا خیال ہے کہ ''بشر'' اور ''عمر'' ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں:-

چار فرزندانِ امام حسنؑ کربلا میں شہید ہوے حضرت ابو بکر بن حسن، عبداللہ بن حسن، قاسم بن حسنؑ اور بشر بن حسنؑ اور بعض نے بشر کی جگہ عمر لکھا ہے۔

علاّمہ محمدی اشتہاردی ''کتاب سوگنامہ آلِ محمدؐ'' میں لکھتے ہیں:-

امام حسنؑ کے سات بیٹے کربلا میں موجود تھے۔ اُن میں سے چھ نے جامِ شہادت نوش کیا اور صرف حسن مثنیٰ زندہ بچے، ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ احمدؑ بن حسنؑ ۲۔ ابو بکرؑ بن حسنؑ ۳۔ قاسمؑ ابن حسنؑ ۴۔ عبداللہ اکبرؑ بن حسنؑ ۵۔ عبداللہ اصغرؑ بن حسنؑ ۶۔ بشرؑ بن حسنؑ ۷۔ حسن مثنیٰؑ بن حسنؑ کربلا کی جنگ میں شدید مجروح ہوے تھے بعد میں زندہ بچ گئے۔

علاّمہ محمدی اشتہاردی نے بشر بن حسنؑ کو کربلا کا شہید لکھا ہے۔

مولانا آغا مہدی لکھنوی نے ''کتاب الحسینؑ'' میں لکھا ہے کہ بشر بن حسنؑ کی شہادت مقاتل میں پائی جاتی ہے۔

بشر بن حسنؑ کی وجہ سے اُن کی والدہ کی کنیت اُمِّ بشر مشہور ہوئی۔

بشر بن حسنؑ کی والدہ ''اُمّ بشر'' ہیں۔

جمیل ابراہیم حبیب نے ''نسب بنی ہاشم'' میں لکھا ہے:-

زید بن حسنؑ کی والدہ ''اُمِّ بشر'' ہیں۔ بعض مورخّین کا خیال ہے زید، بشر اور عمر یہ تینوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔

مورخّین میں کچھ تو وہ ہیں جو اُن کی کنیت ''اُمِّ بشیر'' لکھتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اُنھیں ''اُمّ بشر'' لکھتے ہیں۔

امام حسنؑ کے صاحبزادے ''بشر یا بشیر'' کی والدہ یہی ہیں۔

بَشَر:- انسان..... بِشر:- چہرے کی رونق، کشادہ روئی۔ بَشر:- خوش خبری دینا۔ بُشر:- خوش خبری..... نہیں معلوم اس نام کی ترکیب کس طرح کی جائے کہ یہی نام صاحبزادے کا رکھا گیا تھا۔

امکان یہ ہے کہ ''ابوالبشر'' نام ہوگا۔ بعد میں ''بشر'' مشہور ہوگیا اور انھیں کی وجہ سے والدہ کا نام اُمِّ بشر مشہور ہوا۔

یہ بھی امکان ہے کہ صاحبزادے کا نام بشیر ہو زیادہ کثرت سے مورخین نے آپ کی والدہ کو ''اُمِّ بشیر'' لکھا ہے۔

۲۲۔ حضرت جاسم بن حسنؑ:-

راقم الحروف (سیّد ضمیر اختر نقوی) جب ۱۹۹۰ء میں کربلائے معلیٰ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے تو ''مسیّب'' کی زیارت کے بعد مسیّب اور حلّہ و بابل کے درمیان ایک روضہ پر باریاب ہوا یہ امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے شہزادہ ابوالقاسم ابنِ امام حسنؑ کا روضہ ہے، آپ ابو جاسمؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ روضے پر حالات لکھے

ہوئے موجود ہیں۔ جنگ نہروان میں شہید ہوئے تھے۔ واقعہ کربلا سے پہلے یہاں اُن کا مرقد بنا تھا یہ جگہ ''ابو جاسم'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کو قاسم اکبر بھی کہتے ہیں۔ اس وقت گنبد کی تعمیر ہو رہی تھی۔ یہاں کی زیارت کے بعد سید محمد بن سید جعفر بن حسن بن امام موسیٰ کاظمؑ کے روضے کی زیارت کی یہاں سے حلّہ اور بابل ہوتے ہوئے مقام ''القاسم'' قاسم ابن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضے پر پہنچے۔ جاسم ابن حسن علیہ السلام کا روضہ شہر بابل میں ہی آتا ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ کسی تاریخی کتاب میں امام حسن علیہ السلام کے ان صاحبزادے کا ذکر نہیں ملتا۔ جبکہ روضے پر ضریح کے پاس حالات لکھے ہوئے آویزاں ہیں۔

کربلا میں امام حسنؑ کے کتنے فرزند شہید ہوئے:؟

محسن الملّت مولانا سیّد محسن نواب لکھنوی مرحوم لکھتے ہیں کہ کربلا میں امام حسنؑ کے چھ بیٹے شہید ہوئے۔

۱۔ جناب قاسمؑ بن حسنؑ:

ان کی مادر گرامی کا نام رملہ تھا۔ قاسمؑ ہی سے امام حسینؑ نے پوچھا تھا کہ بیٹا موت کو کیا سمجھتے ہو اس وقت امام حسنؑ کے اس دلیر فرزند نے جواب دیا تھا ''چچا موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں''۔

مورخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب قاسمؑ ابھی حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے، یہ بھی لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ رخصت کے لیے آتے ہیں تو امامؑ نے انہیں گلے سے لگا لیا اور دونوں اتنا روئے کہ غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو کم سن بھتیجے نے بوڑھے چچا سے پھر مرنے کے لیے ضد کرنا شروع کی۔ کبھی چچا کے ہاتھوں کو چوما کبھی پیروں کو بوسہ دیا آخر میں چچا کو اجازت دینا پڑی۔

چچا نے یہ بھی کہا بیٹا اپنے پیروں سے موت کی طرف جاتے ہو؟ تو بھتیجے نے جواب دیا۔ کیسے نہ جاؤں؟ آپ دشمنوں میں اکیلے گھر گئے ہیں۔ اب نہ آپ کا کوئی حامی ہے نہ دوست، میری روح آپ کی روح پر نثار! میری جان آپ کی جان پر فدا۔

قاسمؑ یوں میدان کو چلے کہ آنکھوں سے چچا کی مفارقت کے صدمہ میں آنسوؤں کا مینھ برس رہا تھا۔ ہاشمی گھرانے کے اس نونہال نے میدان جنگ میں ایسی بہادری دکھائی کہ حیدر کرارؑ کی شجاعت یاد دلا دی "مقتل منتخب" میں یہ بھی ہے کہ جناب قاسمؑ عمر بن سعد کے پاس بھی گئے اور اس سے کہا کہ اے عمر کیا تجھے خدا کا خوف نہیں ہے؟ کیا خدا کا لحاظ نہیں؟ اے دل کے اندھے کیا تجھے رسولؐ اللہ کا پاس نہیں؟ عمر سعد نے جواب دیا کہ تم لوگ جتنی سرکشی کر چکے کیا وہ کافی نہیں ہے۔ کیا تم یزید کی اطاعت نہ کرو گے؟ قاسمؑ نے کہا خدا تجھے جزائے خیر نہ دے، تو اسلام کا مدعی ہے اور یہ رسولؐ کی آل پیاس میں تڑپ رہی ہے، اور دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک ہو رہی ہے۔

جناب قاسمؑ نے بہت سے مشہور بہادروں کو تہ تیغ کیا۔ اور باوجود کمسنی کے پینتیس اشقیا کو واصل جہنم کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ عمر بن سعد کے علمبردار کے قتل کا ارادہ کر کے قاسمؑ اس کی طرف بڑھے، مگر چہار جانب سے ان پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ سواروں کا لشکر اور قاسمؑ پیادہ جنگ کر رہے ہیں۔

ابوالفرج حمید بن مسلم سے ناقل ہے کہ خیام حسینی سے ایک نوخیز صاحبزادے برآمد ہوئے۔ معلوم ہوتا تھا چاند نکل آیا۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ پیراہن و زیر جامہ پہنے تھے۔ پیروں میں نعلین پہنے تھے۔ پیدل شمشیر زنی کرنے لگے۔ بائیں پیر کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس کو درست کرنے لگے۔ عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے تلوار ماری۔ شاہزادے منہ کے بل زمین پر گر گئے آواز دی ہائے چچا۔ امامؑ بڑی سرعت کے ساتھ

شیرانہ انداز میں بڑھے قاتل کے تلوار ماری اس نے ہاتھ پر روکی۔ کہنی کے پاس سے اس کا ہاتھ قلم ہو گیا۔

اس شاہزادہ پر حیات ہی کے عالم میں ایک عظیم الشان مصیبت گزری جس میں وہ منفرد ہے لشکر کی اِدھر سے اُدھر آمد و رفت میں جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں میں آ گیا۔ اِنّا لِلّٰه واِنّا اِلیه راجعون ۔ چچا بھتیجے کی لاش پر اس وقت پہنچا جب وہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ حسینؑ فرماتے جاتے تھے خدا اس قوم کو رحمت سے دور کرے۔ جس نے تجھے قتل کیا۔ تیرے بارے میں ان کے فریق بروز قیامت خدا کے رسولؐ ہوں گے۔ بیٹا تیرے چچا پر یہ امر بہت شاق ہے کہ تو اسے پکارے مگر وہ تجھے جواب نہ دے۔ اور اگر جواب بھی دے تو اس کا جواب تیرے حق میں مفید نہ ہو اس دن جبکہ تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں اور مددگار کم ہیں بھتیجے کی لاش سینے سے لگا کر لے چلے بچے کے پیر زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ لے جا کر اپنے کڑیل جوان علی اکبرؑ کی لاش کے پاس ہی قاسمؑ کی لاش رکھ دی۔

۲۔ ابو بکر بن حسن بن علیؑ:

جناب قاسمؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ ابو الفرج کے بیان کے مطابق اپنے بھائی جناب قاسمؑ کے پہلے شہید ہوئے۔ لیکن طبری جزری، جناب شیخ مفید وغیرہم نے لکھا ہے کہ ان کی شہادت جناب قاسمؑ کے بعد واقع ہوئی۔ عقبہ غنوی لعین نے آپ کو شہید کیا۔

۳۔ عبداللہ (اکبر) بن حسن بن علیؑ:

جناب قاسمؑ کی شہادت کے بعد رجز پڑھتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہانی بن مثیب حضرمی نے آپ کو شہید کیا۔ جس کا چہرہ بعد میں سیاہ ہو گیا تھا۔ بقول ناسخ

التواریخ آپ نے چودہ دشمنوں کو قتل کیا۔ بعض روایات میں ان کا قاتل بھی حرملہ بن کاہل لعین (قاتل طفل شیر خوار) ظاہر کیا گیا ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ جناب قاسمؑ سے ایک سال بڑے تھے۔

۴۔ احمد بن حسن بن علی:

بعض مورخین نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ شجاعت و مردانگی میں یکتائے روزگار تھے۔ سولہ برس کی عمر تھی۔ رجز پڑھتے ہوئے مانند شیر زخم خوردہ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ اسّی (۸۰) اشقیا کو قتل کیا۔ اثناء جنگ میں تشنگی کا غلبہ ہوا چچا کے پاس واپس آ کر عرض کیا "واعماہ هل شربة من الماء ابره بها كبدى واتقوى بها على اعداء الله و رسولهٗ "ہائے چچا ایک گھونٹ پانی کا مل سکتا ہے، جس سے میں اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں، اور دشمنان خدا اور رسولؐ کے خلاف قوت حاصل کروں؟ امام حسینؑ کے پاس پانی کہاں وہی جواب دیا جو لیلیٰ کے نوجوان فرزند علی اکبرؑ کو دیا تھا۔ فرمایا: "یاابن اخ اصبر قليلا حتى تلقى جدك رسول الله صلى الله عليه وآله تيقبك شربة من الماء لانظماء بعدها ابداً " بھتیجے تھوڑی دیر اور صبر کرو، یہاں تک کہ تم اپنے دادا رسولؐ اللہ سے ملاقات کرو، اور وہ تم کو ایسا پانی پلائیں کہ اس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہو۔ شاہزادہ پھر دوسرا رجز پڑھتا ہوا میدان کی طرف پلٹا، متواتر حملے کر کے پچاس اشقیا اور قتل کیے، پھر تیسرا رجز پڑھا اور حملہ کیا اب کی بار سات دشمنوں کو مار گرایا۔ آخر میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۵۔ عمر بن حسنؑ:

جناب شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ یہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے بلکہ اہلِ بیتؑ کے

ساتھ اسیر ہوئے۔

۶۔ عبداللہ (اصغر) بن حسن بن علیؑ:

مورخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسنؑ کے دو فرزند عبداللہ نامی معرکہ کربلا میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے ایک تلوار لے کر رجز پڑھتے ہوئے لڑے اور شہید ہوئے۔ جن کا ذکر اوپر کیا گیا اور ایک عبداللہ (اصغر) جو اُن سے چھوٹے تھے۔ جن کا سِن مبارک کم سے کم گیارہ برس کا ہوگا۔

ان کی مادر گرامی بنت شلیل بن عبداللہ بجلی تھیں، جناب شیخ مفید فرماتے ہیں۔ جب مالک بن نسر کندی نے امام مظلوم کے سر اقدس پر تلوار ماری تو امام حسینؑ نے کلاہ سر سے اُتار کر کپڑے سے اپنا سر باندھا اور دوسری کلاہ پہنی اور اس پر عمامہ باندھا۔ شمر اور اس کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر اپنی جگہ پلٹ گئے۔ تھوڑی دیر حضرت یونہی رہے پھر سب اشقیاء پلٹ آئے اور امامؑ کو گھیر لیا۔ اسی وقت عبداللہ بن حسنؑ جو خیمہ میں تھے عورتوں کے پاس سے نکل آئے۔ یہ بہت کم سِن تھے۔ بلوغ کے سِن تک نہیں پہنچے تھے۔ دوڑ کر اپنے چچا کے پہلو میں آ کر کھڑے ہوئے جناب زینبؑ روکنے کے لیے بڑھیں تھیں۔ مگر شہزادہ نہیں رکا۔ امام حسینؑ نے بھی فرمایا تھا بہن اسے روک لو مگر بچے نے بہت ضد کی۔ اور کہا نہیں نہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا کو نہیں چھوڑوں گا۔ اسی عالم میں بحر بن کعب امام حسینؑ کی طرف تلوار لے کر بڑھا شاہزادے نے یہ دیکھ کر اس سے کہا۔ وائے ہو تجھ پر او خبیثہ کے بچے تو میرے چچا کو قتل کر ڈالے گا۔ بحر نے تلوار چلا دی۔ بچے نے وار کو اپنے ہاتھوں پر روکا۔ ہاتھ کٹ کر جلد میں لٹکنے لگے شاہزادہ اتنا کم سِن تھا کہ اپنی ماں کو پکارا امام حسینؑ نے لے کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا بھتیجے جو مصیبت تم پر پڑی ہے اس پر صبر کرو اور اس میں خیر ہی کی امید رکھو، خدا تم کو تمہارے آباء

صالحین سے ملحق کرے گا۔ وقت آخر امام علیہ السلام پر اپنے بھائی کی یادگار کی اس مصیبت کا اتنا اثر ہوا کہ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اشقیا کے لیے بددعا بھی کی۔

سیّد تحریر فرماتے ہیں کہ حرملہ نے شہزادے کو تیر مار کے شہید کیا، جبکہ وہ اپنے چچا کی گود میں تھا۔

بحر جس نے بچے کے ہاتھوں پر تلوار ماری تھی، اس کو یوں سزا ملی کہ گرمیوں میں اس کے ہاتھوں سے رطوبت بہتی اور جاڑوں میں خشک ہو جاتے تھے۔ صاحب ابصار العین فرماتے ہیں کہ بعض کتابوں میں اس کا نام بجائے بحر کے البحر لکھا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے۔

زیارت ناحیہ میں امام حسین علیہ السلام کے صرف دو فرزندوں کا ذکر ہے ایک قاسمؑ اور دوسرے عبداللہ۔

صاحب مناقب تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کے چار فرزند شہید ہوئے۔ ابوبکر بن حسنؑ، قاسمؑ بن حسنؑ، عبداللہؑ بن حسنؑ چوتھے کے متعلق فرماتے ہیں۔ بعض نے ان کا نام عُمر وظاہر کیا ہے۔ اور بعض نے عمر۔ صاحب بحار نے بھی مناقب کے اس قول کو نقل کیا ہے۔ صاحب نفس المهموم نے جناب قاسمؑ، جناب عبداللہ، جو رجز پڑھتے ہوئے تلوار لے کر نکلے اور شہید ہوئے۔ اور جناب عبداللہ بن حسن علیہ السلام جن کی شہادت وقت آخر آغوش امام علیہ السلام میں ہوئی۔ تین صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جناب شیخ عباس قمی منتہی الامال میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمر و قاسم و عبداللہ کے علاوہ امام حسن علیہ السلام کے تین دوسرے فرزندوں کا شمار بھی شہدا میں کیا ہے۔ ابوبکر بن حسن عبداللہ اصغر بن حسن، احمد بن حسن علیہ السلام۔

صاحب ابصار العین نے جناب قاسمؑ، جناب ابوبکر، جناب عبداللہ الاصغر بن حسن علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے ''ہو سکتا ہے کہ عبداللہ (اکبر) کی کنیت ابوبکر ہو''۔

صاحب بحار نے تفصیلی شہادتوں کے ذکر میں امام حسن علیہ السلام کے چار صاحبزادوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ قاسم بن حسن، عبداللہ (اکبر) بن حسن علیہ السلام جو تلوار لے کر لڑے، ابوبکر بن حسن علیہ السلام، عبداللہ بن حسن علیہ السلام جن کی شہادت آغوش جناب امام حسین علیہ السلام میں ہوئی۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں ساتویں فرزند زخمی ہو کر بچ گئے تھے:-

حسن مثنّیٰ:

امام حسن علیہ السلام کے ایک صاحبزادے جناب حسن مثنیٰ نے کربلا میں جہاد کیا تھا۔ بہت زخمی ہوئے اور زخمیوں کے بیچ میں گر پڑے۔ جب شہدا کے سر کاٹے گئے تو ان میں رمقے جان باقی تھی۔ ابوحسان فزاری نے ان کی سفارش کی اور کہا کہ انہیں یوں ہی چھوڑ دو کہ یہ خود سے مرجائیں، اس سفارش کی وجہ یہ تھی کہ جناب حسن مثنیٰ کی ماں خولہ قبیلہ فزارہ ہی سے تھیں۔ کوفہ میں ابوحسان نے ان کا علاج کرایا۔ انہوں نے صحت پائی اور مدینہ واپس ہوئے۔ انہی کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام کا عقد ہوا۔
(شہدائے آلِ ابوطالبؑ)

مولوی فیروز حسین قریشی ہاشمی لکھتے ہیں:-

علاّمہ محمد تقی نے ناسخ التواریخ جلد ششم مطبع طہران صفحہ ۲۸۳ پر لکھا ہے کہ:-

''اب امام حسنؑ کے فرزندوں کی باری آئی واضح ہو کہ تاریخ اور سلسلہ نسب کا علم رکھنے والوں نے امام حسنؑ کی اولاد کی تعداد کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نے اپنی اپنی کتابوں میں بعض کا ذکر کیا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا ہے اور بندہ نے معتبر کتابوں میں جس قدر چھان بین کی ہے اور حضرت امام حسنؑ کے فرزندوں کے نام معلوم کئے ہیں وہ بیس ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ پہلا زید دوسرا حسن مثنیٰ تیسرا حسین

اثرم چوتھا علی اکبر پانچواں علی اصغر چھٹا جعفر ساتواں عبداللہ آٹھواں عبداللہ اصغر نواں قاسم دسواں عبدالرحمٰن گیارھواں احمد بارھواں اسمٰعیل تیرھواں یعقوب،

ابنِ جوزی کہتے ہیں:-

اسمٰعیل اور یعقوب جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی کے بطن سے تھے اس رائے میں ابنِ جوزی تنہا ہیں کیونکہ یقیناً جعدہ کا کوئی فرزند نہ تھا چودھواں عقیل پندرھواں محمد اکبر سولھواں محمد اصغر ستارھواں حمزہ اٹھارھواں ابوبکر انیسواں عمر بیسواں طلحہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے پانچ جوان کربلا میں شہید ہوئے پہلے قاسم بن حسنؑ دوسرے عبداللہ اکبر بن حسنؑ تیسرے عبداللہ اصغر بن حسنؑ چوتھے ابوبکر بن حسنؑ اور پانچویں احمد بن حسنؑ ہیں"۔

ملا حسینؒ نے روضۃ الشہداء صفحہ ۳۰۰ پر علاّمہ ابواسحٰق نے نورالعین فی مشہد الحسین صفحہ ۴۱ پر اور علاّمہ ابنِ شہر آشوب نے مناقب صفحہ ۵۸۳ پر لکھا ہے کہ:-

فرزندانِ امام حسنؑ میں سے جو سب سے پہلے میدان کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے وہ قاسم بن حسن علیہ السلام تھے۔ (جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ۔ صفحہ ۲۰۸)

فرزندان امام حسنؑ کربلا میں:

سیّد ریاض علی بناری مصنّف "شہیدِ اعظم" کی رائے:

اعثم کوفی کہتا ہے "عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ ہتھیار سجا کر میدان میں آئے نہایت ہی صاحب جمال حسین اور ملاحت حُسن میں بے نظیر تھے۔ اپنا نام بتا کر اور رجز پڑھ کر حملہ کیا اور کچھ دیر خوب لڑتے رہے آخر کار اُس ناخدا ترس اور ظالم گروہ نے ایسے جوان کو بھی درجہ شہادت کو پہنچا دیا اُن پر اللہ کی رحمت ہو۔ امام حسینؑ کو اُن کی شہادت سے سخت رنج ہوا اور بہت روئے اور افسوس کرتے تھے اور آواز دے کر کہا اے عزیزو اور اے

میرے اہلِ بیت اس حادثے پر جو مجھے پیش آیا ہے اور مصیبت و بلا پر جو لاحق حال ہے صبر کرو اور خوش ہو کر اس تکلیف کے بعد راحت ہی راحت ہے اور اس ذلت کے بعد عزت ہی عزت میسر ہوگی۔ اور مورخین سے اگر یہ شکایت ہے کہ وہ واقعہ کو ایک سطر کا طول بھی نہیں دیتے بلکہ نتیجہ کا کوئی ٹکڑہ پیش کرتے ہیں تو روضۃ الشہداء کی وسعت بیان سے یہ گلہ ہے کہ وہ زیادہ تر کتاب اور راوی کا پتہ نہیں دیتا جس سے خیال ہوسکتا ہے کہ اُسے بجائے اس کے ہر پہلو سے واقعات کی درستی پر غور کرے روضہ خواں کی سی چاشنی زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ عبداللہ بن حسن کی جنگ بھی اُس کے پاس ایک نئی سی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عمر سعد تک پہنچتے پہنچتے عبداللہ نے بائیس دشمنوں کو مار لیا اور ذرا دم لے کر مقابل طلب کیا۔ ابنِ سعد دور ہو گیا اور بختری بن عمر شامی نے اُسے جگہ چھوڑنے کا طعنہ دیا۔ ابنِ سعد نے اُسے بھڑکا کر بھیجا اور وہ اپنے پانچ سو ماتحت سواروں سے بڑھا۔ حضرت نے یہ دیکھ کر محمد بن انس۔ اسد بن ابی دجانہ۔ فیروز دان غلام امیر المومنین کو مدد کے لیے بھیجا۔ اُن لوگوں نے فیروز وان اور اُس کے رفقا کو ہزیمت دی۔ شیث بن ربعی نے بختری کو ملامت کر کے واپس کیا اور اپنے پانچ سو سواروں سے حملہ کیا۔ اثنائے جنگ میں فیروز وان کا گھوڑا مارا گیا۔ اسد نے چاہا کہ فیروز وان کو سوار کرے ممکن نہ ہوا۔ اس دار و گیر میں ان لوگوں نے بختری کو مار لیا۔ اسد نرغہ میں مر کر شہید ہوئے۔ فیروز وان کے بازو بیکار ہو چکے۔ عبداللہ بن حسنؑ نے یہ دیکھ کر فیروز وان کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا۔ لیکن گھوڑا خود اس درجہ زخمی و کمزور تھا کہ وہ دو آدمیوں کو نہ اُٹھا سکتا تھا۔ عبداللہ پیادہ ہو گئے اور فیروز وان کو سوار لے چلے۔ عون بن علیؑ نے یہ دیکھ کر گھوڑا پہنچایا۔ اس وقت فیروز وان تمام ہو کر گھوڑے سے گر گیا۔ عبداللہ اور عون اپنے مرد وفادار پر رو دیئے۔ پھر جنگ شروع کی۔ ابن سعد کے افواہ جنگ

پر یوسف بن احجار نے کہا عمر ابن سعد مُلکِ رَے کا منشور تو نے لیا ہے تو خود کیوں نہیں جاتا۔ ابنِ سعد نے کہا کہ ابنِ زیاد نے مجھے جنگ کرنے کو نہیں کہا ہے بلکہ لشکر کو میرے ماتحت کیا ہے تجھے حکم ماننا چاہیئے۔ جا اور اس لڑکے سے جنگ کرو ورنہ ابنِ زیاد سے تیری شکایت کروں گا۔ یوسف اُٹھا اور گیا لیکن حسنؑ کے فرزند نے نیزہ سے اسے تمام کر دیا۔ طارق بن یوسف آیا اور مارا گیا۔ اس کا چچا مدرک بن سہیل آیا اور مارا گیا اور عبداللہ اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ میمنہ پر حملہ کر کے بارہ آدمیوں کو قتل کیا۔ اب پیاس کی شکایت کرتے ہوئے چچا کے پاس آئے یہاں شہادت کی بشارت ملی گئے جنگ کی۔ آخر دست و بازو نے کام کرنے سے انکار کیا چاہا ایک طرف نکل جائیں انبوہ سے ممکن نہ ہوا۔ حضرت عباسؑ نے دیکھا جنگ کرتے ہوئے گئے اور خیمہ کی طرف لا رہے تھے کہ نبہان بن زُہیر نے پشت پر تلوار ماری جس سے گر گئے۔ عباسؑ نے دیکھا اور گھوڑا دوڑا کر ایک ضرب میں نبہان کا کام تمام کر دیا۔ حمزہ ابن نبہان نے عباس کو نیزہ مارنا چاہا لیکن عونؑ بن علیؑ نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ عبداللہ بن حسن خیمہ تک نہ آئے لیکن لاش آئی۔

اس جگہ یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ صاحب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب اور ناسخ التواریخ اور صاحب ''جنّات الخلود'' کی ایک روایت کے موافق حسن مثنیٰ (فرزند حضرت امام حسنؑ) نے میدان کربلا میں جنگ کی اور سخت زخمی پڑے تھے کہ اسماء بن خارجہ بن عینیہ بن خضر بن حذیفہ بن بدر الفزاری اس وقت ان کے قریب پہنچا جبکہ لشکر عمر سعد شہداء کے سر علیحدہ کر رہا تھا اسماء نے انھیں مانگ لیا۔ علاج ہوا اور یہ اچھے ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ بنتِ الحسینؑ ان کے عقد میں تھیں۔

لیکن عموماً مورخین نے حسنؑ بن الحسنؑ (حسن مثنیٰ) کی جنگ کا تذکرہ نہیں کیا ہے اگر کیا بھی تو قاسمؑ الحسنؑ کا اور کسی نے عبداللہ بن حسنؑ کا بھی۔ ممکن تھا کہ یہ سمجھا جاتا کہ مورخین نے عبداللہ بن حسنؑ کو حسن مثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن نسابین نے اولاد حضرت امام حسنؑ میں صاف صاف عبداللہ اور حسن لکھا ہے۔ یعنی یہ علیحدہ علیحدہ دو فرزند تھے۔ ایک اور مشکل یہ ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام سخت زخمی ہو چکے تھے ایک بچہ جس کا نام عبداللہ بن حسن تھا حضرت کی طرف دوڑا جس وقت کوئی بے رحم نامرد حضرت کے فرقِ مطہر پر وار کیا چاہتا تھا کہ اس بچہ نے اپنی چھوٹی چھوٹی کلائیاں آگے کر دیں اور وہ ضرب شمشیر سے کٹ گئیں۔

ابو مخنف ایک اور ہی بات کہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت کے پاس میں چار اقربا کے علاوہ کوئی نہ رہا اور حضرت فرما رہے تھے کہ کون ہماری مدد کرتا ہے کون حرم رسولؐ سے دشمنوں کے شر کو دفع کرتا ہے۔ اس وقت "فخرج الیه من الخیمة غلامان کانهّا قمر ان احدهما اسمه احمد والاخر اسمه القاسم بن الحسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ وهما یقولان لبیّک لبیّک یا سیّدناها نحن بین یدیک منها بامرك صلوات اللّٰه علیک فقال لها احلا فحامیا عن حرم جدکما ما ابقی الدّهر غیر کما بارك اللّٰه فیکما۔ فبرز القاسم وله من العمر اربعة عشرة سنة وحمل علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل سبعین ملعونا فارسا و کن ......فضربه هلی ام راسه ففحرهامته فانصرع یخور فی دمه فانکب علی وجه .....و ینادی یا عمّاهُ ادرکنی فوثب الیه الحسینؑ

ففرقهم عنه ووقف عليه وهو يضرب الارض برجليه حتى قضى نحبه ونزل اليه و حمله علىٰ ظهر جواده...... ثم نظر الى القاسمؑ و بكىٰ عليه وقال يعزو اللّٰه على عمّك ان تدعوه فلا يجيبك.... وبرزهن بعده اخوه احمد وله من العمر ستة عشر سنة اس سے ظاہر ہے کہ احمد بن حسن بھی میدان میں تشریف لے گئے اور اس قابل تھے کہ اسّی دشمنوں کو قتل کر سکتے تاریخ خمیس میں حضرت امام حسنؑ کے فرزندوں میں احمد بن حسنؑ کا نام ہے اور ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ اگر یہ صحیح ہیں تو حضرت امام حسن علیہ السلام کے چار فرزندوں نے میدان جنگ میں کارنمایاں کیے اور ایک بچہ بغیر جنگ شہید ہوا۔ لیکن پھر عموماً مورخین نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی اس قدر اولاد کی شہادت کا ذکر نہیں کیا ہے جہاں اُنہوں نے تذکرۂ اولاد میں مقتولین کا نام لیا ہے۔ اگر قیاس کی کوئی گنجائش ہو تو میں تصفیہ کروں گا کہ احمد بن حسن کو عبداللہ بن حسن سمجھا گیا ہے۔ اور عبداللہ بن حسن اُسی بچہ کا نام ہے جو اپنے چچا کو زخموں سے چور زمین پر دیکھ کر باوجودیکہ صدیقہ وقت حضرت زینبؑ روک رہی تھیں لا واللّٰه لا افارق عمّی کہتا ہوا دوڑا تھا۔ لیکن یہ بھی کہہ دوں کہ حضرت امام حسنؑ کا کوئی فرزند میدان کربلا میں گیارہ برس کی عمر سے کم کا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ حضرت سبطِ اکبرؑ نے ۴۹ھ میں شہادت پائی اور آج ۶۱ھ میں دس برس گذر رہے تھے۔

احمد بن حسنؑ کو عبداللہ بن حسنؑ سمجھے جانے کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ جس وضع کی جنگ عبداللہ بن حسنؑ کی لکھی گئی ہے اُسے احمدؑ بن حسنؑ سے زیادہ نسبت ہے اس لیے کہ چونکہ وہ سن میں حضرت قاسمؑ سے دو برس بڑے تھے لازماً اُن میں جسمانی تشو کی حیثیت سے بھی بہ نسبت قاسمؑ کے میدانِ جنگ کی زیادہ صلاحیت تھی نیز روضۃ

الشہداء کا عبداللہ بن حسن کے متعلق یہ بیان کہ حضرت کے پاس پیاس کی شکایت کرتے ہوئے آئے۔ ابو مخنف میں یہی احمدؑ بن حسنؑ کے متعلق ہے کہ اسّی دشمنوں کو مار کر پیاس کے مارے اُن کی آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ اور آواز دے رہے تھے کہ اے چچا کیا پانی کا کوئی گھونٹ ہے، جس سے اپنے جگر کو ٹھنڈا کروں اور مجھ میں اتنی قوت آئے کہ خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کرسکوں یہ سن کر امامؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے ذرا صبر کر کہ تو اپنے جد رسولؐ اللہ کے پاس پہنچ جائے۔ وہ تجھے ایسا پانی پلائیں گے کہ تو اُس کے بعد پیاسا نہ ہوگا۔ یہ سُن کر فرزند حسنؑ میدان میں گیا اور رجز پڑھ کر حملہ کیا یہاں تک کہ ساٹھ دشمنوں کو اور کم کر دیا۔ اس کے بعد شہید ہوئے۔

حضرت قاسمؑ کی آمد اور جنگ کے متعلق میں ابو مخنف کی مذکورہ عبارت پر کوئی اضافہ نہیں کیا چاہتا بجز اس کے کہ صاحب بحار کے موافق حضرت قاسمؑ کا جنگی لباس یہ تھا کہ کرتا، پائجامہ اور نعلین پہن کر میدان میں گئے تھے۔ اور انھیں کو اس جواب کا یہ فخر حاصل تھا جس وقت حضرت نے ان سے دریافت کیا کہ اے فرزند موت تجھ سے کیسی معلوم ہوتی ہے تو فرمایا کہ ''شہد سے زیادہ شیریں'' اُن تمام تاریخوں میں جو اس وقت میرے سامنے ہیں ازرق شامی اور اُس کے بیٹوں کی جنگ کو میں بجز روضۃ الشہدا کے اور کسی میں نہیں پاتا اور اس لیے اُس کی تفصیل سے باز رہتا ہوں۔ ابنِ خلدون کے موافق حضرت قاسمؑ کی لاش اپنی پیٹھ پر لائے۔ (''شہیدِ اعظم''...... صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۸)

باب ۔۔۔۔۔۳

حضرت امام حسن علیہ السلام

کی صاحبزادی

حضرت قاسم علیہ السلام کی خواہر:

حضرت فاطمہ بنتِ امام حسنؑ

فاطمہ بنتِ الحسنؑ جلیل قدر سیّدہ ہیں۔ آپ کی ایک فضیلت بے مثال ولاجواب ہے۔

فاطمہ بنتِ حسنؑ پہلے امام حضرت علیؑ کی پوتی ہیں، دوسرے امام حسنؑ مجتبیٰ کی بیٹی ہیں، تیسرے امام حسینؑ کی بھتیجی اور بہو ہیں۔ چوتھے امام سیّد سجادؑ کی زوجہ ہیں، اور پانچویں امام محمد باقرؑ کی ماں ہیں اور چھٹے امام سے بارھویں امام تک سات آئمہ طاہرین کی دادی ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ نانا اور دادا کی طرف سے ہاشمی، علوی اور فاطمی ہیں۔ فضیلت کا یہ اجتماع منفرد ہے۔

حضرت فاطمہ بنتِ امام حسنؑ کی کُنیتیں متعدد ہیں جو مورخین نے لکھی ہیں آپ کے چار فرزند تھے۔ محمد، حسن، حسین اور عبداللہ انھیں کی وجہ سے یہ کنیت مشہور ہیں۔ اُمِ محمد، اُمّ الحسن، اُمّ الحسین، اُمّ الخیر، اُمّ عبداللہ۔ مورخین نے کُنیتوں کو الگ سمجھ کر امام حسنؑ کی بہت سی بیٹیاں لکھ دی ہیں حالانکہ یہ تمام کُنیتیں صرف ایک سیّدہ فاطمہ بنتِ حسن

کی ہیں۔

آپ کو سیدۂ نساء بنی ہاشم بھی کہتے ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آپ کو''صدیقہ'' کے نام سے مخاطب فرماتے تھے۔ (کافی، اعیان الشیعہ، مناقب)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

فاطمہ بنتِ حسنؑ ''صدیقہ'' تھیں اور آلِ امام حسنؑ میں وہ بے مثل خاتون تھیں''۔
(کافی، اعیان الشیعہ)

محدّث محمد ہاشم مشہدی ''منتخب التواریخ'' میں لکھتے ہیں:-

اُمّ عبداللہ فاطمہ بنتِ حسنؑ زوجہ زین العابدین علیہ السلام والدۂ ماجدہ امام محمد باقر علیہ السلام، حسنؑ اور حسینؑ اور عبداللہ باہر، یہ مخدومہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں جلالتِ قدر کے لحاظ سے ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔

مناقب ابنِ شہر آشوب میں تحریر ہے:-

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہاشمیوں میں ہاشمی علویوں میں علوی اور فاطمیوں میں فاطمی تھے اپنی مادرِ گرامی کی وجہ سے، اس لیے کہ آپ وہ پہلی ہستی ہیں جن میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام دونوں کا خون شامل تھا، آپ کی والدہ ماجدہ اُم عبداللہ فاطمہ بنتِ حسن علیہ السلام ہیں اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے اوصاف آپ میں مجتمع تھے آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صادق سب سے زیادہ خوب رو اور سب سے زیادہ سخی تھے''

''دعوات الراوندی'' میں تحریر ہے کہ:-

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ دیوار کے قریب تشریف فرما تھیں کہ اچانک دیوار گرنے لگی اور ہم نے دیوار ٹوٹنے کی آواز سُنی، والدہ ماجدہ نے دیوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:-

نہیں، نہیں! حق جناب مصطفےٰؐ کی قسم خدا نے تجھے گرنے کی اجازت تو نہیں دی''

''سید فاطمہ بنت حسن علیہ السلام کے یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ دیوار معلّق رہ گئی یہاں تک کہ میری والدہ ماجدہ وہاں سے ہٹ گئیں''۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے راہِ خدا میں ایک سو دینار اُن کی سلامتی کے صدقے میں دیئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی دادی فاطمہ بنتِ حسنؑ کے بارے میں ایک دن یوں ارشاد فرمایا کہ آپ ''صدیقہ'' تھیں اور اولا دحضرت امام حسن علیہ السلام میں کوئی اُن کا مثل ونظیر نہ تھا۔ (بحارالانوار)

حضرت فاطمہ بنتِ حسنؑ مع اپنے شوہر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اور اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کے میدانِ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ آئی تھیں۔ اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام پانچ برس کے تھے۔

چونکہ امام محمد باقر علیہ السلام دو معصوموں کی یادگار اور حسنی وحسینی امامت کے وارث تھے اس اعتبار سے آپ کو ''ابن الخیرتین'' کہا جاتا تھا۔ اور آپ کی والدہ فاطمہ بنتِ حسنؑ کو ''اُمّ الخیر'' کی کنیت سے یاد کیا جاتا تھا۔ مورخین نے اس نام سے امام حسنؑ کی ایک اور بیٹی تصور کرلی جو غلط ہے، آپ کے ایک فرزند عبداللہ باہر تھے اس لیے آپ کو ''اُمّ عبداللہ'' بھی کہتے تھے، آپ کے ایک فرزند کا نام ''حسن'' تھا اس لیے آپ کو ''اُم الحسن'' بھی کہتے تھے۔ مورخین نے اُمّ الحسن نام کی ایک بیٹی امام حسن کی الگ سے تصور کرلی ہے جو غلط ہے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام ''حسین'' تھا اس لیے آپ کو ''اُمّ الحسین'' بھی کہتے ہیں۔ مورخین نے امام حسن کی ایک الگ بیٹی ''اُم الحسین'' تصور کرلی ہے جو غلط ہے۔ یہ تمام نام ایک ہی بی بی سیدہ فاطمہ بنتِ حسن کے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام کی صرف ایک بیٹی تھیں جن کا نام "فاطمہؑ" تھا۔

علّامہ ابنِ شہر آشوب نے "مناقب" میں لکھا ہے:۔

امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں تیرہ لڑکے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

امام حسنؑ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں:

۱۔ عبیدلی جو عربوں کے بہت زیادہ نسب نامے جانتا تھا جس کا لقب "نسّابہ" تھا اس نے "عمدۃ الطالبین" میں امام حسنؑ کی پانچ دختران لکھی ہیں۔

۲۔ "صحاح الاخبار" میں دو دختران لکھی ہیں۔

۳۔ کتاب "فصول المہمہ" میں صرف ایک دختر لکھی ہے۔

۴۔ "تاریخ ابوالفدا" میں آٹھ دختران لکھی ہیں۔ "تاریخ خمیس" میں بھی آٹھ دختران لکھی ہیں۔ لیکن ابنِ قتیبہ نے "تاریخ الانساب" میں صرف ایک بیٹی اُمّ عبداللہ لکھی ہے:۔

۵۔ علّامہ سبط ابن جوزی نے "تذکرۃ الخواص" میں "واقدی" اور محمد بن ہشام کے حوالے سے لکھا ہے امام حسنؑ کی آٹھ بیٹیاں تھیں لیکن نام صرف تین کے لکھے ہیں:۔

۱۔ فاطمہ، ۲۔ سکینہ، ۳۔ اُمّ حسن

۶۔ شیخ مفید نے "ارشاد" میں چار بیٹیاں لکھی ہیں:۔

۱۔ اُمّ عبداللہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ اُمّ سلمہ ۴۔ رقیہ

۷۔ "کشف الغمہ" میں ہے کہ صرف ایک دختر تھیں۔

۸۔ "ابنِ خشاب" نے لکھا ہے کہ صرف ایک بیٹی تھیں۔

۹۔ حنابذی کا قول ہے کہ آپ کے پانچ دختران تھیں۔

۱۰۔ محمد بن سعد نے "طبقات" میں پانچ دختران لکھی ہیں۔

۱۔ فاطمہ ۲۔ اُمّ الحسن ۳۔ اُمّ الخیر ۴۔ اُمّ سلمہ ۵۔ اُمّ عبداللہ

۱۱۔ ابی بصر بخاری ''سر السلسلۃ العلویہ'' میں چھ دختران لکھتے ہیں:۔

۱۲۔ اخبار الخلفا مقریزی میں پانچ دختران لکھی ہیں۔

۱۳۔ مولانا ظفر حسن امروہوی نے ''سیرت الحسن'' از علی مازندرانی'' کے حوالے سے صرف ایک دختر ''فاطمہ بنتِ حسنؑ'' کا نام لکھا ہے۔

۱۴۔ علاّمہ محمد باقر نجفی نے ''دمعۃ السّاکبہ'' میں تین دختران لکھی ہیں۔

۱۔ اُم الحسن رقیہ بنت حسنؑ ۲۔ اُم الحسین فاطمہ کبرا بنت حسنؑ ۳۔ اُم سلمہؑ فاطمہ صغرؑا بنتِ حسنؑ۔

۱۵۔ علاّمہ محمد ہاشم مشہدی ''منتخب التواریخ'' میں چھ دختران لکھتے ہیں:۔

۱۔ اُم الحسن ۲۔ اُم الحسین ۳۔ فاطمہ ۴۔ اُم عبداللہ ۵۔ اُم سلمہؑ ۶۔ رقیہ

۱۶۔ سیّد عبدالمجید حائری ذخیرۃ الدارین میں تحریر کرتے ہیں کہ اُم الحسن اور اُم الحسین دختران امام حسن مجتبیٰ کی والدہ اُم بشر بن مسعود انصاری تھیں۔ یہ دونوں مخدومہ عاتکہ بنتِ مسلمؑ بن عقیل جس کی عمر سات سال تھی کے ساتھ کربلا میں تھیں۔ خیام کی تاراجی کے وقت تینوں شہید ہوئیں۔ امام حسن علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپ کے دو فرزندوں جناب زید اور جناب حسن مثنیٰ اور ایک بیٹی اُم عبداللہ سے چلا۔

۱۷۔ مولانا علی نقی جونپوری نے سات دختران کا نام لکھا ہے۔

۱۔ اُم الحسن ۲۔ اُم الحسین ۳۔ فاطمہ کبرا ۴۔ فاطمہ صغرا ۵۔ اُم عبداللہ ۶۔ اُم سلمہ ۷۔ رقیہ

۱۸۔ علامہ محمد مہدی مازندرانی نے ''معالی السبطین'' میں سات دختران کے نام

لکھے ہیں۔

۱۔ اُم الحسن ۲۔اُم الحسین ۳۔اُم عبداللہ ۴۔فاطمہ کبرا ۵۔فاطمہ صغراؑ

۶۔ اُم سلمہ ۷۔رقیہ۔

۱۹۔علامہ صدرالدین قزوینی ''ریاض القدس'' میں پانچ دختران کے نام لکھتے ہیں۔

۱۔اُم الحسین ۲۔رملہ ۳۔اُم الحسن ۴۔فاطمہ ۵۔اُم سلمہٰ

دوسری جگہ لکھتے ہیں چھ دختران تھیں۔

اُم الحسن (فاطمہ) جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ تھیں

۲۔اُم الحسین ۳۔اُم عبداللہ ۴۔فاطمہ ۵۔اُم سلمہٰ ۶۔رقیہ

۲۰۔ شیخ عباس قمی ''احسن المقال'' میں لکھتے ہیں:-

واقدی اور قلبی نے آٹھ دختران شمار کی ہیں۔ابن جوزی نے چار دختران بیان کی ہیں،ابن شہر آشوب نے چھ دختران کہیں ہیں۔شیخ مفید نے سات دختران تحریر کی ہیں:-

۱۔اُم الحسن ۲۔اُم الحسین ۳۔فاطمہ ۴۔اُم عبداللہ ۵۔فاطمہ ۶۔اُم سلمہٰ

۷۔رقیہ ۸۔سکینہؑ ۹۔اُم الخیر ۱۰۔اُم عبدالرحمٰن ۱۱۔رملہ

۱۔فاطمہ جو زید کی سگی بہن ہیں دوسری اُم عبداللہ ہیں جو زوجہ امام زین العابدین ہیں۔تیسری بیٹی اُم سلمہ ہیں۔چوتھی رقیہ ہیں امام حسن کی دختران میں سے ان چار کے علاوہ کسی کی شادی نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی۔

۲۱۔ میرزا محمد تقی سپہر کاشانی نے ''ناسخ التواریخ'' میں امام حسنؑ کی گیارہ دختران کے نام لکھتے ہیں۔

۱۔اُم الحسن ۲۔اُم الحسین ۳۔فاطمہ کبرا ۴۔فاطمہ صغرا ۵۔سکینہؑ ۶۔اُم الخیر

۷۔اُم سلمہٰ ۸۔اُم عبدالرحمٰن ۹۔امام عبداللہ ۱۰۔رقیہ ۱۱۔رملہ

تمام مورخین کے بیانات کی روشنی میں دختران امام حسنؑ کے ناموں کے فہرست گیارہ ہوتی ہے۔

اب ہم تجزیہ پیش کرتے ہیں:-

ا۔اُم الحسن ۲۔اُم الحسین ۳۔اُم عبداللہ ۵۔فاطمہ ۶۔اُم الخیر یہ چھ نام ایک ہی ''بیٹی'' فاطمہ بنتِ حسنؑ کے ہیں جو مورخین نے غلط فہمی کی بنا پر اپنی اپنی پسند سے نام اختیار کئے ہیں۔

بعض مورخین نے ''فاطمہؑ'' نام کی دو بیٹیاں لکھی ہیں۔

ا۔ فاطمہ کبرؑا ۲۔فاطمہ صغرؑا

مورخین نے یہ دونوں نام امام حسینؑ کی دختران کو دیکھ کر لکھے ہیں۔عجیب بات ہے کہ اُمِّ اسحاق زوجہ امام حسنؑ سے فاطمہ بنتِ حسنؑ کو دکھایا ہے پھر کسی اور موقع پر فاطمہ بنتِ حسینؑ کو بھی اُمّ اسحاق سے دکھایا ہے، اُنھوں نے یہ قیاس کیا کہ اُمّ اسحاق جب امام حسنؑ کی زوجہ تھیں اس وقت فاطمہ بنتِ حسنؑ کی ولادت ہوئی اور جب وفاتِ امام حسنؑ کے بعد وہ عقد امام حسینؑ میں آئیں تو پھر ایک بیٹی کی ولادت ہوئی اور اُس کا نام بھی فاطمہؑ رکھا گیا یہ ''فاطمہ بنتِ حسینؑ'' ہیں۔ہم نے ازواج امام حسنؑ میں یہ بحث کی ہے کہ نبیؐ اور امام کی ازواج بحکم قرآن دوسرا عقد نہیں کرسکتی ہیں اور معصوم بھی معصوم کی بیوہ سے عقد نہیں کرسکتا چہ جائیکہ غیر معصوم، امام معصوم کی بیوہ سے عقد کرے۔

اُمّ اسحاق نام کی دو الگ الگ خواتین ہیں۔

ا۔ اُم اسحاق انصاریہ

۲۔ اُم اسحاق بنتِ طلحہ ابن عبیداللہ

اُمِّ اسحاق انصاریہ امام حسنؑ کی زوجہ ہیں اور ام اسحاق بنتِ طلحہ ابن عبیداللہ امام

حسینؑ کی زوجہ ہیں۔

اس طرح ''فاطمہ'' نام کی صرف ایک دختر امام حسنؑ کی تھی اور وہ اُمّ اسحاق کی بیٹی نہیں ہیں۔

اب باقی پانچ دختران۔ ۱۔اُم سلمہ ۲۔رقیہ ۳۔رملہ ۴۔سکینہ ۵۔اُم عبدالرحمٰن باقی بچتی ہیں۔

۱۔اُم سلمہ اور ۲۔رقیہ امام حسن کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ پوتیاں ہیں۔

اُم سلمہ امام حسنؑ کے فرزند حسین اثرم کی دختر ہیں اور ''رقیہ'' زید ابن حسن کی دختر ہیں مورخین نے پوتیوں کو دختر تصور کر کے نام بار بار لکھنے شروع کر دیئے۔

''رملہ'' نام کی کسی بیٹی کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ امام حسنؑ کی ایک زوجہ ''اُمّ فروہ'' کا ایک نام مورخین نے ''رملہ'' لکھا ہے۔ مورخین نے آنکھ بند کر کے امام حسنؑ کی بیوی کا نام دختران کی فہرست میں درج کر دیا۔

امام حسنؑ کی ایک دختر ''سکینہؑ'' کا نام دو تین مورخین نے بعد میں لکھنا شروع کیا۔ یہ امام حسینؑ کی دختر ہیں۔ اور اس نام پر اصرار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اُم عبدالرحمٰن بھی امام حسنؑ کی زوجہ کا نام ہے جو عبدالرحمٰن بن حسن کی والدہ ہیں۔ مورخین نے بہت بعد میں غلط فہمی کی بنا پر اُمّ عبداللہ کی مماثلت میں ''اُم عبدالرحمٰن'' نام کی بیٹی تصور کر لیا جو گمراہ کن ہے۔

اس تجزیہ کے بعد یہ بات سو فیصد صحیح ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے صرف ایک دختر فاطمہ بنت حسنؑ تھیں جو اُم الحسن بھی ہیں، اُم الحسین بھی ہیں، اُم عبداللہ بھی ہیں اُم الخیر بھی ہیں۔

علامہ محمد باقر نجفی نے ''دمعتہ الساکبہ'' میں گیارہ دختران کی فہرست کو اس طرح

مختصر کیا ہے:-

۱۔ اُم الحسن کا نام رقیہ تھا۔ ۲۔ اُم الحسین کا نام فاطمہ کبرٰیؑ تھا۔

اور اُم سلمہ کا نام فاطمہ صغریٰؑ تھا۔

اس فہرست کو اور مختصر کیا جاسکتا ہے کہ رقیہ اور اُم سلمہ امام حسن کی دختران نہیں ہیں بلکہ پوتیاں ہیں اور صرف ایک بیٹی تھی ''فاطمہ'' جو امام زین العابدین کی زوجہ ہیں۔

سیّد مظہر حسن سہارنپوری لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کے صرف ایک دختر والدۂ امام محمد باقر تھیں جو ''اُم الحسن'' ہیں دیگر دختران کے نام جو لکھے گئے ہیں وہ صغر سنی میں وفات پاگئیں (شہید المسموم فی تاریخ امام حسنؑ صفحہ ۲۳۳)

باب الصغیر دمشق (شام) کے قبرستان میں ایک روضہ میمونہ بنتِ امام حسن علیہ السلام کا بنا ہوا ہے۔ مورخّین نے امام حسن علیہ السلام کی اِن صاحبزادی کا نام تک نہیں لکھا تذکرہ کیسا، میمونہ بنتِ امام حسنؑ کربلا میں موجود تھیں یا نہیں یہ تحقیق نہیں ہوسکی۔

حضرت فاطمہ بنتِ حسن کی والدہ کون تھیں؟:

اس مسئلے میں بھی مورخین اختلاف کا شکار ہیں اور اُن کی متعدد آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ فاطمہ کی والدہ اُمّ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب ہیں

(طبقات ابن سعد)

اُم عبداللہ یا اُمّ عبدالرحمٰن یہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی تھیں ان کی والدہ کا نام ''سافیہ'' تھا۔ (طبقات ابنِ سعد)

۲۔ اُم عبداللہ (والدہ امام محمد باقرؑ) کی والدہ ایک کنیز تھیں۔ جن کا نام ''صافیہ'' تھا۔

(تذکرۃ الخواص)

۳۔ فاطمہ بنتِ حسن کی والدہ اُم اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمی تھیں۔

(عمدۃ الطالب، منتہی الآمال)

۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں امام محمد باقر کی والدہ ''اُم الحسن'' بنتِ امام حسنؑ تھیں اور اُن کی والدہ اُم بشیر دختر ابومسعود بن عقبہ تھیں۔ (منتخب التواریخ)

۵۔ فاطمہ کی ماں اُم اسحاق بنتِ طلحہ بن عبداللہ تیمی تھیں۔

(شیخ مفید اور شیخ محمد عباس قمی)

اب ہم تجزیہ پیش کرتے ہیں:۔

اُم کلثوم بنتِ فضل ابن عباس بن عبدالمطلب ان سے امام حسنؑ نے عقد کیا اور چند روز کے بعد طلاق دے دی (اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۴۸)

بعض مورخین نے فاطمہ بنتِ حسنؑ اور فاطمہ بنتِ حسینؑ دونوں سیدانیوں کی ماں اُمّ اسحاق کو بتایا ہے۔ حالانکہ دونوں کی مائیں الگ ہیں۔ اُمّ اسحاق بھی دو خواتین کے الگ الگ نام ہیں۔

عماد زادۂ اصفہانی ''زنانِ پیغمبر اسلام'' میں لکھتے ہیں:۔

حضرت امام محمد باقرؑ کی والدہ فاطمہ بنتِ حسنؑ کی والدہ حفصہ (ہند) بنتِ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر تھیں''۔ تجزیہ کے مطابق منذر بن زبیر نے اس عورت کے عیب بیان کئے تھے، یہ عورت عبداللہ ابن زبیر اور منذر ابن زبیر کی سگی ماموں زاد بہن تھی۔ منذر ابن زبیر کے کہنے سے امام حسنؑ نے اس عورت کو طلاق دے دی تھی۔

عماد زادۂ اصفہانی کو نہ معلوم کہاں سے الہام ہوگیا کہ یہ فاطمہ بنتِ حسنؑ کی والدہ تھیں۔ جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔

ہماری تحقیق کے مطابق فاطمہ بنتِ حسنؑ حضرت اُمّ فروہ بنتِ امراء القیس کی صاحبزادی ہیں۔

بعض مورخین نے فاطمہ بنتِ حسن کی والدہ کو کنیز تسلیم کیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔

فاطمہ بنتِ حسنؑ حضرت اُمِّ فروہ بنتِ امراء القیس کی بیٹی ہیں اور حضرت قاسمؑ کی سگی بہن ہیں۔

حضرت قاسمؑ کی لاش پر بہن کا گریہ:

علاّمہ مرزا قاسم علی کربلائی ''نہر المصائب جلد سوم'' میں لکھتے ہیں:-

جب امام حسین علیہ السلام حضرت قاسمؑ کی لاش خیمہ گاہ کی طرف لائے اُس وقت کے حال میں یوں لکھا ہے فِی الْمَنَاقِبِ وَغَیْرِہٖ ثُمَّ بَکیٰ بُکَآءً شَدِیْداً حَتّٰی خَرَجْنَ النِّسَاءُ مِنْ مَضَارِبِھِنَّ فَرَاَیْتُ مِنْھُنَّ جَارِیَۃَ حَاسِرَۃَ الرَّاسِ نَاشِرَۃ۔ الشَّعْرِ تَبْکیٰ وَتَقُوْلُ

چنانچہ مناقب وغیرہ میں منقول ہے کہ بعد اس کے حضرت شہادت و مفارقت پر یتیمانِ برادر مسموم کی بشدّت روئے یہاں تک کہ اہلِ بیت اُن حضرت کے بیتاب ہو کر خیموں سے نکل آئے راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے اُن میں سے ایک صاحبزادی کو کہ روتی ہوئی باسرِ عریاں مو پریشان درخیمہ پر آئیں اور بحسرت و یاس یہ کہتی تھیں یَابْنَ اُمِّیْ قَتَلَ اللّٰہُ قَوْماً قَتَلُوْکَ فَجَآئَتْ وَانکَبَتْ عَلَیْہِ فَسَئَلْتُ عَنْھَا فَقَالُوْا ھٰذِہٖ اُخْتُ الْقَاسِمَ اے بھائی میرے خداوندِ قہار قتل کرے اُس قوم اشرار کو جس نے تجھ سے ماہِ انور کو تشنہ لب قتل کیا اور مجھ یتیمہ کو بے بردار کر دیا پس بیتاب ہو کے آئیں اور منہ کے بھل ایک لاش پر گر پڑیں اور اُس سے لپٹ کر بین جگر خراش کرتی تھیں اور زار زار روتی تھیں پس میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ ستم دیدہ کون ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ خواہر ہے قاسمؑ کی اُس وقت امام حسین علیہ السلام نے اُس مظلومہ اور سب مخدرات عصمت کو تسلی و دلاسا دے کر طرف خیمہ گاہ کے پھیر دیا مگر

افسوس ہزار افسوس حالِ بیکسی پر خواہران امام حسینؑ کے کہ بعد شہادت اُن حضرت کے کوئی اُن کا دلاسا دینے والا نہ تھا بلکہ اعدا نے بکمال عداوت مقنع و چادریں چھین لیں اور خیموں میں آگ لگائی علاوہ اس کے یہ ستم تھا کہ شمر لعین تازیانے مارتا تھا آہ اُس وقت وہ ستم دیدہ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر فریاد کرتی تھیں کہ اے نانا رسولؐ خدا فریاد ہے کہ یہ ظالم ہم پر کیا کیا ظلم و ستم کرتا ہے اور آپ کے فرزند کے غم والم اور ماتم میں رونے سے بھی منع کرتا ہے ہائے افسوس اعدا نے بکمال عداوت اُن بیکسوں کو بے پردہ کیا جیسا کہ حجتِ خدا فرماتے ہیں۔ اَلسَّلامُ عَلَی النِّسوۃِ الْبَارِزَاتِ سلام ہو اُن مخدراتِ عصمت پر جو کربلا میں بے پردہ کی گئیں اور خیموں سے بظلم و ستم نکالی گئیں تَلْفَحُ وُجُوھَھُمْ حَرُّالْھَاجِرَاتِ آہ منھ اُن کے دوپہر کی دھوپ تیزی آفتاب سے جلتے تھے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلمِینْ

حضرت فاطمہ بنتِ حسنؑ نے روزِ عاشورہ مصائب و محن پر صبر کیا۔

اپنے بھائیوں کی شہادت پر ماتم کیا آیت اللہ سید محمد حسینی شیرازی لکھتے ہیں۔

''اپنے بھائیوں قاسمؑ اور عبداللہ کی شہادت پر گریہ کیا، تمام اہلِ بیتؑ کے شہدا کی شہادت پر غمگین تھیں۔ اصحاب کرام کی شہادت کی خبر پر پُراضطراب تھیں۔ اپنے علیل شوہر زین العابدین کی تیمارداری، پیاس کی شدّت برداشت کی، ہاتھوں میں رسّی باندھی گئی اللہ کی راہ میں کوفہ اور شام کے سفر کی صعوبات اور قید خانے کی مصیبتوں پر صابرِ راہ خدا رہیں''۔ (اُمہات المعصومین صفحہ ۲۴۲)

محترمہ محمودہ نسرین لکھتی ہیں:۔

فاطمہ بنتِ حسنؑ نے میدانِ کربلا میں کیا کیا زحمتیں اُٹھائیں اور کیسا صبر کیا۔ اسے برداشت کرنا آپ کا ہی کام تھا۔ بھائیوں کے داغِ مفارقت سہے۔ چچاؤں کی شہادت

کا منظر آنکھوں کے سامنے سے گزرا۔ شوہر کی تیمارداری کا فرض ادا کیا۔ اسیری کی صعوبتوں کو حوصلہ و ہمت سے جھیلا۔ مقام غور ہے کہ جس بی بی کی گود میں بچہ ہو اس نے اس کی دیکھ بھال کیسے کی ہو گی جبکہ بازو بھی رسیّوں سے بندھے ہوئے تھے''

(ہماری شہزادیاں صفحہ ۱۵۴)

حضرت رسولؐ اللہ کی دعائیں اور فاطمہ بنتِ حسنؑ:

وقت زوال نوافل کی ہر دو رکعت کے بعد پڑھی جانے والی دعا کو روایت کیا ہے عبداللہ بن الحسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام نے فاطمہؑ بنت الحسنؑ سے انہوں نے روایت کیا ہے اپنے والد امام حسن ابن علی علیہما السلام سے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا زوال کی نوافل میں ہر دو رکعت کے درمیان پڑھتے تھے۔

(یہ چار دعائیں ہیں)

(بحوالہ:- فلاح السائل، سیّد ابن طاوؤس)

باب ۴

حضرت قاسمؑ کی خاندانی خصوصیات

انسانی معاشرہ ہو یا اسلامی معاشرہ ہر معاشرے میں خاندانی خصوصیات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جہاں اور فضائل باعثِ فخر و مباہات ہوتے ہیں ان میں خاندانی خصوصیات بھی شامل ہیں، عرب معاشرے میں خاندانی خصوصیات پر فخر و مباہات پر قصیدہ خوانی ہوتی تھی، میدانِ جنگ میں رجز پڑھے جاتے تھے، تمام عربوں کا کیا ذکر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خاندانی شرافت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

یہ خاندانی خصوصیات خاتم الانبیاءؐ کے دونوں نواسوں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام میں جس شان سے پائی جاتی ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہے حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ اور امیر المومنین حضرت علیؑ تک اس ''مسلسلۃ الذھب'' کی ایک کڑی بھی زنگ آلود نہیں اصلاب وارحامِ طاہرہ کا ایک سلسلہ ہے جو اوپر سے نیچے تک چلا آرہا ہے کفر و شرک کا تعلق کبھی اس نسل سے ہوا ہی نہیں۔ اس شجرۂ طیبہ کی جس فرد پر نظر ٹھہرے بلحاظِ فضل و کمال نوعِ انسانی کا ممتاز فرد نظر آئے گا۔

حضرت قاسمؑ اِسی عظیم خاندان کے شاہزادے تھے۔

حضرت قاسمؑ کے جدِّ اعلیٰ:

ختم الانبیاء، سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

حضرت قاسمؑ کے دادا:

امیرالمومنینؑ، امام المتقین اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب تھے۔ کس کی مجال کہ ان کے فضائل کا اِحصا کر سکے، رسولؐ اللہ فرماتے ہیں "اگر تمام دریا سیاہی بن جائیں اور تمام اشجار قلم اور تمام جنّات حساب کرنے بیٹھیں اور تمام انسان لکھنے بیٹھیں تو بھی وہ علیؑ کے فضائل کا اِحصا نہیں کر سکتے۔

حضرت قاسمؑ کی دادی:

خاتونِ جنت، سیدہ نساء عالمین، فخرِ مریم وسارہ خیر النساء، بتولِ عذرا، اِنسیہ حورا، طاہرہ، فاطمہ زہرؑا، بنتِ رسولؐ اللہ، صدیقہ کبرؑا محسنہ اسلام۔

حضرتِ قاسمؑ کے والدِ گرامی:

منصوص مِن اللہ دوسرے امام، سردارِ جوانانِ جنت، ہادیٔ برحق، ولیٔ خدا، حسنِ مجتبیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ۔

حضرت قاسمؑ کی والدۂ گرامی:

حضرت اُمِّ فروہؑ بنتِ امراء القیس۔

حضرت قاسمؑ کے چچا:

سیّد الشہداء، منصوص مِن اللہ تیسرے امام، سردارِ جوانانِ جنت، ہادیٔ برحق، ولیٔ خدا حسینؑ خامسِ آلِ عبا صلوٰۃ اللہ علیہ۔

حضرت قاسمؑ کی پھوپھیاں:

حضرت زینبؑ کبریٰ، حضرت اُمِّ کلثوم، عقیلۂ بنی ہاشم، عالمۂ غیرِ معلّمہ، عابدہ، زاہدہ۔

خاندانِ بنی ہاشم کا ہر فرد بلحاظ علم وفضل، شجاعت وسخاوت، زہد و ورع، اخلاق و

عادات تمام قبائلِ عرب میں ممتاز تھا، مُدّت سے قومی سیادت، دینی قیادت، خانۂ کعبہ کی خدمت اس خاندان سے مخصوص چلی آرہی تھی، یہ فضیلت اِسی خاندان کا حصہ تھی کہ حضرت ختمی مرتبتؐ نے اس خاندانِ بنی ہاشم میں ظہور فرمایا اور بعدِ کربلا وہ بارہ معصوم اور منصوص مِن اللہ امام بھی اِسی خاندان میں ہوے جن کو تا بہ قیامت خدا نے ہر زمانے کے لیے ہادی بنایا۔

شاہزادۂ حضرتِ قاسم علیہ السلام کی زندگی ایک نظر میں:

حضرت قاسمؑ اِسی شجرۂ طیبہ کے ایک فرد تھے، اِس خاندان کی فضیلت و شرافت کے سامنے تمام عرب کی گردنیں جھک گئی تھی ''ایں خانہ تمام آفتاب است'' کی مثل صحیح معنی میں اِسی خاندان پر صادق آتی تھی۔

کسی خاندان کی فضیلت کا معیار اُس کے افراد کی بلندیٔ کردار ہے، کسی گھرانے کے دو چار افراد بھی اگر صاحبِ فضل و شرف ہوتے ہیں تو پورا خاندان فخر ومباہات کرتا ہے۔ حضرت قاسمؑ کی خاندانی فضیلت کا کیا ٹھکانہ ہر چھوٹا بڑا فخرِ انسانیت تھا۔

حضرتِ قاسمؑ کے لیے یہ فخر کیا کم ہے کہ جدِّ اعلیٰ رسولؐ معصوم، دادا علیؑ معصوم، دادی فاطمہؑ معصومۂ عالم، باپ حسنؑ مجتبیٰ معصوم، چچا حسین ابن علی معصوم،

شاہزادے قاسمؑ نے آنکھ کھولی ولیٔ خدا حسنؑ مجتبیٰ کی گود میں، امامؑ نے نام رکھا ''قاسمؑ''۔ پرورش پائی ہادیٔ برحق امامِ معصوم حسینؑ ابنِ علیؑ کی آغوشِ مبارک میں، فنونِ جنگ کی تعلیم مِلی اشجعُ عرب قمر بنی ہاشم عباسؑ ابنِ علیؑ سے۔

حضرت قاسمؑ نے کربلا کے میدان میں جب فصیح و بلیغ انداز سے رجز پڑھنا شروع کیا تو میر انیسؔ کہتے ہیں اپنے خاندان کی بزرگی و شرافت نجابت و سیادت کو اس طرح بیان کیا:-

اتنے میں رجز پڑھنے لگے قاسمؑ نوشاہ آگاہ ہو، آگاہ ہو، آگاہ ہو، آگاہ
دادا ہے ہمارا، اسداللہ، یداللہ عمّو ہیں حسین ابنِ علیؑ سیّدِ ذی جاہ
میں لختِ دلِ فاطمہؑ کا لختِ جگر ہوں
پانی میں جسے زہر دیا اس کا پسر ہوں

دادی شرفِ آسیہؑ و مریمؑ و سارؑا خودنور سے اپنے جسے خالق نے سنوارا
میں ہوں فلکِ صبر و شرافت کا ستارا روشن ہے نسب صورتِ خورشید ہمارا
حیدرؑ سے جدا ہیں نہ پیمبرؐ سے جدا ہیں
قرآن سے ثابت ہے کہ ہم نورِ خدا ہیں

سب جانتے ہیں پنج تنِ پاک کا رتبا آدم سے کیا پہلے خدا نے ہمیں پیدا
کی شیرِ خدا نے مددِ حضرتِ موسؑا تھا طور پہ بھی نورِ محمدؐ ہی کا جلوا
داخل نہ سخن اپنا یہ تعلّی میں نہیں ہے
روشن ہے کہ تکرار تجلّی میں نہیں ہے

عالم میں بزرگ اپنے نمودار، رہے ہیں اِسلام کی رونق کے طلب گار رہے ہیں
ہر جنگ میں سر دینے کو تیار، رہے ہیں مشکل میں رسولوں کے مددگار رہے ہیں
کام آتے ہیں ہر دکھ میں یہ ہے کام ہمارا
آفت سے چھٹا جس نے لیا نام ہمارا

شاہزادۂ قاسمؑ کے آباواجداد کاوطن حرمِ خدامکۂ مکرمہ تھا۔دادا کانورِظہور خانۂ کعبہ میں ہواتھا، باپ حسنؑ اور چچا حسینؑ کا نورِظہور خانۂ رسالت میں ہواتھا، حضرتِ قاسمؑ کی ولادت اس گھر میں ہوئی وہ گھر منزلِ وحی تھا، قرآن جیسی کتاب حسنؑ وحسینؑ کے گھر میں اُن ہی کے نانا پرنازل ہوئی، حضرت قاسمؑ نے جس گھر میں نشوونما پائی اُس گھر میں

برسوں فرشتوں کی آمد ورفت رہی جس گھر کے چپّہ چپّہ پر رسالت، نبوت، امامت، ولایت کا سایہ رہا، شاہزادۂ قاسمؑ کے والدِ گرامی اور چچا کی صغرسنی میں ملائکہ نے گھوارہ جنبانی کی تھی۔ شاہزادے قاسمؑ کا گھوارہ معصوموں کے ہاتھ تھے۔

حضرت قاسمؑ نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ خدا پرستی کا ماحول تھا جہاں شب و روز خدا پرستی کا درس ہوتا تھا، وحیِ قرآن کا مضمون بیان ہوتا تھا، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالح کی تعلیم دی جاتی تھی، شاہزادۂ قاسمؑ نے عالمِ علمِ لدنّی سے تعلیم پائی، خُلقِ حسنی میراث میں پایا، شیریں سخنی لوگوں کو دنگ کر دیتی تھی، بچپن میں پھوپھی زینبؑ سے دادی فاطمہ زہرؑا کا ''خطبۂ فدک'' سُنا تھا جو حضرتِ قاسمؑ کو پورا یاد تھا۔ حسین ابنِ علیؑ سے ابوطالبؑ کے اشعار سنتے تو حافظے میں محفوظ رہ جاتے، کمسنی سے قرآن حفظ تھا، مسجد نبوی میں جب قرآن کی تلاوت فرماتے لوگ آپ کی پُرسوز تلاوت لحنِ داؤدی کے مشتاق ہوکر مسجد میں جمع ہو جاتے۔

بنی اُمیّہ نے سازشوں کے تحت مسلمانوں کی حکومت پر قبضہ کرلیا تھا۔ یہ غاصبانہ قبضہ بنی تیم اور بنی عدی کے شیخوں نے کروایا تھا۔ یہ دونوں غلامانہ ذہنیت کے مالک تھے، ایّامِ جاہلیت میں دونوں نے بنی اُمیّہ کی غلامی کی تھی اور اُن کے نمک خواروں میں تھے۔ حکومتِ عرب پر غاصبانہ قبضے کے نتیجے میں انصارِ مدینہ اور مضافاتِ مدینہ کے عوام غریب سے غریب تر ہوگئے۔ بنی اُمیہ غلام سے بادشاہ زادے بن گئے، بیت المآل کی دولت خاندانوں میں تقسیم ہوگئی۔ غریبوں اور مسکینوں کی حضرت علیؑ اپنی حیات میں سرپرستی کرتے رہے، حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے سرپرستی فرمائی۔ شب کی تاریکی میں امام حسینؑ روٹی کی بوریاں بھری ہوئی لے کر نکلتے جب باہر آتے اونٹوں پر بھری مشکیں رکھ کر حضرت عباسؑ علمدار ساتھ چلتے امام حسینؑ کے ایک طرف

حضرت علی اکبرؑ اور دوسری طرف حضرت قاسمؑ ہوتے دونوں شاہزادے غریبوں میں روٹیاں تقسیم فرماتے اور اس طرح حضرت امام حسینؑ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

بنی ہاشم کے بچوں میں اُمّت کی ہمدردی اور خیر خواہی خون کی طرح رگوں میں دوڑ گئی تھی، دنیا اُن کی نظروں سے گر گئی تھی، اپنے آرام پر دوسروں کی راحت کو ترجیح دینا مقصدِ حیات بن گیا تھا۔

شام میں جب یزید حاکم ہوا اُس نے مدینے کے گورنر ولید کو خط لکھا کہ حسینؑ ابنِ علی سے میری بیعت طلب کرو اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو حسینؑ کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ ولید اس خط کو پڑھ کر خوف زدہ ہو گیا، وہ جانتا تھا کہ یہ کام آسان نہیں ہے۔ ولید سوچ رہا تھا کہ مدینے میں نواسۂ رسولؐ کا جو احترام، عزت و وقار ہے شاید یزید اس بات سے آگاہ نہیں ہے، حسینؑ ابنِ علیؑ کبھی بھی فاسق و فاجر کی بیعت نہیں کریں گے۔

ایک سپاہی کو امام حسینؑ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس وقت امام حسینؑ کے ساتھ آپ کے تمام بھائی، بھتیجے، بھانجے سب موجود تھے، امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں شب میں آؤں گا مجھے اس بُلانے کا سبب بھی معلوم ہے:۔

سب جانتے ہیں بیعتِ فاسق حرام ہے
اُس کی طلب ہمیں یہ اجل کا پیام ہے

امام حسینؑ کے سب عزیز و رفقا آپ سے یہ کلام سُن کر مضطرب ہو گئے، حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ غیظ میں آ گئے اور پُر جوش انداز میں

قاسمؑ نے رکھ لی سامنے شمشیرِ آبدار

حضرت زینبؑ نے اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ کیا، امام حسینؑ نے دوش پر رسولؐ اللہ کی عبا ڈالی کمر میں علیؑ کی ذوالفقار حمائل تھی۔

یوں ساتھ تھے عزیز شہؑ کم سپاہ کے
جیسے ستارے چرخ پہ ہوں گرد ماہ کے

دربارِ ولید میں پہنچے، اور وہاں امام حسینؑ نے فرمایا:-

فرمایا سر کٹے تو کٹے کچھ الم نہیں
دانستہ دیویں ہاتھ سے عزت وہ ہم نہیں

امام حسینؑ نے بیعتِ یزید سے صاف انکار کر دیا اور وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے

یہ کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے شاہِ ذوالاحترام
قبرِ رسولؐ پر اُسی شب کو گئے امام

نانا کی قبر سے رخصت ہو کر قبرِ حضرت فاطمہ زہراؑ پر گئے ماں کو آخری سلام کیا پھر بھائی امام حسنؑ کی قبر کو الوداع کہا، سامانِ سفر تیار ہوا، اہلِ مدینہ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے گلے مِل کر روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کیسا حاکم نے قبرِ رسولؐ کے مجاور کو گھر سے بے گھر کر دیا۔

حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبرؑ کو دیکھ دیکھ کر اہلِ مدینہ آنسو بہا رہے تھے عونؑ و محمدؑ اور حضرت قاسمؑ کے ہم سِن شہزادوں سے گلے مِل رہے تھے:-

کہتے ہیں گلے مِل کے یہ قاسمؑ کے ہوا خواہ
واللہ دلوں پر ہے عجب صدمۂ جاں کاہ
ہم لوگوں سے شیریں سخنی کون کرے گا
یہ اُنس یہ خلقِ حسنی کون کرے گا

حضرت امام حسینؑ جب مدینے سے چلے تو قاسمؑ کو خواتین کے ساتھ محمل میں سوار کیا۔ جیسا کہ ''امالی'' میں مقتل کے نام سے شیخ صدوق نے جو باب قائم کیا ہے اس میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے :-

"حمل اخواته علیٰ المحامل و ابنته وابن اخیه القاسم ابن الحسن ابن علی علیہم السلام ، ثم سار فی احد و عشرین رجلاً من اصحابه واھلبیته ، منھم ......الیٰ آخر۔"

"اپنی بہنوں کو، دختر کو اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے فرزند قاسمؑ کو محملوں پر سوار کیا اور اصحاب واہلبیتؑ کے اکیس مردوں کے ساتھ مدینے سے چل پڑے"

(امالی.....شیخ صدوق.....ص ۲۱۷)

حسینؑ کے درِ دولت کے سامنے ناقے لائے گئے، عماریوں میں اہلِ حرم بیٹھنے لگے، کہتے ہیں سب سے پہلے جو ناقہ عصمت سرا پر لایا گیا اس پر حضرت اُمِّ فروہؑ سوار ہوئیں، حضرت قاسمؑ اور اُن کے بھائیوں احمد بن حسنؑ، عبداللہ اکبر بنِ حسنؑ نے بڑے اہتمام سے ماں کو عماری میں سوار کیا۔ حضرت قاسمؑ نے عماری کا پردہ اُٹھا کر بیوہ ماں کا بازو تھام کر محمل میں سوار کیا، حضرت قاسمؑ اپنے ہمسنوں سے گلے مل کے رخصت ہوے۔

ناکے تلک تو ساتھ تھا خلقت کا اژدھام   سب کو وداع کر کے روانہ ہوے امام
اہلِ حرم کو ساتھ لئے باصد احترام   اس رکنِ دیں نے کعبے میں جا کر کیا قیام
تھا قصدِ حج حبیبِ خدا کے حبیب کو
واں بھی مِلا نہ چین حسینؑ غریب کو

مکّے میں حاجیوں نے آ کر قدم بوسی کی، خاص خاص اُمتّیوں نے امام حسینؑ سے کہا کہ آپ ہر سال حج کو تشریف لاتے تھے تو آپ کے ساتھ قربانیوں کے جانور ہوتے تھے، کیا اس مرتبہ مِنیٰ پر قربانی نہیں کریں گے۔

امام حسینؑ اس وقت مسند پر تشریف فرما تھے، آپ نے حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ کو آواز دی، دونوں شاہزادے آپ کے پہلو میں آ کر کھڑے ہو گئے پھر آپ نے

دونوں شہزادوں کے بازو تھام کر اہلِ مکّہ سے خطاب فرمایا کہ یہ ہیں اِس سال کی میری قربانیاں، اس سال میں مِنیٰ مکّہ پر نہیں بلکہ مِنیٰ کربلا میں اپنی یہ قربانیاں بارگاہِ الٰہی میں پیش کروں گا۔

حج سے ایک روز قبل امام حسینؑ عرفات کے میدان میں وقتِ شام تشریف لائے، پہلو میں حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ سفید احرام میں شانِ ابراہیمی سے چل رہے تھے، عرفات میں امام حسینؑ نے دعائے عرفہ پڑھی، اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، سر آسمان کی طرف بلند تھا، شاہزادے آپ کے ساتھ دعا کو دُھرا رہے تھے:۔

"مالکِ تو ہی وہ ہے جس نے احسان کیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے انعام دیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے لطف وکرم کیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے بہترین برتاؤ کیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے فضل وشرف دیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے کامل نعمتیں عطا کی ہیں، تو ہی وہ ہے جس نے رزق دیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے غنی بنایا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے پناہ دی ہے۔ تو ہی وہ ہے جس نے طاقت دی ہے، تو ہی وہ ہے جس نے زورِ بازو عطا کیا ہے، تو ہی وہ ہے جس نے تائید کی ہے، تو ہی وہ ہے جس نے نصرت کی ہے، تو ہی وہ ہے جس نے بزرگی عطا کی ہے، تو صاحبِ برکت وعظمت ہے تیری حمد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے اور تیرا شکریہ بے حساب و بے نہایت ہے"۔

حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے امام حسینؑ مکے سے چلے، محرّم کا چاند نمودار ہوتے ہی آپ کربلا سے قریب کی منزل تک پہنچ گئے ابھی گیارھویں منزل "ذوحسم" تھی کہ حرؑ کا

رسالہ جس میں ایک ہزار سپاہی تھے جو امام مظلومؑ کا راستہ روکنے کے لیے بھیجے گئے تھے وہ آ گیا، دو پہر کا وقت اور گرمی کا موسم پوری فوج کے سوار اور گھوڑے سب ہی کی پیاس کے مارے حالت تباہ تھی۔ امام حسینؑ اپنے اصحاب سمیت سیاہ عمامے سروں پر رکھے، تلواریں حمائل کئے کھڑے تھے کہ دشمن کے ہانپتے ہوئے گھوڑے اور سوار سامنے آ کر کھڑے ہو گئے، حرؓ نے کہا ہم آئے تو آپ کی مخالفت میں ہیں مگر ہم شدید پیاسے بھی ہیں، کیا ہمیں پانی مل سکتا ہے؟ کیا آپ کی شفقت و رحمت دشمن کو حیاتِ نو عطا فرمائے گی۔

امام حسینؑ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ ان کو پانی پلاؤ اور تمام فوج کو پوری طرح سیراب کر دو، حکم کی دیر تھی اطاعتِ امام پر کمر بستہ جوان کھڑے ہو گئے اور سب کو سیراب کیا، حالت یہ تھی کہ پیالے، لگنیں، طشت پانی سے بھرتے تھے اور گھوڑوں کے پاس لے جاتے تھے، جب ہر گھوڑا تین چار پانچ دفعہ پی کر منھ ہٹا لیتا تھا تب دوسرے گھوڑے کے پاس لے جاتے تھے، یہاں تک کہ راکب و مرکب سب سیراب ہو گئے۔

اس منزل پر حضرت عباسؑ کی نگرانی میں خاندانِ رسولؐ کے سب نونہال، جوان اور بچے پانی پلانے میں دوڑ کر مشکیں لا رہے تھے، اس جگہ پھر ایک مرتبہ ہمارا شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ سب جوانوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ امام حسینؑ نے:-

قاسمؑ سے کہا چھاگلیں تم لینے کو جاؤ

حرؓ ابھی تک دنیا کا بندہ تھا، جب اس منزل سے امام مظلوم نے کوچ فرمانے کا ارادہ کیا، حر نے ابنِ زیاد کا خط پہنچتے ہی امام مظلومؑ کا راستہ روکنے کی کوشش کی، اس وقت تمام ہاشمی جوان جوش میں آ گئے،

اُگلی پڑتی تھی جگر بندِ حسنؑ کی تلوار

امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا جنگ کرنا ہم کو منظور نہیں ہے، ہمارے جوانوں سے کہو واپس آ جائیں۔

چلتی تلوار تو جنگل تہ و بالا ہوتا
پھر نہ حر خلق میں ہوتا نہ رسالا ہوتا

۲ محرم کو صحرائے کربلا میں پہنچے:-

صحرائے کربلا میں ہوا جب ورودِ شاہ　　اس رہبرِ زمانہ کی واں آ کے روکی راہ
منظور تھا کہ ہوویں بنی فاطمہؑ تباہ　　چاروں طرف سے قتل کو آنے لگی سپاہ
دریا تھا گرد موج زن افواجِ شام کا
تھا جوں حباب بیچ میں خیمہ امام کا

امام حسینؑ نرغۂ اعدا میں گھر گئے، ساتویں سے پانی بند ہو گیا، عاشور دس محرّم کی صبح امام حسینؑ نمازِ صبح کے بعد اپنے عزیز و اقربا کو لے کر خیمے میں تشریف لائے تا کہ مائیں اپنے بیٹوں کو دل بھر کے دیکھ لیں۔

زینبؑ سے رو کے کہنے لگے سرورِ زمن　　لاؤ تبرکات کا صندوق اے بہن
قاسمؑ کو تم پنہاؤ قبائے تنِ حسنؑ　　اکبرؑ کو دو عمامۂ محبوبِ ذوالمنن
ہم کو علیؑ کی تیغِ دو دَم لا کے دو بہن
عباسِ نامور کو علم لا کے دو بہن

حضرت عباسؑ خیمے سے علم لے کر نکلے، لشکرِ حسینؑ درِ خیمہ سے روانہ ہونے لگا تو حضرتِ زینبؑ نے اپنے بیٹوں عونؑ و محمدؑ سے کہا کہ تم پہلے اپنی جان میرے بھائی پر سے قربان کر دینا، حضرت اُمّ لیلیٰؑ نے درِ خیمہ سے علی اکبرؑ کو پکارا اور کہا:-

تاثیر مرے دودھ کی دکھلائیو بیٹا

گر آن بنے باپ پہ مرجائیو بیٹا

حضرت قاسمؑ بھی حضرت علی اکبرؑ کے پہلو میں موجود تھے، لشکر میدان کی طرف روانہ ہورہا تھا درِ خیمہ سے حضرت اُمِّ فروہؑ نے دیکھا:-

قاسمؑ کو صدا ماں نے یہ دی ڈیوڑھی پہ آکر پگڑی پہ لپیٹو مری جاں سہرا اُٹھا کر

دامن کو بھی گردان لو ہتھیار اُٹھا کر بھجوانا ہے میداں میں بنا تجھ کو بنا کر

دو گھر کی ترے مرنے سے بربادی ہے بیٹا

صدقے ہو چچا پر یہ تری شادی ہے بیٹا

عاشور کے دن حسینؑ کے لشکر نے یادگار جنگ کی، صبح سے نصف النہار تک تلواریں برستی رہیں، زمین ہلتی رہی، آسمان لرزتے رہے، فرشتے پروں کو سمیٹے ہوئے کانپتے رہے:-

ہنگامِ ظہر خاتمۂ فوج ہوگیا

حضرت مسلمؑ کے جگر بند شہید ہوئے، حضرت زینبؑ کے دونوں راج دُلاروں نے عزمِ جہاد کیا، دونوں کی رخصت کا شور تھا:-

یہ ذکر تھا نوشاہ جو روتے ہوئے آئے مادر نے جو پوچھا تو سخن لب پہ یہ لائے

اب جاتے ہیں لڑنے کو پھوپھی جان کے جائے ان بھائیوں سے پہلے نہ ہم خوں میں نہائے

اب بھی ہمیں پیغامِ اجل آ نہیں جاتا

یوں روتے ہیں شبیرؑ کہ دیکھا نہیں جاتا

عونؑ و محمدؑ بھی لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گھوڑوں سے گرے، امام مظلوم دونوں بھانجوں کے لاشے اُٹھا کر لائے اور مقتل میں رکھ دیئے۔

اب صرف حضرت قاسمؑ، حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر باقی تھے۔ عونؑ و محمدؑ کی شہادت کے بعد حضرت عباسؑ علمدار کے جلال کا یہ عالم تھا کہ شیر کی طرح فوجِ ستم کو

تکتے تھے، کہتے تھے کہ جعفر طیّار کا چمن پائمال ہوگیا بس تو میدانِ وغا کی اجازت امام مظلوم سے لے کر ہم بھی اپنی جان فدا کریں گے، حضرت علی اکبرؑ بھی غیظ کے عالم میں شاہِ دیں سے اجازت کے طلب گار تھے، حضرت عباسؑ نے حضرت علی اکبرؑ سے فرمایا آپ سے پہلے ہم میدانِ شہادت میں جائیں گے آپ ہمارے آقا کے صاحبزادے ہیں اور ہم حسینؑ ابن علیؑ کے غلام ہیں۔

یاں اکبرؑ و عباسؑ میں ہوتی تھی تقریر　　　تھے تیغ بکف چیں بہ جبیں قاسمؑ دلگیر
یہ فکر کہ کیوں اذنِ وغا میں ہوئی تاخیر　　　دلبر پھوپھی اماں کے ہوے کشتۂ شمشیر
افسوس کہ پہلے ہی نہ کیوں مرگیا قاسمؑ
اماں نہ کہیں دل میں کہیں ڈر گیا قاسمؑ

کرتے ہوے افسوس پھوپھی پاس جو آئے　　　روتے ہوے بس بیٹھ گئے سر کو جھکائے
جب اشک بہت دیدۂ پُرنم سے بہائے　　　مادر نے کہا اے حسنِؑ پاک کے جائے
لشکر ہوا سب قتل امام دوسرا کا
کیا وجہ جو تم نے نہ کیا قصد وغا کا

واری مجھے رہ رہ کے یہی آتا تھا وسواس　　　ہے ہے مرے قاسمؑ کو نہ کچھ شہ کا ہوا پاس
مسلمؑ کے بھی زینبؑ کے بھی بیٹوں سے ہوئی یاس　　　اب کون ہے مرنے کو یہ جُز اکبرؑ و عباسؑ
کیوں کر نہ کہوں غم نہ ہوا ہوے گا تم کو
ہاں اِذن نہ حضرت نے دیا ہوے گا تم کو

قاسمؑ ابن حسنؑ نے عزمِ جہاد کے ساتھ معرکۂ جنگ کا ارادہ کیا، جب امامؑ مظلوم کی نگاہ اپنے بھتیجے پر پڑی کہ وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان کی طرف جا رہا ہے تو آپ بے تاب ہو کر آگے بڑھے اور قاسمؑ کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور ان کو گلے لگا لیا اور

دونوں اتنا روئے کہ روایت میں وارد ہے قَد غشی علیھا دونوں بیہوش ہو گئے، پس قاسمؑ نے گڑگڑا کر جنگ کی اجازت چاہی، امام مظلومؑ نے عذر فرمایا اور تیار نہ ہوئے تو قاسمؑ رونے لگے اور اپنے چچا کے ہاتھ اور پاؤں کے اتنے بوسے لئے کہ امام مظلومؑ نے اجازت دے ہی دی۔ (منتہی الآمال از شیخ عباس قمی)

پروانہ چراغ شبِ مہتاب سے چھوٹا
کس فصل میں بلبل گُلِ شاداب سے چھوٹا

آئے درِ دولت پہ تو اقبال پکارا طالع ہوا لو بُرجِ امامت سے ستارا
جانے کو ہے رن میں حسنؑ پاک کا پیارا اس رخش کو لاؤ جو ہے زیور سے سنوارا
مشتاق عروسِ اجل اک شب کا بنا ہے
دولھا کا وہ گھوڑا ہو دلھن سا جو بنا ہے

اٹکھیلیاں کرتا فرس تیز دم آیا کس ناز و ادا سے وہ اُٹھاتا قدم آیا
قاسمؑ کے جو نزدیک بہ جاہ و حشم آیا پُھرتی سے چڑھے پاؤں رکابوں میں جمایا
رخصت ہوئے جب اکبرؑ و عباسؑ جری سے
جولاں کیا شبدیز عجب جلوہ گری سے

کس جاہ و حشم سے سوئے مقتل ہوئے راہی تھی چہرۂ انور سے عیاں شوکتِ شاہی
غُل تھا کہ اب آئی صف اعدا پہ تباہی رُعبِ حسنی دیتا ہے جرأت کی گواہی
اُڑنے میں اِسی اسپ کو ہے فوق ہُما پر
لو دیکھ لو اورنگ سلیماں ہے ہوا پر

حضرت قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے جب کہ ان کے رخساروں پر آنسو جاری تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو نبیؐ آخر

محمد مصطفیؐ کے نور سے تھے، اور یہ رسولؐ کے نواسے حسین ابنِ علیؑ ایسے لوگوں کے درمیان جنہیں بارش کا پانی نصیب نہ ہوگا گروی رکھے ہوئے قیدی کی طرح ہو گئے ہیں، حضرت قاسمؑ نے گھمسان کی جنگ کی اور اس صغر سنی اور بچپنے کے باوجود پینتیس اشقیا کو فی النار کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں عمر سعد کے لشکر میں تھا میں نے ایک بچے کو میدان میں آتے دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا اور قمیص اس نے پہن رکھی تھی اور سر پر عمامہ تھا جس کے شملے دونوں طرف لٹک رہے تھے (منتہی الآمال از شیخ عباس قمی)

سب جانتے ہیں شوکتِ لختِ دلِ حسنؑ　　عمامہ سر پہ خلعتِ شاہانہ زیبِ تن
جنگ آزما نہنگ وغا شیر صف شکن　　ناشاد و نامراد اسیرِ غم و محن
حُسنِ حسنؑ کی چہرے پہ کیا خوب شان تھی
قالب تھا رزم گہہ میں دُلھن پاس جان تھی

حضرت قاسمؑ کا سراپا قابلِ دید تھا:۔

وہ مصحفِ رخسار وہ چہرے کی لطافت　　قاری بھی مقر ہیں کہ یہ ہے نور کی صورت
طوبیٰ کہوں قامت کو تو آجائے قیامت　　وہ نخلِ جناں یہ شجرِ باغِ رسالت
بے مثل اُنھیں صانع قدرت نے کیا ہے
بس کھینچ کے نقشہ یہ قلم روک لیا ہے

کیا زلفِ رسا چہرے پہ بل کھاتی ہے دیکھو　　ناگن گُلِ رخسار پہ لہراتی ہے دیکھو
تصویر ان آنکھوں کی کھنچی جاتی ہے دیکھو　　لو قدرتِ اللہ نظر آتی ہے دیکھو
اس چشم میں پُتلی سے عجب جلوہ گری ہے
پلکیں یہ نہیں نور کی چلمن میں پری ہے

وہ ابروئے خم دار وہ پیشانیٔ صفدر　　خم دو مہ نو ہوگئے اک ماہ کے اوپر

بنی ہے اگر شمع تو کعبہ رُخِ انور　　دندان دُرِ شہوار ، دہن معدنِ گہر

ہے سیبِ ذقن یا ثمر خلدِ بریں ہے

لعل اس لبِ جاں بخش سے خوش رنگ نہیں ہے

گردن کو کہا شمع تو مضموں نہیں روشن　　کیا خوب کہاں شمع کہاں چاند سی گردن

وہ سینۂ شفّاف جو ہو نور کا مسکن　　اندھیر ہے نیزوں سے ہوں اس صدر میں روزن

برہم ہے جہاں ہاتھ جو قبضہ پہ دھرا ہے

ان بازوؤں میں زورِ یداللہ بھرا ہے

لشکرِ یزید سے تیروں کی بارش ہوئی، پیکانِ ستم آنے لگے، قاسمؑ غضنفر اسداللہ کی شان سے بپھرے، اُدھر طبلِ جنگ پر چوب لگی، یزیدی روباہ آگے بڑھے، اِدھر قاسمؑ ذی شان نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ دھرا اور پھر اک حشر بپا ہو گیا، شہزادے کی تلوار تڑپ کر نیام سے نکل آئی:-

ہر دم یہ کئے دیدۂ جوہر سے اشارے　　یہ لشکر شر آج ہے قبضے میں ہمارے

آئے جو مرے گھاٹ پہ ہو گور کنارے　　خوں پی لوں گلے مل کے اگر دم کوئی مارے

پروانۂ جاں سوز چراغِ حسنی ہوں

جوہر مرے زیور ہیں دلھن سی میں بنی ہوں

ہر شامئ غدار سے رکھتی تھی جو وہ بیر　　آمادۂ شر تیغ تھی جانوں کی نہ تھی خیر

جاتا تھا صفیں پھاند کے شبدیز فلک سیر　　جب سن سے اُڑا جم کے تو حیران ہوئے طیر

ہمراہ رہے اُس کے ہوا کو یہ ہوس ہے

کیونکر نہ پری ہو بنے قاسمؑ کا فرس ہے

وہ یال وہ سُم اُس کے ہلال و مہ انور　　وہ زین وہ رکابیں وہ لجام اُس کی وہ پاکھر

وہ چاندسی گردن وہ چمکتا ہوا زیور　　وہ جھوم کے چلنا کہ فدا دل رہیں جس پر

پا بوسیٔ رفتار کی حوروں کو ہوس ہے

صرصر سے سوا تند روانی میں فرس ہے

لشکر یزید میں ازرق شامی اپنے چار جوان بیٹوں کو لیے ہوے حضرت قاسمؑ کی جنگ دیکھ رہا تھا، عمر ابن سعد نے ازرق کو حکم دیا کہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ کو جا کر قتل کر دے، اُس نے کہا کہ بچے سے میرا کیا مقابلہ ہاں عباسؑ لڑنے کو آئیں تو میں مقابل جاؤں گا۔ میں اپنے ایک بیٹے کو بھیجتا ہوں جو قاسمؑ ابنِ حسنؑ کو قتل کر دے گا۔

ازرق شامی کے چاروں پسر بڑے نامی اور خودسر تھے، سوسو تیر اندازوں پر ہر ایک بھائی کو افسر مقرر کیا گیا تھا، لشکرِ یزید کے پیچھے صفیں جما کر یہ چاروں ستم گر لڑائی کا تماشا دیکھنے میں مصروف تھے۔ شام کے لشکر میں ان کی بڑی دھاک تھی، یزید نے مُلکِ شام سے اِن کو خصوصی طور پر روانہ کیا تھا، بنی اُمیّہ یہ بات جانتے تھے کہ کوفی بزدل ہیں اور امام حسینؑ کے ساتھ حضرت عباسؑ اور حضرت مسلمؑ جیسے شجاع آئے ہیں۔ ازرق شامی کو فتح کی خاطر روانہ کیا گیا تھا۔

ازرق اور اس کے چاروں پسر نیزوں کو زمین پر گاڑے ہوے کھڑے تھے چار آئینہ زرہ بکتر اور کالے رنگ کے خود پہنے ہوے تھے، پشت پر ڈھال اور کمر میں تلوار تھی، کاندھے پر کمان اور ہاتھ میں گرزِ گراں بار تھا۔ ازرق اپنے چاروں بیٹوں کو دیکھ کر غرور سے تنتا تھا اور تبسم کر کے لشکر کو غور سے دیکھتا تھا۔

ازرق بدقماش اپنے بیٹوں سے کہہ رہا تھا، دیکھو تو ایک طفل حسینؑ کی طرف سے میدان میں آیا ہے اور اُس نے فوجِ یزید کا کیا حال کر دیا ہے۔ پورا لشکر تہہ و بالا ہو گیا ہے صفیں پامال ہو گئی ہیں، عمر سعد اور شمر اپنے اِسی لشکر پر صبح سے بڑے نازاں تھے:-

کیا ہوگئے وہ ظلم شعار اب نہیں بڑھتے
پیدل کا تو کیا ذکر سوار اب نہیں بڑھتے

قاسمؑ نونہال تین روز سے پیاس سے مضطر ہیں، پھر بھی لشکرِ یزید اُس بچے کی دہشت سے دبا جاتا ہے، میں ششدر و حیران ہوں کہ اس فوج کو کیا ہوگیا ہے، تم میں کوئی ایک جائے اور اس جنگ کو سر کر کے آئے:-

ہاں بہر وغا آج اگر جاؤ تو جانوں
اس طفل کا سر کاٹ کے لے آؤ تو جانوں

ازرق شامی کے چاروں شقی بیٹے کہتے ہیں کہ آپ کی طاقت ہمارے جسم میں موجود ہے، بہرحال اس شیر سے لڑنے کے لیے ہم جائیں گے بیٹوں کا عزم دیکھ کر وہ دجّال شیطان کی طرح پھول گیا، آگے بڑھ کر عمر سعد سے کہا۔

''تیرے لشکر کا حال دگرگوں ہے، دیکھ میرے بیٹے لڑنے جا رہے ہیں اب لڑائی کا مزا آئے گا''۔

عمر سعد نے کہا:-

ہاں سچ ہے یہ چاروں ہیں جری جنگ پہ تیار
آخر ترے بیٹے ہیں نہ کیوں کر ہوں نمودار

پر مصلحتاً میں یہ کہتا ہوں کہ جب تیرے بیٹے جنگ کریں تو ان کے ہمراہ موجود رہے:-

ہر چند یہ چاروں ہیں فنِ جنگ سے آگاہ
ان کا نہیں ہم سر کوئی اس فوج میں واللہ
سہ روز سے لب تشنہ ہے گو قاسمؑ ذیجاہ
لیکن مجھے یاد آگئی جنگِ اسداللہ

لشکر کو کیا پست اسی کا یہ جگر ہے
کس طرح نہ ہو شیر کہ شیروں کا پسر ہے

ازرق پہلے تو شش و پنج کرتا رہا، کسی فکر میں سر کو جھکائے رہا، آخر کار جب کوئی مکر نہ سوجھا تو ناچار ہو کر بیٹوں کو ساتھ لے کر ظالم و خونخوار آگے بڑھا، غصے سے وہ بانیٔ بیداد بھرے ہوئے تھے سواروں کے پرے اِدھر اُدھر چل رہے تھے بیچ میں ازرق تھا۔

جنگی باجے بجانے والوں نے ایک مرتبہ طبلِ وغا پر ضرب لگائی، قرنا پھکی میدان میں ایک گونج پیدا ہوئی، شہنا سے سحر زدہ آواز آنے لگی کہ یہ سب جہنم کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں، شادیانے صدا دے رہے تھے کہ یہ اشقیا ابھی حضرت قاسمؑ کی تلوار سے زمین کا پیوند بن جائیں گے۔

یہ خونخوار لعین اک اک ضرب میں چار ٹکڑے ہو کے زمین پر گریں گے، تیاری کے ساتھ میدان میں وہ جفا گر آ کر ڈٹ گئے۔

اس طرح کے سامان سے جب آئے وہ جفا کار
اکبرؑ سے یہ فرمانے لگے سیّدِ ابرار
اے جانِ پدر آئے ہیں ازرق کے پسر چار
رن میں ہے اکیلا حسنؑ پاک کا دلدار
دعویٰ ہے بڑا ازرق بانیٔ حسد کو
پیارے مرے جاؤ بنے قاسمؑ کی مدد کو

جب یہ سخن یاس شہؑ دیں نے سنائے
غل پڑ گیا ہے ہے حسنؑ پاک کے جائے
اُس سمت پرے ازرق شامی نے جمائے

گھوڑے کو اُڑا کر علی اکبرؑ اِدھر آئے
قاسمؑ کو صدا دی کہ خبردار برادر
مکّار یہ غدّار ہیں ہشیار برادر
کی عرض کہ تکلیف ہوئی آپ کو بھیّا
آئے ہیں تو جائیں گے کہاں یہ ستم آرا
للکار کے پھر ازرق شامی سے یہ پوچھا
نامرد بتا ہم کو ارادہ ہے ترا کیا
کس طرح سے یہ لختِ جگر تیرے لڑیں گے
تو پہلے لڑے گا کہ پسر تیرے لڑیں گے

مغرور ستم گار نے نہایت نخوت سے پکار کر کہا، میرے چاروں بیٹے فن جنگ کے ماہر ہیں، یہ چاروں زور آور، جاں باز، جگر دار، لشکر شکن، شیر دل، سرکش وخونخوار ہیں، زمانے میں ان کی بہادری کا چرچا ہے، تیر وتبر، گرزِ آہنی وسناں چلانے میں مشاق ہیں۔

چھوٹے بیٹے نے باپ سے کہا میں اپنے گُرز سے قاسمؑ کے سر کو شق کردوں گا، ازرق شامی نے بیٹے سے کہا بہتر ہے تم جاؤ اور قاسمؑ کا سر کاٹ کرلے آؤ۔

ازرق کا بیٹا گُرزِ گراں کو تانے ہوئے جلاد صفت حضرت قاسمؑ پر حملہ آور ہوا۔

حضرت قاسمؑ نے بھی اُسے دیکھ کر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا ظالم نے حضرت قاسمؑ کے سر پہ وار کیا، حضرت قاسمؑ نے وار کو روک کر گُرز اس کے ہاتھ سے چھین لیا، جھٹکا دینے میں ستم گار کا ہاتھ ٹوٹ گیا، حضرت قاسمؑ نے اُسی کے گُرز سے سرکش پہ ایک بھرپور وار کیا۔

دل ہل گیا دو ہوگیا سر دشمنِ دیں کا

راکب معہ مرکب ہوا پیوند زمیں کا

دوسرے پسر کو غصہ آیا، بھائی کے غم میں مردود نے اپنے تبر کو ہاتھ میں لے کر حضرت قاسمؑ پر حملہ کیا۔

روباہ نہ سر بر ہوا شبرؑ کے پسر سے
سر اُس کا جدا کر دیا بس اُس کے تبر سے

جب دو بیٹے ازرق کے حضرت قاسمؑ کے ہاتھ سے مارے گئے تو تیسرا بیٹا تلوار کھینچ کر حضرت قاسمؑ پر حملہ آور ہوا، دونوں طرف سے سن سن تلواریں چلنے لگیں، ازرق شامی بیٹے کی ہمت بڑھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا ہشیاری سے لڑو، پھرتی دکھاؤ اور قاسم پر پیہم حملے کرو۔

آنکھ اُس کی جھپکنے جو لگی تیغ کے ڈر سے　　کچھ بن نہ پڑی جنگ میں اس بانیٔ شر سے
چاہا کہ رُکے شیر کی تلوار سپر سے　　ہاں سچ ہے قضا آئے تو ٹلتی نہیں سر سے

اک ضرب پڑی ایسی دو تا ہوگیا ظالم
کاٹی جو کمر زیں سے جدا ہوگیا ظالم

حضرت قاسمؑ نے ازرق کے تین بیٹوں کو قتل کیا، ازرق کی آنکھوں میں سیاہی چھا گئی، چوتھے فرزند کو ازرق نے اجازت دی کہ وہ اپنے بھائیوں کا بدلہ لے اور جا کر اپنے مقابل کو قتل کرے۔

غصے سے لعیں ہونٹ چباتا ہوا آیا
نیزے کو ستم گار ہلاتا ہوا آیا

حضرت قاسمؑ نے اس شقی کو جب اپنے گھوڑے کے قریب پایا، اپنے نیزے کو اُٹھایا۔

سینے پہ سناں مار کے بس زیں سے اُٹھایا

نیزے کی نوک سے اُٹھا کر چوتھے بیٹے کی لاش کو ازرق کی طرف پھینک دیا۔

اس وقت خولی نے ازرق سے کہا کہ میں تجھ سے پہلے سے کہہ چکا تھا کہ یہ بچہ شیروں کا شیر ہے، تو خود اس کو جا کر قتل کر دے، تو نے میری بات نہیں مانی اور چاروں پسر گنوا دیئے۔ اگر تو نے حسینؑ ابنِ علیؑ کے بھتیجے کو قتل نہیں کیا تو پورے لشکرِ یزید پر آج تباہی آجائے گی اور تیری بہادری کی شہرت خاک میں مل جائے گی۔

ازرق سمجھ گیا کہ اب مقابلے کے علاوہ کوئی تدبیر ممکن نہیں ہے، نیزے کو ہاتھ میں لیا اور تلوار کو دیکھنے لگا، شہزادۂ قاسمؑ کی طرف نیزے کو اُٹھائے ہوئے چلا ادھر شہزادۂ قاسمؑ نے اپنے گھوڑے میمون کو کاوے پر لگایا، اپنے نیزے کو تکان دی، ہاتھ کو بلند کر کے ازرق کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا وہ چکّر میں آ گیا۔

ازرق نے جیسے ہی اپنی سپر سے وار کو روکا شہزادۂ قاسمؑ نے نیزے کو گھوڑے کی یال پر رکھتے ہی اپنی تلوار کھینچ لی، ہاتھ کو گردش دے کر وار کیا، ازرق کے ہاتھ پر تیغ پڑی ہاتھ سے ازرق کا نیزہ زمین پر گر گیا۔ نیزہ گرتے ہی ازرق نے شہزادۂ قاسمؑ پر اپنے تبر سے وار کیا، شہزادے نے نہایت پُھرتی سے دوسرا وار کیا اور تبر کے دو ٹکڑے کر دیئے، ازرق نے اب گُرز ہاتھ میں لے کر دو تین وار کیے لیکن اس کے ہاتھ پہلے ہی تھک چکے تھے۔

شہزادۂ قاسمؑ فرماتے ہیں:-

عباسؑ نامِ پاک ہے جس نامدار کا
تعلیم یافتہ ہوں میں اُس شہسوار کا

ازرق نے تیاری کے ساتھ حضرت قاسمؑ پر دوبارہ وار کیا، حسنؑ کے شیر کو بھی جلال آیا آپ نے اپنی تیغ کو بلند کیا۔ شہزادے کا یہ وار ازرق کے سر پر ہوا اور سر کو کاٹ کر تلوار گلو تک آئی اور آخر تلوار نے زین تک ازرق کو دو ٹکڑے کر دیا، ازرق کا یہ حال ہوا کہ:-

آدھا جو دھڑ اِدھر کو تو آدھا اُدھر گرا

حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ کو خبر دی کہ :-

ازرق کو مارا آپ کے قاسمؑ نے جان سے

اِدھر حضرت قاسمؑ نے قوم اشقیا پر حملہ کر دیا۔

دشتِ وغا میں خون کے دریا بہا دیئے
سب کو علیؑ کی تیغ کے جوہر دکھا دیئے

حضرت قاسمؑ لڑتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے، نیزے والے شہزادے کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے، کچھ اشقیا شہزادے پر سنگ باری کر رہے تھے، فوجِ اشقیا میں کوشش تھی کہ شہزادۂ قاسمؑ کو زخمی کر کے گھوڑے سے گرا دیں، تین دن کا پیاسا کمسن مجاہد چاروں طرف کے حملوں سے زخمی ہونے لگا، ایک ظالم نے شہزادے کی پشت پر نیزے کا وار کیا، نیزے کی انی پشت سے سینے تک در آئی۔ کسی نے سر پر تلوار کا وار کیا۔

آتے تھے غش پہ غش ہوا جاتا تھا جی نڈھال
طاقت نہ تھی کلام کی تھا پیاس سے یہ حال
برچھی لگی جو دل پہ تو صدمہ ہوا کمال
جھومے فرس پہ دونوں طرف شیر کی مثال
ہٹ ہٹ گئیں قدم سے رکابیں بھی چھوٹ کے
تارہ سپہرِ دیں کا گرا رن میں ٹوٹ کے

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے
خادم ہوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آیئے
سر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آیئے

جلدی پہنچئے تیغِ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل بڑھے ہیں ہاتھوں میں خنجر لئے ہوئے

دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ گلعذار
طبلِ ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے اُدھر سے تیغ بکف شاہِ نامِ دار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو یاں سوار

سب ٹکڑے ٹکڑے سینۂ پُرنور ہوگیا
ٹاپوں سے آئینہ سا بدن چُور ہوگیا

امام مظلومؑ شہزادۂ قاسمؑ کی لاش پر پہنچے:۔

سر اپنا پیٹ کر یہ پکارے شہؑ اُمم
قاسمؑ اُٹھو کہ ملنے کو آئے ہیں تم سے ہم

حضرت قاسمؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے:۔

ہچکی کے درد نے تہہ و بالا جگر کیا
بس مسکرا کے باغِ جہاں سے سفر کیا

حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبرؑ امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ تھے، جس وقت پامالِ کربلا قاسمؑ کی لاش اُٹھائی گئی تو یہ حال تھا کہ:۔

چادر لپیٹ دی تھی کہ اعضا نہ ہوں جدا
قطرے لہو کے خاک پہ گرتے تھے جابجا

حضرت قاسمؑ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کو بعدِ شہادت "شہیدِ ممتاز" کا خطاب ملا۔

باب ۵

حضرت قاسمؑ کا نام

رسولؐ اللہ کے سب سے بڑے فرزند قاسمؑ تھے اس لیے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ وہ بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔ ابھی دو برس کے تھے کہ انتقال کیا۔ رسول اللہؐ کے ذکر میں اب قیامت تک ''قاسمؑ'' کا نام خطبے میں لیا جاتا رہے گا:-

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین سیّدنا و نبیّنا و شفیعنا ابی القاسم محمد وآلہ الطّیبین الطّاھرین۔

قرآن نے رسولؐ اللہ کے شجرے کو ''شجرہ طیبہ'' سے تعبیر کیا ہے۔

پروردگارِ عالم نے اس شجرے کو اِنّا اعطینٰک الکوثر ارشاد فرمایا، حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اور آپ کے دونوں فرزند حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ قرآن میں ''کوثر'' قرار پائے۔

رسولؐ اللہ کے ارشاد کے مطابق اللہ نے اولادِ رسولؐ کو صلبِ علیؑ میں قرار دیا۔ اب قیامت تک امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے رسولؐ اللہ کی نسل باقی ہے۔

حضرت امام حسنؑ نے اپنے سگے ماموں قاسمؑ ابن رسولؐ اللہ کے نام پر اپنے ایک فرزند کا نام ''قاسمؑ'' رکھا۔ حضرت قاسمؑ ابن حسن علیہ السلام کے (جد) دادا رسولؐ اللہ ہیں۔ آپ بھی رسول اللہ کے مثل فرزندوں کے ہیں۔ گویا خطبے میں آپ کا نام بھی زندہ

ہے۔ رسول اللہؐ کے خاندان میں آپ کے فرزند ''قاسمؑ'' کے بعد امام حسنؑ کے فرزند کا نام قاسمؑ رکھا گیا۔ قاسمؑ کے معنی ہیں ''خوبصورت'' چہرے والا۔ دوسرے معنی ہیں وراثت تقسیم کرنے والا۔

مولانا سیّد محمد مہدی ''لواعج الاحزان'' میں لکھتے ہیں:-

امام حسنؑ کی کنیّت ''ابومحمدؐ'' کے علاوہ ''ابوالقاسم'' بھی تھی۔

اس سے پہلے جناب محمد ابن جعفر طیارؓ کے بیٹے کا نام قاسمؑ رکھا گیا اور جناب محمد ابن ابی بکر کے بیٹے کا نام بھی قاسمؑ تھا۔ مقاتل میں حضرت عباس علمدارؑ کے ایک بیٹے کا نام ''قاسمؑ'' لکھا ہے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر کے ایک بیٹے کا نام بھی قاسمؑ بتایا گیا ہے۔

حضرت قاسمؑ کو کربلا میں شہید کیا گیا اور مسلمانوں نے رسولؐ اللہ کی رشتے داری کا کوئی بھی لحاظ نہیں کیا۔ اگر جناب خدیجہؑ کے بطن سے قاسمؑ ابن رسول اللہ حیات ہوتے تو اُنھیں بھی شہید کر دیا جاتا۔

ابن ابی الحدید معتزلی ''شرح نہج البلاغہ (جلد ۲۰ صفحہ ۲۹۸)'' میں حضرت علیؑ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں:-

لوگوں نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہا:-

اے امیر المومنینؑ اگر حضرت رسولؐ خدا کوئی بیٹا چھوڑتے اور اس کی ذات میں حلم و رشد ہویدا ہوتا تو کیا عرب اس فرزندِ رسولؐ کو اپنا حاکم تسلیم کرتے اور حضورؐ کی خلافت اس کے سپرد کرتے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:-

''نہیں''، عرب اس کو بھی قتل کر ڈالتے اور اس کے ساتھ بھی وہی کرتے کہ جو انھوں نے میرے حق میں کیا ہے۔ قریش نے اس کو حکومت اور ریاست کے حصول کا ذریعہ بنا

لیا ہے اور رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد جب انھیں حکومت مل گئی تو پھر انھوں نے ایک روز بھی اللہ کی عبادت نہیں کی ہے۔ (شرح نہج البلاغہ)

مولانا سیّد محمد مہدی لکھتے ہیں:-

حدیث میں وارد ہے کہ رسولِ خدا نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کا نام محمد رکھے اور اُس کی کنیت ابوالقاسمؑ قرار دے یعنی نام و کنیت دونوں کے جمع کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ مگر دو بزرگواروں کے لیے حضرت نے اجازت دی تھی۔ ایک تو امام اوّل امیر المومنینؑ علی بن ابی طالبؑ کے واسطے فرمایا تھا کہ اے علیؑ! اگر ہمارے بعد تمہارے کوئی لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا اور اُس کی کنیت ہماری کنیت قرار دینا۔ جب محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تو حضرت نے اُن کا نام محمدؑ اور کنیت ابوالقاسم رکھی اور دوسرے بزرگوار جن کے بارے میں پیغمبرؐ نے اجازت دی تھی وہ امام مہدی آخر الزمان ہیں کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اُن کا نام میرا نام ہوگا اور اُن کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ (لواعج الاحزان جلد دوئم... صفحہ ۳۹۴)

حضرتِ قاسمؑ کے القابات و خطابات:

حضرت امام حسنؑ نے اپنے فرزند کا نام قاسمؑ، رکھ کر اُمّت پر حجت تمام کر دی کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام رسولؐ اللہ کے فرزند قاسمؑ کے نام پر رکھا ہے اور یہ وارثِ رسولؐ ہے۔ صورت و سیرت میں شبیہ رسولؐ ہے۔ تم نے اس کو قتل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم کو نبوت و رسالت و خاندانِ نبوت سے ازلی دشمنی ہے اور اب اُمّت قیامت کے دن بخشش کی امیدوار نہیں ہوسکتی۔

مقاتل میں حضرت قاسمؑ کے نام کے علاوہ القابات و خطابات نہیں تحقیق ہوسکے، اردو مرثیے میں شہزادے کے متعدد القابات و خطابات نظم ہوئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

قاسمؑ، ابنِ حسنؑ، یتیمِ حسنؑ، اُمِّ فروہؑ کا چاند، راحت جانِ مجتبیٰ، جانِ زہراؑ کے دلربا، رونقِ دشتِ نینوا، شہیدِ راہِ وفا، پامالِ کربلا، قاتلِ ازرق، شیریں سخن، وارث لافتیٰ، شہید، یادگارِ حسنؑ، وارثِ شجاعتِ حیدریؑ، قاسمؑ دولھا، قاسمؑ بنے، قاسم بنڑہ، قاسمِ نوشاہ، پامالِ سُمِ اسپاں، قاسمؑ گردوں سریر، قاسمؑ گُل پیرہن، ابنِ عم، قاسمؑ گلگوں قبا، برادر کی نشانی۔

قاسمؑ:-

عرب، عراق، ایران اور پاک و ہند میں آپ کا یہ نام مشہور و معروف ہے۔ یہ نام زبان پر آتے ہی ہر ایک کا دھیان امام حسنؑ کے صاحبزادے ''قاسمؑ'' کی طرف جاتا ہے۔ ایران میں عوام اپنی اپنی گاڑیوں پر جلی حروف سے لکھتے ہیں:-

''السّلام علیک یا قاسم ابن الحسنؑ''

عربی، اردو، فارسی زبان وادب میں اور مرثیوں میں یہ نام بہت پُرکشش تصوّر کیا جاتا ہے۔

ایک سُنّی شاعر یوسف علی عزیز دہلوی نے حضرتِ قاسمؑ کے اسمِ مبارک کی تشریح اس طرح کی ہے کہ آپ کے نام میں مالکِ کائنات کے چار نام ہیں قدیر، اللہ، سلام اور مومن:-

ایمان ہے قرآنِ مجسم سرِ قاسمؑ
صدہا ہیں مگر ایک نہیں ہم سرِ قاسمؑ

قاف سرِ قدرت نے ''قدیر'' اس کو بنایا — ق — (قدیر)
دے کر الف ''اللہ'' نے اِک راز بتایا — ا — (اللہ)
اور سین ''سلام'' کا اس کیلئے سر پہ ہے سایا — س — (سلام)

یہ میم ہے ''مومن'' کا کہ امت کو بچایا م (مومن)

اسرار عجب اسمِ مبارک میں نہاں ہیں
اک نام میں چار اسمِ خدائے دو جہاں ہیں

ابنِ حسنؑ:-

حضرت قاسمؑ دوسرے امام حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند ہیں۔اس لئے آپ کو'' ابنِ حسنؑ'' کہتے ہیں۔ آپ نے میدانِ کربلا میں یہ رجز پڑھا ''ان تنکرونی فَانَا بنُ الحَسَن'' ''اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو سنو میں ''ابنِ حسنؑ'' ہوں۔ یہ کنیت شہزادے کی زبان سے قوم و ملّت کو اتنی پسند آئی کہ صدرِ اسلام سے آج تک لاتعداد نام ''ابنِ حسن'' رکھے گئے۔اور اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔مولانا ابنِ حسن نونہروی اور مولانا ابنِ حسن جارچوی سے کون واقف نہیں ہے۔حضرت امام زمانہ کی کنیت بھی ''ابنِ حسنؑ'' ہے، پیام اعظمی کہتے ہیں:-

بیعت کریں گے ایک دن سب آکے تیرے ہاتھ پر
اے عہدِ نو کے بُت شکن ابن الحسن یا بن الحسنؑ

پیام اعظمی کے بڑے چچا امیر حسین وفا اعظمی حضرت قاسمؑ ''کو ابنِ حسنؑ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں:-

جب چلے ابنِ حسنؑ مرنے کو لے کر شہؑ سے اِذن
رو دیئے شبیرؑ سوے چرخِ اخضر دیکھ کر

یتیمِ حسنؑ:-

حضرت قاسمؑ نہایت کمسنی میں یتیم ہوگئے تھے، باپ کا سایہ جلد ہی سر سے اُٹھ گیا، روز عاشورہ امام حسینؑ نے حضرت قاسمؑ کو رخصت کرتے وقت آپ کا گریبان چاک

کر دیا تھا اور فرمایا تھا گریباں چاک ہونا یتیم کی نشانی ہے ہوسکتا ہے اشقیا یتیم سمجھ کر اِس بچّے پر ظلم نہ کریں۔ امام حسینؑ اُمّت کو قرآن کی آیات یاد دلانا چاہتے تھے:-

ارشادِ الٰہی ہے

''اور ہم نے بنی اسرائیل سے میثاق لیا کہ تم یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے، پھر تم سے بجز چند اشخاص کے اس عہد سے پھر گئے۔ اُس کی سزا حیاتِ دنیا میں رسوائی اور یومِ قیامت سخت عذاب کی طرف لوٹائے جانے کے سوا کیا ہے۔ تم نے کمینی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدا پس اُن کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائیگی

(سورۂ بقرہ آیات ۸۳تا۸۶)

اُن کے لئے عذاب لایا جائے گا جو سرکش ہیں اور فساد کرتے ہیں اور یہ عذاب اس لئے ہے کہ:-

كَلَّا بَلْ لَّاتُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ

تم یتیم کی عزت نہیں کرتے (سورۂ فجر آیت ۱۷)

حضرت ابوطالبؑ نے سرکار رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی فرمائی اللہ نے قرآن میں کہا۔

''اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْماً فَاٰوٰى (الضّحیٰ آیت ٦)

اے محمد! تم یتیم تھے ہم نے تم کو ابوطالبؑ کی پناہ میں دے دیا

بس اے محمدؐ!

اپنی قوم سے کہہ دو!

خبردار!

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضّحیٰ آیت ۹)

یتیم پر ظلم نہ کرنا

کربلا میں مسلمانوں نے یتیموں پر بے پناہ ظلم کیئے یتیمِ حسنؑ حضرت قاسمؑ کی لاش کو پامال کر دیا۔ حسینؑ کی یتیم بچی سکینہؑ بی بی کے کانوں سے گوشوارے چھین لئے۔

اور اس طرح ارشادِ الٰہی کے مطابق

رسولؐ اللہ کی اُمّت نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا،

چودہ سو برس کے بعد بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کُھلی ہیں

میر انیسؔ:۔

ہے غضب آنکھیں تو کھولے ہو مگر سوتے ہو

اقبالؔ:۔

کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

اُمِّ فروہؑ کا چاند:۔

دنیا کی ہر ماں کی نظر میں اس کا بیٹا مثلِ چاند ہوتا ہے لیکن حضرت قاسمؑ تو اللہ کے محبوب ترین نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد تھے۔ حُسن وخوبصورتی میں فخرِ یوسفؑ تھے۔ مقاتل میں حمید بن مسلم کی روایت درج ہوتی آئی ہے کہ:۔

جب حضرت قاسمؑ میدانِ کربلا میں آئے یوں معلوم ہوا کہ چودھویں کا چاند (یا چاند کا ٹکڑا) طلوع ہو گیا ہے (بحار الانوار)

رونقِ دشتِ نینوا:۔

دشتِ نینوا جو صدیوں سے ویران پڑا تھا، ۶۱ھ میں آٹھ دن کے لئے وہاں بہار آ گئی تھی، محرم کی دوسری تاریخ سے وہاں گلستانِ فاطمہؑ کھلا ہوا تھا۔ باغِ رسولؐ کے ایک پھول قاسمؑ بھی تھے عاشور کے دن قاسمؑ لشکرِ حسینی کی رونق بنے ہوئے تھے۔

شہیدوں نے شہادت کے بعد اس ویران دشت کی ویرانی کو ختم کر دیا۔

قبرِ حسینؑ کے پہلو میں حضرت قاسمؑ دفن ہوئے۔ آج بھی حضرت قاسمؑ دشتِ نینوا کی رونق ہیں حضرت امام زین العابدینؑ اپنے چچا حضرت امام حسنؑ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن ہوئے اور حضرت قاسمؑ اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ خبیرؔ لکھنوی نے اس نکتے کو نظم کیا ہے:-

پاس شبرؑ کے بنی قبرِ امام مسموم
آئے فرزند کے لینے کو حسینؑ مظلوم

کوئی کہتا تھا کہ مظلوم ہے مظلوم کے پاس
دفن مسموم ہوا سیّدِ مسموم کے پاس

پایا قاسمؑ نے شہؑ کرب و بلا کا پہلو
اس بھتیجے کو پسند آیا چچا کا پہلو

شہیدِ راہِ وفا:-

حضرت علیؑ نے رسولؐ اللہ سے پوچھا

یا رسول اللّٰه ما الوفاء؟

رسولؐ اللہ نے فرمایا

التوحید وشهادة ان لا اله الّا اللّٰه

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:-

میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ مجھے بتایئے وفا کیا ہے؟

رسولؐ اللہ نے فرمایا:-

توحید اور اس بات کی شہادت کہ سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں روزِ عاشورہ ''توحید'' کی بقا کے لئے شہادتِ عظمیٰ پیش کی، وفا کے معنی توحید ہے۔ امام مظلومؑ کی معیت میں حضرت قاسمؑ نے بھی اسی راہِ وفا'' میں اپنی جان نثار کی اس لئے آپ کو بھی شہید راہِ وفا'' کہتے ہیں۔

پامالِ کربلا:-

حضرت قاسمؑ جب گھوڑے سے زمین پر گرے یزیدی لشکر کے سواروں نے آپ کو گھوڑے کے سُموں سے پامال کردیا۔ آپ زندگی میں پامال کئے گئے اس اندوہ گیں واقعہ پر ہر انصاف پسند دل تڑپ جاتا ہے اور بے اختیار آپ کو ''پامالِ کربلا'' اور پامالِ سُمِ اسپاں'' جیسے غمگین خطابات سے یاد کرتا ہے۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

مارا گیا جہاد میں قاسمؑ حسنؑ کا لال
دولھا کی لاش ہوگئی گھوڑوں سے پائمال

قاسمؑ دولھا:-

''روضۃ الشہدا'' اور ''مقتل طریحی'' کی روایت کے مطابق کربلا میں حضرت قاسمؑ کا عقد ہوا تھا۔ بعض علما عقد کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ایک روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے حضرت قاسمؑ کو میدانِ جنگ کی طرف رخصت کرتے وقت جو لباس پہنایا تھا وہ دولھا کا لباس تھا۔ حقیقت جو کچھ بھی ہو سات سو برس سے اب تک عربی، فارسی اور اردو کے مقاتل اور مرثیہ نگار، نوحہ نگار حضرت قاسمؑ کو ''دولھا'' ''نوشاہ'' ''بنے'' اور ہندی میں بنڑے کے خطابات سے پکارتے ہیں ''قاسمؑ دولھا'' ''قاسمؑ نوشاہ'' ''قاسمؑ بنے'' اور ''قاسمؑ بنڑہ'' کے نام سے حضرت قاسمؑ کو خصوصاً شاعری میں یاد کیا جاتا ہے۔

سات (۷) محرّم کی شب میں برصغیر پاک و ہند میں آگ کا ماتم ہوتا ہے، ماتمی نوجوان سبز کفنی پہن کر یہ ماتم کرتے ہیں اور آگ پر علم لیکر چلتے ہیں' ان ماتمی نوجوانوں کو ''دولھا'' کا نام دیا گیا ہے۔

اور جب آگ کا ماتم شروع ہوتا ہے تمام ماتم دار پُر جوش آواز میں ''قاسمؑ دولھا'' ''قاسمؑ دولھا'' کہتے ہوئے آگ پر چلتے ہیں۔

آگ کے ماتم سے حضرت قاسمؑ کو جو نسبت ہے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جب آپ کربلا کی جلتی ہوئی ریت پر گرے زمین سے گرمی کے سبب آگ کے شعلے اُٹھ رہے تھے، انیسؔ کہتے ہیں:۔

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بُھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

جلتی زمین پر حضرت قاسمؑ کا گرنا اور پھر گھوڑوں کے سُموں سے آپ کے جسمِ نازنیں کا پامال ہونا ایک دردناک منظر کی یاد میں ماتمی نوجوان آگ پر چل کر احساس کرتے ہیں کہ چودہ سال کا نونہال کس طرح گرم خاک اور خون میں لوٹ رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔ نجم آفندی کہتے ہیں:۔

پریم نگر کا پنچھی قاسمؑ موت سے بیاہ رچائے گیا
ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولھا بن کر آئے گیا
رتھ نار لہو کی دھاریں تھیں اس گورے گورے مکھڑے پر
اس دھج پہ کسی کی لاگی نجر یہی سہرا بدھی کھائے گیا

اس گفتگو کے ماحصل کو سمجھنے کے لئے کبھی آگ کے ماتم میں شرکت کیجئے اور ماتم داروں کی پُر جوش آواز ''قاسمؑ دولھا'' ''قاسمؑ دولھا''

کو غور سے سنیئے روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ جائیں گی۔

میر انیسؔ عزاداروں اور ماتم داروں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

سنتے ہیں نامرادیٔ قاسمؑ کا جو بیاں
سر پیٹتے ہیں سب بنے دولھا بصد فغاں

قاسم نام کے دیگر افراد (واقعۂ کربلا سے پہلے)

حضرت قاسمؑ ابنِ محمد رسول اللہ

حضرت قاسم ابنِ محمد ابن جعفر طیّارؑ

حضرت قاسم ابنِ محمد ابن ابی بکر

حضرت قاسمؑ ابن عباس علمدارؑ

حضرت قاسم ابنِ حبیب ابنِ مظاہر

باب ۶......

حضرت قاسمؑ کی والدۂ گرامی

حضرت اُمِّ فروہ صلواۃ اللہ علیہا

ہمارے مقاتل نگار اور تاریخ داں حضرات کو یہ شوق ہے کہ ہر مشہور شخصیت کی والدہ کا ذکر جب بھی کرتے ہیں لفظ ''اُمِّ ولد'' لکھ دیتے ہیں۔ لفظ ''کنیز'' لکھتے ہوئے انھیں جھجھک محسوس نہیں ہوتی۔

حضرت علّیہؑ (والدۂ حضرت مسلم ابنِ عقیل)، حضرت اُم البنینؑ (والدۂ حضرت عباس علمدارؑ)، حضرت شہر بانو (والدۂ جناب سیّد سجادؑ)، حضرت اُمِّ لیلیٰؑ (والدۂ حضرت علی اکبرؑ)، حضرت اُمِّ ربابؑ (والدۂ حضرت علی اصغرؑ)، حضرت اُمِّ فروہ (والدۂ حضرت قاسمؑ) یہ تمام جیّد خواتین کنیزی میں نہیں آئی تھیں بلکہ رشتہ دے کر با قاعدہ شادی ہوئی تھی۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کے اسماء، کنیت، القاب اور خطابات:

حضرت قاسمؑ کی والدۂ گرامی کی کنیت ''اُمِّ فروہؑ'' ہے۔ نام کے سلسلے میں مقتل نگار اختلاف کرتے ہیں، مورخین کے درمیان واضح اختلاف ہے، بی بی کی شخصیت کے معاملے میں اختلاف نہیں ہے بلکہ کوائف کے سلسلے میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً بعض مورخین لکھتے ہیں کہ۔ حضرت اُمِّ فروہؑ، امراء القیس یمنی کی دختر ہیں اور آپ کا نام بی بی سلمیٰ خاتون ہے۔ (مقتل ابی داؤد بحوالہ قمقام)

بعض مورخین لکھتے ہیں آپ ''اُمِّ ولد'' ہیں اور آپ کا نام ''نجمہ خاتون'' ہے (ریاض القدس جلد دوم) بعض مورخین لکھتے ہیں بی بی اُمِّ فروہؑ کا نام ''رملہ خاتون'' ہے۔ (اصحاب الیمین)

بعض مورخین لکھتے ہیں حضرت اُمِّ فروہؑ، ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی دختر ہیں اور حضرت علی اکبرؑ کی والدۂ گرامی حضرت اُمِّ لیلیٰؑ کی سگی بہن ہیں (انسابِ آلِ حسنؑ)

حضرت قاسمؑ، امراء القیس کے نواسے تھے:۔

حضرت قاسمؑ کی والدہ کا نام ''سلمیٰؑ'' تھا۔ کنیت ''اُمِّ فروہؑ'' ہے۔ آپ امراء القیس کی بیٹی اور حضرت اُمِّ ربابؑ کی بڑی بہن ہیں۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کا خاندان اور شجرہ:

آپ کا شجرہ کتابوں میں ملتا ہے۔ سلمٰی بنتِ امراء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن عُلیم بن جناب بن کلب۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کی والدہ کا نام ''ہند'' تھا۔ اُن کا شجرہ حسبِ ذیل ہے:۔

اُمِّ فروہؑ بنتِ ہند بن ربیع بن مسعود بن حصین بن کعب بن عُلیم بن کلب عماد زادہ عماد الدین اصفہانی ''سیرتِ سیّد الشہداءؑ'' میں لکھتے ہیں:۔

''امراء القیس کی تین بیٹیاں تھیں، اس نے ایک بیٹی حضرت علی علیہ السلام کو، ایک امام حسن علیہ السلام کو اور ایک امام حسین علیہ السلام کی زوجیت میں دیں، یہ شادیاں مختلف زمانوں میں ہوئی ہیں''۔

بنی ہاشم میں اس طرح کی شادی ہوتی تھی۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ باپ بیٹے تھے لیکن دونوں کی بیویاں حضرت آمنہ اور حضرت حالہ بہنیں تھیں۔ حضرت عبداللہ، حضرت حمزہ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے اور بھتیجے بھی تھے۔ حضرت حالہ، حضرت

عبداللہ کی سوتیلی ماں تھیں۔

ابوالفرج اصفہانی نے ''مقاتل الطالبین'' میں لکھا ہے کہ:-

''سلمیٰ بنتِ امراء القیس کی شادی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ہوئی تھی''

عرب میں ایک شخصیت کے کئی ناموں کی مثال کثرت سے ملتی ہے، خطاب و القاب و اصل نام ملا کر بہت سے نام ہوا کرتے تھے۔ حضرت اُمّ فروہؑ کے اگر متعدد نام ملتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ آپ کو رملہ بی بی، نجمہ بی بی یا سلمیٰ بی بی کے نام سے بھی یاد کیا جاسکتا ہے۔ معروف نام ''اُمِّ فروہؑ'' ہے جسے تبدیل کرنا اب ناممکن ہے۔ ہزاروں کتابوں میں یہ نام درج ہو چکا ہے۔ اور ناواقف حضرات حضرت قاسمؑ کی والدہ کے نام میں ''اُمِّ ولد'' نہ لکھا کریں تو بہتر ہوگا۔

ایرانی مورّخ فضل اللہ کمپانی نے اپنی کتاب ''حسنؑ کیست؟'' میں بے ادبی کی حد کردی ہے۔

حضرت قاسمؑ کی والدہ کے لیے لکھتے ہیں:-

''مادرشان ''اُمّ ولد'' کنیز زرخرید بودہ است'' (صفحہ ۲۸۲)

حضرت اُمِّ فروہؑ کی امام حسنؑ سے شادی:

مولانا اظہر حسن زیدی کے مجموعہ تقاریر میں حضرت اُمِّ فروہؑ کی شادی کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

''امراء القیس جو یمن میں رہتے تھے یہ عیسائی تھے، اُن کی شرافت و لطافت اور اخلاق کی داستانیں عرب کی ادبی کتابوں میں مختلف جگہوں پر درج ہیں۔ (یہ عرب کے مشہور شاعر امراء القیس کے علاوہ دوسری شخصیت ہیں) بہر حال امراء القیس یمنی نہایت شریف النفس اور نیک انسان تھے، خدا نے اُن کو دو بیٹیاں عطا فرمائیں، ایک کا

نام سلمیٰ تھا اور ایک کا نام سلامہ تھا۔ سلمیٰ (اُمِّ فروہؑ) جوان ہوگئی تھیں اور سلامہ (اُمِّ ربابؑ) ابھی چھوٹی سی بچی تھیں جب اُن کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ امراءالقیس کے دل میں خدا جانے کیا خیال آیا کہ انھوں نے ارادہ کیا مسلمان ہونے کا یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب مدینے میں تیسری خلافت وحکومت کا دور تھا۔ امراءالقیس اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر مدینے آگئے، سوچنے لگے پہلے تو میں مسلمان ہوں گا پھر بڑی بیٹی کی شادی کسی شریف زادے سے کردوں گا اور چھوٹی بیٹی اپنی بڑی بہن کے ساتھ رہے گی، جب یہ بڑی ہوگی تو اس کی بھی شادی کردوں گا، اس نیت سے وہ دونوں بیٹیوں کو لے کر مدینے آگئے، مدینے میں آکر اُنھوں نے یہ تلاش کیا کہ شریف ترین انسان کون ہے جس سے اپنی لڑکی کی شادی کردوں امراءالقیس خلیفۂ وقت سے ملے وہ صاحبِ حیثیت تھے دربار میں بیٹھے دو چار باتیں کیں دو چار دن جا کر دربار میں بیٹھے گفتگو سے وہ شرافت کا معیار انھیں نہ ملا جس کی وہ تلاش میں تھے، جوہری کو جوہر کا پتہ چلتا ہے کہنے لگے یہ وہ نہیں ہے، یہ اس قابل نہیں کہ میری لڑکی کا رشتہ اس سے کیا جائے چند دن مدینے میں اور ٹھہرے اس انتظار میں کہ کوئی شریف ملے !

امراءالقیس کو ایک دن حضرت علی علیہ السلام نظر آئے جنھیں دیکھ کر لوگ کہتے تھے ''مَا اَشرفہ هٰذا الفتیٰ'' "یہ تو اشرف ترین انسان ہے" امراءالقیس نے حضرت علیؑ سے ملاقات اور آپ کے ہاتھوں پر دینِ اسلام قبول کیا۔ اور اپنی عرض بیان کی کہ ''میری دو لڑکیاں ہیں ایک ابھی کمسن بچی ہے اور ایک قابلِ شادی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضورؑ کے شہزادگان محترم اگر میری لڑکی کو قبول فرمالیں تو میری دین و دنیا میں فلاح ہوگی''۔ چنانچہ امراءالقیس کی بڑی لڑکی سلمیٰ (اُمِّ فروہؑ) کا عقد اُسی دن حضرت

علیؑ نے اپنے فرزندِ اکبر شہزادہ کونین حضرت حسن مجتبیٰؑ سے کیا اُسی خاتون کے بطنِ مبارک طیّبہ وطاہرہ سے امام حسنؑ کے گھر وہ بچہ ظہور میں آیا جو قاسمؑ ابن حسنؑ کے نام سے آج دنیا میں مشہور ہے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جناب سلمیٰ (اُمّ فروہؑ) کی چھوٹی بہن جناب سلامہؑ (اُمّ ربابؑ) جب بڑی ہوگئی تو ان کا عقد جناب امام حسین سے ہوا مرنے کے بعد امراء القیس کی قسمت جاگ اُٹھی اُسے اس کی شرافت کا پورا صلہ مل گیا جناب اُمّ ربابؑ کو اللہ نے دو اولادیں عطا کیں ایک جناب سکینہؑ دوسرے شہزادۂ علی اصغر حضرت قاسمؑ اور حضرت علی اصغرؑ چچازاد بھائی بھی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

ابوالفرج اصفہانی نے ''مقاتل الطالبین'' اور ''آغانی'' میں یہ واقعات خلافت کے دوسرے عہد میں دکھائے ہیں۔ بنی اُمیّہ کے نمک خوار مورّخین آلِ محمدؐ کے واقعات کو لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ہر واقعہ کو ابوبکر وعمر کے عہد میں دکھایا جائے اور تھوڑا بہت ربط دربار سے دکھایا جائے تاکہ عام مسلمان یہ باور کرلیں کہ خلفاء سے حضرت علیؑ کے تعلقات بہت اچھے اور مستحکم تھے۔ امراء القیس کے واقعہ میں بھی یہی کوشش کی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امراء القیس دوسری خلافت کے زمانے میں مدینے آئے ہوں لیکن اُن کی بیٹیوں کی شادی ایک ساتھ نہیں ہوسکتی۔ دراصل جب حضرت علیؑ یمن گئے تھے امراء القیس حضرت علیؑ کے دستِ حق پرست پر ایمان لائے تھے اور حضرت علیؑ کی محبت میں وہ یمن چھوڑ کر مدینے آگئے۔ اُن کا مستقل قیام مدینے میں تیسری خلافت کے دور میں ہوا ہے جب یمن کے وفود مدینے آئے تو یہ بھی مدینے آئے۔ مدینے میں امراء القیس کا گھر موجود تھا۔ امام حسین کے اشعار دلیل میں پیش

کیئے جاسکتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:-

"ربابؑ جب اپنے میکے چلی جاتی ہیں تو مجھے اپنا گھر نہیں اچھا لگتا جس میں رباب اور سکینہؑ نہ ہوں"

۳۵ھ کے قریب حضرت اُمِّ فروہؑ کی شادی امام حسن علیہ السلام سے ہوئی، امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۵۲ ہجری میں حضرت اُمِّ فروہؑ کی چھوٹی بہن جناب ربابؑ سے امام حسین علیہ السلام کی شادی ہوئی۔

حضرت اُمِّ فروہؑ اور امام حسنؑ کی شادی کے بعد دونوں کا ساتھ سولہ[۱۶] برس تک رہا۔

سولہ[۱۶] برس میں حضرت اُمِّ فروہؑ کے یہاں چار بیٹے اور دو بیٹیاں عالمِ وجود میں آئیں۔

۱۔ فاطمہؑ بنتِ حسن، ۲۔احمد بن حسنؑ، ۳۔عبداللہ اکبر بن حسنؑ، ۴۔قاسمؑ بن حسنؑ، ۵۔عبداللہ اصغر بن حسنؑ۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے وقت ان پاک ذوات مقدسہ کا سِن و سال مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فاطمہ بنتِ حسنؑ (زوجہ امام سیّد سجاد علیہ السلام) کا سِن مبارک دس برس تھا۔

۲۔ احمد بن حسنؑ آٹھ برس کے تھے۔عبداللہ اکبر بن حسن چھ برس کے تھے۔

۳۔ حضرت قاسمؑ بن حسنؑ چار برس کے تھے اور عبداللہ اصغر بن حسن دو برس کے تھے۔

کربلا میں اِن حضرات کا سن مندرجہ ذیل تھا:-

کربلا میں فاطمہؑ بنتِ حسنؑ کا سن بیس برس تھا۔احمد بن حسنؑ اٹھارہ برس کے تھے۔ عبداللہ اکبر بن حسنؑ سولہ برس کے تھے، حضرت قاسمؑ ابن حسن چودہ برس کے تھے اور عبداللہ اصغر بن حسن بارہ برس کے تھے۔

حضرت اُمّ فروہؑ اور شہادت امام حسن علیہ السلام:

خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام تقریباً ۹ سال زندہ رہے۔ یہ تمام زمانہ آپ نے خانہ نشینی میں گزارا۔ کوفے کی سکونت ترک کر کے آپ مدینے آ گئے تھے۔ یہاں سے آپ نے کئی حج پا پیادہ کئے۔ باوجودیکہ آپ نے سلطنت سے ترک تعلق کر لیا تھا لیکن معاویہ کو اس پر بھی چین نہ تھا۔ اس کے دل میں یہ کھٹکا لگا تھا کہ اگر امام حسنؑ سے پہلے مجھے موت آ گئی تو یہ سلطنت ان کی طرف واپس چلی جائے گی اور میرا بیٹا یزید اس سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے وہ رات دن اس فکر میں تھا کہ موقع ملے تو امام حسن ع کو قتل کرادے۔

کوفے کے قیام کے دوران حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں ایک سازش کے تحت جعدہ بنتِ اشعث امام حسنؑ کے عقد میں آ گئی تھی۔ یہ ابوبکر کی بہن کی بیٹی تھی۔ معاویہ نے جوڑ توڑ لگا کر جعدہ بنتِ اشعث سے سازش کی اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ امام حسنؑ کو زہر دے دے تو ایک لاکھ درہم اس کو انعام دے گا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کا نکاح کرادے گا۔ جعدہ بنتِ اشعث معاویہ کی اس چال میں آ گئی اور ایک رات کو نہایت ہی قاتل زہر جو معاویہ کے پاس سے آیا ہوا تھا حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پینے کے پانی میں ملا دیا۔ رات میں پانی پیتے ہی تمام بدن میں زہر کا اثر دوڑ گیا۔ کلیجہ کٹ کٹ کر منھ کو آ گیا۔ طشت جگر کے ٹکڑوں سے بھر گیا۔ زہر کے اثر سے تمام بدن سبز ہو گیا، آپ کی حالت غیر ہوتی چلی جاتی تھی، گھر میں ایک قیامت برپا تھی۔ بھائی، بہنیں اور ساری اولاد آپ کے گرد جمع تھے، امام حسنؑ ایک ایک کو حسرت بھری نظر سے دیکھتے اور صبر کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسین مظلوم کو چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ اب

ہماری اور تمھاری ملاقات جنتِ اعلیٰ میں ہوگی کیونکہ رسولؐ خدا جدّ نامدار اور والدہ سیدۂ عالمؑ اور والدِ بزرگ وار علی مرتضیٰؑ میرے لینے کو آئے ہیں اور حورانِ وغلمانِ بہشت ہمراہ ہیں، امام حسنؑ نے جب یہ کلمات امام حسینؑ سے ارشاد فرمائے گھر میں ایک کہرام بپا ہوگیا، پھر امام حسنؑ نے حضرتِ زینبؑ سے ارشاد فرمایا کہ والدۂ قاسمؑ اُمّ فروہؑ کس طرف ہیں، تم جا کر اُنھیں مرے پاس لے آؤ،

کچھ کہنا ہے اُن سے کہ جدائی کی گھڑی ہے
زینبؑ نے کہا رو کے سرہانے وہ کھڑی ہے

یہ گذارش کر کے حضرت زینبؑ نے حضرت اُمّ فروہؑ سے ارشاد فرمایا کہ بھابھی یہ وقت لحاظ وشرم کا نہیں ہے آپ بھائی حسنؑ کے سامنے تشریف لائیں وہ آپ سے کچھ وصیت کرنا چاہتے ہیں۔

آئیں جونہی وہ سامنے بادیدۂ پُرنم　　فرمایا حسنؑ نے کہ زمانے سے چلے ہم
لازم ہے تمھیں مہر ہمیں بخش دو اس دم　　اُس نے کہا بخشا تو بپا ہوگیا ماتم
شبّرؑ نے کہا صبر کرو رونے میں کیا ہے
خود کہتا ہے حق صابروں کے ساتھ خدا ہے

پھر امام حسنؑ نے حضرت قاسمؑ جو کہ اس وقت چار برس کے تھے پاس بُلایا، حضرت قاسمؑ کے سب بھائیوں کو بھی قریب بلایا تمام بیٹوں کو چھاتی سے لگایا پیار کیا۔ ایک وصیت نامہ پرچۂ قرطاس پر لکھا ہوا سرہانے سے اُٹھا کر حضرت قاسمؑ کو دیا اور فرمایا کہ یہ وصیت تمام فرزندوں کے لیے ہے لیکن اے قاسمؑ تم اس کو اپنے بازو پر باندھ لو جب حسینؑ پر کوئی سخت مصیبت کا دن آئے اس وصیت کو پڑھ کر اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسمؑ خردسال تھے سراسیمہ ہو کر رونے لگے اور کبھی والدہ گرامی حضرت اُمِّ فروہؑ کے

دامنِ اطہر سے لپٹ کر روتے اور کبھی اپنے پدر بزرگوار سے لپٹ کر روتے، یہاں تک کہ روتے روتے غش آ گیا۔

ملاّ حسین کاشفی لکھتے ہیں:-

''منقول ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ سیّدہ اُمِّ کلثوم سلام اللہ علیہا سے فرمایا، اے خواہرِ نامدار اور یادگارِ مادرِ بزرگوار میرے بیٹے قاسمؑ کو حاضر کرو، سیّدہ اُمِّ کلثومؑ نے جناب قاسمؑ کو بلایا تو امام حسن علیہ السلام نے انھیں سینے سے لپٹا کر اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا بعد ازاں جناب قاسمؑ کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا میں آپ کی صاحبزادی کو قاسمؑ کے لئے نامزد کرتا ہوں، وقت آنے پر اُسے اِس فرزند کے سپرد کر دینا اور اس پر ہمیشہ باپ کی مشفقانہ نگاہیں رکھنا ۲۸ صفر کی رات کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آنکھیں بند ہوگئیں، آپ کی اولاد طاہرہ بہنیں اور بھائی آپ کے پاس جمع تھے، جب رات کے دو پہر گذر گئے تو آپ نے چشمانِ مبارک کھول کر امام حسین علیہ السلام سے فرمایا ''میں اپنے برادران اور اولاد کے لیے آپ سے سفارش کرتا ہوں اور اِن سب کو آپ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۴۳۰)

وا حسرتا کہ سروِ رواں از چمن برفت
یعنی کہ نور دیدۂ زہرؑا حسنؑ برفت

قاسمؑ کو سراسیمہ بہت غم سے جو پایا آنسو شہؑ مسموم کی آنکھوں میں بھر آیا
پھر راز امامت شہؑ بیکس کو بتایا سینے سے برادر کو لگا کر یہ سنایا

دنیا سے مرا کوچ ہے اب دارِ بقا کو
سونپا تمھیں گھر بار کو اور تم کو خدا کو

یہ کہتے کہتے آپ گلشن جنّت کو سدھارے:۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:۔

ماتم کی اہل بیت رسالت میں تھی صدا　　برپا تھا شورِ وا حسنًا وا محمدًا
سادات کے محلے میں اک حشر تھا بپا　　بامِ فلک سے آتی تھی ہاتف کی یہ ندا
آلِ نبیؐ سے سبطِ محمدؐ جدا ہوئے
زہراؑ کے آج لعل و زبرجد جدا ہوئے

لاشے کے پاس مادرِ قاسمؑ کا تھا یہ حال　　رُخ زرد اور پھٹا تھا گریباں کُھلے تھے بال
چلاّتی تھی یتیم ہوئے ہائے میرے لال　　لونڈی نثار اے پسرِ شاہِ ذوالجلال
مدّت کا ساتھ ہائے غضب آج چھُٹ گیا
میں رانڈ ہوگئی مرا اقبال لُٹ گیا

غسل و کفن امام کو جب دے چکے امام　　اور جمع ہو چکے درِ دولت پہ خاص و عام
جس دم اُٹھا جنازۂ شہزادۂ انام　　کرتے تھے انبیائے سلف واں پہ اہتمام
تھے شیثؑ و نوحؑ چاک گریباں کیئے ہوئے
الیاسؑ و خضرؑ جاتے تھے کاندھا دیئے ہوئے

آپ کے جنازے کے ساتھ حضرت عباسؑ علمدار، حضرت عون بن علیؑ، زید ابن حسنؑ، حضرت محمد حنفیہؑ، نوحہ گر تھے، حضرت قاسمؑ کو امام حسین علیہ السلام گود میں لیے ہوئے تھے امام حسنؑ کی ازواج مطہرات، خادمائیں، کنیزیں برہنہ سر تھیں۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:۔

عباسؑ و عونؑ، زیدؑ و محمدؑ تھے نوحہ گر　　قاسمؑ کو تھامے جاتے تھے سلطان بحر و بر
اور تھیں پسِ جنازۂ آقائے خوش سیر　　ازواج و خادمات محل سب برہنہ سر

عریاں سروں پہ مریمؑ و حواؑ کے ہاتھ تھے
جبرئیلؑ پا برہنہ جنازے کے ساتھ تھے

حضرت امام حسنؑ کا جنازہ جب قبر رسولؐ کے قریب پہنچا تو زوجہؑ رسولؐ نے مروان اور تمام بنی اُمیہ کے ساتھ مل کر جنازے پر تیروں کی بارش کردی، تیر جنازے میں پیوست ہوگئے، بنی ہاشم جنازے کو جنت البقیع لے گئے اور وہاں امام حسنؑ کا مزار بنا دیا، قبر پر بیٹھ کر حسینؑ ابن علیؑ نے بہت گریہ فرمایا:-

حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے اثرات:

میرزا عشقؔ کہتے ہیں:-

رخصت ہوے مزار سے شہؑ نوحہ گر چلے　　سر جھکائے عالمِ حیرت میں گھر چلے
تھی دل سے گفتگو کدھر آئے کدھر چلے　　کس کی بنائی قبر کہاں بے خبر چلے
افسوس کون چاہنے والا جدا ہوا
کس کو چھپا کے خاک میں جاتے ہیں کیا ہوا

داخل حرم سرا میں ہوے یوں امام پاک　　سر پر تھی مدفن حسن مجتبیٰؑ کی خاک
چہرہ اُداس غم سے گریبان چاک چاک　　بولیں بلائیں لے کے یہ کلثوم دردناک
سچ ہے تمھاری زیست کے سب لطف جا چکے
بھائی کہو مزارِ برادر بنا چکے

زینبؑ بھی اُٹھ کھڑی ہوئیں دل کو سنبھال کے　　چلائیں مہر رخ میں نشان ہیں زوال کے
بچپن سے تم نہیں متحمل ملال کے　　مضطر ہو رنج میں حسنؑ خوش خصال کے
رونق نہیں وہ کثرتِ نور و ضیا نہیں
سب گھر میں ہیں فقط حسنؑ مجتبا نہیں

حضرت اُمِّ فروہؑ پر کوہِ غم گر پڑا تھا، بیوگی کے لباس میں حال غیر تھا، میرزا عشقؔ کہتے ہیں:-

دیکھا جو زوجۂ حسن مجتبیٰؑ نے آہ　　اُٹھیں عجیب حال سے اوڑھے ردا سیاہ
قاسمؑ کا حال رنج یتیمی سے تھا تباہ　　نعلین پاؤں میں نہ سرِ پاک پر کُلاہ
آنسو رواں تھے سیّد والا کی یاد میں
گردن جھکائے بیٹھے تھے بابا کی یاد میں

شانہ پسر کا تھام کے بولی وہ سوگوار　　حالِ حسینؑ دیکھتے ہو میرے گلعذار
چل کے گرو چچا کے قدم پر یہ ماں نثار　　فرمائیں گے تمھارے پدر سے زیادہ پیار
کہنا امام راہنما ہیں تو آپ ہیں
اب باپ ہیں تو آپ چچا ہیں تو آپ ہیں

رونے کو ضبط کیجیو لیں گود میں اگر　　آنسو چچا کے پونچھیو دامن سے اے گہر
حافظ ہے اُن کی جان کا خلاقِ بحر و بر　　اب تو اُنھیں کے دم سے ہے بیٹا فقط یہ گھر
حال اُن کے دشمنوں کا اگر غیر ہوگیا
یہ جان لو کہ خاتمہ بالخیر ہوگیا

بیٹے کو ماں لیے ہوئے آئی برہنہ پا　　پھیلا کے ہاتھ شہ نے کہا اے یتیم آ
آگے بڑھے حسینؑ گلے سے لگا لیا　　فرمایا منھ کو دیکھ کے جو مرضئ خدا
سونگھی کمال پیار سے اُس مہ لقا کی بو
مٹی بھرے لباس میں تھی مجتبیٰؑ کی بو

قاسمؑ نے عرض کی نہ بکا کیجئے چچا　　ہم سب کو مضطرب نہ سوا کیجئے چچا
اللہ صبر دے یہ دعا کیجئے چچا　　مرضی خدا کی آپ ہے کیا کیجئے چچا

عمر خضر جناب کو مالک عطا کرے
حضرت ہماری لاش اُٹھائیں خدا کرے

سر پیٹ کے سبھوں نے کہا وا مصیبتا   غل تھا یہی کہ وا حسنا وا مصیبتا
ہم بیکسوں کا بس نہ چلا وا مصیبتا   ہے ہے امام سبز قبا وا مصیبتا

زہراؑ و مصطفیٰؐ و علیؑ کو تعب ہوا
تابوت پر بھی تیرے چلے کیا غضب ہوا

اب ڈھونڈھنے کو جائیں کہاں مر گئے حسنؑ   اطفال کر رہے ہیں فغاں مر گئے حسنؑ
ہے ہے ہوئے لحد میں نہاں مر گئے حسنؑ   خالی پڑا ہوا ہے مکاں مر گئے حسنؑ

برباد ہائے محنت شیر خدا ہوئی
گھر ہوگیا تباہ قیامت بپا ہوئی

حضرت اُمِّ فروہؑ کی بیوگی اور بچوں کی پرورش:

شہادتِ امام حسن علیہ السلام کے بعد حضرت اُمِّ فروہؑ نے واقعہ کربلا سے پہلے دس برس بچوں کی پرورش، تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں۔ والد امراء القیس کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، ایک بڑی بہن تھیں محیاۃ وہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ ایک چھوٹی بہن اُمِّ ربابؑ تھیں جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی ۵۳ ہجری میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اُمِّ ربابؑ کا عقد ہوا۔

۵۶ ہجری میں حضرت اُمِّ فروہ نے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ بنتِ حسنؑ کا عقد حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام سے کیا۔ اس وقت فاطمہ بنتِ حسنؑ کا سنِ شریف سولہ برس اور حضرت علی ابن الحسین کا سن شریف تقریباً اٹھارہ برس تھا۔ ایک سال کے بعد حضرت اُمِّ فروہؑ نے مبارک سعت میں اپنے نواسے امام محمد باقر علیہ

السلام کو یکم رجب ۵۷ھ کو اپنی آغوش میں لیا جب آپ عالمِ نور سے عالمِ ظہور میں تشریف لائے۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کے گلشنِ آرزو میں بہار کی آمد آمد تھی۔اب چاروں بیٹے مکتبِ امامت میں تعلیم ماکانَ وَما یکون سے آراستہ ہو چکے تھے۔احمد بن حسنؑ پندرہ برس کے تھے،عبداللہ اکبر تیرہ برس کے تھے،قاسم ابنِ حسنؑ گیارہ برس کے تھے اور عبداللہ اصغرؑ ابن حسن نو برس کے تھے۔حضرت عباسؑ کی نگرانی میں بچوں نے تلوار چلانا سیکھی تھی۔

اکثر ایسا ہوتا کہ کپڑے بیچنے والا کوئی سوداگر یمن یا مصر سے آتا تو امام حسینؑ کے درِ دولت و عصمت پر ضرور حاضری دیتا۔آپ کپڑوں کو پسند فرماتے اور کنیز کے ہاتھ حضرت اُمِّ فروہؑ کے پاس بھیج دیتے۔امام حسینؑ کو معلوم تھا کہ اُمِّ فروہؑ جب سے بیوہ ہوئی تھیں کبھی بہترین لباس سے آراستہ نہیں ہوئیں لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ اُمِّ فروہؑ اپنے بچوں کو بہترین لباس سی کر پہناتی تھیں۔

حضرت قاسمؑ اور عبداللہ کے لیے بہت بہترین لباس (کُرتے) سی کر تیار کئے تھے اور مخصوص صندوق میں تہہ کر کے رکھے تھے۔۲۸رجب ۶۰ ہجری کو جب مدینے قافلہ روانہ ہوا تو یہ نئے نئے کُرتے جو قاسمؑ ابنِ حسنؑ کے لیے تیار کئے تھے اُن کپڑوں کا صندوق بھی ناقے پر بار ہوا تھا۔اِسی صندوق میں تبرکاتِ امام حسنؑ بھی محفوظ تھے۔

عاشور کے دن امام حسینؑ نے حضرت اُمِّ فروہؑ سے فرمایا:-

''قاسمؑ کو نئے کپڑے پہناؤ'' (روضۃ الشہداء)

وہ نئے کپڑے تھے یا امام حسنؑ کے تبرکات تھے ''مقتلِ طریحی'' میں ہے کہ سر پر امام حسن کا عمامہ باندھا،''روضۃ الشہداء'' میں ہے کہ ''ایک خوبصورت دستار اپنے دستِ

مبارک سے حضرت قاسمؑ کے سر پر باندھی۔ امام حسینؑ نے صندوق سے تبرکاتِ امام حسنؑ نکالے، امام حسنؑ کی زرہ اور ایک قیمتی جامہ خود حضرت قاسمؑ کو پہنایا۔ ''مقتلِ طریحی'' میں ہے کہ امام حسینؑ نے صندوق کو کھولا اور اُس میں سے امام حسنؑ کی قبا نکالی اور جناب قاسمؑ کو اُسے پہنا دیا۔

حضرت اُمِّ فروہؑ اور شبِ عاشور:

حضرت اُمِّ فروہؑ کے سینے میں ایک ماں کا دِل تھا، اپنے حسین و خوبصورت بیٹوں کے لیے ممتا سے بھرپور، اُمِّ فروہؑ کے بیٹے بے مثل و بے نظیر تھے چشمِ فلک نے ایسا حُسن کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔

یہ حسنی شہزادے رئیس ابنِ رئیس تھے۔ عبداللہ اکبر بن حسنؑ، احمد بن حسنؑ، قاسمؑ بن حسنؑ، عبداللہ اصغر بن حسنؑ۔

شبِ عاشور یا قیامت کی شب جب بیبیاں اپنے بھوکے پیاسے فرزندوں کو صبح شہادت کے لیے تیار کر رہی تھیں۔ اُمّ فروہؑ کے چاند سے بیٹے ماں کے پاس بیٹھے تھے، قاسمؑ بیوہ ماں کے شانے پر سر رکھے بیٹھے تھے، پیاس کی شدت کا اظہار بے بس ماں پر نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے اپنے پدرِ نامدار امام حسنؑ کے واقعات ماں کی زبانی سُن رہے تھے۔

اُمِّ فروہؑ نے بچوں کو مخاطب کیا اور کہا عبداللہ، قاسمؑ، احمد، بیٹو! باپ کی وصیت کو پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے، یہ کفر اور ایمان کی جنگ ہے، ایمان تمہاری طرف ہے، اِس تیغ بُرّاں سے مُسلح ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑنا۔ میں جانتی ہوں کہ بیٹے کا سُکھ اِس دُکھیا بیوہ کی قسمت میں نہیں۔ لیکن جب تمہارے باپ کی شہادت پر خدائے بُزرگ و برتر نے مجھے صبر عطا کیا ہے وہی اب بیٹے کے اعزازِ شہادت سے سرفراز ہونے پر ضبط کی توفیق

اور غم کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرے گا۔ صبح ہو چکی ہے۔ چچا کی اجازت سے رزم گاہ میں جاؤ۔ اور غنیم کو اِس طرح ناکوں چنے چبواؤ کہ دوست اور دشمن سب عش عش کر اُٹھیں۔ شہادت کو عروس۔ فوارۂ خون کو سہرا اور خاکِ کربلا کو تختِ نوشہ سمجھنا۔ غم نصیب ماں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی''۔

''میرے شیر! بھائی عباسؑ نے اسی دِن کے لیے تمہیں فنونِ جنگ کی تربیت دی تھی اُن کے نام پر حرف نہ آنے دینا۔ جب میں لوگوں کو یہ کہتے سُنوں گی کہ امام حسنؑ سبز قبا کے شیر دل بیٹے نے غنیم کے لشکر میں بھاگڑ ڈال دی اور اس کی ننھی تلوار کے وار سے سینکڑوں یزیدی کُتّے اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ تو میرا دِل فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھے گا۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کے گھر بعدِ کربلا مجلسِ حسینؑ:

مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کے پہنچنے کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلی مجلس جناب اُمّ البنینؑ مادر عباسؑ کے گھر منعقد ہوئی۔ پھر دوسری مجلس فاطمہ صغریٰ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر تیسری مجلس امام حسنؑ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر محمد حنفیہ کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضۂ رسولؐ پر مجلس منعقد کی گئی اور وہاں جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ تھا:-

الا یارسول اللّٰہ یا خیر مرسل حسینك مقتول ونسلك ضائع

اے پیغمبرؐ اسلام! اے اللہ کے رسولؐ، اے بہترین مرسل۔ آپ کے حسینؑ کربلا میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و برباد کی گئی۔

پیغمبر اسلام کے روضے پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجمع حضرت فاطمہ اور امام حسنؑ کے روضہ انور پر آیا اور قیامت خیز نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ اس وقت جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے:-

الانــوحــوا وضبحــوا بــا البكــاء

عــلــی السبــط الشهید بکــربلاء

اے لوگو! نوحہ کرو اور روؤ اس قتیل عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد ا صفحہ ۲۴۶)

علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ نوحہ و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز مسلسل جاری رہا اور کئی روز بنی ہاشم کے گھر میں آگ روشن نہیں کی گئی۔ (مائتین صفحہ ۸۰۰)

حضرت اُمّ فروہؑ تاحیات سائے میں نہیں بیٹھیں:

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد پانچ بیبیاں سائے میں نہیں بیٹھیں حضرت زینبؑ، حضرت اُمّ البنینؑ، حضرت اُمِ فروہؑ، حضرت اُمّ لیلیٰؑ، حضرتِ اُمّ ربابؑ، دن کی دھوپ اور رات کی اوس میں کھلے آسمان کے نیچے یہ خواتین بیٹھ کر گریہ کرتی رہیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

علامہ محمد تقی نے ''ناسخ التواریخ'' جلد ششم مطبع تہران صفحہ ۳۷۵ پر شیخ عباس قمی نے ''منتہی الامال'' جلد دوم مطبع تہران صفحہ ۳۲۵ پر اور مرزا قاسم علی نے ''نہر المصائب'' مطبع لکھنؤ صفحہ ۹۳۱ پر لکھا ہے کہ اس روز سے جب تک کہ وہ سب ستم رسیدہ بقید حیات رہیں ہمیشہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ماتم میں دن رات رویا کرتی تھیں کسی نے نہ سر میں کنگھی کی نہ تیل ڈالا، نہ مہندی لگائی، نہ کسی نے سرمہ لگایا اور نہ اپنا ماتمی لباس اُتارا یہاں تک کہ اسی غم و الم کی حالت میں ہر مخدرہ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

حضرت اُمِّ فروہؑ کی قبر جنت البقیع میں ہے۔

باب ✿ ۷

حضرت قاسمؑ کے ابتدائی حالاتِ زندگی

حضرت قاسمؑ کی ولادت:

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

شہزادہ قاسمؑ شیر خدا اور فاطمہ زہراؑ کے پوتے حسن مجتبیٰ کے لال حسینؑ کے چہیتے بھتیجے تھے جن سے بات کرنے میں مظلوم کربلاؑ کا لب ولہجہ یہ ہوتا تھا۔ ”فداك عمك“ ساری دنیاءِ ایمان اور خود ہمارے امامؑ تو حضرت ابی عبداللہ پر اپنی جانیں نثار کریں مگر وہ جانِ برادر سے تخاطب میں فرمائیں۔ تجھ پر چچا فدا ہوا۔

(بحارالانوار مدینۃ المعاجز ناسخ التواریخ)

بہ قول شاہ محمد حسن صابری چشتی ۲۸ شعبان روز یک شنبہ وقت دوپہر مدینہ میں حضرت قاسمؑ کی ولادت ہوئی۔ (آئینہ تصوف صفحہ ۴۴۵ طبع رامپور) بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھا اور ان کو اپنے جد رسولؐ اللہ کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ بھی نہ ملی۔ (تاریخ ابوالفداء جلد اول صفحہ ۱۹۷ و مقاتل الطالبین صفحہ ۷۵) جنازہ پر تیر پڑے ممکن ہے کہ کم سنی کی وجہ سے مظلوم باپ کی صورت بھی یاد نہ ہو۔ بازو پر جو تعویذ وقت آخر باندھا تھا اُس کی حفاظت کا ہمہ وقت خیال رہا۔

حضرت قاسمؑ اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے سایہ میں پرورش پا رہے تھے کہ واقعہ کربلا ظہور میں آیا اور اپنی عمر کی پندرہ بہاریں بھی دیکھنے نہ پائے تھے کہ سرکار حسینی سے

غیر فانی عزتوں کے بعد اُن پر قربان ہو گئے ساتویں محرم کی مہندی اُنہیں کی یادگار ہے۔(مختصر رسالہ قاسم ابنِ حسنؑ)

مولانا محمد جعفر الزّمان نقوی لکھتے ہیں:۔

شہزادۂ قاسمؑ کے سن شریف کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف موجود ہے۔بعض مورخین نے آپ کی عمر بوقت شہادت نو۹ سال لکھی ہے،بعض نے دس۱۰ سال لکھی ہے،بعض نے تیرہ۱۳ سال،بعض نے چودہ۱۴ سال،بعض نے پندرہ۱۵ سال اور بعض نے سترہ۱۷ سال لکھی ہے۔

میرے خیال کے مطابق شہزادۂ قاسمؑ کا سنِ شریف چودہ۱۴ سال سے زیادہ ہے کیوں کہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۰ ہجری میں ہوئی ہے،شہادت سے واقعہ کربلا تک گیارہ۱۱ سال گزر چکے ہیں اور جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے وقت حضرت قاسمؑ کی عمر تین۳ برس سے کچھ زیادہ ہے اس واسطے کربلا میں شہزادے کی عمر چودہ۱۴ سال سے زیادہ ہے۔

شہزادۂ قاسمؑ کا سنہ ولادت ۴۶ ہجری ۷ شعبان بروز ہفتہ ہے اور سنہ عیسوی کے مطابق ۱۲/اکتوبر ۶۶۶ عیسوی ہے۔اس حساب سے شہزادے کی عمر روز عاشورہ چودہ۱۴ سال پانچ مہینے اور تین۳ دن بنتی ہے''۔(مجالس المنتظرین علیٰ روضۃ المظلومین جلد دوم صفحہ ۵۶۸)

حضرت قاسمؑ کا سنِ مُطہر:

مولوی فیروز حسین قریشی ہاشمی لکھتے ہیں:۔

لوط بن یحییٰ نے مقتل ابی مخنف مطبع النجف صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے کہ:۔

''جناب قاسمؑ بن حسن علیہ السلام بوقت شہادت چودہ سال کے تھے''۔

علامہ قزوینی نے ریاض القدس جلد اوّل مطبع طہران صفحہ ۲۹۲ پر لکھا ہے:۔

''جناب قاسمؑ بن حسنؑ کی عمر شہادت کے وقت تیرہ سال لکھی ہے۔''

علاّمہ محمد تقی نے بسند تذکرۃ الآئمہ ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۸۵ پر لکھا ہے کہ:-

''جناب قاسمؑ بن حسنؑ کی عمر دس محرم کو نو سال تھی''۔ (یہ بات ناممکن ہے)

محمد ہاشم خراسانی نے منتخب التواریخ مطبع طہران صفحہ ۲۶۷ پر لکھا ہے:-

''کتاب کامل بہائی میں منقول ہے کہ جناب قاسمؑ اور جناب عبداللہ حد بلوغ کو نہیں پہنچے تھے''۔ (جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ)

مقتل ابومخنف میں جنابِ قاسمؑ کو 'شاب'' لکھا ہے (یعنی جوان) اور احمد بن حسن مجتبیٰ کا سن سترہ سال تحریر ہے۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ عبداللہ بن حسنِ مجتبیٰ کا سن شریف حضرت قاسمؑ سے کم تھا اور جناب عبداللہ کی نسبت علی بن عیسیٰ اربلیؒ نے حافظ عبدالعزیز بن الاخضر الجنابذی سے روایت کی ہے کہ ''قال لما حضرت الحسن الوفات جعل یستوجع فاکب علیه إبنه عبداللّٰه فقال: یا ابت هل رأیت شیئاً فقد غمتنا، فقال: ای بنی هی واللّٰه نفسی التی لم أصب بمثلها'' یعنی جب امام حسن علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو درد کی شدت سے آپؑ کے آنسو نکل آئے پس یہ دیکھا کہ جناب عبداللہ آپ کے صاحبزادے نے رونا شروع کیا اور کہا اے بابا جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بہت تکلیف ہے جس نے ہمیں غم زدہ کر دیا ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا: اے بیٹے یہ میری جان ہے جس پر آج جیسی سخت مصیبت کبھی نہیں پڑی۔

یہ بیان بھی اس امر کی تردید کرتا ہے کہ وقتِ شہادت جناب عبداللہ اس قدر صغیر السن تھے کہ تلوار کا وار بھی روکنا نہیں جانتے تھے۔ امام حسن علیہ السلام کی شہادت

کے دس سال بعد واقعہ کربلا پیش آیا، کم از کم امام حسنؑ کی شہادت کے وقت جناب عبداللہ کی عمر ٦ سال تھی اس لحاظ سے واقعۂ کربلا میں ان کی عمر سولہ سال تھی اور جناب قاسمؑ اُن سے بڑے تھے۔

سیّد رضی الدین ابنِ طاؤس نے اور علاّمہ طبرسیؒ نے بھی جناب قاسمؑ کا بلفظ ''غلام'' ذکر کیا ہے جس سے نابالغ ہونا ثابت نہیں ہوتا اِس لیے کہ لفظ غلام کا اطلاق نوجوان پر بھی ہوتا ہے

''ابنِ نما'' اور ''شیخ مفید'' تحریر فرماتے ہیں:-

''حضرت قاسمؑ جوانی چڑھ رہے تھے اور آپ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی مانند تھا''۔

بقولِ میر انیسؔ:-

کچھ جو بچپن تھا تو کچھ آمدِ ایامِ شباب

البتہ علاّمہ مجلسیؒ نے غلام صغیر لم یبلغ الحلم'' (یعنی ایسا بچہ جو ابھی بالغ نہ ہوا تھا) کہہ کر ذکر کیا ہے جو خلافِ واقعہ ہے بحار الانوار کی روایت کے مطابق پینتیس اشقیاء اور بروایت ابومخنف ساٹھ اشقیاء کو قتل کرنا بچہ ہونے کے خلاف ہے۔

زیارت مفجعہ کو اگر امامؑ سے منسوب اور غیر ثابت نیز کسی عالم کی تصنیف ہی قرار دی جائے تو اس کا یہ جملہ ''المسلوب لامته'' یعنی زرہ آپ کی اُتار لی گئی حضرت قاسمؑ کی جوانی کی دلیل ہے اس لیے کہ چھوٹے بچے زرہ نہیں پہنتے۔

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:-

کتب معتبرہ میں آپ کی عمر کا ذکر نہیں ہے صرف تاریخ طبری میں آپ کو غلام کہا گیا ہے عربی میں غلام اس جوان کو کہتے ہیں جو بالغ نہ ہوا ہو زیارت ناحیہ میں آپ کے بارے میں یہ فقرات درج ہیں حبیب کی جانب تم پر سلام ہو جو دنیا میں تھوڑا عرصہ رہا۔

دشمنوں سے اپنا سینہ ٹھنڈا نہ کیا۔ جلد جس کو موت آ گئی۔

جو مقتل ابن مخنف سے منسوب ہے اس میں آپ کی عمر ۱۴ سال لکھی ہوئی ہے۔

(منتخب التواریخ صفحہ ۱۷۳ تا ۳۷۴)

حضرت قاسمؑ کے بچپن کا ایک واقعہ:

حضرت قاسمؑ ۷ رشعبان کو عالمِ وجود میں تشریف لائے ابھی پانچ مہینے کے تھے کہ ایک دن حضرت اُمِّ فروہؑ بچے کو آغوش میں لیے ہوئے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا کہ میں کئی دن سے پریشان ہوں قاسمؑ شیرِ مادر کی طرف ملتفت نہیں ہوتے، نصیبِ دشمناں کچھ مزاج میں برہمی ہے، پھول سا چہرہ کمھلانے لگا ہے آج بھی صبح سے دودھ نہیں پیا ہے، شام آ گئی ہے۔ اے میرے والی و وارث، میرے لعل کو دیکھیے، حضرت امام حسنؑ نے آگے بڑھ کر قاسمؑ کو اپنی آغوش میں لیا، بچے کو پیار کیا، بے اختیار آپ کی آنکھ سے آنسو بہنے لگے، حضرت اُمِّ فروہ پریشان ہو کر پوچھنے لگیں میرے والی! بچے کی خیر ہے، حضرت امام حسنؑ نے فرمایا اُمِّ فروہؑ آج روز عاشورہ تھا قاسمؑ کل صبح دودھ پی لیں گے۔ پریشان نہ ہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ ۱۰ محرم کو حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے ہوں گے یہ بھی اپنے چچا کے ساتھ اس معرکے میں عاشور کو پیاسے رہیں گے اور بھوکے پیاسے اس دنیا سے جائیں گے حضرت اُمّ فروہؑ یہ خبر سُن کر گریہ کرنے لگیں۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا اُمّ فروہؑ وہ دن آلِ محمدؐ پر بہت سخت ہوگا، جب حسینؑ کا چھ مہینے کا بچہ تین دن کی بھوک پیاس میں تیرِ ستم کا نشانہ بنے گا۔ اُمِّ فروہ اس دن تم قاسمؑ کو میرے نانا حضرت رسولؐ خدا کے دین کی بقا کے لیے راہِ خدا میں قربان کر دینا۔ اللہ تم کو ہاجرہ مادرِ اسمٰعیلؑ سے زیادہ ثواب عطا کرے گا۔

بیہقی نے ''سُنن''، میں اور یوسف اسماعیل نبہانی نے ''انوارِ محمدیہ'' میں لکھا ہے کہ:۔

''ہر سال دس محرم کے دن حضرت رسولؐ خدا تمام صحابہ کی مستورات کو مع بچوں کے بلاتے تھے جو کمسن بچوں والی ہوتی تھیں اُن سے فرماتے تھے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں، گویا سرورِ انبیاءؐ واقعۂ کربلا سے پہلے حضرت اُمِّ ربابؑ کے شیر خوار شہزادۂ علی اصغرؑ کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انھیں واقعۂ کربلا بطور پیشن گوئی یاد دلاتے تھے''۔ (معالی السبطین)

ممکن ہے حضرت قاسمؑ نے اپنے جد رسولؐ خدا کے فرمان کے مطابق شیر خوارگی میں عاشور کے دن دودھ پینا چھوڑ دیا تھا۔

حضرت قاسمؑ اور حضرت اُمِّ فروہ کا خواب:

حضرت اُمِّ فروہؑ نے اپنا ایک خواب ایک روز ثانی زہراؑ شہزادی زینبؑ سے اس طرح بیان کیا کہ شب کو میرا بیٹا قاسمؑ میرے پہلو میں محوِ خواب تھا کہ میں نے اپنے آپ کو فردوس کے ایک باغ میں دیکھا میرے قریب ایک خوبصورت درخت پھولوں کا نظر آیا۔ ایک بلند شاخ پر سُرخ رنگ کا ایک پھول مجھے بہت پسند آیا، میں نے چاہا کہ اس پھول کو شاخ سے توڑ لوں، اتنے میں ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور وہ پھول شاخ سے ٹوٹ کر زمین پر گر گیا، میں نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اس پھول کو اُٹھا لوں، ابھی میں نے ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک اور تیز ہوا کا جھونکا آیا اور پھول کی پنکھڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر بکھرنے لگیں، میں نے دیکھا کہ ایک طرف سے حسینؑ ابنِ علیؑ آئے اور دوڑ دوڑ کر پھول کی پتّیوں کو زمین سے چُنتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔ میری آنکھ کھلی تو میں قاسمؑ کے چہرے کو دیکھنے لگی مجھے قاسمؑ کے چہرے میں اُسی پھول کا رنگ نظر آیا۔

حضرت زینبؑ نے یہ خواب امام حسینؑ سے بیان کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا بھابھی اُمِّ فروہؑ سے کہو صبر کریں اللہ کے یہاں صابرین کا درجہ بہت بلند ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

فَاصبِر کَمَا صَبَرَ اُولُوا العَزمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورۂ احقاف آیت ۳۵)

''اُسی طرح صبر کرو جس طرح اولی العزم انبیاء نے صبر کیا''۔

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے خواب کی تعبیر بیان نہیں فرمائی بلکہ قرآن کی آیت پڑھ کر ایک ماں کو صبر کی تلقین کی ہے، ایک ماں سے اس کے بیٹے کی دردناک شہادت کس طرح بیان کی جا سکتی تھی۔

اس طرح کے مسلسل واقعات دراصل کربلا کے پُر مصائب واقعات کی تیاری تھے۔

وقت آنے پر ان عظیم ماؤں کو سب کچھ معلوم ہو گیا۔ شبِ عاشور حضرت اُمِّ فروہؑ نے اپنے بیٹوں کو نصرتِ امامؑ مظلوم پر اس طرح آمادہ کیا کہ کل تم جنگ کرنا ماں درِ خیمہ سے تم کو لڑتے ہوئے، گھوڑے سے گرتے ہوئے اور مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہے۔ مومنین کا سلام ہو کربلا کی عظیم ماؤں پر!

حضرت قاسمؑ کی امام حسینؑ کے زیرِ سایہ تربیت:

تقریباً چار برس کے سن میں حضرت قاسمؑ کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا، حضرت امام حسینؑ کے زیرِ سایہ حضرت قاسمؑ نے تعلیم و تربیت حاصل کی، لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے والے حسینؑ ابن علیؑ نے حضرت قاسمؑ کو علومِ رسالت و علومِ امامت کے بحرِ بے کنار سے مَاکَانَ وَمَا یَکُونَ کے گہر ہائے آب دار عطا کیے۔

مشہور مرثیہ گو دلگیر نے حضرت قاسمؑ کی رخصت پر امام حسینؑ کے یہ اقوال ایک مرثیے میں نظم کیے ہیں:۔

جب چاہی رضا مرنے کی قاسمؑ نے چچا سے
بہہ آیا لہو دیدۂ شاہِ شہدا سے

ارشاد بھتیجے کو کیا فرطِ حیا سے
کوثر پہ گئے بھانجے دونوں مرے پیاسے
تم اور بھی بیکس مجھے اب کرتے ہو قاسمؑ
اِس وقت میں کیا اِذن طلب کرتے ہو قاسمؑ

حافظ تو ہے ہر بندے کا اللہ تعالا
پر بعد ترے باپ کے میں نے تجھے پالا
تو نے مِرے سایے کے تلے ہوش سنبھالا
اب تک کبھی کہنا ترا میں نے نہیں ٹالا
ہے مجکو محبت جو برادر سے زیادہ
سمجھا میں تجھے عابدؑ و اکبرؑ سے زیادہ

جب اُٹھ گیا سر پر سے ترے باپ کا سایا
چھاتی پہ کئی سال تجھے میں نے سُلایا
جب تو چھ برس کا ہوا مکتب میں بٹھایا
اے ابنِ حسنؑ میں نے تجھے آپ پڑھایا
گو علم کا ورثہ تھا ملا تجھ کو پدر سے
ہشیار ہوا تو مری صحبت کے اثر سے

اکبرؑ نے کوئی چیز اگر مجھ سے طلب کی
بہلا دیا اُس کو جو بہم مجکو نہ پہنچی
واللہ کہ جس چیز پہ الفت ہوئی تیری
جس طور میسّر ہوئی وہ تجکو منگا دی

بس پاس اِسی کا مجھے اے ماہ جبیں ہے
تو دل میں نہ سمجھے کہ مرا باپ نہیں ہے

جس دم میں مدینے سے کہیں جاتا تھا اے ماہ
اکبرؑ جو چلا ساتھ لیا تجکو بھی ہمراہ
فرزند سے اپنے مجھے تیری ہے بہت چاہ
بھائی کا پسر میں نہیں سمجھا تجھے واللہ

اک گوشت ہے اک پوست ہے اور ایک لہو ہے
اے جان حقیقت میں جو اکبرؑ ہے سو تو ہے

حضرت ابوطالبؑ اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفےٰؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے وہی خاندانی محبت جو چچا بھتیجے کی بنی ہاشم میں مشہور تھی، حسینؑ ابنِ علیؑ بھی اپنے بھتیجے سے بہت محبت کرتے تھے، بچپن میں قاسمؑ کو اپنے سینے پر سُلاتے تھے، حضرت قاسمؑ کو عِلم اپنے پدر گرامی امام حسنؑ سے ورثے میں ملا تھا لیکن مکتبِ امامت میں اور صحبتِ امام میں بیٹھ کر قاسمؑ ابنِ حسنؑ نے امام حسینؑ سے قرآنی علوم حاصل کیئے، امام حسینؑ نے شہزادۂ قاسمؑ کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں یتیم ہوں اور میرا باپ اس دنیا میں نہیں ہے۔ شہزادے نے امام حسینؑ سے جب بھی کوئی چیز طلب کی وہ چیز فوراً امام حسینؑ قاسمؑ ابنِ حسن کو منگا دیتے تھے، امام حسینؑ جب کبھی مدینے سے باہر جاتے تو حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ ساتھ ہوتے تھے، اس وقت امام حسینؑ شہزادے قاسمؑ کو بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ حضرت قاسمؑ کو کبھی حضرت علی اکبرؑ سے کم نہیں سمجھا۔

حضرت قاسمؑ نے حضرت عباسؑ سے فنونِ جنگ سیکھے تھے:-

حضرت قاسمؑ امام کے بیٹے امام کے بھتیجے اور امام کے پوتے تھے تربیت کے لحاظ

سے دوسرے بنی ہاشم نوجوانوں سے حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی طرح برتر تھے۔ حضرت قاسمؑ کو شجاعت وراثت میں ملی تھی، امام حسنؑ کی وجاہت اور ہیبت کے وارث حسنی سادات ہی تھے، حضرت قاسمؑ کو قدرت نے کچھ منفرد خصوصیات وصفات عطا کی تھیں۔

فنونِ حرب حضرت قاسمؑ نے حضرت عباسؑ سے سیکھے تھے چھوٹے چچا نے بھتیجے کی تربیت میں کیا کیا ہنر سکھائے تھے یہ میدانِ کربلا میں حضرت قاسمؑ کی معرکتہ الآرا جنگ سے ظاہر ہوگیا۔ حضرت قاسمؑ نے تلوار چلانا، نیزہ چلانا، تیراندازی، شہسواری، ینبع میں حضرت علیؑ کی اوقاف کی زمینوں پر سیکھا تھا، جہاں حضرت عباسؑ بنی ہاشم کے بچوں کو فنونِ حرب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ امام حسن علیہ السلام خود نیزے کی لڑائی خوب لڑتے تھے، جنگِ جمل میں آپ کی لڑائی یادگار ہے۔ حضرت قاسمؑ بھی نیزے کی جنگ میں کامل واکمل تھے۔

میر نفیسؔ (فرزندِ میر انیسؔ) کہتے ہیں:-

حضرت قاسمؑ میدان جنگ کے لیے روانہ ہورہے ہیں:-

باہر جو اشک پونچھ کے نکلا وہ نامدار
آیا دُلھن بنا ہوا دولھا کا راہوار
تسلیم کر کے شہؑ کو بآداب و انکسار
وہ شہسوارِ عرصۂ جرأت ہوا سوار
نصرت نثار ہوگئی اُس سرفروش پر
نیزہ حسنؑ کا رکھ لیا غازی نے دوش پر
لختِ دلِ جنابِ امیرِ عرب چلا

لشکر پہ شاہزادۂ عالی نسب چلا
کس دبدبے سے دلبرِ ضرغامِ ربؐ چلا
دو لاکھ سے جہاد کو اک تشنہ لب چلا
کانپے فلک وہ رعب رُخِ پُرشباب میں
نصرت جِلو میں فتح و ظفر تھی رکاب میں

پُرنور یوں ہے روے ضیا پرورِ جناب
ہو جس طرح خطوطِ شعاعی میں آفتاب
کچھ بچپنے کی شان تو کچھ آمدِ شباب
بھیگی ہوئی مَسوں میں قیامت کی آب و تاب
مردُم فدا ہیں نرگسی آنکھوں کی شان پر
تیرہ برس کی عمر میں کھیلے ہیں جان پر

پہنچا قریبِ فوجِ عدو جب وہ گلبدن
پھیرا فرس کو مثلِ یداللہِ صف شکن
نیزہ ہلایا بڑھ کے تو یاد آگئے حسنؑ
نعرہ کیا تو ہلنے لگا کربلا کا بن
باتوں پہ محو صاحبِ فرہنگ ہوگئے
سُن کر رجز ادیبِ عرب دنگ ہوگئے

حضرت قاسمؑ کی شہسواری:

حضرت قاسمؑ نے شہسواری حضرت عباسؑ علمدار سے سیکھی تھی۔ آپ دوڑتے ہوئے گھوڑے کو آسانی سے قابو میں کر لیتے تھے، رکاب میں پاؤں رکھ کر تیز رفتار

گھوڑے پر بخوبی سواری فرماتے تھے، آپ اس فن سے بھی واقف تھے کہ میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے اُترے بغیر دشمن کو قتل کر کے اس کے سواری کے گھوڑے کو قابو میں کر کے کس طرح سوار ہوا جاتا ہے۔ حضرت عباسؑ بھتیجے کی شجاعت دیکھ کر مرحبا کہتے تھے۔

علاّمہ عماد الدین حسین، عماد زادہ اصفہانی ایرانی اپنی کتاب ''سوانح حضرت عباسؑ'' میں لکھتے ہیں:-

''حضرت امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ گھوڑوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ، جوانانِ بنی ہاشم جو آپ کے ہمراہ کربلا گئے تھے اُن میں تقسیم کر دیا تھا، اُن میں سے ''عقاب'' کو حضرت علی اکبرؑ کو ''مرتجز'' کو حضرت عباسؑ کو اور ''میمون'' کو حضرت قاسمؑ کو دیا اور ذوالجناح کو اپنی سواری میں رکھا، چونکہ گھوڑا باوفا جانوروں میں سے ہے یہ گھوڑے سب گھوڑوں سے زیادہ باوفا تھے''۔

حضرت قاسمؑ کی شہسواری کی شان کربلا میں نظر آئی جب آپ نے نامی شامی پہلوان ازرق کو قتل کیا۔ علاّمہ محمد عسکری اپنی کتاب ''زُبدۃُ المصائب'' میں لکھتے ہیں:-

''حضرت قاسمؑ مجادلۂ ازرق میں مصروف ہیں حضرت امام حسینؑ مع حضرت عباسؑ وحضرت علی اکبرؑ محوِ نظارہ تھے کہ یکایک ازرق نے نیزے کے وار کو ردّ کر کے خود بھی حملہ کیا، ازرق نے بھی وار کو ردّ کیا یہاں تک کہ بارہ ضرب کی ردّ و بدل ہوئی اُس وقت ازرق نے غضب میں آ کے ایک نیزہ جناب قاسمؑ کے گھوڑے کے پیٹ میں مارا کہ گھوڑا حضرت کا زخمی ہو گیا، حضرت قاسمؑ پیادہ پا ہو گئے، حضرت امام حسینؑ اس حال کے مشاہدہ سے اور زیادہ بیتاب ہو گئے اور ایک گھوڑا دوسرا سواریٔ قاسمؑ کے لیے جلد روانہ کیا اور حضرت قاسمؑ بہت مسرور ہو کے اُس گھوڑے پر سوار ہوئے اور تلوار میان

سے نکال کر اس دانشمندی سے ایک ضربت ازرق کی کمر پر لگائی کہ دو نیم ہوگیا، اور امام حسینؑ اور اہلِ حرم کی دعاؤں کا اثر ظاہر ہوا، ایک بار عمرِ سعد کے لشکر میں ایک خروش بلند ہوا، حضرت قاسمؑ اپنے گھوڑے پر سے اُترے اور ازرق کے گھوڑے پر سوار ہوے اور امام حسینؑ کے گھوڑے کی لجام ہاتھ میں لے کے اپنے لشکر میں واپس ہوے۔ جب قریب پہنچے پیادہ پا ہوے اور آ کے حضرت امام حسینؑ کی رکاب کو بوسہ دیا''

(زُبدۃُ المصائب صفحہ ۶۵۴)

مدینے میں حضرت قاسمؑ اکثر امام حسینؑ کے گھوڑے ''ذوالجناح'' پر بھی سواری فرماتے تھے، عاشور کے دن جب آپ ازرق سے معرکہ آرا تھے اور آپ کا گھوڑا ''میمون'' زخمی ہوگیا اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا خاص گھوڑا ''ذوالجناح'' حضرت قاسمؑ کی سواری کے لیے میدان میں روانہ کیا تھا۔

علّامہ آغا نجف علی اپنی کتاب ''مصائب الشہداء'' (مطبوعہ ۱۳۰۴ھ) میں لکھتے ہیں:۔

''ناگاہ ازرق نے حضرت قاسمؑ پر نیزے کا وار کیا، حضرت قاسمؑ نے اُس کے وار کو رد کر کے حملہ کیا ردّ و بدل ہونے لگی ازرق نے خشمناک ہوکر حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کو نیزہ مارا کہ اسپِ قاسمؑ گر پڑا حضرت قاسمؑ پیادہ ہوے، حضرت امام حسینؑ نے محمد بن انس سے کہا اے محمد بن انس جلد جا اور میرا مرکب لے جا، محمد بن انس بسرعت تمام آیا اور ذوالجناح لایا، حضرت قاسمؑ کو سوار کیا، حضرت قاسمؑ نے حملہ کیا، پھر ردّ و بدل ہوئی، آخر الامر ازرق نے تلوار نکالی، حضرت قاسمؑ نے بھی شمشیر علم کی ازرق نے جو اُس تلوار کو دیکھا کہنے لگا اے قاسمؑ یہ تلوار میں نے ہزار دینار کی خرید کی اور ہزار دینار دے کر اس کو زہر میں بجھوایا افسوس میرے بیٹے کی تلوار اب تمہارے ہاتھ میں ہے، حضرت قاسمؑ نے کہا اے ناپاک اِسی تیغ سے تجھ کو ہلاک کروں گا، حضرت قاسمؑ نے ازرق پر وار کیا اور اُس کو قتل کردیا، تمام لشکرِ بدانجام میں غُل پڑ گیا۔ حضرت قاسمؑ ذوالجناح پر سے

اُتر کر ازرق کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے، رکاب فرزند ابوترابؑ کو بوسہ دیا''۔ (مصائب الشہداء صفحہ ۳۵۷ تا ۳۵۹)

ان تمام روایات کا ماخذ مُلّا حسین کاشفی کی کتاب ''روضۃ الشہداء'' ہے۔ ازرق شامی سے حضرت قاسمؑ کی جنگ میں حضرت قاسمؑ کی شہسواری کے مناظر قابلِ دید اور حیرت افزا ہیں کہ چودہ برس کے سن میں آپ نے شہسواری کے فنون میں کمال حاصل کیا تھا اور کیوں نہ ہو کہ آپ حضرت علیؑ مرتضیٰ کے پوتے اور حضرت امام حسنؑ کے بیٹے تھے۔ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے بھتیجے تھے۔

حضرتِ قاسمؑ کی قرأتِ قرآن:

حضرت علی اکبرؑ ابن الحسینؑ کو قدرت نے ''لحنِ داؤدی'' عطا کیا تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قاسمؑ کو بھی قدرت نے خوش الحانی عطا کی تھی۔

حضرت قاسمؑ جب مسجدِ نبوی میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے چاروں طرف سے مدینے کے اشخاص جمع ہو جاتے تھے اور قرآنی آیات سننے میں محو ہو جاتے تھے۔

حضرت قاسمؑ اکثر اپنے دادا حضرت علی مرتضیٰؑ کے خطبات بھی مسلمانوں کو سناتے تھے۔ آپ نہایت فصیح و بلیغ تقریر کرتے۔ چودہ برس کی عمر میں زبان میں فصاحت و بلاغت لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتی تھی۔ آپ نے کربلا میں عاشور کے روز جو فصیح تقریر کی تھی اُسے سُن کر عمر ابنِ سعد مبہوت ہو گیا تھا۔

حضرتِ قاسمؑ کی شیریں سخنی:

حضرت قاسمؑ نے میدانِ جنگ میں شجاعتِ حیدری کے ہُنر تو دکھائے لیکن آپ کی شیریں سخنی نے لشکرِ یزید کو تہہ و بالا کر دیا۔ شبِ عاشور آپ کی امام حسینؑ سے گفتگو شیریں سخنی کی اعلیٰ مثال ہے،

بمان علی کرمانی (تخلّص، براجی) نے بادشاہِ ایران فتح علی شاہ قاچار کے عہد میں مثنوی ''حملہ حیدری'' تصنیف کی تھی، یہ کتاب ''روضۃ الشہداء'' کی تالیف سے پہلے کی ہے۔ ''حملہ حیدری'' سے حضرت قاسمؑ کی تقریر اور اس کے اثرات کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے، یہ حضرتِ قاسمؑ کی شیریں سخنی کی نہایت عمدہ مثال ہے :-

حضرت قاسمؑ کے اوصاف اور دشمن کی فوج پر اثر ہونا

شہزادے قاسمؑ نے جب عمر سعد کی گفتار سُنی جواب دینے کے لیے اُس کی طرف مخاطب ہوئے میں پیغمبرؐ نہیں ہوں بلکہ سبطِ پیغمبرؐ ہوں۔ میں حیدرؑ نہیں بلکہ ابنِ حیدرؑ کا نورِ نظر ہوں ذوالمنن کے گلشن کا ایک پھول ہوں، میں باغِ حسنؑ کا نوخیز سرو ہوں، میں باغِ نبوت کا ایک نونہال ہوں، میں حیدرؑ کی طرح نہیں ہوں لیکن، اُسی شجاعت کا پرتو ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ خیرالبشر نے میرے والد اور چچا کے بارے میں کیا عمدہ باتیں کی ہیں میں بھی اُسی سے فروغ پایا ہوا ہوں، اور رسولؐ کی حدیث دروغ نہیں ہوتی، خدا اور رسولؐ خدا کے نزدیک کوئی ہمارے جیسا پسندیدہ نہیں ہے، ہم خدائے جلیل کے پسندیدہ ہیں جبریل ہمارا پرستار ہے، ہمارے لیے آیۂ نور نازل ہوئی کیا ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ سے نہیں ہیں ہمارا ہی نور آسمان کی زینت ہے یہ زمین و زمان اسی سے روشن ہیں میں دُرج پیغمبریؐ کا گوہر ہوں میں گلشن حیدری کی ایک کلی ہوں، ہمارا ہی ذکر کرّ و بیاں کرتے ہیں ہمارے ہی دم آشکار ہوا یہ کہا اور آنکھوں سے اشک رواں ہوئے کہ سبطِ پیغمبرؐ جنگ نہیں چاہتے میں ہی سید المرسلین کی نشانی ہوں میں ہی نبوت کی انگوٹھی کا نگین ہوں، ہماری محبت کو واجب قرار دیا گیا ہم ہی وہ ہیں جنھوں نے روز ازل خدا کو پہچانا آج اس دشت میں دشمنوں میں گھرے ہیں خدا کی فوج سے ناری لڑنے آئے ہیں، اور اپنے دل دل میں رکھتے ہیں دشمنی اور کینہ گویا جہان آفرین سے جنگ

کرنے آئے ہیں۔

ابن سعد کا ایک قاصد بھیجنا اور قاصد کا حضرت قاسمؑ سے مکالمہ

ایک نوجوان نے جب شہزادہ قاسمؑ کی گفتار سنی تو اس کے بدن میں لرزہ طاری ہوا اپنے گھوڑے سے اترا وہاں کی خاک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کروں آپ کی دشمن دنیا خوار ہو گی اللہ کی لعنت ہو اس پر کوئی کسی پر اس طرح مصیبت نہیں کرتا جس طرح یہ آپ پر ظلم وستم کرتے ہیں، اللہ کی منتخب جماعت پر دنیا نے اس طرح کا لشکر نہیں دیکھا، حضرت سے میری ایک التماس ہے کہ اس رزم اور اس بزم سے مجھے ہراس آتا ہے جب محشر میں میرا جیسا روسیاہ آئے تو آپ یزدان سے میری بخشش کرائیے گا۔ یہ کہہ کر خاک پر گر پڑا، شہزادہ قاسمؑ کے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا آنکھوں سے ابرِ بہاراں کی طرح آنسو بہنے لگے، کہ جو بھی آپ سے لڑنے کے ارادہ سے آئے گا وہ خدا کی نظروں میں ناشناختہ ہو جائے گا، میں آج سے آپ کے حکم کا بندہ ہوں، آپ کے حکم اور پرچم کے نیچے ہوں، آپ اب جو حکم دیں میں وہ کروں گا، آپ کے حکم پر اپنی جان قربان کروں گا، شہزادہ قاسمؑ نے اُس کی باتیں قبول کیں کہ روز جزا تو ہمارے ساتھ ہو گا اور فرمایا کہ اس رزمگاہ سے لوٹ جا کفر کے لشکر سے راہ پیائی اختیار کر اور یہاں سے اپنے شہر روانہ ہو جا، جو بھی دشمن کے لشکر کے ساتھ ہو گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ وہ نوجوان شہزادہ کے حکم کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گیا، عمر سعد کے پاس سوگوار دل کے ساتھ گیا اور اُس نابکار کو سمجھانے لگا کہ۔

قاصد کا نادم ہونا اور عمر سعد کو باتیں بتانا

تو اُس سے جنگ کرنے چلا ہے جو ماہتاب کی طرح خراماں ہے اُس کے چہرے سے چاند اور سورج روشنی پاتے ہیں۔

اُس نے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی ہے۔اس پر آسمانی طاقت نظر آتی ہے، خدائی طاقت اس پہ ہویدا ہے ایسا لگتا ہے جیسے بدر کے میدان میں نبی، پیغمبروں والا جنگی لباس اس کے جسم پر ہے اور سر پہ حیدری مغفر ہے، اُس کی تلوار میں در ودشت کا فولاد جمع ہے، اس کے گرز میں پورے جہان کا لوہا جمع ہے، زرہ اور بکتر پہنے ہوئے ہے، اور اس کے جوشن میں یزدان کا نور پوشیدہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ محمدؐ رفرف پہ سوار ہو کر میدان کارزار کی طرف آرہے ہوں۔ یا جیسے شیر خدا دوبارہ زندہ ہوگئے ہوں اور آسمان ان کی شمشیر کے سامنے ایک غلام ہو۔اس کی باتیں سن کر لشکر کے پہلوان ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے لشکر کے بڑے سردار دل شکیب ہوگئے اور ان کے بدن میں گویا ایک خوف سما گیا، نوجوان کی باتوں سے وہ پسپا ہوگئے گویا ان کے پاؤں اُکھڑ گئے، کسی کی بھی میدان کی جانب جانے کی ہمت نہ تھی سب اپنے شہر و یوم کی طرف فرار ہونے لگے، لشکر کفار کے نام آور سردار خوف کھانے لگے، شہزادے سے جنگ کرنے پہ ہراساں نظر آنے لگے ناموروں کے ہاتھ سے کمندیں چھوٹ گئیں سواروں کے ہاتھوں سے عنانیں چھوٹ گئیں کوئی پہلوان اور دلیر کارزار سے بھاگنے لگے لشکر کے سالار کو غیرت آئی عمر سعد نے اپنے لشکر کی جانب قہر بھری نظروں سے دیکھا،

حضرت قاسمؑ کا مبارز چاہنا

اس کے دیکھنے سے سب کی نظریں جھک گئیں، اُس نے سواروں کی صفوں کو صحیح کیا اور ایک تیر کے ذریعے اُن کو راستہ دکھایا، فرزندِ شاہ نے جب ان کو سراسیمہ دیکھا تو تقریر کرنا شروع کیا اور عنان کو کھینچ لیا، اے قوم بدروزگار۔تم نے کام وہ کیا ہے کہ شرم کا باعث ہے، تم کو خدا سے شرم نہیں ہے کہ فوجِ خدا سے جنگ کرنے آئے ہو، تیغ وسنان تم کس پر کھینچے ہوئے ہو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے تمھیں معلوم ہے کہ تمھارا رہبر کون ہے؟

وہ خلقِ خدا میں اس وقت پیغمبرؐ کی مانند ہے اور اُسی کی طرف تیغِ بیداد تیز کیئے بیٹھے ہو، اب میں تم سے جو پوچھوں بتاؤ گے؟، بالکل سچ بتانا جو میں پوچھوں؟ معراج پہ نبیؐ کے ساتھ کون تھا؟ محرم کے نزدیک خلوت گاہ میں کون تھا، کس کے ہاتھوں سے کفر کو شکست ہوئی؟ اسلام سے کس نے پیمان باندھا؟ کون ہے جس کے قدم خیر البشر کے دوش پہ تھے کس کے ہاتھوں سے لات ووُد توڑے گئے؟ خدا نے کس کو دستِ خدا کہہ کے مخاطب کیا، کون ہے جو کعبہ میں پیدا ہوا، ملائک کی فوج نے کس کو سجدہ کیا تھا، بدر اور احد کی جنگ میں کون تھا جس نے کفر کو مٹایا، کس کے پاؤں تلے جسمِ ولید تھا، کون تھا جس نے جنگ میں شیبہ کو ختم کیا، شہرِ علم کا در کون ارجمند تھا؟ قلعۂ خیبر کا دروازہ کس نے اُکھاڑا تھا؟ بدر واحد کی کارزار میں کس کی تلوار سے کافر خوار ہوئے تھے، زمینِ مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں کو کون تھا جس نے پشت زین سے بے سر کر دیا تھا، تم کو اپنے کردار پر شرم آنی چاہیئے کہ آسمان بھی اپنی گردش پہ شرماتا ہے، دلیری، پہلوانی اور مردانگی، ہنرمندی، روزمندی اور فرزانگی میرے آبا واجداد کی یادگار میں سے ہے، اور آج یہ سب میرے کام ہیں اور میں ورثہ دار (عہدہ دار) ہوں میں وہ ہوں جس کو ہمت وجرأت نے دودھ پلایا اور گہوارے ہی میں میرے ہاتھوں میں شمشیر دی میں ہی نبی کا گرامی پوتا ہوں میں ان کی جان ہوں وہ میری جان ہیں، میں وہ ہوں جب نیزہ اپنے ہاتھوں میں پکڑتا ہوں تو آسمان گردش کرنا بھول جاتا ہے، میں ہی سبطِ پیغمبر ذوالمنن ہوں پہچان لو میں ہی شیرِ خدا کا شیر ہوں، جو بھی میدان میں میرے مقابل آئے گا اسے میدان ہی میں پتہ چل جائے گا۔ اس کی جان تن سے خواری میں نکلے گی، دوزخ میں شیطان کے ساتھ ٹھکانہ ہوگا۔

رجز پڑھنا حضرت قاسمؑ کا لشکر کے روبرو اور ارزق کا غضب ناک ہونا

شہزادہ کی تقریر سے لشکر کفر و کہن میں سراسیمگی پھیل گئی ایک ہلچل مچ گئی، ناموروں کے دل غم کی تاب نہ لاسکے، دیو جیسے ظالم کی آنکھ سے بھی آنسو ڈھلک گئے کہ اِس نوجوان نے جو باتیں کہی ہیں صحیح ہیں بالکل سچ اور حق ہے، ہم تو وہ ہیں یقیناً ہماری قسمت نگوں ہوگئی ہے، خدا کا قہر ہم پر بہت سخت ہوگا۔

کسی کو بھی سوئے رزم جانے کا یارا نہ تھا، ان سرکشوں کے دل دھڑکنا بھول گئے تھے اگرچہ وہ دیو اور دُد تھے مگر سوگوار ہو چکے تھے کسی کو بولنے تک کی ہمت نہ تھی وہ جنگ کیا کرتے ان میں ایک دیو صفت اہل شام تھا حیلہ اور کینہ سے بھرا ہوا ارزق نام تھا، شیطان کی طرح طاقت اور فن میں یکتا تھا، لیکن شیطان بھی اس کی جنگ سے خوف کھاتا تھا غصہ میں غضبناک ہونے لگا، اور عمر سعد کے پاس آکر ٹہلنے لگا، اس دیوزاد کی بدخوئی اور تیزیٔ زبان مشہور تھی، اُس پُر کینہ اور بدگہر نے ہرزہ سرائی کی دوسرے نامور جنگجو بھی اُس خردسال کی گفتگو سے متاثر ہوتے تھے، سرداروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل جب رسولؐ خدا کے حضور پیش ہونگے تو ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔ (ترجمہ: حملۂ حیدری)

حضرتِ قاسمؑ نمونۂ خُلقِ حسنی:

صبح سویرے امام حسن کے صحنِ خانہ کی دیوار پر کچھ سفید پرندے آکر بیٹھا کرتے تھے، حضرت اُمّ فروہؑ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو وہ پرندے دکھاتی تھیں تاکہ بچے اُنھیں دیکھ کر خوش ہوں، خوبصورت سفید پرندے کچھ دیر کے بعد صحنِ خانہ میں اُتر آتے، بچے اُنھیں غور سے دیکھتے رہتے، جب حضرت قاسمؑ کچھ بڑے ہوئے تو رات کو مٹی کے برتنوں میں پانی بھر کر صحن کے ایک گوشے میں رکھ دیتے، ایک برتن میں کچھ

اناج بھی رکھا جاتا تھا، صبح صبح وہ پرندے آتے پہلے دیوار پر بیٹھے رہتے پھر صحن میں اُتر آتے دانا کھاتے، پانی پیتے، صحن میں پھرتے رہتے کچھ ساعت کے بعد پرواز کر جاتے عرصے تک یہی دستور رہا۔

۲۸؍رجب ۶۱ ہجری کو امام حسینؑ آمادۂ سفر ہوئے۔

کنعانِ محمدؐ کے حسینوں کا سفر ہے
خورشید لقا زہر جبینوں کا سفر ہے
چھٹتا ہے وطن گوشہ نشینوں کا سفر ہے
اک دن کا نہیں کوچ مہینوں کا سفر ہے
گُل رو چمنِ دہر سے جانے کو چلے ہیں
گھر چھوڑ کے جنگل کے بسانے کو چلے ہیں

دشمن کو بھی اللہ چھڑائے نہ وطن سے
جانے وہی بلبل جو بچھڑ جائے چمن سے
واقف ہے مسافر کا دل، اس رنج و محن سے
چھٹتا نہیں گھر جان نکل جاتی ہے تن سے
آرام کی صورت نہیں مسکن سے بچھڑ کر
طائر بھی پھڑکتا ہے نشیمن سے بچھڑ کر

کہتے ہیں گلے مِل کے یہ قاسمؑ کے ہوا خواہ
واللہ دلوں پر ہے عجب صدمۂ جانکاہ
ہم لوگوں سے شیریں سخنی کون کرے گا
یہ اُنس یہ خُلقِ حسنی کون کرے گا

بنی ہاشم کے تمام بچے شہزادوں سے گلے مِل مِل کے رخصت کر رہے تھے، حضرت امام حسنؑ کے بیٹے احمد بن حسنؑ، قاسم ابن حسنؑ، عبداللہ ابن حسنؑ اپنے چچا محمد حنفیہ کے پاس گئے اور کہنے لگے،

چچا! ہمارے گھر میں صبح صبح کچھ پرندے آتے ہیں، ہم انھیں روز دانا پانی دیتے ہیں، ہم لوگوں کے جانے کے بعد کل صبح پرندے آئیں گے ہم سب کو نہ پا کر حیران ہوں گے آپ روزانہ اُن کے لیے دانے اور پانی کا انتظام کیجئے گا تاکہ پرندے بھوکے پیاسے نہ رہیں، حضرت محمد حنفیہ نے بھتیجوں سے وعدہ کیا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں، اُن پرندوں کا خیال رکھیں گے۔

محلّہ بنی ہاشم ویران ہوگیا، قافلۂ آلِ محمدؐ روانہ ہوگیا۔

''جنگل میں عزیزوں کو اجل لے گئی گھر سے''

حضرت محمد حنفیہ بن علیؑ نے شہزادۂ قاسمؑ اور اُن کے بھائیوں سے وعدہ کیا تھا کہ اُن سفید خوبصورت پرندوں کا خیال رکھا جائے گا، قافلۂ آلِ محمدؐ کی روانگی کے دوسرے دن صبح حضرت محمد حنفیہ بن علیؑ اپنے گھر سے روانہ ہوئے اور حضرت امام حسنؑ کے خالی مکان میں تشریف لائے، در و دیوار سے حسرت ٹپک رہی تھی حجرے ویران پڑے تھے پورے گھر میں سناٹے کے سِوا کچھ نہ تھا۔ حضرت محمد حنفیہ صحنِ امام حسنؑ میں بہت دیر بیٹھے رہے لیکن وہ پرندے نہیں آئے، دن گذرتے رہے حضرت محمد حنفیہ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کو امام حسنؑ کے گھر تشریف لے جاتے مٹی کی ہانڈیوں میں دانا پانی رکھتے لیکن ۲۸/رجب کے بعد وہ پرندے پھر کبھی نہیں آئے۔ وہ پرندے کہاں چلے گئے، دوبارہ پھر کیوں نہیں آئے، کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

ہاں! ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشور کے دن جب حضرت امام حسینؑ

شہید ہوگئے کچھ سفید رنگ کے خوبصورت پرندے آئے اور امام حسینؑ کے خون میں لوٹنے لگے، اپنے پروں کو فرزندِ فاطمہؑ کے لہو سے رنگین کر کے مختلف سمتوں میں پرواز کر گئے، جس جگہ بیٹھتے دردناک آواز سے فریاد کرتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک پرندہ قبرِ رسولؐ اللہ پر پہنچا تھا۔

مرزا دبیر کہتے ہیں:-

کیوں آج پرندے نہیں لیتے ہیں بسیرا ان طائروں کے اُڑنے سے ہوش اُڑتا ہے میرا
کیا ان کے سلیمان کو دشمن نے ہے گھیرا دیکھوں مجھے دکھلاتا ہے کیا کل یہ اندھیرا
بالکل غضب و قہر الٰہی کی گھڑی ہے
کیا جانئے کس گھر پہ تباہی یہ پڑی ہے

یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری جو ایک زنِ ہاشمیہ آکے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں میں واری ابنِ حنفیہ کو غش آیا کئی باری
قندیلیں گری ہیں کہیں عمامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے سر ننگے کھڑے ہیں

صغرؑا نے کہا کیوں تو تڑپ کر یہ سُنایا طائر ابھی اک خون میں ڈوبا نظر آیا
پر جھاڑے لہو قبرِ مبارک پہ گرایا اور کھول کے منقار عجب شور مچایا
کیا جانیے کیا غم کی خبر اُس نے کہی ہے
اب تو ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

وہ مجمع ماتم جو پریشاں ہوا ہر سُو مرقد پہ نواسی گئی کھولے ہوئے گیسو
دیکھا کہ فغاں کرتا ہے اک طائرِ خوش رو جاری ہے پروبال سے خوں آنکھوں سے آنسو
کھوتے ہیں سب انسانوں کے ہوش اُس کی بکا سے

گہہ پائینتی روتا ہے کبھی آکے سرہانے

پھر پیٹ کے طائر کے برابر یہ پکاری — تو قاصد شبیرؑ ہے صغراؑ ترے واری

سائے میں ہے یا دھوپ میں وہ عاشقِ باری — زخمی ہیں کہ مارے گئے قسمت سے ہماری

بخیے کا تدارک ہے کہ تابوت و کفن کا

یہ خون ہے بابا کے گلے کا کہ بدن کا

کس دُکھ میں گرفتار ہیں سیّد مرے بابا — غش میں ہیں کہ ہشیار ہیں سیّد مرے بابا

بے یار و مددگار ہیں سیّد مرے بابا — گھر آنے سے ناچار ہیں سیّد مرے بابا

بستی میں بسے یا کسی جنگل میں بسے ہیں

خدمت کو کوئی پاس ہے یا سب سے چُھٹے ہیں

بیمار کی فریاد سے گھبرا گیا طائر — روضے سے نکل کر سوئے صحرا گیا طائر

صغراؑ نے کہا صاحبو کس جا گیا طائر — ہے ہے مجھے کچھ نہ بتلا گیا طائر

مرقد پہ جبیں رکھ کے پکاری یہ نبیؐ کو

اب آپ سے لونگی میں حسین ابنِ علیؑ کو

باب ۸

حضرت قاسمؑ کا سراپا

چاند کا ایک ٹکڑا:

کلینیؒ علیہ الرحمہ کتاب ''کافی'' میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ''جب رسولؐ خدا کو رات کے وقت دیکھا جاتا تو آپ کے چہرے کے اطراف میں نور کا ایک ایسا دائرہ دِکھائی دیتا جیسے چاند کا کوئی ٹکڑا ہو''۔

(الکافی ۱/۴۴۶) حدیث ۲۰۔ بحار الانوار ۱۶/۱۸۹ حدیث ۲۷)

حدیثِ کساء میں جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے بابا کا چہرہ ایسا تھا کہ:-

حُسنِ یوسف جلوۂ عارض کے آگے ماند ہے

چہرۂ پُرنور گویا چودھویں کا چاند ہے

(شعر:- سیّد غلام احمد نقوی امروہوی)

حُسنِ حسنؑ:-

شبیہ رسولؐ امام حسن علیہ السلام

کئی روائتوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام حضور نبیؐ اکرم سے بہت مشابہ تھے۔ بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ کوئی شخص حسنؑ بن علیؑ سے زیادہ حضرت رسولؐ خدا سے مشابہ نہ تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ :-

''حسنؑ سینے سے سر تک سب سے زیادہ حضرت رسولؐ خدا کے مشابہ ہیں۔ ایک دوسری جگہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کو دیکھنا چاہے جو گردن سے روے مبارک تک حضرت رسولؐ خدا سے سب سے زیادہ مشابہ ہے وہ حسنؑ کو دیکھ لے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نہایت حسین و جمیل تھے۔ خوبصورت اور سڈول بدن اور قد درمیانہ تھا۔ بڑی بڑی خوشنما سیاہ آنکھیں تھیں۔ رخسار ہموار اور کتابی خدو خال کے تھے۔

کلائیاں گول تھیں۔ گردن صراحی دار، شانے اور بازو گدگدے اور بھرے بھرے تھے، سینہ چوڑا، ڈاڑھی گنجان کانوں کی لَو تک بل کھائی ہوئی تھی۔ آپ کے بال گھونگھر والے تھے''۔ (الحسنؑ بن علیؑ صفحہ ٦٠)

علی محمد دخیل کتاب ''امام حسنؑ مجتبیٰ'' میں لکھتے ہیں :-

''امام حسنؑ کا رنگ سُرخی مائل سفید تھا۔ سیاہ اور موٹی آنکھیں، رخسار کتابی، پانی پینے کی نلیاں باریک، آپ کی گردن سفید گویا چاندی کی تھی، گھنی ڈاڑھی اور سر کے بال لمبے تھے، چُست اور گٹھا ہوا جسم، دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی تھی، موزوں جسم، قد و قامت میانہ، حَسین و ملیح چہرہ، گھنگھریالے بال تھے، جسامت نہایت بہترین و موزوں تھی''۔ (بحارالانوار)

غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ:

حضرت رسولؐ خدا نے امام حسنؑ سے فرمایا:-

''تم خلقت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو''

حضرت قاسمؑ کا حُسن و جمال: (اک حُسن کی تصویر تھا وہ گیسوؤں والا) میر انیس

حضرت قاسمؑ، حضرت رسولؐ خدا کے پوتے اور امام حسنؑ کے فرزند تھے۔ آپ کو دادا اور والد سے حُسن و جمال وراثت میں ملا۔ مقاتل و تواریخ میں مورخّین نے آپ کے حُسن و جمال کا خصوصی طور سے ذکر کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام، حضرت قاسمؑ کے حقیقی دادا تھے آپ کے لیے حضرت رسولؐ خدا کا ارشاد مشہور ہے کہ:- یوسفؑ کو اُن کے حُسن و جمال میں دیکھنا ہو تو علیؑ کو دیکھو"

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ از حافظ محب الدین طبری)

تصور مُحال ہے کہ حضرت قاسمؑ کس قدر خوبصورت ہوں گے:-

حق نے رُخ روشن کو عجب نور دیا تھا

(میر انیس)

علاّمہ مجلسی نے "جلاء العیون" اور "بحار الانوار" میں لکھا ہے کہ:-

"امام حسن علیہ السلام کے فرزند قاسمؑ جن کا چہرۂ مبارک مہتاب کی طرح چمک رہا تھا"۔

آپ کا چہرہ ایسا تھا کہ جیسے آفتاب کی شعاعیں نکلتی ہیں جناب قاسمؑ میدان میں آئے اور میدانِ جنگ کو اپنے حُسن و جمال کے نور سے روشن کر دیا"۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

اے خوشا حُسنِ رُخِ یوسفِ کنعانِ حسنؑ
راحتِ روحِ حسینؑ ابنِ علیؑ جانِ حسنؑ
جسم میں زورِ علیؑ، طبع میں احسانِ حسنؑ
ہمہ تن خُلقِ حسنؑ حُسنِ حسنؑ، شانِ حسنؑ

تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانی پوشاک
کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں شہانی پوشاک

علاّمہ جریر طبری نے ''تاریخِ الامم والملوک'' (تاریخ طبری) میں لکھا ہے کہ

''حمید بن مسلم نے ایک طفل کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا، ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا، کہتا ہے کہ اس کے گلے میں کُرتہ تھا، پاؤں میں پائجامہ اور مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ طفل کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ قاسمؑ ابن حسنؑ ہیں''۔

ابوالفرج اصفہانی نے ''مقاتل الطالبین'' میں لکھا کہ:-

حمید بن مسلم نے کہا:

''میں نے ایک معصوم لڑکے کو خیام اہلِ بیتؑ سے برآمد ہو کر اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا''۔

سیّد ابن طاؤس ''لھوف'' میں لکھتے ہیں:-

''حضرت قاسمؑ جو تیرہ سالہ نوجوان تھے میدان میں آئے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا انھوں نے بہادری کے جوہر دکھائے''۔

علاّمہ حسن بن محمد علی یزدی ''مہیج الاحزان'' میں حضرت قاسمؑ کا سراپا اور حُسن و جمال کا حال اس طرح لکھتے ہیں:-

''حضرت گلگوں قبا، خونی کفن قاسمؑ کمسن تھے، خوب رو، جمال دیدۂ زیب، صبیح منظر تھے، چہرہ ماہ تابی تھا، ابھی آپ بحد بلوغ نہیں پہنچے تھے قاسمؑ میدان میں پہنچے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ تاریکیٔ لشکرِ شام

میں چاند نکل آیا ہے''۔

علامہ محمد عسکری ''زُبدۃ المصائب'' میں لکھتے ہیں:-

''چہرہ جناب قاسمؑ کا مثل آفتاب کے درخشاں تھا کہ تمام میدانِ کارزار چہرۂ انور سے روشن ہوگیا''۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

قاسمؑ پہ طُرفہ باغِ جوانی کی تھی بہار　　سنبل سی زلفیں سرو سا قد پھول سے عذار
آنکھیں وہ جن پہ کیجیے نرگس کو بھی نثار　　نازک لب اس قدر رگِ گل جن کے آگے خار
بے وجہ منھ نہ سرخ تھا اُس جاں فروش کا
لختِ جگر تھا وہ حسنؑ سبز پوش کا

حضرت قاسمؑ کی پوشاک (لباس):-

مقاتل میں حضرت قاسمؑ کے لباس کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعض روائتوں میں ہے کہ آپ نے امام حسن علیہ السلام کا لباس پہنا تھا۔ سر پر جو عمامہ تھا اس کے شملے دونوں طرف تحت الحنک کی صورت میں لٹک رہے تھے۔ عمامے کے رنگ کے سلسلے میں مختلف روائتیں ملتی ہیں۔ عمامہ زرد تھا، عمامہ سبز تھا، عمامہ سیاہ تھا۔ زیادہ روائتیں وہ ہیں جن میں عمامے کا رنگ سبز بتایا گیا ہے۔ رخصت کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسمؑ کو تیار کرنے میں بہت اہتمام فرمایا تھا۔

میر ضمیرؔ کہتے ہیں:-

باندھا ہے سر پہ سبز عمامہ بہ افتخار　　دکھلا رہا ہے یہ حَسنی رنگ کی بہار
اور بر میں سُرخ خلعتِ شادی ہے آشکار　　اور سبز سرخ رنگ کا سُن لو مآل کار
مطلب یہ ہے بتولؑ کے اس نورعین کا

میں جامع شرف ہوں حسنؑ اور حسینؑ کا

علاّمہ فخر الدین طریحی نے ''مقتل منتخب'' میں لکھا ہے کہ :-

امام حسینؑ نے جناب قاسمؑ کے گریبان کو چاک کیا اور عمامہ کے دو حصے کر کے چہرے پر ڈال دیئے پھر کفن کی طرح لباس پہنایا اور اُن کی کمر کے ساتھ تلوار باندھی پھر میدانِ جنگ کی طرف روانہ کیا''۔

علاّمہ طبرسی نے ''اعلام الوریٰ'' میں اور شیخ عباس قمی نے ''منتہی الامال'' میں لکھا ہے کہ :-

''حضرت قاسمؑ جب میدان میں آئے تو اُن کی پیشانی سے نور درخشاں تھا وہ اس وقت ایک کُرتہ اور ازار پہنے تھے اور پاؤں میں نعلین تھی''۔

محمد ہاشم مشہدی نے ''منتخب التواریخ'' میں لکھا ہے کہ :-

''قاسمؑ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا، شاید یہی وجہ ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عمامے کے دو ٹکڑے کر کے آپ کے چہرے پر ڈال دیئے تا کہ دشمنوں کی نظر بد نہ لگے اور نورانی چہرہ پوشیدہ رہے۔ ممکن ہے حضرت قاسمؑ نے زرہ زیب تن اس لیے نہ کی ہو کہ دشمن کی تعداد آپ کی آنکھوں میں حقیر ہو''۔

علاّمہ محمد مہدی مازندرانی نے ''معالی السبطین'' میں عمامے کے دونوں شملوں کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ''امام حسینؑ نے عمامے کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا ٹکڑا چہرے پر ڈال دیا۔ تا کہ شدّتِ دھوپ سے محفوظ رہے''۔

علاّمہ سیّد امداد علی الحسینی الواسطی نے ''بحر المصائب'' میں شہزادے قاسمؑ کی پوشاک کا خصوصی ذکر کیا ہے۔

''مادرِ قاسمؑ نے حسبِ ارشاد حضرت امام حسینؑ پوشاک کا صندوق امام حسینؑ کے سامنے رکھ دیا، حضرت نے صندوق کھول کر اس میں سے وہ لباس کہ جو بہترین لباس تھا نکالا اور اُس شہزادے کو پہنایا اور عمامۂ عروسی اپنے دستِ مبارک سے سرِ انورِ قاسمؑ پر باندھا''۔

علاّمہ سیّد محمد مہدی ''لواعج الاحزان'' میں لکھتے ہیں:-

''امام حسینؑ نے قاسمؑ کو لباس بصورت کفن پہنایا اور اس کا گریبان چاک کر دیا اور سر پر ایک عمامۂ سبز بطورِ عمامۂ میّت باندھ دیا یعنی تحت الحنک باندھ کر اس کے دونوں گوشے سینے پر لٹکا دیئے اور ایک تلوار عطا کی''۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

سب جانتے ہیں شوکتِ لختِ دلِ حسنؑ عمامہ سر پہ خلعتِ شاہانہ زیبِ تن
جنگ آزما نہنگِ وغا شیرِ صف شکن ناشاد و نامراد اسیرِ غم و محن
حُسنِ حسنؑ کی چہرے پہ کیا خوب شان تھی
قالب تھا رزم گہہ میں دلہن پاس جان تھی

ہتھیار سجے سیّدِ مسموم کا جانی وہ آمدِ ایّام شباب اور وہ جوانی
سہرا رُخِ پُرنور پہ شادی کی نشانی دولھا تھے پہ دو روز سے پایا تھا نہ پانی
کچھ مرگِ جوانی کا دلہن کا نہ الم تھا
پر تشنگیٔ سیّدِ مظلوم کا غم تھا

روضۃ الشہداء میں ہے کہ:

آپؑ نے قاسمؑ کی ماں سے کہا کہ قاسمؑ کو نئے کپڑے پہناؤ

جبکہ منتخب طریحی کی عبارت یوں ہے:

''آپؑ نے جناب قاسمؑ کی والدہ سے دریافت کیا: کیا قاسمؑ کے نئے کپڑے ہیں، انھوں نے جواب دیا نہیں''۔ ان دونوں میں بڑا افراق ہے وہاں حکم ہے یہاں استفسار ہے۔

منتخب میں ہے: ولفّ علی رأسه عمامة الحسن ''آپؑ نے اُن کے سر پر امام حسنؑ کا عمامہ باندھا'' اور روضہ میں اس کا پتہ بھی نہیں، صرف اس قدر ہے ''ایک خوبصورت دستار اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر باندھی''۔

روضۃ الشہداء میں ہے:

''سر عیبہ را بکشاد و دراعہ حسن و یک جامۂ قیمتی خود در بر قاسم پوشانید'' آپؑ نے تھیلی کا منہ کھولا اور انھیں امام حسنؑ کی زرہ اور ایک قیمتی جامۂ خود حضرت قاسمؑ کو پہنایا۔ صاحب منتخب نے اس کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے کہ قیمتی لباس پہنایا یا کم قیمت اور نہ ہی اپنا جامہ پہنانے کا کہیں ذکر ہے بلکہ صاحب منتخب کے یہ الفاظ ہیں ''آپؑ نے اسے کھولا اور اُس میں سے امام حسنؑ کی قبا نکالی اور جناب قاسمؑ کو اسے پہنا دیا''۔

حضرتِ قاسمؑ کا قد و قامت:

علاّمہ صدر الدین قزوینی ''ریاض القدس'' و ''حدائق الانس جلد دوم'' میں لکھتے ہیں:۔

''حضرت قاسمؑ کا قد و قامت پورے شباب پر تھا کیونکہ حضرت امام حسنؑ کی قبائے مبارک حضرت قاسمؑ کے قد و قامت پر پوری آتی تھی''۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:۔

شمع حرم لم یزلی تھا قدِ بالا
پایا یہ کہاں ماہِ دو ہفتہ نے اُجالا

وہ حُسن وہ سِن اور وہ پوشاک شہانی　　قد سرو سا ہے پر یہ کہاں اس میں روانی
خُلقِ حسنی ، کم سُخنی ، غنچہ دہانی　　وہ رعب کہ ہو جائے جگر شیر کا پانی
تلوار تو کاندھے پہ زرہ باپ کی بر میں
تصویرِ حسنؑ پھرتی تھی حضرت کی نظر میں

حضرتِ قاسمؑ کی صورت وشباہت:

مقاتل میں حضرت قاسمؑ چہرے کو چاند کا ٹکڑا، چودھویں کا چاند، مثلِ آفتاب مہتابی چہرہ، کتابی چہرہ لکھا گیا ہے۔

حضرت قاسمؑ اپنے پدر گرامی حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہم شکل تھے اور حضرت امام حسنؑ اپنے نانا حضرت رسولؐ خدا کے ہم شکل تھے۔اس طرح ہم حضرت قاسمؑ کو بھی شبیہِ رسولؐ کہہ سکتے ہیں۔ساداتِ حسنی کے حُسن و جمال کا چرچا تاریخ و مقاتل میں اب تک باقی ہے۔

حُسنِ قاسمؑ میر انیسؔ کی نظر میں:۔

دی رن کی رضا شاہ نے جب ابنِ حسنؑ کو　　کیا عید ہوئی مرنے کی اِس غنچہ دہن کو
شیرانہ چلا تیغ بکف خیمے سے رن کو　　اعدا نے کہا دیکھ کے اس رشکِ چمن کو
نورِ حسنی چہرۂ زیبا سے عیاں ہے
ہم شوکت و شانِ اسداللہ یہ جواں ہے

شمع حرمِ لم یزلی تھا قدِ بالا　　پایا یہ کہاں ماہِ دو ہفتہ نے اُجالا
شانے پہ کماں بر میں زرہ ہاتھ میں بھالا　　اک حُسن کی تصویر تھا وہ گیسوؤں والا
نقشہ کسی انسان کو اگر دے تو حق ایسا

عالم کے مرقع میں نہیں اِک ورق ایسا

تھا صولت شوکت سے لعینوں کا جگر آب لڑنا تو کجا آنکھ ملانے کی نہ تھی تاب
چہرے کی لطافت پہ تصدق گلِ شاداب غیرت سے اُڑا جاتا تھا رنگِ رُخِ مہتاب
حق نے رُخِ روشن کو عجب نور دیا تھا
خورشید نے بھی شرم سے منھ پھیر لیا تھا

حیران تھا لشکر یہ مَلک ہے کہ بشر ہے گیسو ہے کہ ہالہ ہے جبیں ہے کہ قمر ہے
یہ ابروؤں کی بیت ہے یا حُسن کا گھر ہے پلکیں ہیں کہ سر پنجۂ شہبازِ نظر ہے
یاں دیدۂ آہو بھی نگاہوں سے گرے ہیں
آنکھیں ہیں کہ دو شیر نیستاں میں کھڑے ہیں

بولا کوئی بے درد کہ لڑکا ہے یہ جانباز نکلا ہے نہ سبزا نہ مَسیں ہیں ابھی آغاز
تیور میں مگر شیر کی چتون کا ہے انداز برگشتہ ہے اس سے فلکِ تفرقہ پرداز
آتی ہے مہک بیاہ کے پھولوں کی بدن سے
کس وقت میں دولھا کو چھڑاتا ہے دلہن سے

گذری جو شبِ عقد تو قسمت نے رُلایا جاگے تھے خوشی میں مگر آرام نہ پایا
قسمت نے اسے مسندِ شادی سے اُٹھایا مرنے کے سوا اور بنے کو نہ بَن آیا
دیکھا ہے دلہن کو جو محبت کی نظر سے
اب دیکھتے ہیں خیمے کو حسرت کی نظر سے

حُسنِ حسنؑ و شانِ حسینؑ ہے نمودار کیا بیاہ کے جوڑے پہ بھلے لگتے ہیں ہتھیار
ہے دستِ حنائی میں عجب شان سے تلوار کرتی ہے زرہ خوبیٔ اندام کو اظہار
باندھا ہے کمر بند شہِ عقدہ کشا کا

عمّامہ ہے سَر پر حسنؑ سبز قبا کا

فانوس میں ہے شمع کہ ہے رَخت بدن میں
رخساروں پہ گیسو ہیں کہ ہے چاند گہن میں
ہر شخص کی آنکھوں کو چکا چوند ہے رَن میں
سہرے میں یہ چہرہ ہے کہ سورج ہے کرن میں
تڑپے گا وہ تربت میں جگر بند ہے جس کا
کیا گزرے گی اس ماں پہ یہ فرزند ہے جس کا

رخسارۂ روشن ہیں کہ وہ آئینۂ نور
ٹھہرے نہ کبھی جن کی صفا پر نظرِ حور
بینی کی ضیا پائے کہاں شمع سرِطور
گر لب کو کہیں لعل تو یہ عقل سے ہے دور
وہ سنگ ہے پھر سنگ میں گویائی کہاں ہے
گویائی بھی یک سو، یہ مسیحائی کہاں ہے

غنچوں نے کہاں پائے لب ایسے دہن ایسا
باتوں میں مزا قند کا شیریں سخن ایسا
ہے عکس سے ملبوس گلابی بدنِ ایسا
غل تھا کہیں دیکھا نہیں گل پیرہن ایسا
اندازِ سراپا سے عجب لطف مِلا ہے
جنت کا چمن سامنے آنکھوں کے کِھلا ہے

یوسفؑ نے یہ ترکیب یہ صورت نہیں پائی
یہ بو یہ صباحت یہ ملاحت نہیں پائی
ہے سَرو بھی خوش قد پہ یہ قامت نہیں پائی
گل نے یہ لطافت یہ نزاکت نہیں پائی
گلدستۂ عالم ہے کہ مجموعہ ہے تن کا
دولھا کا پسینہ ہے کہ ہے عطر دلہن کا

آنکھیں وہ غزالانِ ختن جن پہ تصدق
رخسار وہ نازک کہ چمن جن پہ تصدق
لب ایسے کہ سو لعل یمن جن پہ تصدق
دانت ایسے کہ دُر ہائے عدن جن پہ تصدق
دانتوں سے لڑائے کوئی موتی کی لڑی کو

ہو جائیں گے یاقوت کے نگ کوئی گھڑی کو

دیکھیں تو صفائی کو ذرا صاحبِ انصاف	یہ شمعِ تجلّی ہے کہ ہے گردنِ شفاف
شانوں کی ہے شوکت سے عیاں شانِ حسنؑ صاف	ہاتھوں کے یداللہ سے پوچھے کوئی اوصاف
پنجے کے لیے ہیں نہ کلائی کے لیے ہیں
یہ انگلیاں سب عقدہ کشائی کے لیے ہیں

ہر چند کہ ملبوس میں مستور ہے سینہ	روشن صفتِ روشنئ طور ہے سینہ
ظاہر ہے کہ ایک آئینۂ نور ہے سینہ	اللہ کے اسرار سے معمور ہے سینہ
نے بدر میں یہ نور نہ یہ مہر میں ضَو ہے
تکمہ تو ستارا ہے گریباں مہِ نَو ہے

باریک ہے کیا ذہن میں وصف کمر آئے	سو رنگ سے باندھیں اسے جو شے نظر آئے
یہ فکر رَسا جائے کہاں اور کدھر آئے	ممکن ہی نہیں یہ کہ عدم کی خبر آئے
واں پیکِ خرد حکم رسائی نہیں دیتا
یاں تارِ نظر ہے کہ دکھائی نہیں دیتا

ثابت قدمی میں کوئی اس کا نہیں ہم سر	ٹل جائے زمیں پر یہ نہیں ہٹنے کا صفدر
ہے اِس کے لیے کاہ سے کم کوہ کا لشکر	جانباز ہے لختِ جگرِ حیدرِ صفدر
زور اِن کا کسی جنگ میں گھٹتے نہیں دیکھا
پیچھے کبھی اس قوم کو ہٹتے نہیں دیکھا

(مراثی انیس جلد سوم ۱۱۳)

باب ۹

حضرت قاسمؑ اور شبِ عاشور

حضرت قاسمؑ کی امام حسینؑ سے گفتگو:

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:۔

مدینۃ المعاجز میں ابوحمزہ ثمالی حضرت علی بن حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسینؑ نے شب عاشور تمام اقارب اور اصحاب کو جمع کر کے فرمایا۔ میں کل قتل کیا جاؤں گا۔ آپ میں سے جو بھی میرے ساتھ ہوگا قتل ہو جائے گا ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔

اصحاب نے عرض کیا رسولؐ اللہ کے فرزند۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کی مدد کرنے کا شرف عطا کیا اور آپ کے ساتھ قتل ہونے کا شرف بخشا۔ کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ (بہشت میں) آپ کے درجہ میں ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا خدا آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کو دعا دی۔ جناب قاسمؑ نے عرض کیا میں بھی قتل ہو جاؤں گا؟ حضرت نے قاسمؑ سے فرمایا بیٹے تمہیں موت کیسی معلوم ہوتی ہے۔ عرض کیا چچا موت مجھے شہد سے زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں چچا تم پر قربان ہو، بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد تم بھی قتل ہو جاؤ گے۔ میرا دودھ پینے والا بچہ عبداللہ بھی قتل ہو جائے گا۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۷۱ تا ۲۷۴)

علامہ حسین بخش مجتہد لکھتے ہیں:۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب دسویں کی رات اپنے اہل و اصحاب کو جمع کر کے امام مظلوم نے ارشاد فرمایا اے میرے اہلِ واصحاب اپنے اونٹوں کو تیار کرلو اور اپنی جان کو بچا کر یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ یہ لوگ صرف مجھ ہی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور جب میں قتل ہو جاؤں گا تو تمہیں کوئی بھی تکلیف نہ دے گا اور میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اُٹھائے لیتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین نے بیک آواز عرض کی اے ہمارے سیّد و آقا ہم ہرگز آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوں گے۔ لوگ کہیں گے کہ انہوں نے اپنے امام و پیشوا کو تنہا چھوڑ دیا ہے۔ نیز بروزِ محشر خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ بس ہم تو آپ کے قدموں میں ہی شہید ہوں گے۔ پس آپ نے فرمایا کہ سُن لو کل میں اور تم سب لوگ یہاں مارے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا تو تمام نے یہ سُن کر عرض کی۔ ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ ہمیں آپ کی رکابِ فخرِ انتساب میں شرفِ شہادت پر فائز ہونے کا موقعہ مل رہا ہے اور اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت امام حسینؑ نے ان کو جزائے خیر کہی۔

اتنے میں شہزادہ قاسمؑ نے عرض کی اے آقا! کیا میں بھی شہید ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا بیٹا: تم موت کو کس طرح جانتے ہو؟ تو شہزادے نے نہایت دلیری سے جواب دیا آقا۔ موت کو شہد سے بھی شیریں تر سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا چچا تجھ پر قربان ہو۔ ہاں اے نورِ چشم تو بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو گا بلکہ میرا شیر خوار عبداللہ بھی شہید ہو گا۔

غیور شہزادے نے جب شیر خوار کی شہادت کی خبر سُنی تو بے تاب ہو گئے اور عرض کرنے لگے آقا کیا یہ ظالم ہمارے خیموں میں گھس آئیں گے اور بچوں کو شہید کریں گے۔ امام نے فرمایا نہیں اے نورِ چشم! جب پیاس کی شدت ہو گی۔ خیمہ میں پانی دستیاب نہ ہو گا تو میں بچہ کو اپنے ہاتھ پر اُٹھاؤں گا اور میرے ہاتھوں پر ہی وہ کسی ظالم

کے تیر کا نشانہ بن جائے گا اور اس کے بعد پھر میری شہادت کی باری آئے گی۔ حضرت سجاد فرماتے ہیں کہ جب آپ نے یہ تقریر فرمائی تو ذرّیت رسولؐ میں آواز گریہ بلند ہوئی۔ (اصحاب الیمین)

حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبرؑ اور حضرت قاسمؑ میں باہم گفتگو:

مولانا سیّد نجم الحسن ''ذکر العباس'' میں لکھتے ہیں:-

کتاب دمعہ ساکبہ کے صفحہ ۳۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں ''ثم رجع علیہ السلام الی مکانہ'' اصحاب کو ہدایات دینے کے بعد آپ اپنے خیمۂ فلک جاہ کی طرف واپس ہوئے۔ بقولے جب واپسی میں حضرت عباسؑ کے خیمہ کے قریب پہنچے تو محسوس کیا کہ جیسے کچھ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں۔ حضرت اپنی جگہ پر خاموش کھڑے ہوگئے۔ یہ حضرات آپس میں بات چیت کر رہی رہے تھے کہ روئے سخن شب عاشور کی طرف ہوگیا حضرت علی اکبر بڑی دلیری سے بولے۔ ''اے چچا جان! آج کی صبح کو بابا جان پر جو سب سے پہلے اپنی جان کی قربانی دے گا۔ میں ہوں گا''۔

حضرت عباسؑ بولے۔ آقا زادے یہ کیا کہا۔ غلام کی موجودگی میں شاہزادہ کی شہادت کا کون سا سوال ہے جب تک عباسؑ کے دم میں دم باقی ہے شہزادہ کو جنگ کی آنچ نہیں لگنی چاہیئے۔ حضرت علی اکبرؑ نے کہا۔ ''چچا! یہ درست سہی لیکن یہ بھی تو خیال فرمائیں کہ آپ علمدار لشکر ہوں گے اور علمدار کے مارے جانے سے سارا لشکر تتّر بتّر ہو جاتا ہے اگر آپ پہلے شہید ہوں گے تو چھوٹے سے لشکر میں جلد سے جلد کمزوری دوڑ جائے گی۔ اس کے علاوہ آپ کی وہ ہستی ہے کہ آپ کے دم سے بابا جان زندہ ہیں۔ اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو بابا جان کی کمر ٹوٹ جائے گی''۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اے میرے آقا کے نورنظر علی اکبرؑ! تم نے جو کچھ کہا درست ہے

لیکن یہ بھی تو سوچو کہ بیٹا باپ کا نور نظر ہوتا ہے جب باپ کے سامنے بیٹا شہید ہو جائے تو باپ کی آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔ اگر تم پہلے شہید ہو جاؤ گے تو میرے سیّد وسردار بے نور ہو جائیں گے۔ اور یہ تو بتاؤ کہ جب حضرت کا نور بصر جاتا رہا تو سارا دن لاشوں پر لاشے کیسے اُٹھائیں گے''۔

حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر علیہما السلام کی گفتگو حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام خاموشی سے سنتے رہے۔ جب دونوں سوال و جواب کر چکے تو بولے'' چچا جان! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ درست ہے اور بھائی علی اکبر علیہ السلام نے جو کچھ کہا وہ صحیح ہے۔ بے شک! آپ کی شہادت سے چچا جان کی کمر ٹوٹ جائے گی اور بھائی علی اکبرؑ کی شہادت سے چچا جان کا نور بصر جاتا رہے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کل سب سے پہلے جو چچا جان پر قربان ہو وہ میں ہوں، اس لیے کہ میں یتیم ہوں اور اپنے باپ کی طرف سے سب سے پہلی قربانی دینے کی تمنا رکھتا ہوں''۔ یہ سننا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں داخل ہو گئے اور حضرت قاسمؑ کو سینہ سے لگا کر فرمایا۔ بیٹا باپ کے نہ ہونے کا رنج نہ کر۔ میں تیرا باپ موجود ہوں۔ تیری شہادت سے مجھے اتنا ہی رنج ہوگا جتنا میرے بھائی کو ہوتا''۔ سنتا ہوں کہ پھر امام حسین علیہ السلام نے روئے سخن حضرت عباسؑ کی طرف موڑا اور ان کے جذبات کا جائزہ لے کر فرمایا کہ'' اے عباس! اگر تم یہ حوصلہ لے کر آئے ہو کہ ان کا تختہ تباہ کر دو۔ تو مدینہ واپس جاؤ میں تو اتمامِ حجت اور قربانی پیش کر کے اسلام کو زندہ کرنے اور اس کو سدا بہار بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ (ذکر العباسؑ صفحہ ۲۱۲۔۲۱۳)

حضرت اُمّ فروہؑ اور حضرت قاسمؑ کی گفتگو

منیر زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:-

تعویذ کی حقیقت

شب عاشور یا قیامت کی شب جب بی بیاں اپنی بھوکی پیاسی قربانیوں کو صبح شہادت کے لیے تیار کر رہی تھیں۔ قاسمؑ ابنِ حسنؑ بھی بیوہ ماں کے زانو پر سر رکھے بیٹھے تھے اور چونکہ کامل ۴۸ گھنٹے کی پیاس اور رگوں کا تشنج مانع خواب تھا۔ اور اس کا اظہار بے بس ماں پر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے اپنے پدر نامدار کے واقعات ماں کی زبانی سُن رہے تھے۔ یہ وہ ذکر تھا جس نے رانڈ ماں کا دل اِس وقتِ مصیبت میں اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ بیٹے کے سینے پر منہ رکھ کر زار و قطار رونے لگیں۔ اسی حالت اور افراط جوش میں جو بیٹے کے بازو محبت میں بھینچے تو شوہر اور آخری امام کا دستخطی تعویذ محسوس ہوا۔ فوراً سر اُٹھا کر فرمایا "بیٹا! لاؤ تعویذ تو کھولو۔ خوب وقت پر یاد آیا، تمہارے والد ماجد کا حکم تھا۔ انتہائی مصیبت میں اِسے کھولنا۔ اب اس سے زیادہ قیامت کی رات کیا اور بھی آئے گی"۔

باپ کی تحریر کے اشتیاقِ زیارت میں قاسمؑ ماں کے زانو سے اُٹھے اور تعویذ کھولنا شروع کیا۔ اب جو دیکھا تو حسب ذیل باپ کی وصیت بیٹے کے نام تھی "قاسمؑ بیٹا! جس ہولناک اور غم افزا رات میں یہ وصیت پڑھو گے اس کی صبح نانا کے کندھے پر سوار ہونے والا اور اماں فاطمہؑ کی گود کا پالا۔ بھائی حسینؑ نرغۂ اعدا میں گھر جائے گا۔ اولادِ عقیلؑ و علیؑ اپنی جان حسینؑ پر مردانہ وار نثار کر دے گی۔ آہ! اُس دن عباسؑ جیسا علیؑ کا شیر بھی نہر فرات پر قتل کیا جائے گا۔ اور اگر میں بھی ہوتا تو پہلے اپنی ذاتی قربانی حسینؑ

کے لیے پیش کرتا۔ لیکن میں نہیں تو تم اور تمہارے بھائی میرے مظلوم بھائی کے کام آنا۔ اور یہ دکھا دینا کہ اگر باپ نہیں تھا تو بیٹوں نے اس کی جگہ محضرِ شہادت پر اپنی روشن مہر ثبت کردی۔ تمہاری غم نصیب ماں میری اس وصیت پر عمل کرنے میں تمہاری مدد کرے گی۔ اور جس طرح میں تمہیں اپنے ہاتھ سے سنوار کر میدان میں بھیجتا۔ بعینہٖ اسی طرح وہ ہمت مردانہ کا ثبوت دے کر صبر کی سِل اپنی چھاتی پر رکھیں گی۔ اللہ صابرین کو دوست رکھنے والا ہے۔ وقت شہادت میں تمہارے سرہانے ہوں گا''۔

وصیت کا اثر:

یہ دیکھنا تھا کہ دونوں ماں بیٹوں نے اس خطِ وصیت کو بوسے دیئے۔ جناب اُمّ فروہؑ نے سر پر رکھا اور قاسمؑ نے لبیک کہہ کر آنکھوں سے بار بار لگایا۔ خط کا اثر کہیئے یا طاقتِ ایمان کا کرشمہ سمجھئے۔ دونوں کا کرب۔ دونوں کی پیاس اور دونو کا اضطراب مفقود ہوگیا۔ وہ بیوہ جس کی مانگ اُجڑ چکی تھی۔ اپنے ہاتھوں کوکھ اُجاڑنے کے لیے اس طرح تیار ہوئی کہ احمد بن حسنؑ اور عبداللہ بن حسنؑ دونوں بڑے صاحبزادوں کو جو جوانی کی پیاس ضبط کر کے اور شجاعت کے آنسو پی کر سو چکے تھے، جگا دیا۔ دونو شیر انگڑائی لے کر اُٹھے اور ہاتھ باندھ کر ماں کے حضور میں حکم کے منتظر کھڑے ہوگئے۔ جناب اُمِّ فروہؑ نے دونوں کو پیار سے پاس بٹھا کر فرمایا ''میرے شیرو! حسنؑ کے دلیرو! باپ کی وصیت پڑھو گے یا سنو گے؟ دونو نے عرض کی لایئے لایئے۔ آنکھوں سے مس کرنے کا فخر بھی بخشئے اور پڑھنے کی عزت بھی۔

دونوں نے پڑھا اور تلواریں کھینچ کر عرض کی ''اماں جان! دل تو یہ چاہتا ہے کہ باقی رات کو بھی تلواروں سے کاٹ دیں مگر کیا کریں کہ اس کی طنابیں مقدس فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ صبح ہونے دیجئے انشاءاللہ آپ دیکھیں گی کہ حسنؑ ابن علیؑ کے بیٹوں کے

ہاتھوں میدان میں ستھراؤ نظر آئے گا۔ (چمنستانِ محمدؐ صفحہ ۵۸ تا ۶۴)

شبِ عاشور حضرت قاسمؑ کے خیمے میں حضرت زینبؑ کا تشریف لانا:

علّامہ میر سیّد علی (شاگردِ سلطان العلماء) اپنی کتاب ''مجالس علویہ'' (مطبوعہ ۱۸۷۵ء) میں لکھتے ہیں:۔

جنابِ سکینہؑ فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم کی تھی کہ پانی کی بڑی دشواری تھی اور ہم کو پیاس کی شدت ہوئی اور پانی بالکل ختم ہو چکا تھا اور ظروف پانی کے خالی پڑے تھے اور مشکیں جن میں پانی رہتا تھا وہ بسبب شدتِ گرمی کے خشک اور کھڑنک ہو گئیں تھیں۔

فَلَمَّا نَفَدَ الْمَاءُ عَطَشْتُ اَنَا وَبَعْضُ فَتَبَاتِنَا

جب یہ نایابی پانی کی ہوئی تو مجھ پر پیاس نے غلبہ کیا اور کئی ہمسن میری لڑکیاں بھی میرے ہمراہ تھیں اور اُن کو بھی پیاس کی شدت ہوئی۔

فَقُمْتُ اِلٰی عَمَّتِیْ زَیْنَبَ اُخْبِرُهَا بِعَطَشِنَا لَعَلَّهَا ادَّخَرَتْ لَنَا مَآءً

پس میں کھڑی ہوگئی اور چلی اپنی پھوپھی زینبؑ کے پاس کہ شاید وہ کوئی سبیل پانی کی نکالیں یا ہمارے لیے اُنھوں نے تھوڑا سا پانی بچا رکھا ہو۔

فَوَجَدْتُهَا فِیْ خَیْمَتِهَا وَفِیْ حِجْرِهَا اَخِی الرَّضِیْعُ وَهِیَ تَارَةً تَقُوْمُ وَتَارَةً تَقْعُدُ

پس اپنی پھوپھی کو میں نے اُن کے خیمہ میں پایا مگر کس حال سے کہ میرے چھوٹے بھائی علی اصغر کو گود میں لئے ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی ہیں۔

وَهُوَ یَضْطَرِبُ اِضْطِرَابَ السَّمَکَةِ بِغَیْرِ الْمَاءِ وَنَصْرُخُ

اور حال علی اصغر کا یہ ہے کہ وہ مثل ماہی بے آب کے تڑپ رہا ہے اور چیخ چیخ کے رو

رہا ہے۔

وَهِیَ تَقُوْلُ صَبراً صبراً یَابْنَ اَخِیْ وَاَنّی لَکَ الصَّبْر وَاَنْتَ عَلیٰ هٰذِهِ الْحالَةِ الْمَشْوُمَةِ

اور پھوپھی میری فرما رہی ہیں اور بہلا رہی ہیں کہ اے بچّے صبر کر صبر کر اور ہائے کیونکر تجھے صبر آئے گا اور کس طرح تو چُپ ہوگا حالانکہ اس بچّے کی مارے پیاس کے یہ حالت ہے کہ خدا کسی کے بچوں پر یہ مصیبت نہ ڈالے۔

یَعِزُّ عَلیٰ عَمَّتِکَ اَنْ تَسْمَعَکَ وَلَا نَفْعُکَ

اور افسوس مجھ پر تیری پیاس کتنی دشوار ہے کہ تجھ کو تڑپتا ہوا دیکھوں اور کچھ تدبیر مجھ سے نہ ہو سکے۔

فَلَمَّا سَمِعْتُ اِنْتَخَبْتُ بَاکِیَةً فَقَالَتْ سُکَینَةُ قُلْتُ نَعم قَالَتْ مَا یُبْکِیکِ فَقُلْتُ لَهَا حَالُ اَخِی الرَّضِیعِ

جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ کلام پھوپھی کا سُنا کہ خود شکایت پانی کی کررہی ہیں تو مایوس ہو کے روتی ہوئی چلی وہاں سے کہ میری پھوپھی نے جو میری آواز سُنی مجھے آواز دی کہ سکینہؑ، میں نے عرض کیا کہ جی آپ کیا فرماتی ہیں فرمایا کہ تم کیوں روئیں میں نے کہا کہ مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی پیاس پر رونا آیا کہ کس طرح مارے پیاس کے پیچ و تاب کھا رہا ہے اور مثل ماہی بے آب کے تڑپ رہا ہے ابھی تو چھ مہینے کا میرا بھائی شیر خوار ہے۔

وَلَمْ اُعْلِمْهَا عَطَشِیْ خَشْیَةَ اَنْ تَزْفُدَهُمَّهَا و وَجُدُهَا

اور جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے اپنی پیاس کا مطلق ذکر نہ کیا بخوف اس کے کہ میری پھوپھی کو غم والم اور زیادہ ہو جائے گا اگر مطلع ہوں گی میری بھی

پیاس سے۔

ثُمَّ قُلتُ لَها یا عَمَّتاهُ لَو ارسلتِ اِلٰی بعض عِیالات الانصار فَلَرُبَّما اَن یکُونَ عِندَهُم ماءٌ" بعدازاں میں نے اتنا عرض کیا کہ اے پھوپھی کسی کو اگر آپ خیمہ میں عیال انصار کے بھیجیں شاید اُن کے پاس تھوڑا سا پانی بہم پہنچے۔

فَقامَت وَاَخَذَتِ الطِّفلَ بیَدِها وَمَرَّت لخجیم عُمُومَتی فَلَم تجِدْ عِندَهُم ماءً فَرجعَت

پس میرے کہنے سے پھوپھی کھڑی ہوگئیں اور بچہ کو ہاتھوں پر لیے ہوئے تھیں پہلے میرے اور پھوپھیوں کے خیمہ میں گئیں اور وہاں بھی کہیں پانی نہ ملا پھر یں وہاں سے بھی۔

وَتبعَها بَعضُ اَطفالِهِم رَجاءً اَن تَستَقیمُ ماءً

مگر وہاں جانے سے یہ ہوا کہ اور بچے بھی اُن خیموں سے ساتھ ہو لیے اس اُمید پر کہ یہ پانی ڈھونڈھ رہی ہیں شاید ان کو کہیں پانی بہم پہنچے تو ہم بھی اُس میں سے مانگ کے پئیں گے۔

ثُمَّ جَلَسَت فِی خَیمَۃِ اَولَادِ عَمِّی الحَسَنِ وَاَرسَلَت اِلٰی خِیم الاَصحَابِ لَعَلَّ عِندَهُم ماءٌ"

بعد اُس کے پریشان ہو کے پھوپھی میری اُس خیمہ میں آ کے بیٹھ گئیں جس میں میرے چچا امام حسنؑ کی اولاد تھی یہ وہ خیمہ ہے جس میں جناب قاسمؑ اور عبداللہ بن حسنؑ اور بہن قاسمؑ کی اُتریں ہیں اور کسی شخص کو خیمہ ہائے اصحاب کی جانب روانہ کیا کہ دیکھو تھوڑا سا بھی پانی مل جائے تو ہمارے بچوں کے لیے لے آؤ۔

فَلَم تَجِدْ فَلَمّا اَلیَسَت رَجَعَت اِلٰی خَیمَتِها وَمَعَها ما

يُقْرِبُ مِنْ عِشْرِيْنَ صَلِيَّباً وَصَبِلَّةً فَاَخَذَتْ بِالْعَوِيْلِ فَنَحْنُ نَتَصَارَخُ بِالْقُرْبِ مِنْهَا

آہ وہاں بھی جب پانی نہ ملا تو مایوس ہو کے اپنے خیمے میں پھوپھی میری آئیں اُس وقت گرد اُن کے بیس لڑکے اور لڑکیاں جمع تھیں اور شدت تشنگی میں سب بچے مل کے چیخ رہے تھے اور جناب زینبؑ بھی گھبرا گھبرا کے واویلا واحسرتاہ فرما رہی تھیں چنانچہ میں بھی قریب اپنی پھوپھی کے زار زار مارے پیاس کے رو رہی تھی۔

باب ۔۔۔۔۔ ۱۰

حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کی محبت

چچا اور بھتیجے کی محبت:-

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:-

امام حسینؑ کو حضرت قاسمؑ سے بہت محبت تھی۔ اس کا ثبوت بہت زیادہ ہے جس شہید کو بھی حسینؑ نے رخصت کیا کسی کی لاش پر بے ہوش نہیں ہوئے یہ شرف صرف اور صرف حضرت قاسمؑ کو حاصل ہے جب آپ کی لاش سے امام جدا ہوئے غش کھا کر گر پڑے۔

بحار جلد ۱۰ میں محمد بن ابی طالب سے روایت ہے عبداللہ بن حسنؑ میدان جنگ میں آئے۔ اکثر روایات میں ہے کہ قاسمؑ بن حسنؑ میدان کارزار میں تشریف لائے آپ بچے تھے ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ جب حسینؑ نے آپ کو دیکھا تو گلے سے لگالیا دونوں چچا بھتیجے روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔

شروع میں حسینؑ نے قاسمؑ کو مرنے کی اجازت نہیں دی تھی جب قاسمؑ نے اپنے چچا حسینؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور منت سماجت کی کہ مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے تب کہیں جا کر حسینؑ نے قاسمؑ کو جنگ میں جانے کی اجازت دی۔

بحار میں محمد بن ابی طالب سے روایت ہے کہ حضرت قاسمؑ نے حسینؑ سے اجازت

طلب کی آپ نے انکار فرما دیا۔ جوان لگاتار حسینؑ کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دیتا اور میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کرتا تھا۔ مجبور ہو کر حسینؑ نے اجازت دی۔

امام حسینؑ نے جب قاسمؑ کی آواز سنی تو آپ بہت جلدی آپ کی لاش پر پہنچے اور کسی شہید کی لاش پر اس قدر جلد نہیں پہنچے۔ ارشاد میں ہے کہ جب قاسمؑ نے کہا ''چچا میری مدد کو پہنچو'' تو حسینؑ اس قدر ٹوٹ پڑے جس طرح شاہین شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

حسینؑ نے قاسمؑ سے ایسا سلوک کیا جس طرح اٹھارہ سالہ حضرت علی اکبرؑ سے کیا تھا۔ قاسمؑ کو حسینؑ نے بیٹا کہا، جب قاسمؑ کی لاش پر آئے تو لشکر عمر بن سعد پر نفرین کی۔ ارشاد میں ہے کہ حسینؑ نے فرمایا اس قوم کے لیے دوری ہو جس نے آپ کو قتل کیا۔ آپ کا نانا قیامت کے روز اس قوم کے ساتھ جھگڑا کھڑا کرے گا۔

جب امام حسینؑ حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر آئے لشکر عمر سعد کو عموماً اور ابن سعد کو خاص طور پر لعنت کی۔

امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کے ساتھ وہی طریقہ کیا جو علی اکبرؑ کے ساتھ کیا تھا۔ جب قاسمؑ کی لاش پر تشریف لائے تو امامؑ نے اپنا سینہ قاسمؑ کے سینے سے چسپاں کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے وضع الحسین صدرہ علیٰ صدرہ۔ حسینؑ نے اپنا سینہ حضرت قاسمؑ کے سینے پر رکھ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دل میں خیال کیا دیکھو اب حسینؑ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت قاسمؑ کی لاش کو اپنے فرزند علی اکبرؑ کے ساتھ رکھ دیا۔

امام حسینؑ علی اکبرؑ اور قاسمؑ سے ایک جیسی محبت کرتے اور ایک جیسی تربیت فرماتے جس طرح رسولؐ خدا نے حسنینؑ سے ایک جیسا سلوک کیا تھا۔ حضرت قاسمؑ بھی اپنے چچا گرامی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

بحار الانوار جلد ۱۰ میں ہے کہ جب قاسمؑ میدان جنگ میں آئے تو روتے تھے اور یہ

رجز پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اگر تم مجھے نہیں جانتے تو حسن کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفیٰؐ امین کے فرزند ہیں۔

یہ حسینؑ ہیں جو رہن شدہ قیدی کی مانند لوگوں میں موجود ہیں۔ (خدا) تم لوگوں کو سیراب نہ کرے لشکر نے شاید پہلے یہ سمجھا ہو کہ یتیم ہونے کی وجہ سے قاسمؑ رو رہے ہیں۔ یا پیاس کی وجہ سے روتے ہیں جب کہا حسینؑ رہن شدہ کی طرح قیدی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت قاسمؑ اپنے چچا کی بے کسی کی وجہ سے روتے تھے۔

(منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۴)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ شہزادہ قاسم بن حسن علیہ السلام کی زندگی پردہ خفا میں ہے اُن کی علو منزلت ظاہر کرنے اور سمجھنے کے لیے ہمیں واقعہ کربلا کے لطیف نکات کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے۔ امام حسینؑ اور شہزادہ قاسمؑ کو ایک دوسرے سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ کچھ ان نکات سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ کسی کی میدانِ جنگ کو روانگی پر امام حسین علیہ السلام نے غش نہیں کھایا سوائے شہزادہ قاسم بن الحسنؑ کے۔ چنانچہ بحار الانوار کی دسویں جلد میں محمد بن ابی طالب سے روایت ہے۔

''پھر عبداللہ بن الحسن بن علی میدانِ جنگ کی طرف نکلے اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ قاسمؑ بن الحسن تھے وہ ایک نابالغ بچے تھے پس جب امام حسین علیہ السلام نے اِن کی طرف دیکھا تو اُنھیں سینے سے چمٹا لیا۔ پھر دونوں روتے رہے یہاں تک کہ دونوں غش کھا گئے''۔

۲۔ امامؑ کی بھتیجے سے محبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اوّلاً آپؑ نے انھیں جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی بعد ازاں جب جنابِ قاسمؑ نے بہت منّت سماجت کی، پیروں اور ہاتھوں کو بوسے دیئے تب آپؑ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

۳۔ جس وقت جنابِ قاسمؑ نے گھوڑے سے زمین پر آنے کے دوران آپؑ کو آواز دی ''یا عمّاہ ادرکنی'' اے چچا جان جلد پہنچئے تو آپ جس قدر تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس گئے ہیں کسی دوسرے شہید کے پکارنے پر آپ اتنی تیز نہیں گئے۔

چنانچہ شیخ مفیدؒ نے ''الارشاد'' میں لکھا ہے کہ ''فقال یا عمّاہ فجلی الحسین کما یجلی الصقر'' ۔پس جب شہزادے نے آواز دی اے چچا جان! تو امام حسین علیہ السلام ایسے جھپٹے جیسے باز شکار پر جھپٹتا ہے۔

حضرت قاسمؑ کی حضرت علی اکبرؑ سے مماثلت:۔

۴۔ امام حسین علیہ السلام نے جو کچھ اپنے ۱۸ سالہ صاحبزادے علی اکبرؑ کے بارے میں کہا وہی اپنے بھتیجے سے بھی فرمایا۔

(ا) آپؑ نے دونوں کو بار بار۔ ''یا بُنَیَّ'' اے بیٹے کہہ کر خطاب کیا ہے۔

(ب) جب آپؑ جناب قاسمؑ کے سرہانے پہنچے تو لشکر پر نفرین کی۔ چنانچہ شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں۔ ''والحسین یقول: بُعد القوم قتلوك ومن خصمهم یوم القیامة فیک جدك'' ۔اور امام حسین علیہ السلام جناب قاسم کی بالیں پر کہہ رہے تھے،نفرین اُس قوم پر جس نے تجھے قتل کیا اور اُن سے تیرے جد یوم قیامت تیرے بارے میں جھگڑیں گے۔اسی طرح امام علیہ السلام نے اپنے فرزند جناب علی اکبر کے سرہانے پہنچ کر بھی لشکرِ کفّار پر اسی طرح نفرین کی تھی۔

(ج) ایک اور مماثلت جو آپ نے اپنے حُسنِ سلوک سے اپنے اس بھتیجے اور اپنے صاحبزادے جناب علی اکبرؑ میں قرار دی۔ وہ یہ ہے کہ آپؑ نے اپنا سینہ جناب قاسمؑ کے سینے پر رکھ دیا۔مورّخ طبری لکھتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنا سینہ مبارک جناب قاسمؑ کے سینے پر رکھ دیا،راوی کہتا

ہے کہ میں نے دِل میں خیال کیا کہ امام حسینؑ یہ کیا کر رہے ہیں، یہاں تک کہ آپؑ ان کی لاش کو لائے اور اپنے صاحبزادے جناب علی اکبرؑ کے برابر لٹا دیا۔ اس مختصر گفتگو کا حاصل یہ نکلا کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس یتیم بھتیجے کی پرورش اُنھیں خطوط پر کی تھی جن پر اپنے فرزندِ ارجمند جناب علی اکبرؑ کو پروان چڑھایا تھا، اِسی لیے آپ دونوں سے برابر کی محبت کرتے اور دونوں کو ایک ہی نظرِ اُلفت سے ملاحظہ فرماتے۔ زیارتِ ناحیہ مقدسہ جو حضرت والی العصر علیہ السلام سے منسوب ہے، میں ہے۔ ''لعن اللّٰہ قاتلک عمر بن سعید بن نفیل الازدی''۔ اللہ لعنت کرے حضرت قاسمؑ بن حسنؑ کے قاتل عمر بن سعید بن نفیل ازدی پر۔

یتیم سے محبت خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے:۔

آقائی صدرالدین واعظ القزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:۔

یعنی اربابِ کتب سیر و خیر لکھتے ہیں کہ تمام منقولات سے یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ اولادِ امام حسن علیہ السلام میں سے جناب قاسمؑ سے حضرت امام حسین علیہ السلام زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ وقتِ رخصت حضرت قاسمؑ امام حسینؑ غش فرما گئے تھے۔ کسی اور عزیز کی رخصت کے وقت آپ کو غش نہیں آیا تھا۔

علّامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ فجعلا یبکیان حتی غشی علیھما کہ آپ اور قاسمؑ روتے روتے غش کر گئے۔ حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کو زیادہ محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو حضرت قاسمؑ کی تزویج کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ جس کا مظاہرہ روزِ عاشورۂ محرم ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

آپ کی محبت و لطف کا اندازہ اس چیز سے بھی ہوتا ہے کہ میدانِ قتال میں جب حضرت قاسمؑ کی سپر (ڈھال) ٹوٹ گئی تو امام حسینؑ نے بعجلت تمام ایک دوسری سپر

قاسمؑ کو بھیج دی۔ اسی طرح جب حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ازرق شامی کے نیزہ سے زخمی ہو کر گر پڑا تو امام عالی مقام نے دوسرا مرکب قاسمؑ کے لیے بھیج دیا اور جب حضرت قاسمؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور آپ نے امام عالی مقام کو مدد کے لیے پکارا۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے اور جناب قاسمؑ کو اسی حالت میں اُٹھا کر خیمہ میں لائے ہیں اور حضرت امام حسینؑ نے ان کو انگشتری (یعنی انگوٹھی) سے سیراب کیا ہے یہ تمام باتیں اس لیے تھیں کہ جناب قاسمؑ یتیم ہیں اور یتیم کے ساتھ ملاطفت کرنا۔ مہربانی کرنا خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے۔ جس وقت کہ آپ نے حضرت قاسمؑ کو انگشتری کے ذریعہ سیراب کیا ہے تو فرمایا اے نور دیدۂ قاسمؑ آبِ کوثر تمہارے قسمت میں ہے اور اب چند لمحوں بعد تمہارے بابا حسنؑ تم کو آبِ کوثر سے سیراب کریں گے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب جناب قاسمؑ انگوٹھی سے سیراب ہو چکے اور امام حسینؑ ان کو تسلّی دے چکے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ادرك امک بنظرة ولقاء فانها كالمختضرة فی فراقک۔ یعنی اے قاسمؑ اپنی والدہ گرامی سے ایک مرتبہ پھر مل لو۔ ان کو دیکھو کہ تمہارے فراق وجدائی میں احتضار کی حالت تک پہنچ گئی ہیں۔ قاسمؑ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجالائے اور مادر کو تسلّی دی۔ عروس کو حوصلہ دیا۔ اور پھر مرکب پر سوار ہوئے اور دوبارہ مقتل میں پہنچے جب لشکریوں نے آپ کو دیکھا تو شور مچا کر کہنے لگے کہ قاتلِ ازرق آگیا ہے۔ طبل جنگ بجنے لگا۔ آپ نے اس حالت میں بھی ہمت کی کہ علم لشکر عمر ابن سعد کو خاک میں ملا دیں اور قتال کرتے ہوئے سواروں اور پیادوں کی صفوں کو درہم برہم کیا۔ لیکن اسی حرب وضرب میں جناب قاسمؑ چار سو ہزار لشکریوں میں گھر گئے۔ (''ریاض القدس'' جلد دوم.....۱۱۵ تا ۱۱۷)

باب ۔۔۔۔ ۱۱

حضرت قاسمؑ کا اِذنِ جہاد اور روزِ عاشورہ

حضرت قاسمؑ بن امام حسنؑ کی اجازت طلبی:

مُلّا حسین کاشفی لکھتے ہیں:۔

روایت آئی ہے کہ جب حضرت قاسمؑ بن حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی کا گل بوستانِ ناز چہرہ دیکھا تو اس حادثۂ جانگداز کا بخارآہِ جگر خراش بن گیا، آپ آتشِ حسرت سے بریاں دل کے ساتھ گریاں گریاں اپنے عمِ محترم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے سیّد وامامِ جہاں مجھ میں اپنے اقربا کی جدائی برداشت کرنے کی مزید طاقت نہیں، اور مجھ سے بغیر خاک اندوہ ومصیبت کے شادمانی کے تخت پر نہیں بیٹھا جاتا مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ اپنے بھائی کا غصہ واپس لاؤں اور اہلِ ضلال کے سوال کا جواب تلوار کی نوک کی زبان سے دوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جانِ عم تو میرے بھائی کی یادگار ہے، اے میری دلفگاری کے انیس تجھے کیسے اجازت دوں اور تیری جدائی کا داغ سینۂ پُرغم پر کس طرح سہہ لوں، جناب قاسمؑ کی والدہ محترمہ بھی خیمہ سے باہر تشریف لے آئیں اور دامنِ قاسمؑ کو ہاتھ میں پکڑ کر فریاد کی۔

اے بدلم گرفتہ جا لطف کن از نظر مرد

مرہم سینہ چوں توئی مرہم دیدہ ہم توشو

القصہ حضرت قاسم علیہ السّلام کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔(روضۃ الشہداء صفحہ ۲۹۵ تا ۳۱۲)

حضرت قاسمؑ کا اذنِ جہاد:

''خلاصۃ المصائب'' میں علامہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:۔

حَتّٰی قُتِلَ اَصۡحَابُہٗ وَوَقَعَتِ النَّوبَۃُ لِاَوۡلَادِ اَخِیۡہِ فَجَاءَ الۡقَاسِمُ بۡنُ الۡحَسَنِ وِقَالَ یَا عَمِّ الۡاَجَازَۃَ لِاَمۡضِیَ اِلٰی ھٰؤُلَاءِ الۡکَفَرَۃِ۔

''یہاں تک کہ سب اصحاب شہید ہوگئے اور اولاد امام حسنؑ کی باری آئی تو یادگار حسنؑ جناب قاسمؑ نے امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کی چچا جان میدان جنگ کی طرف جانے کی اجازت چاہتا ہوں میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ان کافروں سے جہاد کروں۔ فَقَالَ لَہٗ الۡحُسَیۡنَ یَابۡنَ اَخِی اَنۡتَ مِنۡ اَخِیۡ عَلَامَۃَ جناب امام حسینؑ نے فرمایا بیٹا! تو میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہے وَاُرِیۡدُ اَنۡ تَبۡقٰی لِاُسَلّٰی بِکَ وَلَمۡ یُعۡطِہٖ اِجَازَۃً لِلۡبَرَاءِ اے قاسمؑ! میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے اور تجھے دیکھ کر تسلی و تشفی حاصل کروں پس حضرتؑ نے اجازت نہ دی فَجَلَسَ مَھۡمُوۡماً مَغۡمُوۡماً بَاکِیَ الۡعَیۡنِ حَزِیۡنَ الۡقَلۡبِ وَاَجَازَ الۡحُسَیۡنُ اِخۡوَتَہٗ لِلۡبَرَازِ وَلَمۡ یُجِزۡہُ پس قاسمؑ مغموم ومحزون ہوکر ایک کنارے بیٹھ کر رونے لگے اور امام علیہ السلام قاسمؑ کے دوسرے بھائیوں کو اجازت دیتے تھے مگر قاسمؑ کو اجازت نہ دی۔

مولوی فیروز حسین قریشی ہاشمی لکھتے ہیں:۔

علاّمہ مجلسی نے جلاء العیون مطبع طہران صفحہ ۴۰۱ پر اور بحار الانوار جلد دہم حصہ دوم مطبع طہران صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ بعد میں جناب امام حسن علیہ السلام کے فرزند جناب قاسم جن کا چہرہ مبارک مہتاب کی طرح چمک رہا تھا اور ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اپنے چچا بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد کی رخصت طلب کی حضرت سیّد الشہداء نے حضرت قاسمؑ کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا اور اس قدر روئے کہ قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے ہر چند جناب قاسمؑ جہاد کی رخصت طلب کرنے میں سخت کوشش کرتے تھے مگر حضرت اجازت نہ دیتے تھے یہاں تک کہ جناب اپنے چچا بزرگوار کے پاؤں پر گر پڑے اور اس قدر بوسے دئے، روئے اور فریاد کی کہ امام حسینؑ سے اجازت حاصل کر لی۔

علاّمہ فخر الدین طریح نے منتخب مطبع النجف صفحہ ۱۸۳ پر لکھا ہے کہ:۔

امام حسینؑ نے فرمایا بیٹا قاسمؑ! کیا اپنے قدموں سے چل کر موت کی طرف جاتے ہو؟ پھر امام حسینؑ نے قاسمؑ کے گریبان کو چاک کیا اور عمامہ کے دو حصے کر کے چہرے پر ڈال دئے پھر کفن کی طرح لباس پہنایا اور حضرت قاسمؑ کی کمر کے ساتھ تلوار باندھی پھر میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ بروایت علاّمہ مجلسی جناب قاسم میدان میں آئے اور اسے اپنے حسن و جمال کے نور سے روشن کر دیا۔ (جلاء العیون۔ ۴۰۱)

(جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ)

امام حسنؑ کی وصیت:

ملاّ حسین کاشفی لکھتے ہیں:۔

حضرت قاسمؑ خیمہ میں تشریف لائے اور زانوئے اندوہ پر سر رکھ دیا، اچانک اُنہیں یاد آیا کہ اُن کے والدِ محترم نے اُن کے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ جس

مقام پر تجھے بہت زیادہ اندوہ وغم کا سامنا کرنا پڑے اور تجھ پر بے شمار ملال غالب آجائیں تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو اس پر لکھا ہو اس پر عمل کرنا۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے اپنے آپ سے کہا! میں نے اپنی زندگی میں اس جیسے حال کو کبھی نہیں دیکھا، آئیں اس تعویذ کو پڑھ کر دیکھیں اور اس مضمون سے آگاہی حاصل کریں، پس آپ نے اس تعویذ کو بازو سے الگ کیا، دیکھا کہ حضرت امام حسنؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھا ہے! جب تو میرے بھائی اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کو دھوکے باز شامیوں اور بے وفا کوفیوں کے درمیان صحرائے کربلا میں گھرا ہوا دیکھے فوراً اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھ دینا اور اپنی جان اُن پر نثار کر دینا، وہ ہر چند تجھے جنگ سے باز رکھیں مگر تو مسلسل گذارشات اور منت وسماجت کرتے رہنا، کیوں کہ حسینؑ پر جان قربان کر دینا شہادت کے دروازہ کی کنجی اور ادراک اقبال کا وسیلہ اور سعادت ہے۔

کُدام کشتہ عشقِ دے است رُوبرو خاک

کہ جاں غرقہ بخونش غریقِ رحمت نیست

(روضۃ الشہداء ۔صفحہ۲۹۵تا۳۱۲)

''خلاصۃ المصائب'' میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:-

فَجَلَسَ الْقَاسِمُ مُتَأَلِّما وَوَضَعَ رَاسَهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ قاسمؑ اپنے زانو پر سر رکھ کر انتہائی اداس و پریشانی میں بیٹھے تھے وَذَكَرَ اَنَّ اَبَاهُ قَدْ كَانَ رَبَطَ لَهُ عَوْذَةً فِىْ كَتْفِهِ الْاَيْمَنِ اچانک حضرت قاسمؑ کو یاد آیا کہ بابا نے میرے داہنے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا۔ وَقَالَ لَهُ اِذَا اَصَابَکَ اَلَمٌ وَهَمٌّ عَلَيْکَ بِحَلِّ الْعَوْذَاةِ وَقِرَأَتِهَا فَامْنُهُمْ مَعْنَاهَا وَاعْمَلْ لِكُلِّ

مَـاتَراہُ مَکْتُوباً فِیْهـا ۔اور فرمایا تھا اے قاسمؑ! جب تمھیں کوئی غم یا پریشانی لاحق ہو تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور اس کے معنی سمجھ کر اس پر عمل کرنا پس حضرت قاسمؑ نے دل میں کہا کہ کتنے برس گزرے ہیں لیکن جس طرح آج مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اتنی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی پس شہزادہؑ نے تعویذ کھول کر پڑھا۔

وَاِذَا فِیْهَـا یَـا وَلَـدِیْ یَا قَاسِمُ اُوْصِیْکَ اِنَّکَ اِذَا اَتَیْتَ مَعَ عَـمِّکَ الْـحُسَیْـنِ فِیْ کَرْبَلاَ وَاَحَاطَتْ بِه الْاَعْدَاءُ اس میں لکھا تھا اے میرے فرزند قاسمؑ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو جب اپنے چچا حسینؑ کے ساتھ کربلا میں آئے اور انھیں دشمن گھیر لیں فَلاَ تَتْرُكِ الْـجِهَـادَ لِاَعْدَاءِ اللّٰـهِ وَاَعْـدَاءِ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ اے بیٹا تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ و جہاد کو ترک نہ کرنا۔ وَلاَ تَبْخَلُ عَلَیْهِ بِرُوْحِکَ پیارے بیٹے اپنے چچا پر جان نثار کرنے میں بخل نہ کرنا وَکُلَّمَا نَهٰی عَنِ الْبَرَازِ اَعَدَّهٗ لِیَاذَنَ لَکَ فِی الْبَرَازِ لِتَحْصِیْلِ السَّعَادَةِ الْاَبَدِیَّةِ۔

اور اگر وہ تجھے جہاد کی اجازت نہ دیں تو پھر کہنا یہاں تک کہ تجھے اجازت دیں اور میرے بھائی پر خود کو قربان کر کے مجھے خوش کرنا اور سعادت ابدی حاصل کرنا۔

فَقَامَ فِی السَّاعَةِ وَاَتٰی اِلَی الْحُسَیْنِ وَعَرَضَ مَاکَتَبَ اَبُوْهُ الْحَسَنُ عَلٰی عَمِّه الْحُسَیْنِ قاسمؑ خوشی خوشی اُٹھے اور اپنے چچا کے پاس آکر امام حسنؑ کا خط جو انھوں نے اپنے بھائی حسینؑ کے نام لکھا تھا پیش کیا فَـلَـمَّـا قَرَأَ الْـحُسَیْنَ الْعَوْذَةَ بَکٰی بُکَاءً شَدِیْداً وَنَادٰی بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ وَتَنَفَّسَ الصُّعَدَاءَ پس جب حضرت نے اس تعویذ کو پڑھا بے اختیار شدت سے روئے اور واویلا کی آواز بلند کی اور درد بھری آہ کھینچی۔

بھائیوں کا راز و نیاز:

منیر زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:۔

غرض صبح سے اس وقت تک جو کچھ ہوا تینوں بھائی دیکھتے رہے اور ہونٹ چباتے رہے آخر جناب قاسمؑ نے جب دیکھا کہ عقیل کے چاروں چراغ گل ہو کر باپ دادا کا نام روشن کر گئے تو آپ نے اپنے دونوں بھائیوں سے عرض کیا کہ میں آپ کا خورد ہوں۔آپ میرے احوال کے نگراں اور پاسباں ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد مجھ سے کوتاہی ہو یا آپ کی شہادت کے بعد میری ہمت میدانِ جنگ میں پہلو تہی کرے اس لئے اپنی آنکھوں کے سامنے میری قربانی کی تکمیل کراتے جایئے''۔

دونوں بھائیوں نے فرمایا'' قاسمؑ بھائی! اگر چہ تمھارا فراق ہم پر کٹھن ہے لیکن تمہارے دلائل بڑے مستحکم اور تمہاری ضد اس قدر پیار کے قابل ہے کہ ہمیں گنجائش کلام نہیں۔اور یہ یقینی ہے کہ تمہارے بعد ہم بھی بابا کے قدموں میں پہنچتے ہیں۔نیز ان کی وصیت بھی مخصوص تمہارے لیے اور تمہارے بعد ہمارے واسطے ہے۔اس لیے کارِ خیر میں توقف لازم نہیں۔تم ہم سے پہلے تاج شہادت پہن لو گے۔تب بھی بابا ہی کا نام ہوگا''۔

حضرت قاسمؑ کا طریقہ حصولِ اذن:

حسنؑ کا نونہال چچا کے خیمے کی طرف جا رہا ہے۔جلالت اور تہور اس کی کم سنی کے عالم میں بھی یمین و یسار نقابت کر رہے ہیں۔حُسنِ رفتار سے حوروں کے دل غرفوں میں پسے جا رہے ہیں، ماں کی سہرے کی آرزو پیغام وصلِ شہادت کے ساتھ ساتھ ہے۔اس شان سے خیمہ میں داخل ہوتے ہی ہمیشہ جس کو باپ سمجھتے رہے اُس چچا اور امام کا وہ

چہرہ دیکھا جو علم امامت سے کسی انجام کار پر زرد ہو گیا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی "عمِ نامدار! اب تو اپنے بڑے مرحوم امام اور بھائی کی وصیت کو پورا فرمایئے" یہ کہہ کر روتے ہوئے وصیت نامۂ پدر امام کے دست حق پرست میں دیا۔ مظلوم کربلا نے دیر تک بوسے دیئے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے "بھائی حسن! اپنی نشانیوں کو بھی وقت آخر مجھ سے چھڑاتے ہو" جناب قاسمؑ بھی چچا کے اِس بیان پر رونے لگے۔ مظلوم کربلا نے یہ سمجھ کر کہ کم سِن بچہ میدان جنگ کا کیا اثر دل میں لئے ہوئے ہے۔ دریافت کیا بیٹا موت کو کس نگاہ سے دیکھ رہے ہو"؟ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا چچا جان اگر آپ بچ جائیں تو شہد سے زیادہ شیریں ہے" امام نے آہ سرد بھر کر کہا "جانِ عم! میں تو میں، آج تو علی اصغرؑ بھی نہیں بچے گا" یہ سنتے ہی غیرت کا پسینہ چہرۂ قاسمؑ پر آ گیا اور اضطراب میں کہا "کیا قاتل خیمے میں گھس آئیں گے جو بھیا علی اصغرؑ کو شہید کر دیں گے؟" امام حسینؑ اس سوال کے انجام پر شدت سے روئے اور فرمایا "بیٹا! اس سے مطمئن رہو حسینؑ کی زیست میں یہ ناممکن ہے کہ کوئی خیمہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھے۔ اصغرؑ کا واقعہ باپ کے ہاتھوں پر میدانِ جنگ میں ہوگا" یہ سن کر حصولِ اذن کا شوق اس قدر بڑھ گیا کہ حسنؑ کے نونہال نے چچا کے ہاتھ اور پاؤں چومنے شروع کر دیئے، امام نے یہ دیکھ کر گود میں اُٹھا لیا اور سینے سے لگا کر اس قدر گریہ کیا کہ آواز بلند ہونے لگی اور اسی طرح گود میں اُٹھائے خیمۂ اُمّ فروہؑ میں پہنچے اور فرمایا "قاسم کو آخری مرتبہ دیکھ لو یہ بھی اذن میدان چاہتے ہیں"۔ ماں کی مامتا تو بہت کچھ چاہتی تھی۔ مگر ضبط کی مہر جذباتِ دل پر لگا کر فرمانے لگیں "عورتوں پر آپ کی نانا کی شریعت نے جہاد حرام کر دیا ورنہ میں بھی آپ کے قدموں پر نثار ہوتی" یہ فرما کر امام حسنؑ کا عمامہ اور جناب قاسمؑ کی ایک قمیص لے آئیں اور گویا یہ اشارہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے سنوار کر رخصت کیجئے۔

نوشاہ بنانے کی حسرت:

حضرت نے اپنے ہاتھ سے قمیص پہنایا اور عمامہ تحت الحنک کے ساتھ باندھ کر مسافر راہِ خدا کو تیار کر دیا۔ اور آخر میں عمامہ کا شملہ اِس طرح چہرہ کے سامنے لٹکا دیا کہ تمازتِ آفتاب سے بھی بچائے رکھے اور اُس کا زرّیں پلّہ سہرے کی جھلک دکھا کر ماں کی نوشاہ بنانے کی حسرت کو بھی پورا کر دے۔ اِسی کو مرحوم شاعر جناب جاویدؔ مغفور نے ایک مرثیے میں فرمادیا ہے کہ :-

دھوپ نکلی بھی تو سہرے کے سنہری پن کی

آخر خاندانِ اجتہاد سے تعلق رکھنے والا مداحِ اہلِ بیت تھا۔ نگاہ کی وسعت نے اندازہ لگالیا کہ اگر عمامے کی پلّے کی جھلک کو عرفاً سہرے کی جھلک کہہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور کسی شے کو جو بمنزلہ سہرا کے ہو اگر سہرا کہہ بھی دیں تو تمثیلاً جائز ہے مثلاً ایک حسین چہرہ یکلخت سامنے آجائے، اور کہنے والا یہ کہہ دے کہ آہا! آفتاب کدھر سے نکل آیا تو موزوں ہوگا اور تعریض کی گنجائش نہیں''۔

بغیر سلاح کا سپاہی:

حسنِ سبز قبا کے لعل کی شان کربلا کے میدان میں یقیناً جس قدر نئی اور دل کش ہے۔ اتنی ہی روح فرسا اور جگر چاک کناں بھی ہے۔ حضرت قاسمؑ کے دست راست میں ایک نیمچے کے ماسوا حملے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اور نہ دشمنوں کے حملے سے بچاؤ کے لیے سوائے ایک حریری کرتے کے اور کچھ تھا۔ محققین نے اس معاملہ میں کوشش کر کے یہ معلوم کیا کہ عرب میں اس عمر کا کوئی سپاہی اِس سے قبل میدانِ جنگ میں آیا ہی نہ تھا۔ اس لیے اس قد و قامت کی سلاح کہیں نہ ملتی تھی مجبور چچا نے اسی طرح گود میں لے کر شیر کے بچے کو راہوار کی پشت پر سوار کر دیا لیکن داہنے بازو پر امام بھائی کی تحریر اور بائیں

بازو پر جناب سیدہؑ کا سبز رومال باندھ دیا۔ یہی جوشنین اس مجاہد کی حفاظت کے لیے تھے اور امامِ خلد آشیاں کا عمامہ خود کی جگہ تھا۔

بازو کا تعویذ

علاّمہ سیّد محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی لکھتے ہیں:۔

اگر ہم صرف بازو پر باندھنے والے تعویذات جو جلیل القدر شیعہ امامیہ علماء درج نے اپنی تالیفات مبارکہ میں رقم فرمائے ہیں جمع کریں تو کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب بن جائے۔ مزید پر اثر تعویذات ہماری عملیات کی کتاب اسرار غیبی اور امداد روحانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت قاسم علیہ السلام کا بازو بند اور حضرت امام حسن مجتبیٰ کا علم غیب:

حضرت قاسم علیہ السلام نے میدان قتال میں جانے کی اجازت مانگی تو امام حسین علیہ السلام نے اجازت نہ دی فرمایا اے قاسمؑ میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے خیمہ میں آکر بازو بند کھولا تو اس پر تحریر تھا۔

اے میرے نور دیدہ قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے چچا بزرگوار امام حسین علیہ السلام سے دشمنان دین کربلا میں مقابلہ کریں تو تم اعداء دین سے نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں جہاد کرنا اور اس تعویذ وصیت کے ذریعے اذن جہاد حاصل کرنا حضرت قاسم علیہ السلام نے اس تعویذ کو پڑھا اور شوق شہادت کے آثار مسرت چہرے پر ظاہر ہوئے نوشتہ امام مجتبیٰ علیہ السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جسے سیّد الشہداء نے پڑھا اور شدید گریہ فرمایا۔

(ملاحظہ فرمائیں۔ منتخب طریحی ۳۷۳ مطبوعہ ایران، ریاض القدس جلد دوم ص ۳۶ مطبوعہ ایران)

دراصل اس روایت میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے علم غیب کا بیان ہے کہ امام مسمومؑ کو علم تھا کہ میرے بھائی کب نرغہ اعدا میں گھر جائیں گے اور میرے فرزند کو کب میدان میں جانا ہے کیا مولوی صاحب موصوف کو امام کے علم غیب سے انکار ہے حضرات آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو عالم الغیب ماننا ضروریات مذہب سے ہے امام کے علم غیب کا منکر نبوت کا منکر ہے (الانوار الھدایہ بحر المعارف) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو کائنات کا علم کلی ہے جس کی بدولت حضرت قاسم علیہ السلام کو میدان جہاد میں جانے کی ترغیب کے ساتھ اپنے بھائی سے اجازت بھی دلوا رہے ہیں اسرار امامت پر اعتراض اہل ایمان کو زیب نہیں دیتا رہ گیا بازو پر تعویذ باندھنا اس کا شرعی جواز موجود ہے خود آئمہ ھدیٰ کے منقول احراز اور سید الطائفہ سید ابن طاؤس علیہ رحمۃ جیسی ہستی کا اپنی کتاب میں درج کرنا ہی دلیل ہے۔ (اساسِ عزاداری۔ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۶۸)

حضرت قاسمؑ کی خیمے سے رخصت:

''خلاصۃ المصائب'' میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:-

وَقَالَ یَابْنَ اَخِیْ هٰذِهِ الْوَصِیَّةُ لَکَ مِنْ اَبِیْکَ اور بولے اے قاسمؑ! اے میرے شہید بھیا کی یادگار! تمہارے بابا نے یہ وصیت تمھیں مرنے کی لکھی ہے اپنے بھائی کی وصیت کو کیسے ٹال سکتا ہوں خیمہ میں جا کر اپنی ماں، پھوپھیوں، بہنوں سے الوداع کر کے آؤ۔

فَانْفَجَعُوْا اَهْلُ الْبَیْتِ بِالْبُکَاءِ وَالْعَوِیْلِ وَبَکَوْا بُکَاءً شَدِیْدًا وَنَادَوْا بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ۔

جب سب اہلِ بیتؑ نے قاسمؑ کو میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو واویلا واہ مصیبتاہ کا شور وغل بلند ہوا اور اہل حرم بہت زیادہ روئے قاسمؑ بھی اپنے

پیاروں سے بچھڑتے وقت بہت شدت سے روئے خیمے سے نکلتے وقت یہ پُر درد اشعار پڑھے۔ ''افسوس زمانے نے ہم سے دھوکہ اور مکر کیا اور یہ دنیا بہت ہی بے وفا اور مکار ہے اس نے ہمیں اپنے عزیزوں اور پیاروں سے جدا کیا اور ہمارے سینوں میں آتش فراق لگادی''۔

''ہمارے عزیز گرم ریت پر بے گور وکفن پڑے ہیں گویا وہ بے نور ہو گئے ہیں اور ان کی روشنی جاتی رہی''۔

''وہ کیا فراق ہے کہ جس سے زینبؑ۔ کلثومؑ۔ سکینہؑ اور دوسری تمام بیبیاں بہت زیادہ پریشان حال ہیں''۔

ترجمہ: اے کربلا ہم نے یہاں پر آ کر عجیب نوعیت کی تکلیفیں اور مصیبتیں دیکھی ہیں خانہ خدا کو چھوڑ کر ہم تیری طرف جلدی سے چلے آئے جیسے کوئی راستہ بھولا ہوا ہوتا ہے۔

قَالَ فَلَمَّا رَاَی الْحُسَیْنُ اَنَّ الْقَاسِمَ یُرِیْدُ الْبَرَازَ

راوی کہتا ہے کہ جب امام عالی مقام نے دیکھا کہ قاسمؑ نے مرنے کی تیاری کر لی ہے۔ قَالَ لَهٗ یَاوَلَدِیْ تَمْشِیْ بِرِجْلِکَ اِلَی الْمَوْتِ حضرتؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے قاسمؑ! تو اپنے پاؤں سے موت کی طرف جاتا ہے؟

قَالَ وَکَیْفَ یَا عَمِّ وَاَنْتَ بَیْنَ الْاَعْدَاءِ وَحِیْدًا فَرِیْدًا وَلَا صَدِیْقًا قاسمؑ نے عرض کی چچا جان! میں موت کی طرف کیوں نہ جاؤں کہ آپ دشمنوں میں تنہا کھڑے ہیں نہ کوئی آپ کا مددگار ہے اور نہ کوئی دوست ہے۔

رُوْحِیْ لِرُوْحِکَ الْفِدَاءُ وَنَفْسِیْ الْوِقَا چچا جان! قاسمؑ کی روح آپ کی روح اقدس پر قربان ہو اور میری جان آپ کی جان کے لیے ڈھال ثابت ہو۔

قَالَ اِنَّ الْحُسَیْنَ شَقَّ اَذْیَاقَ الْقَاسِمِ وَقَطَعَ عِمَامَتَهٗ

نِصْفَيْنِ ثُمَّ اَدلَاهَا عَلٰی وَجْهِهٖ وَصَدْرِهٖ۔

روای کہتا ہے کہ پھر امام علیہ السلام نے رو کر قاسمؑ کے گریبان کو چاک کیا پھر قاسمؑ کے عمامہ کے دو حصے پھاڑ کر ایک سرا رُخِ انور پر لٹکایا اور ایک سینہ پر ثُمَّ اَلْبَسَنَهٗ ثِیَابَهٗ بِصُوْرَةِ الْکَفَنِ پھر امام عالی مقامؑ نے کپڑے قاسمؑ کو کفن کی طرح پہنائے وَشَدَّ سَیْفَهٗ بِوَسْطِ الْقَاسِمؑ وَاَرْسَلَهٗ اِلَی الْمَعْرِکَةِ اور قاسمؑ کی کمر کے ساتھ تلوار باندھی اور اس کے بعد قاسمؑ کو میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت قاسمؑ کی میدانِ کربلا میں آمد:

ملّا حسین کاشفی لکھتے ہیں:۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ جناب قاسمؑ میدان کو جا رہے ہیں تو فرمایا! اے جانِ عم اپنے پاؤں سے چل کر قبرستان کی طرف جا رہے ہو، ذرا ٹھہر جاؤ، پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھا کر اُن کا گریبان چاک کیا اور دستار کے دونوں پلّو اُن کے چہرے کی جانب جھکا دیئے اور لباس کو کفن کی شکل دے دی، پھر اُنہیں اپنی تلوار دے کر میدان کی طرف بھیجا تو جناب قاسمؑ نے معرکۂ کارزار میں آ کر رجز شروع کر دیا آپ کے رجز کے بعض اشعار کا ترجمہ ابوالمفاخر کی منظومات میں اس طرح ہے۔

دل خریدارِ جاہ خواہم کرد — جاں فدا بہر شاہ خواہم کرد
با اساس و لباس و دامادی — عزم ترتیبِ راہ خواہم کرد
بسمِ مرکب و سرِ نیزہ — ماہ و ماہی تباہ خواہم کرد
آب ہندی و بادِ تازی را — بشہادت گواہ خواہم کرد
بلبل آئین بنغمہ ہائے حزیں — بانگ وا سیداہ خواہم کرد
کِبر یارا کفیل خواہم ساخت — مصطفیؐ را پناہ خواہم کرد

یا بتولؑ و علیؑ شکایت قوم در حرم اللہ خواہم کرد

(روضۃ الشہداء۔ صفحہ ۲۹۵ تا ۳۱۲)

''خلاصۃ المصائب'' میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں :-

اَلْقَاسِمَ قَدِمَ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَقَالَ جناب قاسمؑ میدان میں آئے اور عمر سعد سے مخاطب ہوکر فرمایا یَا عُمَرُ اَمَا تَخَافُ اللّٰہَ اَمَا تُرَاقِبُ اللّٰہَ یَا اَعْمَی الْقَلْبِ اَمَا تُرَاعِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ اے عمر! کیا تو خداوند کریم سے نہیں ڈرتا اے دل کے اندھے۔

ہمارے بارے میں تو رسولؐ خدا کا خیال بھی نہیں کرتا۔ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ سَعْدٍ اَمَا کَفَاکُمُ التَّجَبُّرَ اَمَا تَطِیْعُوْنَ یَزِیْدَ پس عمر سعد نے کہا کیا یہ ظلم وستم تمہارے لیے کافی نہیں ہے کہ تم ہمارے امیر یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟ فَقَالَ الْقَاسِمُ لَاجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً جناب قاسمؑ نے فرمایا خدا تجھے اس کلام بد کی جزائے بد دے تَدَّعِی الْاُسْلَامَ وَاٰلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عُطَاشاً قَدِ اِسْوَدَّتِ الدُّنْیَا بَاعُنُیِھِمْ کہ تم اسلام کا دعویٰ کرتے ہو اور رسولؐ خدا کا کلمہ پڑھتے ہو اور آل رسولؐ اس قدر پیاسی ہے کہ ان کی آنکھوں کے آگے دنیا سیاہ ہے۔

ثُمَّ طَلَبَ الْبَرَازَ فَجَاءَ اِلَیْہِ رَجُلٌ'' یُقَاتِلُ بِاَلْفِ فَارِسٍ پھر شہزادہ قاسمؑ نے مبارزہ طلب کیا اور فرمایا کوئی یتیم حسنؑ سے لڑنے والا ہے تو سامنے آئے، پس عمر سعد کے لشکر سے ایک ایسا شقی نکلا جو ایک ہزار سوار سے لڑنے والا تھا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ وہ ظالم اس قدر جنگجو اور تجربہ کار تھا لیکن شہزادہ قاسمؑ کہ جن کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی مگر فرزند شیر خدا کی شجاعت اور بہادری کا کیا کہنا کہ ایک آنِ واحد میں اسے واصل جہنم کیا اور اس سے قبل اس شقی کے چار بیٹے واصل جہنم ہو چکے تھے۔

میدانِ قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے:

لما طلع نور طلعته من افق المصاف ولمع فرید صارمه من جفن الغلاف۔

جب قاسمؑ گلگوں قبا نے عنان اسپ میدان کارزار کی طرف موڑی اور میدان میں پہنچے لشکر اعداء حسن و جمال قاسمؑ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تلوار کی چمک سے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں کوفی وشامی قاسمؑ بن الحسن کی جوانی و ناکامی پر کف افسوس ملنے لگے کہ یہ نوشاہ خاک وخون میں غلطاں ہو جائے گا۔ علاّمہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ چہرہ قاسمؑ مثل چاند کے ضوفگن تھا۔ جلاء العیون میں ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی مانند چمک رہا تھا۔ حمید ابن مسلم کی روایت میں ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ

اذا خرج غلام وجهه شاقه قمر و فی یده سیف و علیه قمیص واذا ونعلان قد انقطع شسع احدهما

کہ میں نے ایک جوان خوبرو۔ مثل ماہ تابندہ، شمشیر بکف، پیراہن میں ملبوس۔ نعلیں پہنے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا اور میدان میں پہنچا۔ اہلِ کوفہ اس کی صولت و رعنائی دیکھ کر اس سے قتال پر آمادہ نہ ہوئے مگر ایک ظالم بدنہاد آمادۂ قتال ہوا۔
(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۱۰۵)

حسینی سپاہی حسنی جلوہ دکھاتا ہوا چلا اسپ سبک گام نے دیکھ کر کہ پہلا امام زادہ عازم دشتِ قتال ہے کنوتیاں بدلیں۔ حضرت عباسؑ و علی اکبرؑ نے کچھ دور پیچھے یمین و یسار اپنے گھوڑے ڈالے، امامِ عالی وقار عقب میں چلے۔ قاسمؑ نے مُڑ کر دیکھا تو تین بزرگوں کو مدد میں پایا۔ امام نے فرمایا ”بیٹا! گھبرانا نہیں۔ حسنؑ بھی اسی میدان میں آ پہنچے ہیں صاحبزادہ نے جھک کر آخری مجرا کیا۔ گھوڑے نے ایک جست کی اور حدودِ فوجِ امام کی فضا سے رخصت ہو کر آن کی آن اور رن کی ہوا میں جولانیاں دکھانے لگا۔

جناب عباسؑ وعلی اکبر علیہما السلام اپنے اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور مظلوم کربلا واپس خیمہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ (چمنستان محمدؐ صفحہ ۵۸۔۶۴)

میدانِ جنگ سے واپسی:

''خلاصۃ المصائب'' میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:-

اپنے چچا جان حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آئے وَقَالَ یَا عَمَّاهُ الْعَطَشُ الْعَطَشُ اَدْرِکْنِیْ بِشَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ اورعرض کی چچا جان میں پیاسا ہوں میری خبر لیجئے پانی کا ایک گھونٹ مجھے پلا دیجئے۔

فَصَبَّرَهُ الْحُسَيْنُ وَاَعْطَاهُ خَاتَمَهُ امام علیہ السلام نے فرمایا پیارے بیٹا! صبر کرو، اس کے بعد آپؑ نے قاسمؑ کو انگوٹھی عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے منہ میں رکھو اور اپنی پیاس بجھاؤ۔ حضرت قاسمؑ بیان کرتے ہیں کہ فَلَمَّا وَضَعْتُهُ فِیْ فَمِیْ كَاَنَّهُ عَيْنٌ'' فَائِرَة'' کہ جب میں نے اس انگوٹھی کو منہ میں رکھا تو مجھے ایسی تسکین ہوئی کہ جیسے ایک چشمہ میرے منہ میں جاری ہوا ہے چنانچہ قاسمؑ تھوڑی دیر رک کر پھر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب حضرت قاسمؑ میدانِ جنگ سے واپس آئے تو امام حسینؑ سے فرمایا:-

جنگ سر کردوں میسر ہو جو تھوڑا پانی
پیاس حضرت کئے دیتی ہے کلیجا پانی (میرانیس)

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا:-

سہ لو جو رنج ہو یاں اے مرے جانی قاسمؑ
جا کے کوثر ہی پہ اب پیجیو پانی قاسمؑ (میرانیس)

باب ۱۲۰....

حضرتِ قاسمؑ کی فصاحت و بلاغت

حضرت قاسمؑ کا رجز:

علاّمہ ابنِ شہر آشوب نے ''مناقب آل ابی طالب'' میں لکھا ہے:۔

جناب قاسم نے میدان میں رجز پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ میں قاسمؑ نسل علیؑ سے ہوں بیت اللہ کی قسم ہے ہم نبیؐ کے نزدیک اولیٰ ہیں۔ شمر ذی الجوشن اور ولد الحرام (ابنِ زیاد) کے مقابلے میں.....

علاّمہ مجلسی نے بھی ''بحار الانوار'' میں جناب قاسمؑ کے رجز کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

''اے قوم اشرار! اگر تم میرے حسب و نسب سے ناواقف ہو تو جان لو کہ میں قاسم بن حسنؑ ہوں اور امام حسینؑ مثل اسیروں کے اس گروہ میں امیر ہیں اس گروہ کو خدا کبھی سیراب نہیں کرے گا''۔

(جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ)

علاّمہ حسین بخش مجتہد لکھتے ہیں:۔

شیرِ کردگار کا لختِ جگر بیشۂ شجاعت کا شیر بن کر للکارتا ہوا اور اپنے چچا نامدار کی غربت و عطش سے متاثر ہو کر روتا ہوا میدانِ کارزار میں نکلا اور دادِ شجاعت دینے کے لیے نہایت جرأت و دلیری سے فوجِ اشقیاء میں جا پہنچا اور یہ رجز پڑھا۔

اِنْ تُنْکِرُونِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحَسَنِ　　سِبْطَ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالْمُؤْتَمَنِ

اگر تم مجھے نہیں جانتے تو میں امام حسنؑ کا فرزند ہوں جو نبی مصطفےؐ و امین کے نواسے تھے۔

هٰذَا حُسَیْنُ کَالْاَسِیْرِ الْمُرْتَهَنِ　　بَیْنَ اُنَاسٍ لَا سُقُوْا صَوْبَ الْمُزْنِ

یہ حسینؑ اب فوجِ اعداء میں گھرا ہوا ہے۔ ایسے لوگ رحمت کی بارش سے سیراب نہ ہوں۔ اس وقت شہزادہ نے عمر سعد کو آواز دے کر پکارا۔ اے پسرِ سعد تو خدا اور روز جزا کا ڈر نہیں رکھتا کہ آلِ رسولؐ اس جنگل میں تشنہ لب ہیں۔ خدا تم کو جزائے خیر نہ دے۔ پس تیز آندھی کی طرح لشکرِ اعداء پر تلوار شر ربار سے حملہ آور ہوا اور باوجود خوردسالی کے ایک ہی حملہ میں ۳۵ ملاعین کو دارالبوار پہنچایا۔

شرح شافیہ میں ہے کہ ایک بہادر حضرت قاسمؑ کے مقابلہ میں نکلا جو ایک ہزار مرد کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن شیرِ خدا کے پوتے نے ضربِ یداللّٰہی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک ہی حملہ میں اس کا کام تمام کردیا اور پیکرِ جمالِ ہاشمی خورشیدِ تاباں بن کر افواج ظلمت کی گھناؤنی تاریکی کو شمشیر آبدار کی خیرہ کن چمک دمک سے ہٹاتا گیا اور آگے بڑھتا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ستر انسان نما درندوں کو واصلِ جہنم کر کے دم لیا اور اثنائے جنگ میں یہ اشعار پڑھے۔

اِنِّیْ اَنَا الْقَاسِمُ مِنْ نَسْلِ عَلِیْ
نَحْنُ وَبَیْتِ اللّٰهِ اَوْلٰی بِالنَّبِیْ
مِنْ شِمْرِ ذِی الْجَوْشَنِ اَوِ ابْنِ الدَّعِیْ

”میں قاسمؑ ہوں علیؑ کی اولاد سے ہوں، بیت اللہ کی قسم ہم نبی کے
زیادہ قریبی ہیں، شمر ذی الجوشن اور حرامزادے کے مقابلے میں“

(اصحاب الیمین)

منیرؔ زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:-

فوج اعدا کے مقابل ہوکر جناب قاسمؑ نے عنان فرس کو روکا اور بایں الفاظ مخاطبہ فرمایا ''اگر تم انکار نہ کرو اور منکر نہ بنو تو میں رسولؐ اللہ حضرت محمد مصطفٰیؐ کے بڑے نواسے اور بیٹے کا بیٹا ہوں اور وہ رسولؐ کے کاندھوں پر سوار ہونے والے عمّ نامدار حسین ابنِ علیؑ ہیں جو آج غم و رنج کی بیڑیوں میں اسیر ہیں۔ آج تمام عالم کے گروہِ مردم میں ان سے بہتر اور افضل کوئی مرد نہیں ہے۔ جنات کی فوجیں اور صف در صف ملائکہ اُن کے اشارہٗ ابرو کا انتظار کر رہے ہیں لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ امام عادل ہرگز اپنے نانا کی اُمت کے مقابلہ میں ان کو اذن نہیں دے گا۔ اور اس کی ضرورت تو اُسے ہو جو خود عاجز ہو۔ وہ اگر چاہیں تو اپنے قوت بازو بھائی اپنے شیر صفت بیٹے اور مجھ جیسے چند غلاموں کو لے کر یکلخت تم پر ٹوٹ پڑیں اور اس میں خلاف انصاف بھی نہ ہوگا جبکہ تم ایک پر ہزار ہزار جھک پڑتے ہو۔ لیکن نہیں! ان کی شجاعت اس کی بھی روادار نہیں۔ ثبوت اور زندہ ثبوت میں دیکھ لو مجھے تنہا اجازت دے دی ہے اور میں تمہاری بہادری سے مرافعہ کرتا ہوں کہ آج عرب و مصر و روم کی فوجوں میں سے جو شجاع ترین ہو اس کو میرے مقابلہ میں بھیج کر اپنی اور ہماری طاقت کا اندازہ کرلو۔ اور اسی ایک جنگ کی فتح شکست کو حق و باطل کی میزان بنالو۔

تیرہ برس کے بچے کا یہ رجز سن کر عمر سعد کی فوج میں سناٹا چھا گیا۔ بڑے بڑے تلورئیے دنگ تھے کہ کیونکر اپنے آپ کو موت کے خدشے میں ڈال دیں۔ عمر سعد کا یہ دوسرا موقعہ تھا کہ ابتدائے جنگ کے بعد وہ دوبارہ اس وقت خیمہ سے باہر نکلا اور چاروں طرف نگاہ ڈال کر پکارا ''کیا تمہاری خاموشی کے یہ معنی ہیں کہ تم سب ایک بچے سے عاجز ہو اور مجھے خود جنگ کے لیے نکلنا چاہیئے۔ ورنہ بتاؤ کہ مبارز طلبی کا اتنی دیر تک

خاموشی میں جواب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ آج شام کے بہادر کس تاریکی میں گم ہیں کہ جب نام روشن کرنے اور اظہار شجاعت کا وقت ہے تو ان کے چہرے نقاب میں ہیں''۔

یہ جگر خراش فقرے سن کر ازرق شامی نکلا اور گویا ہوا ''امیر! تیرے اقبال کا ستارہ جب تک چمک رہا ہے اُس وقت تک تاریکی میں گُم ہونے کے کیا معنی؟ میں یہ سمجھتا تھا کہ مجھے عباسؑ یا حسینؑ کا مقابلہ کرنا ہوگا اس لئے ایک طفل حسنی کا مقابلہ میرے لیے ننگ و عار ہے لیکن چونکہ جوانانِ شام کو تو نے مخاطب کیا ہے اس لیے میرے چار لڑکوں میں سے ایک کو اِس طفل کے سامنے بھیج دے اور بس وہی جواب کے لیے کافی ہوگا'' یہ ہمت افزا جواب سنتے ہی ازرق کا ایک بیٹا خیمے کا پردہ نوکِ نیزہ سے چیر کر نکلا اور کہا ''میں ہوں جو اس مبارز طلب کا سر ابھی کاٹ کر لاتا ہوں''۔ یہ کہتا ہوا گھوڑے کو ایڑ کر کے ہوا ہو گیا اور جناب قاسمؑ کے مقابل جا پہنچا۔ اِدھر حضرت عباسؑ نے جو بلندی پر کھڑے تھے آواز دی ''ہاں بیٹا'' شکار زور پر ہے اب حملے کی مہلت نہ دینا'' یہ سننا تھا کہ جناب قاسمؑ نے اس کا بڑھتا ہوا نیزہ اس زور سے کھینچا کہ وہ زین سے آدھا لٹک گیا اور جناب عباسؑ سے چورنگ سیکھے ہوئے شیر نے ایک ہاتھ نیچے کا ایسا مارا کہ اس کا وہ سر جس میں زبان لاف زن پوشیدہ تھی سر سے الگ ہو کر دور جا پڑا اور رکاب میں الجھی ہوئی لاش کو گھوڑے نے ازرق شامی کے سامنے پہنچا کر رسمِ تعزیت ادا کی بیٹے کی بے سر لاش دیکھ کر ازرق کا غصہ اور انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی اور عرب کی غیرت اُسے بچے کے سامنے جانے سے منع نہ کرتی تو خود میدان میں نکل آتا۔ ذرا خود کو سنبھال کر دوسرے بیٹے کو آواز دی اور وہ گھوڑا اُڑاتا ہوا جناب قاسمؑ کے سامنے جا پہنچا۔ لیکن میدان میں آنے کا وقت اس سے زائد نہ تھا جس قدر جلد وادیٔ برہوت میں اس کی روح اپنے بھائی سے جا ملی۔

اس موقع پر مورخین نے اگر چہ ازرق کے بیٹوں کے نام نہیں لکھے لیکن یہ حدِّ تواتر سے ہے کہ اسی طرح اس کے دونوں اور بیٹے بھی قاسمؑ ابن حسنؑ کے ہاتھ سے دارالبوار پہنچ کر اپنے باپ کی نسل کو قطع کر گئے۔ اب مقطوع النسل باپ کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی، اور یہ وہ موقع تھا جہاں اچھے سے اچھے دلیر۔ بڑے سے بڑے شجاع اور قوی سے قوی عناں گیر کے ہاتھوں سے عنانِ صبر چھوٹ جاتی ہے۔ کلیجہ پھٹ جاتا ہے اور کمر ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ بالکل اسی کی تصویر مجسم اس وقت ازرق شامی بنا ہوا تھا۔ اس کی صبح تمنا شامِ حسرت بن چکی تھی۔ وہ غیرت جواب تک قاسمؑ کو بچہ سمجھ کر مقابلہ پر جانے سے روک رہی تھی اب کوسوں دور نظر آنے لگی اور شعلۂ انتقام نے اس قدر جوش کیا کہ وہ بغیر سلاح جنگ پہنے صرف اور محض ایک نیزہ ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار ہو کر متوجہ میدان کارزار ہوا۔

رستم وسہراب کے فسانے پڑھنے والو! اگر عقل سلیم رکھتے ہو تو بس اس واقعہ پر نگاہ غور ڈالئے اور آج کے بعد پھر ایسی مہمل داستان کا تذکرہ نہ کرنا جس کی اصلیت چڑے اور چڑیا کی کہانی سے زائد نہیں اور ان بہادروں کے نام عنقا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ دیکھو اور غور سے دیکھو شام کا وہ بہادر جو ہزار ہزار جوانوں کے درمیان گھس کر برسوں جنگ کی مشق کر چکا ہے اور آج تک جس کے جسم پر کوئی عرب کا شجاع ایک زخم نہیں لگا سکا اور جو خود بھی اپنی دانست میں علیؑ کے فرزندوں میں صرف حسینؑ اور عباسؑ کو اپنا مقابل سمجھتا ہے۔ اولاد بنی فاطمہؑ میں سے ایک بچے کے مقابلہ کو آ رہا ہے۔ وہ بچہ جو تین شب وروز سے پیاسا ہے اور یہ بھی اس وقت جب آٹھ، نو اور دس تاریخوں کا آپ شمار کریں اور اگر ساتویں کا دن بھی بندش آب میں شمار کیا جائے گا تو سمجھ لیجئے کہ ایسے پیاسے بچے کے حواس کا کیا عالم ہوگا۔ جنگ تو جنگ وہ گھوڑے پر نشست کے بھی

قابل ہے یا نہیں؟ بلا یئے۔ اور اطبائے یونانی اور انگریزی سے پوچھئے کہ ۱۳ سالہ بچے کا اس وقت کیا حال ہونا چاہیئے درانحالیکہ وہ چار جوانوں کا مقابلہ بھی کر چکا ہو۔

(چمنستانِ محمدؐ... صفحہ ۶۴۔ ۶۷)

حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و نصیحت کرنا:

حضرت قاسمؑ ابنِ حسنؑ ابھی خیمے میں تھے کہ لشکر عمر بن سعد کے ھل من مبارز کی صدا اُس خیام میں پہنچیں عروس سے رخصت ہو کر اہلِ حرم سے اجازت حاصل کی۔ اور باذن عالی مقام میدان کارزار میں آئے بحار الانوار میں مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ قاسمؑ نے یہ رجز پڑھا۔

ان تنکرونی فانا ابن الحسن　　سبط النبی المصطفیٰ المؤتمن

ھٰذا حسین کالاسیر المرتھن　　بین اناس لاسقوا صوب المزن

کہ میں نور دیدہ حسنؑ ہوں اور حسنؑ سبطِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارے جد ملقب بہ امین ہیں اور یہ حسینؑ جو تم میں اسیر ہیں اور گویا تم نے انہیں گرو رکھا ہوا ہے وہ حسینؑ جس کے بغیر ہدایت سے سیراب نہیں ہو سکتے وہ حسینؑ جو دستگیر عالم ہیں اسیر کیا ہوا ہے۔ (ریاض القدس جلد دوم.... ۱۰۷ تا ۱۰۸)

حضرتِ قاسمؑ کا خطبہ:

پھر حضرت قاسمؑ نے رجز کے بعد عمر بن سعد ملعون کی طرف رُخ کیا اور فرمایا عمر بن سعد اما تخاف اللّٰہ اما تراھب اللّٰہ یا اعمی القلب اما تراع رسول اللّٰہ۔

اے ستمگار زمانہ اے عمر بن سعد بدنہاد تو خدا سے نہیں ڈرتا اور بے بصیرت انسان۔ اے کور چشم حرمت رسول خدا کا لحاظ نہیں ہے کیا تو نے رسولؐ خدا کو نہیں دیکھا؟

روضۃ الشہداء میں ہے کہ۔ ویلک قتلت الشبان واقیت الکھول و قطعت الفروع واحتثت اصول وھذہ بقیۃ اللّٰہ شر ذمۃ قلیلۃ مستاصلۃ

اے بے حیا تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کیا اصول وفرع کو ختم کیا اب چند افراد ذرّیت پیغمبرؐ باقی ہیں افلا تکف عن الجفا وسفک الدماء۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جفا سے ہاتھ روکے۔ بقیۃ الرسول کا خون نہ کرے مالک للرحم رعایۃ و بالقرابۃ عنایۃ آیا قرابت طائفہ قریش کا کچھ خیال نہیں افلا تدعھم ان ترجوا الی الاوطان مع مابھم من الاحزان والاشجان۔ اے عمر بن سعد چند بچے رہ گئے ہیں کہ کسی کا باپ مارا گیا ہے کسی کا بھائی مقتول ہوا ہے تو ذرا بھی شرم وحیا نہیں کرتا۔ عمر ابن سعد ملعون نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت قاسمؑ نے کہا کہ تو پانی پیتا ہے اور اہلِ حرم حسینؑ پیاسے تڑپ رہے ہیں پیاس کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہے ہیں۔ قد اسودّت الدنیا باعینھم اے پسر سعد اولادِ پیغمبرؐ اس قدر پیاسی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آتا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت قاسمؑ کے اس کلام سے پسر سعد کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپک پڑے اور لشکر والے رونے لگے۔ اس ملعون نے پیادہ فوج کو آواز دی کہ قاسمؑ ابن حسنؑ پر پتھر ماریں۔ اے شیعو۔ حضرت قاسمؑ پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ روز عاشورا محرم حُرِّ ریاحی پر بھی پتھر برسائے گئے تھے۔ عابس بن شبیب شاکری پر بھی پتھر برسائے گئے اور حضرت قاسمؑ پر بھی اس قدر پتھر برسائے کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امام حسینؑ پر بھی لشکر عمر بن سعد نے پتھر برسائے تھے اور سارا بدن مبارک زخموں سے چُور چُور تھا۔

(ریاض القدس جلد دوم ....۱۰۸تا۱۰۹)

باب ۱۳

حضرت قاسمؑ کی جنگ

منیر زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:-

مظلوم کربلا کو جناب علی اکبرؑ بار بار اپنے چچا زاد بھائی کی شجاعت کا حال سُنا رہے تھے اور خود غریب چچا بھی اپنے بھائی کی نشانی کو دور سے دیکھ رہا تھا اور انجامِ کار پیش نظر تھا جس سے بار بار قطراتِ اشک رخسارِ امام پر آجاتے تھے۔ اب علی اکبرؑ کی زبانی جب یہ معلوم ہوا کہ ازرق جیسا بہادر خود انتقام کو آرہا ہے تو آپ نے درِ خیمہ پر اطلاع دی۔ اور فرمایا کہ بیبیاں قاسمؑ کی ازرق پر فتح کے لیے دعا کریں اور یہ کہتے ہی خود پیشانی زمین گرم پر رکھ دی اور فرمایا "خدایا تو جانتا ہے لیکن میں تمام کمائی بھی تیری راہ میں لُٹا کر مطمئن ہوں۔ یہ تو خواہش نہیں کہ قاسمؑ کی لاش میدان جنگ سے نہ لاؤں۔ لیکن یہ التجا ہے کہ اس مغرور کا غرور سیدۂ عالمؑ کے پوتے کے سامنے آج توڑ دے تا کہ اس طفل نوخیز کی ماں شادی کے بدلے بچے کی اِس فتح کی خوشخبری تو سُن لے" راوی کہتا ہے کہ امام ہمام نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑا دوڑا کر ازرق سے پہلے قاسمؑ کے قریب پہنچ گئے۔ اور ازرق کے آتے ہی آپ نے فرمایا "سنا ہے تُو تو مجھ سے یا میرے آقا سے جنگ کے ارادے پر آیا تھا تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک بچے سے جنگ کو نکل پڑا کیا شام کی ماؤں کا دودھ بس اتنی ہی غیرت کا جذبہ رکھتا ہے۔ اگر آج تو نے قاسمؑ پر فتح پالی تو بتا تیری شجاعت میں کیا اضافہ ہوگا۔ درآنحالیکہ میں اُس صورت میں اپنے بھتیجے کا انتقام لئے بغیر یہاں سے تجھے ہلنے نہیں دوں گا۔ اور اگر اس کے خلاف

اس بچے نے اپنے باپ کے خون کی جلالت آج دکھا دی اور تو قتل ہو گیا تو پھر شام کی بہادری کے افسانے پاؤں میں روندنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور قیامت تک تیرا نام شجاعت کے دامن پر ایک دھبہ اور قاسمؑ کا ذکر بہادروں کے صفحۂ قلب پر لکھنے کے لائق ہوگا''۔

ملعون چونکہ پر کالۂ آتش بنا ہوا تھا۔ اس لئے جواب دیئے بغیر حملے پر تل گیا اگرچہ اس کی گراں باری فرس پر بار تھی راوی کہتا ہے کہ حضرت عباسؑ پھر دور ہٹ گئے اور قاسمؑ سے اتنا کہا۔ ''بیٹا تمہارے دادا نے تو مرحب کو مار گرایا تھا تمہارے سامنے ایک شامی کی کیا حقیقت ہے''۔ یہ سنتے ہی جناب قاسمؑ کی رگوں میں ہاشمی خون سرعت سے دوڑا۔ نیچہ سنبھال کر ازرق کے مقابل جم گئے اور دیر تک ردّ و بدل کے بعد ازرق کو نہایت غصہ میں دیکھ کر آپ نے فرمایا ''تیرا بے سلاح ہونا تو تعجب آمیز نہیں اِس لیے کہ میں بھی اسی حالت میں ہوں لیکن یہ ایک مشاق جنگجو کے لیے عیب ہوگا کہ اس کے گھوڑے کا تنگ کھل جائے اور وہ بے خبر ہو''۔ یہ سنتے ہی ملعون نے ادھر جھک کر تنگ کو دیکھا اور ادھر عرصۂ حیات اس پر تنگ ہو گیا۔ شاہزادہ نے موقع پا کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ ضرب علی یوم الخندق'' کی یاد تازہ کر دی۔ یہ وہ ہاتھ تھا جس نے راکب کے ساتھ مرکب کی پشت تک کو فگار کر کے چھوڑا۔ اور گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عباسؑ جری نے فنون جنگ میں یہ ضرب اپنے بھتیجے کو محض آج اور اس وقت کے لیے سکھا رکھی تھی۔ جس کا ذکر قیام دنیا تک قائم رہے گا۔

اُدھر گرد کا خیمہ دامن ہوا نے چاک کیا اور ادھر شاہزادے نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ مظلوم کربلاؑ کا درگاہ بے نیاز میں جھکا ہوا کامیاب سر خاک سے اُٹھا اور پیاسی زبان نے بھتیجے کو سینے سے لگانے کے لیے آواز دی۔ جناب قاسمؑ نے ازرق کا سر کاٹ کر امام

کے قدموں کی طرف پھینک دیا۔ اور چھوٹے چچا کے ہمراہ فاتح جھومتا ہوا واپس آیا۔ مولائے دوجہاں استقبال کو بڑھے۔ اور آج گویا علیؑ کے پوتے کے لیے رسولؐ کا نواسا جنگ خندق کے واقعات کی تجدید کر رہا ہے۔ در خیمہ پر منتظر بیبیاں اشتیاق میں تھیں۔ ماں نے سر سے پاؤں تک بلائیں لیں۔ اور پسینے میں شرابور قمیص اُتار کر دوسرا کرتہ زیب گلو کیا۔ نعلین درست کرنے کے لیے مجاہد کے قدموں کی طرف جھکنا چاہتی تھیں کہ شاہزادہ قدموں پر گر پڑا اور دوبارہ اذن خواہ ہو کر چلا۔ یہ رخصت الوداعی رخصت تھی جس کی ماں کے دل نے جناب اُمّ فروہ کو خبر کر دی۔ مظلومہ غش کھا کر گری اور آغوش محبت کا پلا ہوا بیوہ کا بچہ پھر رزم گاہ کو چل دیا۔ نعلین کا ایک تسمہ جو جنگ کی سختیوں میں ٹوٹ گیا تھا اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ واپسی کی امید ہوتی تو دل جلی ماں اس طرح نہ آنے دیتی۔ (چمنستان محمدؐ... صفحہ نمبر ۶۷-۷۰)

حضرتِ قاسمؑ کی تلوار کی تعریف:

میر انیس کہتے ہیں:-

پیکانِ ستم آئے جو لشکر سے برابر　　بھرا اسد اللہ کی صورت وہ غضنفر
روباہ بڑھے چوب لگی طبل وغا پر　　قبضہ پہ ادھر ہاتھ پڑا ہو گیا محشر
کاٹھی میں نہ شمشیر شرر دم کو کل آئی
ناگن تھی کہ بانبی سے تڑپ کر نکل آئی

ہر دم یہ کہے دیدۂ جوہر سے اشارے　　یہ لشکر آج ہے قبضہ میں ہمارے
آئے جو مرے گھاٹ یہ ہو گور کنارے　　خون پی لوں گلے مل کے اگر دم کوئی مارے
پروانہ جان سُوز چراغ حسنی ہوں
جوہر مرے زیور ہیں دلھن سی میں بنی ہوں

حضرت قاسمؑ کا گھوڑا میمون:

مولانا آغا مہدی لکھتے ہیں:-

''عرب میں سواری کے لیے گھوڑے خریدنے پر یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ مالک کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا اور وہ گھوڑا بہت عزیز سمجھا جاتا تھا جس کے ملکیت میں آنے کے بعد سواری کو کسی فرحت و انبساط کا سامنا ہو۔ یہ گھوڑا پہلے مالک کے لیے مبارک قدم ثابت ہوا تھا اس لیے اس کو ''میمون'' کہتے تھے''۔ (ذوالجناح)

عمادالدین حسین اصفہانی (عمادزادہ، ایران) لکھتے ہیں:-

حضرت امام حسینؑ نے کچھ گھوڑوں کو جو حضرت رسولؐ خدا کو ہدیے میں ملے تھے یا خود خریدے تھے، جوانانِ بنی ہاشم جو آپ کے ہمراہ کربلا گئے تھے ان میں تقسیم کر دیا تھا ان میں سے عقاب کو حضرت علی اکبرؑ کو، مرتجز کو حضرت عباسؑ کو اور میمون کو حضرت قاسمؑ کو دیا اور ذوالجناح کو اپنی سواری میں رکھا۔ مرتجز کا رنگ نقرئی تھا، عقاب کا رنگ سرخ تھا اور ذوالجناح کا رنگ حنائی تھا اور پیشانی پر سفید ٹیکا تھا۔ چونکہ گھوڑا باوفا جانوروں میں سے ہے یہ گھوڑے سب گھوڑوں سے زیادہ باوفا تھے۔ روایت میں ہے کہ ان گھوڑوں نے روزِ عاشورا اس قدر گریہ کیا اور اپنے سر کو زمین پر اتنا پٹکا کہ مر گئے۔

عاشور کے دن میمون نامی گھوڑا حضرتِ قاسمؑ کی سواری میں تھا بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امامِ حسینؑ نے حضرتِ قاسمؑ کو ذوالجناح پر بٹھا کر میدانِ جنگ بھیجا تھا۔

میر انیسؔ نے حضرتِ قاسمؑ کے گھوڑے کی تعریف میں مندرجہ ذیل بند کہے ہیں:-

چمکا کے تیغ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے
مانندِ شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن — آنکھیں اُبل پڑیں صفتِ آہوئے ختن

ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن　　چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لوچڑھا ہے رن
میخیں زمیں کی اُس کی تگاپو سے ہل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مِل گئیں

فرفرنفس کی آتی تھی نتھنوں سے جب صدا　　کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رفرف یہ بادپا
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا　　غل تھا کہ بس فرس ہوتو ایسا ہو باوفا
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو
لڑ لے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

چھل بل دکھائی فوج کو دوڑا تھما اُڑا　　صورت بنائی جست کی سمٹا جما اُڑا
دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سما اُڑا　　مثلِ سمندِ بادشہِ انّما اُڑا
جِن تھا پری تھا سِحر تھا آہو شکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بیک　　دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچوں سے سب ملک　　اِک زلزلہ تھا اَوجِ ثرّیا سے تاسمک
چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی
یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

ہر بار جانبین سے ہوتے تھے وار رد　　تھا حرب وضرب میں وہ شقی بھی بلائے بد
جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ بانیِ حسد　　کہتا تھا بازوئے شہِ دیں یا علیؑ مدد
یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیغِ جھول کو
جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بدخصال　　جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لال

گھوڑے سے بس مِلا دیا گھوڑا بصد جلال　　اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال

اوجھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے

گھوڑے نے پاؤں رکھ دیے سر پر سمند کے

عباسِؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا　　ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا

دشمن کے ماڑ ڈالنے کی بس یہی ہے جا　　سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا

گھوڑا ابھی اس طرف کو ادھر ہو کے پھر پڑا

مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

حضرتِ قاسمؑ کی شجاعت و بہادری:

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:-

لہوف میں ہے کہ قاسمؑ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا شاید یہی وجہ ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عمامے کے دو ٹکڑے کر کے آپ کے چہرے پر ڈال دیئے تا کہ دشمنوں کی نظر بد نہ لگے اور نورانی چہرہ پوشیدہ رہے۔

منتخب میں لکھا ہے کہ حضرت قاسمؑ ایسے بہادر تھے کہ ہزاروں کافروں کو واصل جہنم کیا۔ ارشاد میں ہے کہ قاسمؑ نوجوان تھے آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی قمیص اور تہ بند پہنے ہوئے تھے۔ جوتے میں سے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ ممکن ہے حضرت قاسمؑ نے زرہ زیب تن اس لیے نہ کی ہو کہ دشمن کی تعداد آپ کی آنکھوں میں حقیر ہو۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۴)

ملّا حسین کاشفی لکھتے ہیں:-

آپ نے گھوڑے کو تازیانہ لگایا اور اُس کی جولانیاں دکھاتے ہوئے مبارز طلبی کی یہاں تک کہ جنگ چھڑنے پر آپ نے بہت سے سرتن سے جدا کیے، اور بہت سے

بہادروں کو ہلاک کر دیا''۔

بعد ازاں جب آپ کے مقابلے میں کوئی شخص نہ آیا تو آپ مخالفین کے قلبِ لشکر میں جا گھسے اور ابن سعد کو آواز دی، اے جفا کار و بے وفا اور تیرہ روزگار و دور از صفا تو نے امام عالی مقام امامِ حسین علیہ السلام کے بہت سے بھائیوں غلاموں دوستوں اور محبوں کو شہید کر دیا ہے، اور آپ کے خویش و اقربا سے بھی کئی لوگ شہید ہو چکے ہیں۔ چند پریشان حال باقی ہیں کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو ہم سے ہاتھ اُٹھا لے اور اپنے ان مکاروں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلا جائے اور ہمیں اس تشنگی اور بے سروسامانی کے عالم میں چھوڑ کر اپنے کیے پر نادم اور پشیمان ہو جائے''۔

دگر بصیدِ حرم تیغ برمکش زنہاد
وز آنچہ با دلِ ماکردہ ای پشیماں باش

ابنِ سعد نے جواب دیا، کیا آپ کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ نافرمانی کو چھوڑتے ہوئے اپنے حال کے انجام کو دیکھیں اور اپنے اقربا کی سلامتی کا خیال کریں اور یزید کی بیعت اور ابنِ زیاد کی متابعت کر لیں؟

حضرتِ قاسمؑ نے اس پر اور اس کے اُمراء پر لعنت کرتے ہوئے کہا کہ اے شقی تو نے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دیا اور متاعِ امانت کو آتشِ خیانت سے جلا ڈالا ہے اس بوڑھی غدار دنیا پر فریفتہ ہو کر تو نے دنیا کی چاہت کا فرمان غرور کے ہاتھوں لکھا اور نہیں جانتا کہ یہ جس کے نکاح میں آتی ہے اس کے ساتھ دو یا تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتی''۔

جمیلہ ایست عروس جہاں وے ہش دار
کہ ایں مخدرہ در عقدِ کس نمی آید

پھر فرمایا! اے ابنِ سعد آج تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟

ابنِ سعد نے کہا ہاں پہلے پانی پلایا ہے پھر اس پر بیٹھا ہوں،

جناب قاسمؑ نے فرمایا: اے ابنِ سعد تجھ پر افسوس ہے کہ تو دعویٰ مسلمان ہونے کا کرتا ہے جب کہ تو نے اپنے گھوڑے کو سیراب کر لیا اور شہسواران میدانِ ولایت کو تشنہ رکھا اہلِ بیتؑ کی خواتین اور بچے پیاس سے جاں بلب ہو گئے اور تو نے ان سے پانی کو روک رکھا ہے۔

تو نے اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی کی نصحتِ تذکیر کو بھلا دیا ہے۔

قیامت کی تشنگی کے بارے میں غور کر اور ساقیٔ کوثر کے سامنے آنے والی شرمندگی کو یاد کر''۔

ابنِ سعد کے دل میں آگ بھڑک اُٹھی اور اس کی آنکھوں کے چشمے سے پانی کی دو نہریں جاری ہو گئیں اس بد بخت نے دین کی دولت بربادیٔ فناہ کے حوالے کر دی تھی ان باتوں کا کیا جواب دیتا۔

شمر کا مشورہ:

تاہم شمر نے اپنی فوج سے کہا اس سوار کو پہچانتے ہو؟

یہ قاسمؑ بن حسنؑ ہے، جو جنگ کے دن الماس فعل زمرد فام تلوار کو دیکھے تو بوسہ کاری لینے سے اُسے حسینوں کے لبِ لعل بنا دے۔

اور اگر پیچ و تابِ کمند اس کی نظر میں آ جائے تو اُسے حلقۂ چین زلفِ شاہِ ترکستان کا ماہر کر دے جس کے ساتھ دست و بازو رغبت نہ رکھیں۔

سپاہ ارچہ باشد جہاں در جہاں
نتر سد زحرب کہاں و مہاں

تم اکیلے اکیلے اس کے سامنے نہ جاؤ اور تدبیر یہ کرو کہ اُسے گھیرے میں لے لو، مخالفین کے لشکر نے ترساں و ہراساں یہ عزم کیا اور جناب قاسمؑ کی طرف چڑھ آئے۔

(روضۃ الشہداء...۲۹۵ تا ۳۱۲)

ازرق کے چار لڑکے واصلِ جہنم ہوئے:

ازرق پہلوان کے بیٹوں سے مقابلہ:

ملّا حسین کاشفی لکھتے ہیں۔

جناب قاسمؑ نے دوسری مرتبہ میدان میں تشریف لا کر مقابلے کی دعوت دی تو کسی شخص نے آپ کا چیلنج قبول نہ کیا، آپ کے غضب کی آگ کا شعلہ لپکنے لگا، اور آپ نے چار مرتبہ مخالفین کے لشکر کے میمنے میسرے اور قلب پر حملہ کیا اور بہت سے بہادروں کو مٹی کے برابر کر دیا، آپ ہر مرتبہ حملہ کرنے کے بعد میدان میں کھڑے ہو کر مبارز طلبی کرتے۔

اِس مرتبہ آپ نے مقابلے کی دعوت دی تو ابنِ سعد نے شامی لشکر کے ایک سپہ سالار ازرق سے کہا۔ اے ازرق، تو ہر سال یزید سے دس ہزار دینار لیتا ہے اور اپنی شجاعت کی آواز شام و عراق کے بہادروں کو پہنچاتا ہے، کیا تو میدان میں جا کر اِس جوان کا کام تمام نہیں کر سکتا؟

ازرق نے کہا! اے ابنِ سعد تیری یہ بات میرے لیے باعثِ ننگ ہے، وہ شخص جو مصر و شام کی ولایت میں ایک ہزار سوار کے برابر گنا جاتا ہو، اُسے تو ایک بچے کے ساتھ جنگ کے لیے بھیج رہا ہے اور تو چاہتا ہے کہ میری عزت و ناموس ختم کر دے میرے لیے اِس لڑکے کے ساتھ جنگ کرنا باعثِ ننگ و عار ہے، ابنِ سعد نے اُس پر آوازہ کستے ہوئے کہا! اے بد بخت تیری زبان بند ہو جائے یہ حسن مجتبیٰ کا بیٹا نبیرۂ

رسولؐ اور فرزند زادۂ شیرِ خدا ہے۔

خدا کی قسم! اگر وہ پیاسا و درماندہ نہ ہوتا تو اُسے ہمارے ساتھ بات کرتے ہوئے بھی عار آتی، جا اور بہانہ نہ بنا تا کہ تو یزید کے نزدیک محترم اور ابنِ زیاد کے سامنے محتشم ہو جائے۔

ازرق نے کہا تُو خواہ میرے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو میں جب بھی اُس کے ساتھ جنگ کے لیے نہیں جاؤں گا، ہاں اگر تُو ضد کرتا ہے، تو میرے چار بیٹے ہیں جو سب کے سب شجاع ہیں، اُن میں سے کسی ایک کو بھیجتا ہوں تا کہ اُس کا سر لے آئے اور تیرا دل اس فکر سے آزاد ہو جائے، پھر اُس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُسے سوار کیا اور اپنی شمشیر اُس کی کمر پر باندھی،

ازرق کا بیٹا تنگ حلقے کی زرہ اور فولادی خود اور زرّیں ساقین وساعدی پہنے میدان کی طرف نکلا، اُس نے سونے کا کمر بند باندھا ہوا تھا اور طویل نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔

وہ پوری آراستگی کے ساتھ گھوڑے کی جولانیاں دکھاتا ہوا آیا اور حضرت قاسمؑ پر حملہ کر دیا۔

جناب قاسم علیہ السلام نے اُسے اِس شکوہ و آراستگی کے ساتھ دیکھا تو ذرّہ برابر بھی فکر نہ کیا، بلکہ آپ نے گھوڑے کو تازیانہ دکھایا اور اُس کے حملے سے پہلے ہی اُس کے سینے پر نیزے کا وار کر دیا، اُس نے فولادی سپر سامنے کر دی، جناب قاسمؑ کا نیزہ ڈھال پر لگا تو اُس کی نوک ٹوٹ گئی جناب قاسمؑ نے غضبناک ہو کر نیزہ پھینک دیا اور اُس پر تلوار سے حملہ کر دیا اُس نے بھی نیزہ پھینک کر تلوار نکالی اور حضرت قاسمؑ پر حملہ کر دیا جنابِ قاسمؑ نے ڈھال سامنے کی تو ازرق کے بیٹے کی تلوار نے اُن کی ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ کے ہاتھ کی پشت پر زخم آ گیا، حضرت قاسمؑ زخمی ہوئے تو

حضرت امام حسین علیہ السلام کی لشکر گاہ سے حضرت محمد بن انس نے دیکھا کہ قاسمؑ کے پاس سپر نہیں، اُنہوں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور مضبوط و فراخ سپر حضرت قاسمؑ کو پہنچا دی۔

جنابِ قاسمؑ نے قدرے دستار پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھی اور غمزدہ ہو کر لشکر کی طرف لوٹ آئے، پھر آپ نے ڈھال کو پکڑا اور اپنے مدِ مقابل کو آواز دی ازرق کے بیٹے نے دوسری مرتبہ حضرت قاسمؑ پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو اُس کا گھوڑا سیخ پا ہو گیا اور وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑا، اُس کا سر ننگا ہوا تو اُس پر لمبے لمبے بال تھے۔

حضرت قاسمؑ نے گھوڑے کی پشت سے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور اُس کے بالوں کو پکڑ کر ہاتھوں میں لپیٹ لیا آپ کا گھوڑا بھڑک اُٹھا اور اُسے میدان میں دور تک گھسیٹتا لیتا چلا گیا، پھر آپ نے اُس کے بال چھوڑ دیئے تو اُسے گھوڑے نے لتاڑ ڈالا اور اُس کے تمام اعضاء ٹوٹ پھوٹ گئے۔

جنابِ قاسمؑ نے اُس کی قیمتی تلوار نکال لی اور نیزہ قبضے میں لیا اور کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی۔

ازرق نے جب دیکھا کہ اُس کا بیٹا ذلت وخواری کے ساتھ ہلاک ہو گیا ہے تو اُس کے دماغ کے محل سے حسرت کا دھواں بلند ہونے لگا اور وہ زار و قطار رونے لگا۔

ازرق کے دوسرے بیٹے نے باپ کو روتے دیکھا تو بغیر اجازت لیے میدان میں پہنچ گیا، اور حضرت قاسمؑ کے پاس جا کر کہا! اے بے رحم تو نے ایسے جوان کو قتل کر دیا جس کی نظیر پورے مُلکِ شام میں نہ تھی۔

جناب قاسمؑ نے فرمایا! اے اللہ کے دشمن میں تجھے ابھی ابھی تیرے بھائی کے پاس پہنچائے دیتا ہوں، پھر آپ نے اُس کے پہلو پر نیزہ مارا جو اُس کے دوسرے پہلو

کے پار نکل گیا۔

پھر آپ نے دوسری مرتبہ مبارز طلبی کی تو اُس کا تیسرا بھائی کپڑے پھاڑ کر اور سر پر مٹی ڈال کر شور مچاتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا اور جنگ کی اجازت مانگی اُس کا باپ اُس کے ساتھ انتہائی محبت کرتا تھا، لہٰذا اُس نے اُسے جنگ کی اجازت نہ دی، اُس نے اپنے باپ کی بات نہ مانی اور گھوڑے کو تازیانہ لگا کر گالیاں دیتا ہوا حضرت قاسمؑ کے سامنے آ گیا۔

جناب قاسمؑ نے جب اُس کی بیہودہ باتیں سنیں تو اُس کے پیٹ پر نیزہ مارا جو اُس کی پشت کے پار نکل گیا۔

ازرق نے دیکھا کہ اُس کا تیسرا بیٹا بھی قتل ہو گیا ہے تو اُس نے گھوڑے سے اُتر کر سر پر مٹی ڈالی اور اسلحہ پہن کر حضرت قاسمؑ سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں آ گیا، اُس کے چوتھے بیٹے نے باپ کو اِس حال میں دیکھا تو باپ سے پوچھے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حضرت قاسمؑ کے سامنے پہنچ کر گالیاں بکنے لگا۔

جناب قاسم علیہ السلام نے گالیوں کا جواب دینے کی بجائے اُسے جنگ کی دعوت دی، ازرق کے بیٹے نے آپ پر نیزے سے وار کیا تو آپ نے اپنی تلوار کا وار کر کے اُس کا دایاں ہاتھ نیزے سمیت کاٹ دیا، وہ بھگوڑا شکست اُٹھا کر خون سے لت پت اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا، جب وہ اپنے لشکر کے پاس پہنچا تو گھوڑے سے گر پڑا اور جہنم رسید ہو گیا۔

آقائی صدرالدین واعظ القزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:-

کتاب منتخب اور روضۃ الشھداء میں ہے کہ جب حضرت قاسمؑ میدان کارزار میں پہنچے تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے یمین و یسار پر نظر ڈالی یعنی میمنہ و میسرہ کو

دیکھا۔ اور اس نے لشکر میں سے ازرق کو حضرت قاسمؑ کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا۔ اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے حکومت یزید سے ہر سال کثیر رقم ملتی ہے اور تیری شجاعت کا بھی چرچہ ہے۔ اس جوان کو جو مبارزطلبی کر رہا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیار نہیں ہے تو جا کر قتل کر۔ جب ازرق نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ اے ابن سعد مجھے بہادران شام ایک ہزار سواروں کے برابر شجاع سمجھتے ہیں تو مجھے اِس نو جوان کے مقابلے میں بھیج کر میری شہرت خراب کرنا چاہتا ہے اور میرا سر نیچا کرتا ہے کسی اور کو اس بچے سے جنگ کے لیے روانہ کر۔ عمر بن سعد بدنہاد نے کہا اے ازرق یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی ایک ایک فرد ہزار سواروں پر بھاری ہے اور خصوصاً یہ جوان۔ پسر حسن مجتبیٰ ہے۔ نبیرۂ حیدر کرّار ہے اس کو شجاعت پیغمبر خدا سے ورثہ میں ملی ہے۔ یہ میدان جنگ میں مثل شیر ہے۔ جب عمر بن سعد ملعون نے اس کو مقابلہ کے لیے مجبور کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے چار فرزند ہیں اور ہر ایک دلیر و شجاعت میں منفرد ہے۔ آداب جنگ سے واقف ہے۔ میں اپنے بڑے بیٹے کو اس کے قتل کے لیے بھیجتا ہوں چنانچہ فرزند ازرق اسلحہ جنگ پہنے ہوئے، تلوار بدست حضرت قاسمؑ بن حسنؑ کے سامنے آیا۔ اور اس نے آپ پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے فحمل علی القاسم یعنی کہ اس نے حضرت قاسمؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ ایک سوار تلوار لیے مقابلہ کے لیے آ گیا اور اس نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت قاسمؑ کی سپر دو نیم ہو گئی اور آپ کا دست چپ بھی زخمی ہوا۔ اور حضرت قاسمؑ کے بھائی محمد نے دوسری سپر آپ کو دی آپ نے سپر لے کر ازرق شامی کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس ملعون نے دوبارہ چاہا کہ تلوار سے حملہ کرے لیکن حضرت قاسمؑ کے باطنی و روحانی اثرات کی وجہ سے اس ظالم کا گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ اور اس ملعون کے پیر

رکابوں میں پھنس گئے۔ فسقطت لامته وانکشفت هامة ۔ کہ وہ ملعون سر کے بھل گرا۔ اس کے سر کے بال لمبے تھے حضرت قاسمؑ نے اپنے گھوڑے سے جھک کراس کے بالوں کو پکڑا اوراس ظالم کو چکر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اوراس کے جسد نجس کو ازرق کی طرف پھینک دیا۔ بعدہٗ اس کا دوسرا بیٹا مقاتلہ کے لیے نکلا۔ اُسے بھی آپ نے قتل کیا پھر اُس کا تیسرا بیٹا مقاتلہ کی غرض سے میدان میں آیا آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ آخر میں ازرق کا چوتھا فرزند میدان میں آیا آپ نے اُسے بھی قتل کیا۔ اس وقت لشکر عمر ابن سعد آپ کی قوت وشجاعت بازو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

(''ریاض القدس'' جلد دوم ۔۔۔۱۰۹ تا ۱۱۱)

جناب قاسمؑ کا ازرق سے مقابلہ:

ازرق کے چاروں بیٹے قتل ہو گئے تو روشن جہاں اُس کی آنکھوں میں تاریک ہو گیا، اُس نے انتہائی غصے سے اسلحہ پہنا اور تازی نژاد گھوڑے پر سوار ہو گیا،

ازرق میدان میں پہنچ کر جنابِ قاسمؑ کے سامنے آ گیا اور کہا اے بے رحم سنگدل اور بے انصاف تو نے میرے چاروں بیٹوں کو قتل کر دیا جن کی مثال پورے عراق وشام میں نہ تھی۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا! تو اُن کا غم کیوں کرتا ہے، میں ابھی تجھے بھی وہاں پر پہنچا دیتا ہوں جہاں وہ گئے ہیں، اُدھر جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ازرق ملعون حضرت قاسمؑ کے مقابلہ میں آ گیا ہے تو آپ بہت مضطرب ہو گئے کیونکہ ازرق جنگ کرنے کے معاملہ میں بہت زیادہ شہرت یافتہ تھا، پس امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کی نصرت کے لیے پروردگارِ عالم کے حضور میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے اور دور و نزدیک کے لوگ اِن دونوں کی لڑائی کا نظارا کرنے لگے۔

ازرق نے جنابِ قاسمؑ پر نیزے سے حملہ کیا تو آپ نے اُس کا وار رد کر دیا وہ آپ پر وار کرتا گیا اور آپ اُس کا وار رد کرتے گئے یہاں تک کہ ان کے درمیان بارہ وار خالی چلے گئے، ازرق پلید نے غضبناک ہو کر جناب قاسمؑ کے گھوڑے کے پیٹ پر نیزہ مارا تو گھوڑا گر پڑا اور جناب قاسمؑ پیادہ ہو گئے،

امام حسین علیہ السلام نے محمد بن انس کو فرمایا! میرے بھائی امام حسن علیہ السلام کے جگر گوشے کو میرا یہ گھوڑا پہنچا دو۔

جنابِ محمد بن انس امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا لے کر جنابِ قاسمؑ کے پاس آ گئے، جنابِ قاسمؑ نے گھوڑے پر سوار ہو کر ازرق پر حملہ کر دیا، ازرق پہاڑ جیسے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا، جس پر سونے چاندی سے آراستہ مغربی زین رکھی ہوئی تھی۔

اُس نے حضرت قاسمؑ پر وار کیا تو آپ نے اُس کا وار رد کر دیا، جب ان کے درمیان تین مرتبہ وار کرنے کا رد بدل ہو گیا تو حضرت قاسمؑ نے برقِ سوزاں کی مانند تلوار میان سے باہر کی اور رعد کی طرح کڑکتے ہوئے نعرہ لگایا اور فرمایا آ تا کہ میں دیکھوں تو کیا کر سکتا ہے، اور بہادروں کے فن سے اپنے پاس کیا کچھ رکھتا ہے۔

جب ازرق نے اپنی تلوار حضرت قاسمؑ کے ہاتھ میں دیکھی تو کہا اے قاسمؑ میں نے یہ تلوار ایک ہزار دینار میں خریدی ہے اور ایک ہزار دینار دے کر اسے زہر کی آب دلائی ہے اب اسے تیرے ہاتھ سے کس طرح گراؤں گا،

حضرت قاسمؑ نے فرمایا یہ تیرے بیٹے کی یادگار ہے، میں چاہتا ہوں تجھے اسی تلوار سے موت کا شربت پلاؤں اور تجھے تیرے بیٹوں کے پاس پہنچا دوں، پھر آپ نے فرمایا اے ازرق تو ایک سپاہی شخص ہے، کیا تجھے جائز تھا کہ سوار ہوتے وقت گھوڑے کے تنگ کی احتیاط نہ کرتا، یہاں تک تو اس کی وجہ سے سست ہو گیا ہے اور عنقریب

گھوڑے کی زین اُس کی پشت سے گرنے والی ہے۔

حضرتِ قاسمؑ کے ہاتھ سے ازرقؔ کا قتل:

ازرق نے جھک کر گھوڑے کی تنگ کو دیکھنا چاہا تو حضرت قاسمؑ نے اس کے جسم کے درمیان تلوار کی ضرب لگائی جس نے اُسے ککڑی کی طرح کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

آقائی صدرالدین واعظ القزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:-

جب ازرق کے چاروں فرزند قتل ہو چکے تو حضرت قاسم علیہ السلام نے یہ کرّوفر رجز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی
نحن و ھیت اللّٰہ اولیٰ بالنبی

کہ میں قاسمؑ ہوں اور نسلِ علی ابنِ ابی طالب سے ہوں خانہ خدا کی قسم ہم ہی سب سے اولٰی ہیں۔ جب ازرق کے چاروں پسر تہہ تیغ ہو چکے تو وہ نانہجار خیمہ میں گیا اور جنگی اسلحہ پہنا۔ تلوار کمر میں لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان قتال مین آیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ کے بازوؤں میں قدرے سستی و ناتوانی ہوگئی کیونکہ آپ نے پے در پے ازرق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ آپ تشنہ کام بھی تھے جس سے ناطاقتی اور بڑھ گئی تھی۔ چاہا کہ اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوں کہ ازرق ملعون نے سر راہ آکر مبارز طلبی کی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت سیّدالشہداء علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ازرق شامی نے جناب قاسمؑ کو سر راہ روک لیا ہے اور مبارز طلب ہے تو آپ نے بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا پروردگار قاسمؑ کو فتح عطا کر۔ اس کی نصرت فرما۔ دعائے امام حسین

علیہ السلام سے ملائکہ عظّام میں ہلچل مچ گئی۔ اور ادھر خیمہ میں نوعروس فتح و کامرانی قاسمؑ کے لیے دعائے امامؑ کے ساتھ ساتھ آمین کہہ رہی تھی۔ اُدھر ازرق شامی نے حضرت قاسمؑ پر نیزہ سے حملہ کیا۔ جس پر حضرت قاسمؑ نے آداب شجاعت کے ماتحت اپنے آپ کو نیزہ سے دور رکھا۔ جس پر ازرق بہت شرمندہ اور خشمگیں ہوا۔ لیکن اس کا نیزہ حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کو لگا اور آپ پیادہ ہو گئے اور حضرت عباس علمدارؑ نے ایک تازہ دم گھوڑا قاسمؑ کو پہنچایا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ازرق سے مقابلہ ہوا وہ کہنے لگا اے قاسمؑ تو نے میرے چار فرزند تہہ تیغ کئے ہیں اور اے قاسمؑ یہ تلوار میرے بیٹے کی ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس تلوار کو ہزار دینار میں خرید کیا تھا۔ حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ اب اس تلوار کا مزہ تو بھی چکھ لے گا۔ حضرت قاسمؑ نے اس سے کہا کہ اے ازرق تو نامی گرامی شجاع ترین شخص ہے آداب جنگ سے واقف ہے لیکن تو نے خیال نہ کیا کہ تیرے گھوڑے کا تنگ کسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر ازرق جھکا کہ تنگ کو دیکھے حضرت قاسمؑ نے اس کی کمر پر تلوار کا وار کیا اور وہ شقی دو ہو کے اپنے مرکب سے گرا۔ اس طرح اس کے ٹکڑے ہوئے کہ برابر کے دو ٹکڑے ہو گئے جب کہ ازرق بدنہاد بھی قتل ہو چکا تو لشکر عمر ابن سعد نے شور و غل مچایا۔

اور اِدھر فتح قاسمؑ سے خیام اہلِ حرم میں بھی شور و غل باندازِ مسرت ہوا۔ گویا شادی و غم باہم توام ہو گئے جناب قاسمؑ نے ازرق شامی کے گھوڑے کو دیکھا کہ اب زین خالی ہو گیا ہے اس کے مرکب پر سوار ہوئے اور اپنے مرکب کی لگام ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے خیمہ میں واپس آئے اور پیاس کی شدت کا اظہار کیا۔ مگر پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ قاسمؑ کو پلاتے۔ کتاب منتخب طریحی میں ہے کہ قاسمؑ خیمۂ عروس میں گئے اور فرمایا الحمدللّٰہ الذی ارانی زواجھک قبل الموت۔ کہ شکر خدا ہے کہ میں

نے مرنے سے پہلے پھر تمہارا چہرہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں جو کچھ وصیت کر چکا ہوں اس پر نگاہ رکھنا۔

یعنی کہ اے عروس تم حجلۂ عروسی میں میرے انتظار میں ہو گی لیکن میں میدان سے کیونکر آ سکتا ہوں میری موت میں گریبان دل چاک کرنا اور اپنے رُخ سے رخساروں کا خون پاک کرنا اور میرے مرنے کے بعد سے اے مہ خاوری تم میرے چچا جان کی مزاج پرس کرتی رہنا اور دیکھوان کے سامنے ماتم میں آواز بلند نہ کرنا۔ دل اور آنکھوں سے اشک نہ برسانا۔ اپنے بال میرے غم میں پریشان نہ کرنا اور نہ رخساروں پر طمانچہ لگانا۔ اور میرا پیام میرے عمِ محترم کو پہنچا دینا۔

پیام قاسمؑ اپنے عمِّ نامدار کے نام:

حضرت قاسمؑ اپنے عمّ نامدار سے فرماتے ہیں کہ جان و دل مجھے آپ سے امید ہے کیونکہ میں نے آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کی ہے۔ دیکھئے تو سہی اس مقتول کو کہ جو آپ کا داماد ہے اس کا بدن خون آلود ہے اور اس کا دل آپ سے خوش ہے۔ میں سوائے آپ کے کسی اور کی طرف رخ کرنے والا نہیں ہوں میرا مرکز امید آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور بجز آپ کی نزدیکی میرا کوئی دوسرا آسرا نہیں ہے۔ جب میرے لیے وہ خون کے آنسو بہا رہی ہو تو خدایا اے عموؑ آپ اس کو تسلّی دیں عروس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسکراتے ہوئے شاہ دیں کی طرف نگاہ کر اور ان سے کہنا کہ میرا شوہر آپ پر قربان ہو گیا۔ وہ یتیم تھا اس کا باپ سر پر نہیں تھا پس اس کا تن خاک پر پڑا ہوا ہے۔

فَوَدَّعَهَا و خرج و رکب جواده وصمم معاده۔

جب حضرت قاسمؑ وصیت تمام کر چکے تو عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا با چشم گریاں خدا حافظ کہا۔ اور خیمہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مقتل میں

شہیدوں سے ملحق ہو گئے اور قلب امام حسینؑ، مادر گرامی قدر اور عروس کے دل پر غم و اندوہ کا کوہ گراں گر پڑا۔ یالیتنی کنت معھم فنفوز فوزا عظیما۔

(''ریاض القدس'' جلد دوم....۱۱۱ تا ۱۱۵)

جناب قاسمؑ امام عالی مقام کے حضور میں:

لشکرِ شام سے شور بلند ہوا اور اسی وقت جناب قاسمؑ نے اپنے گھوڑے سے جست لگا کر اُس کے گھوڑے پر سواری کر لی اور امام حسینؑ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹ آئے۔

جب آپ حضرت امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر عمِ عالی جناب کی سعادت انتساب رکاب کو بوسہ دیا اور کہا چچا جان العطش! العطش حتا کہ اگر ایک گلاس پانی کا مل جائے تو اس لشکر سے جنگ شروع کر دوں، حضرت امام عالی مقام امام حسینؑ نے فرمایا، عنقریب تو اپنے دادا جان سے کوثر کا جام پینے والا ہے اور یہ تمام غم و آلام فراموش کرنے والا ہے، جا کر اپنی والدہ سے مل لے وہ تیرے فراق میں روتی اور زاری کرتی ہے اور تمام اوقات آہ نالہ میں گذار رہی ہے اور تیری جدائی کی آگ کا داغِ مصیبت اس کے سینہ پر پڑ گیا ہے۔

حضرت قاسمؑ اپنی والدہ کے حضور میں:

حضرت قاسمؑ اُس خیمہ میں تشریف لے گئے جہاں اُن کی والدہ اور دلہن تشریف فرما تھیں، آپ جا رہے تھے کہ آپ نے اپنی والدہ کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں، اے فرزندِ ارجمند اور اے ارمانِ دلِ دردمند آخر تو کہاں ہے اور مجھے اپنا دیدارِ عزیز کیوں نہیں کراتا۔

جنابِ قاسمؑ نے یہ صدائیں سن کر چیخ ماری، آپ کی والدہ اور عروس خیمہ سے باہر

آ کر جناب قاسمؑ سے لپٹ گئیں، آپ نے اُن کی دلداری کرتے ہوئے صبر وتحمل کی تلقین کرتے ہوئے کہا اے پیارو آج وہ دن ہے کہ نسیمِ سرور وشادمانی قلوب وصدور کے باغ پر نہیں چلے گی اور شمیمِ فرحت ومسرت ارواحِ اربابِ مہر ومحبت کے نشان تک نہیں پہنچے گی، جیسا کہ آپ کی زندگانی کا چمن سرسبز نہیں رہا میری کامرانی کا گلشن بھی بے طراوت ہوگیا ہے، جیسا کہ آپ کو میری تنہائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں مجھ سے بھی قوت شکیبائی نے کنارا کرلیا ہے، مگر یہ دُوری بدیہی اور اضطراری ہے اور یہ مفارقت بے اختیاری کی بنا پر ہے، آب وگل کا رُخ میدان کی طرف ہے اور جان ودل کی توجہ جانان کی طرف ہے۔

جنابِ قاسمؑ نے جب میدان کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو پیچھے رہ جانے والوں کی زبان سے اِس کلام جگر سوز اور سخنِ مصیبت اندوز کا مضمون جاری ہوگیا۔

(روضۃ الشہداء.....۲۹۵ تا ۳۱۲)

لشکرِ یزید پر حملہ:

حضرت قاسمؑ نے لشکر یزید پر حملہ کیا اور لڑتے رہے، یہاں تک کہ ستّر سواروں کو قتل کردیا۔ (مقتل ابی مخنف)

حضرت قاسمؑ نے ہاشمی شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ یزیدی سپاہیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بھگا رہے تھے اور اِسی طرح انھوں نے دشمنوں کے کشتوں کے پُشتے لگا دیئے، مسلسل تلوار چلا رہے تھے اور وار پر وار کرتے جا رہے تھے۔ (مقتل سیّد ابن طاؤس)

حضرت قاسمؑ نے قلبِ لشکر میں گھوڑے کو ڈال دیا اور ایک ہی حملے میں ایک سو بیس سواروں کو واصل جہنم کیا، عمرِ سعد نے دیکھا کہ ساری فوج بھاگنا چاہتی ہے۔

دوسرا حملہ:- غرض شہزادہ دوبارہ میدان میں آیا اور وہ جنگ کی کہ سارا لشکر تہہ وبالا

ہو گیا۔ جب اشقیا نے دیکھا کہ شکست ہوا چاہتی ہے سب نے مشورہ کر کے شہزادے کو گھیر لیا (بحور الغمہ)

حضرت قاسمؑ نے میدان کی طرف باگ اُٹھائی اور فوجوں کے دَل میں گھس کر وہ تلوار چلائی کہ دو سو ناری فی النار ہو گئے پھر چاہا کہ لشکرِ یزید کے علمدار کو بھی مار لیں کہ لڑائی کا خاتمہ ہو جائے لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں قدر انداز چاروں طرف سے گھیر کر تیر برسانے لگے۔" (بحور الغمہ)

"حضرت قاسمؑ نے سخت قسم کی جنگ کی"۔ (نفس المہموم)

حضرت قاسمؑ دوبارہ میدانِ قتال کو روانہ ہوئے اور جنگ کرنا شروع کی اور لشکر عمر ابنِ سعد کی ہمت توڑ دی ایسے حوصلہ شکن حملے کئے کہ دیکھنے والوں کو علیؑ یاد آ گئے"۔

(مہیج الاحزان)

پس شاہزادہ قاسمؑ لشکر اعدا کی طرف متوجہ ہوئے اور سن شریف اُن کا چودہ برس کا تھا اور قومِ اعدا پر مانندِ شیر غضبناک کے رجز پڑھتے ہوئے حملہ کیا اور بڑے بڑے سرکشوں کو قتل کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ ستر سواروں کو اُن میں سے قتل کیا اور خود بھی مجروح ہوئے"۔ (نزہۃ المصائب)

"شیخ نجم الدین وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اُس وقت شاہزادۂ قاسمؑ امام حسینؑ سے رخصت ہو کر مانند شیرِ غضبناک کے معرکۂ قتال میں تشریف لائے اور لشکرِ اعدا پر ایسا حملہ کیا کہ لاشہائے اہلِ کوفہ وشام سے انبار لگا دیئے اور بڑے بڑے نامی پہلوانوں کو فی النار کیا"۔ (نہر المصائب)

باب ۱۴

حضرت قاسمؑ کی شہادت

جنابِ قاسمؑ کی شہادت:

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے اس سے کہا کہ اس جوان پر تو حملہ کر اور اس یتیم حسنؑ کو قتل کر۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو کیوں قتل کرتا ہے۔

اسے کوئی اور قتل کرے گا تو باز رہ لیکن اس بے رحم نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر تلوار سے حملہ کیا۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور آواز دی یا عمّاہ ادرکنی اے چچا جان مدد کو آیئے۔

امام حسین علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ قاسمؑ تک پہنچے دیکھا کہ قاتل آپ کے سینہ پر بیٹھا ہے اور آپ کا سر مبارک کاٹ رہا ہے امام حسینؑ نے اس ملعون پر تلوار کھینچی کہ اس کی کہنی کٹ گئی اس حرام زادہ نے اپنے لشکر والوں سے فریاد کی کہ مدد کو پہنچو۔ تمام لشکری اس کی حمایت کے لیے اُمڈ پڑے اور عمر بن سعد نے اس کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچایا خدا کی شان دیکھنے کے قابل ہے۔ اس وقت گرد وغبار اُڑا اور عمر ابن سعد ہی کے گھوڑے کے پیروں تلے آ کر وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو دیکھا آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدا تیرے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے بیٹا قاسمؑ میں اس وقت پہنچا کہ جب تیرا کام تمام ہو چکا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اُٹھایا۔ زمین سے بلند کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر

تاخیام اہلحرم لائے قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام خیمہ میں لاش لے کر آئے اور پہلوئے علی اکبرؑ میں لاش کو رکھ دیا۔ (ریاض القدس جلد دوم.....۱۰۵ تا ۱۰۷)

ذکرالمصائب میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:-

ثُمَّ حَمَلَ عَلٰی حَامِلِ اللِّوَآءِ وَاَرَادَ قَتْلَهٗ پھر جناب قاسمؑ لشکر یزید کے اس فوجی پر حملہ آور ہوئے کہ جس نے یزیدی پرچم اُٹھایا ہوا تھا آپؑ نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں تو ایک دوسرے یزیدی سپاہی نے شہزادہ قاسمؑ کو ایسا تیر مارا کہ آپؑ زین سے زمین پر آ گرے۔ فَضَرَبَهٗ شَيْبَةُ بْنُ سَعْدِنِ الشَّامِیُ بِارُّمْحِ عَلٰی ظَهْرِهٖ فَاَخْرَجَهٗ مِنْ صَدْرِهٖ اس کے بعد شیبہ بن سعد شامی نے شہزادہ قاسمؑ کی پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ جو سینے کے پار نکل گیا۔

منؔیر زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:-

ازرق کی موت سے بڑے بڑے منچلے بہادروں کے چہرے کا پسینہ ابھی خشک نہ ہونے پایا تھا کہ پھر شیر کی آواز کانوں میں اور اس کی بو شامہ تک پہنچنے لگی۔ اب عمر سعد جیسے روباہ فن کے پاس سوائے اس کے چارہ کار نہ تھا کہ تمام لشکر کو حملے کا حکم دے اور عرب کی شجاعت پر جہاں صبح سے اس وقت تک بے عزتی کے بے شمار چھاپے لگا چکے تھا۔ وہاں تاریخ پر یہ بدنما دھبہ بھی چھوڑے کہ ایک بچے کے لیے لشکر کو آمادہ کیا گیا۔ چنانچہ اس کے اشاروں پر چاروں طرف سے یلانِ فوج ایک دوسرے کی ہمت بڑھاتے ہوئے بڑھے اور ہزبر حسینی نے لومڑیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر غضبناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ اب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ خاک کا ایک ابر حسنؑ کے چاند پر چھا گیا۔ اور اس حالت میں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ دکھائی دیتا تھا منچلے جانباز کا نیچہ اپنی صفائیاں دکھا رہا تھا اور اس حالت میں بھی ستّر بے دینوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر رہا۔

سعد بن ابن عروہ ابن نفیل ایک ملعون کمین گاہ میں لگ گیا۔ اور اس شقی ازلی نے فرق مبارک جناب قاسمؑ کو شگافتہ کر دیا۔ شاہزادہ تیورا کر زمین پر گرا اور گرتے گرتے سینکڑوں وار اس یتیم پر چل گئے یا عمّاہ ادرکنی کی آواز بلند ہوئی تھی کہ مظلوم کربلا گھوڑا اُڑا کر پہنچے۔ عقب میں جناب عباسؑ و علی اکبر علیہما السلام دوڑے۔ تین بپھرے ہوئے شیروں کو آتا دیکھ کر فوج لعین کے سوار اِدھر سے اُدھر ہو گئے اور منقول کی لاش پامالِ سُمِ اسپاں ہو گئی۔ امام ہمام پہنچے تو رمقِ جان باقی تھی، لیکن بچپنے کے اثر اور جاں کنی کے عالم نے پیاسے کی زبان پر استغاثے کے الفاظ ''یَا اُمَّاہ اَدْرِکْنِیْ'' میں بدل دیئے تھے۔ یعنی جب دیکھا کہ چچا نہیں آئے تو غریب ماں کو پکارنا شروع کیا۔ امام علیہ السلام نے دیکھا کہ عمر ازدی جو آخری وار مجاہد پر لگا کر بھاگا تھا۔ سامنے کھڑا ہے۔ آپ نے نہ چاہا کہ وہ میدان سے اپنی کامیابی پر خوش و خرم واپس ہو جائے دوڑ کر ایک وار اس ملعون پر ایسا کیا کہ اس کا دستِ راست قطع ہو کر تلوار سمیت زمین پر گر پڑا۔ واپس ہو کر آپ نے شہزادے کا سر اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا ''یعَز و اللّٰہ عَلیٰ عمّک ان تدْعُوْہُ فلا یُجیْبُک اَوْیُجِیْبُک فَلا یُغْنِیْک اَوْ یُغْنِیْک فَلَا یُغْنِیْ عَنْک'' بیٹا تمہارے چچا پر شاق ہے کہ تم اسے پکارو اور وہ تمہاری مدد کو نہ آ سکے۔ اگر آئے تو کوئی مدد نہ کر سکے۔ اور اگر اپنی مدد پیش کرے تو وہ تمہارے کام نہ آئے۔

''آہ کیسی بد بخت قوم ہے جس نے تجھے قتل کر دیا اور اپنے اُس نبیؐ سے شرم نہ آئی جس کا وہ کلمہ پڑھتی ہے''۔ (چمنستان محمدؐ۔ صفحہ ۱۷۰)

علامہ شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی لکھتے ہیں:-

ابوالفرج نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کے لشکر سے ایک

صاحبزادے جہاد کو نکلے جن کا چہرہ مثل چاند کے تھا ہاتھ میں تلوار تھی اور قمیض و ازار پہنے ہوئے پیروں میں نعلین میدان میں آتے ہی اُس صاحبزادے نے تلوار سے مارنا شروع کیا اور ابھی لڑ رہے تھے کہ ایک پیر کی نعل کا تسمہ ٹوٹ گیا اور ٹھہر کے اُسے باندھنے لگے یہ حال دیکھ کر عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے مجھ سے کہا کہ میں اب اس صاحبزادہ پر حملہ کرتا ہوں اور اُن کو مار لیتا ہوں میں نے کہا سبحان اللہ ارے تو کیا کہتا ہے تو نے یہ ارادہ کیوں کیا جو لوگ صاحبزادے کو گھیرے ہیں وہ کافی ہیں تو کیوں خون ناحق میں پڑتا ہے اُس نے جواب میں کہا قسم بخدا میں تو اُس کو بے مارے نہ رہوں گا اور یہ کہہ کر اُس شقی نے صاحبزادے کے سر پر تلوار لگائی صاحبزادے منھ کے بل زمین پر گر پڑے اور آپ نے اپنے چچا امام حسینؑ کو پکارا حمید کہتا ہے قسم بخدا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ مثل باز کے جھپٹے ہوئے میدان میں پہنچ گئے اور مثل شیر غضبناک لشکر پر اُس جناب نے حملہ کیا اور عمر نامی ایک شخص پر آپ نے تلوار لگائی اُس نے ہاتھ پر روکا وہ ہاتھ اُس کا قلم ہو گیا یہ دیکھ کر اور لشکر والے حضرت کی طرف دوڑے اور اُس کو چھڑا لے گئے۔

لشکر والوں کے دوڑنے میں قاسمؑ کا سینۂ مبارک گھوڑوں کے ٹاپوں سے چور چور ہو گیا اور صاحبزادے کی روح پرواز کر گئی جب گرد و غبار جو گھوڑوں کے دوڑنے سے میدان میں اُٹھا تھا موقوف ہوا اُس وقت حضرت کو قاسمؑ کی لاش نظر آئی حضرت نے دیکھا کہ وہ صاحبزادے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں یہ حال دیکھ کر آپ نے فرمایا اے پیارے، خدا لعنت کرے تیرے قاتلوں پر اور تیرے نانا رسولؐ خدا بروز قیامت اُن کے دشمن ہونگے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے بیٹے مجھ پر بہت گراں ہے یہ بات کہ تم نے بلایا اور میں نہ پہنچا اور پہنچا تو ایسے وقت پہنچا کہ تم کو اُس سے کچھ نفع نہ ہوا۔

پھر حضرت صاحبزادے کی لاش کو اپنے سینے پر اُٹھا کر لے چلے۔ اور جہاں لاشہائے شہداء جمع تھے وہاں لا کر لاش کو حضرت نے رکھ دیا۔ حمید کہتا ہے میں دیکھتا تھا کہ صاحبزادے کے دونوں پاؤں زمین سے رگڑتے تھے میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون صاحبزادے ہیں لوگوں نے کہا قاسم بن الحسنؑ ہیں۔

ابوالفرح کے علاوہ اور لوگوں نے جناب قاسمؑ کا حال یوں لکھا ہے کہ جب اُس صاحبزادے نے حضرت امام حسینؑ کی تنہائی کو دیکھا تو حضرت سے رخصت طلب ہو گئے مگر حضرت بوجہ کم سنی آپ کو رخصت جہاد نہیں دیتے تھے اور قاسمؑ برابر باصرار والحاح طالب رخصت تھے تا اینکہ آپ نے رخصت عنایت فرمائی اس کے بعد پھر وہی حال لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (ابصار العین فی انصار الحسینؑ۔ صفحہ ۵۴۔۵۶)

ملاّ حسین کاشفی لکھتے ہیں:-

حضرت جناب قاسم علیہ السلام میدان میں تشریف لائے تو اُن کی نگاہ ابن زیاد کے جھنڈے پر پڑی جو ابنِ سعد بد بخت کے سر پر لہرا رہا تھا، آپ نے گھوڑے کی لگام لشکروں کو الگ کرنے والے نشان کی طرف موڑ دی اور اس پرچم کو جھکانے کے لیے مصروفِ کارزار ہو گئے ایک مرتبہ آپ نے اس فوج کے درمیان نگاہ ڈالی تو پرچم اوجھل ہو چکا تھا، آپ نے چاہا کہ پرچم بردار تک پہنچ کر پرچم جھکا دیں کہ پیادوں نے آپ کا راستہ روک لیا، ابھی آپ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول تھے کہ سواروں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا اور تیر و نیزہ اور گرز و شمشیر سے آپ پر وار کرنے لگے، جناب قاسمؑ نے دریائے جنگ میں غوطہ لگا کر تقریباً تیس پیادوں اور پچاس سواروں کو جہنم رسید کرتے ہوئے سواروں کی صف کو درہم برہم کر دیا، پھر آپ نے گھیرا توڑ کر باہر آنا چاہا تو یزیدیوں نے آپ کے گھوڑے پر تیروں کی بارش کر دی آپ کا گھوڑا گر پڑا تو

شیث بن سعد بد بخت نے آپ پر نیزے سے وار کیا جو آپ کی پشت سے پار ہو گیا، جنابِ قاسمؑ کو اس جنگ میں ستائیس زخم آ چکے تھے اور آپ کا بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا، آپ گھوڑے سے گرے تو کہا! اے چچا جان ادرکنی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو آپ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے میدان میں پہنچ گئے آپ نے پیادوں اور سواروں کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے جناب قاسمؑ کو دیکھا کہ وہ خاک وخون کے درمیان غرق ہو چکے ہیں اور شیث بن سعد اُن کے سرہانے کھڑا ہے کہ آپ کا سر کاٹ کر لے جائے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اُس پر تلوار کا وار کیا اور اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے جناب قاسمؑ کو اُٹھایا اور خیمہ کے دروازے پر لے آئے، ابھی اُن کے جسم میں زندگی کی رمق باقی تھی، امام حسینؑ نے اُن کا سر آغوش میں لے کر بوسہ دیا، جنابِ قاسمؑ کی مادر و عروس وہاں کھڑی رو رہی تھیں جناب قاسمؑ نے آنکھیں کھول کر اُن کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

بارگاہ امامت سے شور اُٹھا اور مخدراتِ اہلِ بیتؑ نالہ وفغاں کرنے لگیں جناب قاسمؑ کی والدہ محترمہ نے کہا اے مظلوم مادر افسوس! تیرے چاند جیسے رخساروں سے جو سپہرِ شباب پر رشک آفتابِ عالمتاب تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ عرصہٴ جہان کو شعاعِ ظہور سے روشن کرتے فراق کے اندھیروں میں گم ہو گئے، افسوس تیرے چشمہٴ حیات فائض البرکات سے جو رشحاتِ جود وجلال کا منبع تھا، اس سے پہلے کہ وہ وادیٔ شوق کے پیاسوں کو سیراب کرتا خاشاکِ ہلاکت سے مکدر ہو گیا۔ (روضۃ الشہداء....۲۹۵ تا ۳۱۲)

سیّد ابنِ طاؤس لکھتے ہیں:-

راوی کہتا ہے ایک ایسا تیرہ سالہ نوجوان میدان میں آیا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا، اس نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ابن نفیل ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری، اور اس کے سر کو شگافتہ کر ڈالا، اس نے زمین پر گرتے ہوئے، آواز دی: یا عماہ!

امام حسین علیہ السلام شکاری باز کی طرح بہت تیزی کے ساتھ میدان میں آئے اور غضبناک شیر کی طرح اس سپاہ پر حملہ کیا، اور اپنی تلوار سے ابنِ نفیل پر وار کیا، اور اس نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنایا اور اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا، اور اس نے فریاد کی، جو اس کے لشکر والوں نے سنی، اور اہلِ کوفہ نے حملہ کیا تا کہ اسے زندہ بچالیں، لیکن وہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا۔

راوی کہتا ہے: جب گرد و غبار زمین پر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا حسین علیہ السلام اس جوان کے سرہانے کھڑے ہیں، اور وہ جان کنی کے عالم میں اپنے پاؤں کو زمین پر رگڑ رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بُعْداً لِقَوْمٍ قَتَلُوكَ وَمَنْ خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَدُّكَ وَاَبُوكَ

"رحمت خداوند سے محروم رہیں وہ لوگ، جنہوں نے تم کو قتل کیا، اور قیامت کے روز تیرے قاتلوں سے دشمنی کرنے والے تیرے جد بزرگوار اور تیرے باپ ہوں گے"۔ اس کے بعد فرمایا:

عَزَّ وَاللّٰهِ عَلٰى عَمِّكَ اَنْ تَدْعُوهُ فَلَا يُجِيبَكَ اَوْ أَنْ يُجِيبَكَ وَ أَنْتَ قَتِيلٌ جَدِيلٌ فَلَا يَنْفَعُكَ

خدا کی قسم یہ وقت تیرے چچا پر بہت سخت ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے جب تیرے لیے فائدہ مند نہ ہو۔ خدا کی قسم آج وہ دن ہے کہ

تیرے چچا کے دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں۔ اس کے بعد اس جوان کی لاش کو اپنے سینہ سے لگایا، اور اپنے اہلِ بیتؑ کے مقتولین کے درمیان لے گئے اور زمین پر رکھ دیا۔

(مقتل لھوف.....صفحہ ۷۳۔۷۴)

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:۔

منتخب طریحی میں لکھا ہے کہ شیبہ بن سعد شامی نے آپ کی پشت پر نیزہ مارا جو کمر کو توڑتا ہوا سینے کے پار ہو گیا۔ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اپنے خون میں لت پت ہو کر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ اس حالت میں بلند آواز سے کہا چچا میری مدد کو آؤ۔

حضرت حسینؑ کے لیے یہ مصیبت اور حالت حضرت علی اکبرؑ جیسی تھی روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ اپنے خون میں لوٹتے تھے اور آواز دی اے بابا میرا آخری سلام ہو۔

ممکن ہے روایت میں جو بڑی مصیبت کا لفظ آیا ہے اس سے وہ نیزہ مراد ہو جو آپ کے سینے کے پار ہو گیا تھا یا بڑی مصیبت سے یہ مراد ہو کہ ابھی آپ کے جسم میں روح باقی تھی۔ لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گئی۔

ارشاد میں لکھا ہے جب امام حسینؑ حضرت قاسمؑ کی لاش پر پہنچے تو عمر بن سعید ازدی قاسمؑ کے سر کو جدا کرنا چاہتا تھا آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ ملعون نے ہاتھ ڈھال کے طور پر آگے کیا اسکا ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا۔ عمر سعد کے لشکر کو آواز دی۔ لشکر نے معلون کو امامؑ سے نجات دلانے کی خاطر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں ملعون کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامالا ہو گئی اور واصل جہنم ہوا۔

لشکر کی دوڑ سے جو غبار اُٹھا تھا جب ختم ہوا تو لوگوں نے دیکھا امامؑ قاسمؑ کے سرہانے کھڑے ہیں اور قاسمؑ جان دے رہے ہیں اور اپنے پاؤں زمین پر مارتے ہیں۔

(منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۴)

میر انیسؔ کہتے ہیں:۔

جب امام حسینؑ لاشِ قاسمؑ پر پہنچے تو یہ حالت تھی کہ:-

تھام کر دل کو پکارے مرے پیارے قاسمؑ
اُٹھو ہم آئے ہیں لاشے پہ تمہارے قاسمؑ

''خلاصۃ المصائب''میں علاّمہ میرزا محمد ہادی لکھنوی لکھتے ہیں:-

فَجَعَلَ یَتَحَوَّ بِدَمِه وَنَادٰی یَا عَمِّ اَدْرِکْنِیْ جناب قاسمؑ زمین پر لوٹنے لگے اور پکار کر کہا چچا جان! اپنے بیٹے قاسمؑ کی خبر لیجیے۔ فَجَاءَ الْحُسَیْنُ وَقَتَلَ قَاتِلَهٗ وَحَمَلَ الْقَاسِمَ اِلَی الْخَیْمَةِ فَوَضَعَهٗ فِیْهَا امام علیہ السلام انتہائی بے تابی اور بے چینی کے ساتھ جلدی سے میدان جنگ میں آئے اور قاسمؑ کے قاتل کو مار ڈالا اور قاسمؑ کو خیمے میں اُٹھا لائے اور زمین پر سلا دیا۔

فَفَتَّحَ الْقَاسِمُ عَیْنَیْهِ فَرَاَی الْحُسَیْنَ قَدْ اِجْتَضَّهٗ وَهُوَ یَبْکِیْ وَیَقُوْلُ جناب قاسمؑ نے آنکھیں کھولیں تو چچا کو دیکھا کہ لپٹ کر رو رہے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یَا وَلَدِیْ لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَکَ اے بیٹا! خدا تیرے قاتل پر لعنت کرے یَعُزُّ وَاللّٰهِ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوَهٗ وَاَنْتَ مَقْتُوْلٌ'' قاسمؑ تمہارے چچا کے لیے یہ بہت دشوار ہے کہ تو پکارے اور وہ تمہاری مدد نہ کر سکے اور تو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا جائے یَا بُنَیَّ قَتَلُوْكَ وَلَا عَرَفُوْا مَنْ جَدُّكَ وَاَبُوْكَ اے میرے فرزند! تجھے ان کافروں نے قتل کیا اور ان ظالموں نے نہ پہچانا کہ تیرے جد بزرگوار کون ہیں اور تیرے والد بزرگوار کون تھے ثُمَّ اِنَّ الْحُسَیْنَ یَبْکِیْ بُکَاءً شَدِیْدًا پھر حضرت بہت شدت سے روئے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ امام علیہ السلام کی حالت کو دیکھ کر تمام پردہ دار بیبیوں اور تمام بچوں نے ماتم کرنا شروع کر دیا یہ سب اپنے سینے اور چہرے پر طمانچے مارتے اور چھوٹے بچوں نے اپنے گریبان چاک

چاک کر کے واویلا شروع کیا یوں لگ رہا تھا کہ جیسے قیامت صغریٰ برپا ہوگئی ہے۔

حضرت قاسمؑ کا قاتل:

حضرت قاسمؑ کے قاتل کا نام عمرو بن سعد بن نفیل ازدی ہے۔ طبری نے اس کا نام سعد بن عمرو بن نفیل ازدی لکھا ہے۔

''زیارتِ ناحیہ'' میں قاتل کا نام عمر بن سعد بن عروہ بن نفیل الازدی لکھا ہے۔

علاّمہ مجلسی نے عمرو بن سعد الازدی نام لکھا ہے۔

ارشاد، تاریخ طبری، مقاتل الطالبین، مروج الذھب، مقتل الحسین (موفق بن احمد مکی)، انصار حسینی از مہدی شمس الدین نے حضرت قاسمؑ کے قاتل کا نام عمرو بن سعد بن نفیل بن عروہ اَزدی لکھا ہے۔

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:۔

آپ کا قاتل زیارت ناحیہ کی روسے عمر بن سعید بن نفیل ازدی ہے۔ زیارت کے فقرات یہ ہیں ''خدا تمہارے قاتل عمر بن سعید بن عُروہ بن نفیل اَزدِی پر لعنت کرے''۔

(منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۴)

حضرت قاسمؑ پر قاتلوں کی یلغار:

''شیث ابن سعد شامی نے ایک ایسا نیزہ مارا کہ شہزادہ تڑپنے لگا''

(بحور الغمہ جلد اوّل ۱۸۰)

''شیبہ بن سعد شامی لعین نے قریب آ کر ایک نیزہ پشتِ اقدس پر مارا کہ سینۂ اطہر سے باہر نکلا اور اُس کے صدمے سے وہ شاہزادہ تڑپنے لگا''۔ (نہر المصائب حصہ سوم ۲۰۳)

بروایت ''مجالس المتقین'' شیث بن سعد شامی نے ایک تیر پشت پر جناب قاسمؑ کے لگایا کہ سینہ توڑ کے نکل آیا، یحییٰ بن وہب نے نیزہ پہلو پر مارا سعد بن عمر ملعون نے شکم مبارک پر ایک خنجر مارا، بعضے اشقیا سنگ باران کر رہے تھے عمرو ازدی ملعون نے

کمین گاہ سے سرِ مبارک پر اُس مظلوم کے ایک ضربت لگائی کہ گھوڑے سے زمین پر گر کر لوٹنے لگے حال یہ تھا کہ ہاتھ اور پاؤں خاک وخون میں مارتے تھے''۔

(زبدۃ المصائب ۶۵۰)

''عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے پیچھے سے تلوار تول کر ایسا وار کیا کہ قاسمؑ یا عماہ (اے چچا) کہہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے''۔(تاریخ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۱۱۴)

حضرت قاسمؑ کے قاتل کا انجام:

ابوالفرج، شیخ مفید اور طبری نے مقتل ابومخنف سے بیان نقل کیا ہے:۔

حمید بن مسلم کہتا ہے:۔

عمرو بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی نے کہا میں قاسمؑ ابن حسنؑ پر حملہ کروں گا تو میں نے کہا، اس سے تجھے کیا ملے گا جن لوگوں نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اس کے قتل میں یہی کافی ہیں، وہ کہنے لگا میں ضرور اس پر حملہ کروں گا، پس اس لعین نے شہزادے قاسمؑ پر حملہ کیا انھوں نے چہرہ نہیں پھیرا تھا کہ قاتل نے آپ کے سر پر تلوار کی ضرب لگائی تو شہزادہ منھ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہا ''یا عماہ'' اے چچا جان میری مدد کیجیے، حمید بن مسلم کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاتل عمرو بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا جس طرح عقاب دیکھتا ہے پھر امام حسینؑ نے غضب ناک شیر کی طرح اس پر حملہ کیا اور عمرو کو تلوار لگائی اس نے بھاگنے کے لیے کندھا آگے کیا تو اسی کے ہاتھ کو امامؑ نے کہنی سے جدا کر دیا تو اس لعین نے اس طرح چیخ ماری کہ سارے لشکر نے سُنی پھر امام حسینؑ اس سے الگ ہوئے اور آپ پر لشکرِ یزید کے گھڑ سواروں نے حملہ کیا تا کہ وہ امام حسینؑ سے عمرو کو چھڑائیں، جب گھڑ سواروں نے حملہ کیا تو گھوڑوں کے سینے عمرو سے ٹکرائے اور وہ چکر لگانے لگے اور عمرو کو روند ڈالا پس

یونہی رہا وہ یہاں تک کہ مرگیا عمرو بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی پر خدا لعنت کرے اور اُسے رُسوا کرے)۔("نفس المہموم" از شیخ عباس قمی صفحہ ۳۵۱)

شیخ عباس قمی "منتہی الآمال" میں لکھتے ہیں:-

"جب لشکر نے ہجوم کیا تو حضرت قاسمؑ کے قاتل عمرو بن سعد ازدی کا بدن گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائمال ہوگیا اور وہ قتل ہوگیا"۔

حضرت قاسمؑ کی لاش کی پامالی:

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا کہ حضرت قاسمؑ لشکر عمر ابن سعد ملعون میں گھر گئے اور عمر ابنِ سعد لعین تک نہ پہنچ سکے کہ اِس کا قتل کریں اور اس کے علم کو خاک میں ملائیں۔ اس وقت کوفی و شامی لوگوں نے آپ کو قید کرلیا کیونکہ آپ میں طاقت جنگ نہ رہی تھی نہ اس گروہ سے باہر نکلنے کی کوئی راہ تھی صدائے قاسمؑ خیام امام حسینؑ تک پہنچی کہ یا عمّاہُ ادرکنی، اے چچا جان مدد کو آیئے۔ حضرت امام حسینؑ نے آواز سنی اور مرکب پر سوار ہو کر ذوالفقار بدست میدان کا رُخ کیا۔ آپ جناب قاسمؑ کی بالین پر پہنچے۔ ایک ظالم آپ کے سینہ پر سوار تھا کہ قاسمؑ کا سر جدا کرے آپ نے اس سے التماس کیا کہ اے ظالم میرے چچا آرہے ہیں میں پھر اپنے چچا کو دیکھ لوں۔

محمد بن شہر آشوب علیہ الرحمۃ مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب قاسمؑ بن حسنؑ اپنے بھائی عبداللہ کی شہادت کے بعد میدانِ قتال تشریف لے گئے میں اور آپ نے یہ رجز پڑھا ہے کہ میں اولاد علی ابنِ ابی طالب سے ہوں میں سبطِ رسولؐ خدا کا فرزند ہوں۔ جب مقاتلہ شروع ہوا تو آپ عمر ابن سعد ملعون کی ضرب سے گھوڑے سے نیچے گرے۔ آپ نے آواز دی کہ عمّاہُ ادرکنی، امام حسینؑ پہنچے اور فرمایا کہ کس قدر گران ہے حسینؑ پر کہ تو زخمی پڑا ہے اور میں تیری آواز پر جلد نہ پہنچ سکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابنِ سعد کے تیس سوار حضرت قاسمؑ نے قتل کیے شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان نے مثل ماہ تاب طلوع کیا۔تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔پیراہن زیب بدن کیے ہوئے اور ازار بند باندھے ہوئے نعلین پائے مبارک میں پہنے ہوئے تھا عمر ابن سعد ملعون نے نفیل ازدی سے یہ کہا کہ اس نوجوان پر حملہ کر۔میں نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو قتل کرنا کیوں چاہتا ہے اسے مت قتل کر۔اسے چھوڑ دے یہ قوم بدشعار خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔حمید کہتا ہے کہ اس ظالم نے میری نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کی اور بہ قسم کہا کہ میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔پھر اس ملعون نے حضرت قاسم علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آپ کے فرق مبارک پر پڑی۔آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آواز دی کہ یا عماہ ادرکنی اے چچا جان مدد کو آیئے۔امام حسینؑ بڑی تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس پہنچے اور آپ نے عمر ابنِ سعد پر ذوالفقار سے وار کیا۔اس نے ہاتھ سے روکنا چاہا کہ حضرت امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ کہنی سے ہتھیلی تک قطع کر دیا اس بدنہاد نے شور وغل مچایا اور اس کے لشکری حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔اور عمر بن سعد کو لے گئے جب گرد و غبار ختم ہوا تو حضرت امام حسینؑ کو قاسمؑ کے سرہانے کھڑا دیکھا۔اور حضرت قاسمؑ خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے پس حضرت امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اُٹھایا اور اپنے سینہ سے لگا کر خیمہ میں لائے۔اس وقت جناب قاسمؑ کے پیر زمین پر خط دے رہے تھے اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش حضرت علی اکبرؑ کی لاش کے نزدیک رکھ دی واضح رہے کہ کلام مفید خلاصہ روایت علامہ مجلسیؒ ہے جو بحار میں مذکور ہے اور راوی بھی حمید بن مسلم ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ مرحوم مجلسیؒ نے اس روایت کو کتاب الارشاد مفید علیہ

الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ البتہ بعض عبارت روایت کے بارے میں تصرّف کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قاسمؑ کی لاش کا گھوڑوں کے سُموں تلے پائمال ہونے کو سمجھا ہے نہ کہ یہ کہ عمر بن سعد حضرت قاسمؑ کا قاتل ہے۔ اور آپ کے اس تصرف پر علاّ مہ قزوینی صاحب کتاب الریاض نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے اور حق وانصاف یہی ہے کہ قاسمؑ گھوڑے کے سُموں سے پائمال ہوا ہے نہ کہ جناب قاتل ہذا تہہ۔ اور یہ تینوں ضمیریں بحالت مفعولی قاتل کی طرف راجع نہیں ہیں جو کہ ہیں کہ یستنقذوہ فاستقبلۃ وطاتہ چنانچہ علاّ مہ مجلسیؒ نے یہ ضمائر ثلاثہ بمفعولیہ غلام (لڑکا) یعنی جناب قاسمؑ کی طرف راجع ہیں نہ کہ عمر بن سعد کی طرف اور ان ضمیروں کا قاتل کی طرف راجع ہونا صاف وصریح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت شیخ مفیدؒ تنہا لفظ ماتَ ہے جب کہ علاّ مہ مجلسیؒ نے مات الغلام لکھا ہے۔ اور لفظ غلام بعد از مات زائد ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ شاید کاتب نے اضافہ کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے یعنی کاتب نے اضافہ نہیں کیا ہے علاّ مہ مجلسیؒ نے عمداً اس لفظ کا اضافہ کیا ہے جیسا کہ جلاء العیون فارسی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اہلِ نفاق (لشکر عمر ابن سعد کے سوار وغیرہ) جمع ہوئے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑایا جائے پس ان لوگوں نے جنگ شروع کر دی۔ اور وہ ملعون قتل ہو گیا۔ اور حضرت قاسمؑ کا جسد مبارک دشمنوں کے گھوڑوں کے سُموں تلے آکر پائمال ہو گیا اور جب حضرت امام حسینؑ مجمع منتشر ہو جانے کے بعد لاش قاسمؑ پر پہنچے ہیں تو آپ نے دیکھا کہ وَھُوَ یفحص برجلیہ۔ دست و پاء پائمال ہو گئے ہیں اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ تیرا غم بہت زیادہ ہے اس لیے کہ تو نے مجھے اپنی بالین پر بلایا اور میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ الخ جو کچھ

کہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اگر حتّٰی مات الغلام صحیح مان لیا جائے تو یفحص برجلیہ کا کیا مطلب ہے معنی کہ اگر جسد غلام سے مراد۔ جسد قاسمؑ جو پائمال سُمِ اسپاں ہوا ہے اور قاسمؑ قتل ہوئے ہیں علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ جیسے گرد وغبار چھٹ گیا تو امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے دیکھا کہ دست و پاء قاسمؑ ناشاد پائمال ہو چکے ہیں اور ان کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر چکی ہے اس کے کیا معنی ہیں، پھر مات الغلام بعد یفحص برجلیہ کے کوئی معنی نہیں نکلتے حاصل کلام یہ ہے کہ اس عبارت میں غور وخوض کی ضرورت ہے اور لہوف میں عبارت روایت مرحوم سیّد ابنِ طاؤس، شیخ مفید کی روایت سے مطابقت رکھتی ہے۔ سیّد ابنِ طاؤس نے بعوض حتّٰی مات حتّٰی ہلک فرمایا ہے اور یہ لفظ ہلک ظاہر کرتا ہے کہ قاتل ہلاکت کو پہنچ گیا تھا اور اہلِ دین و ایمان میں لفظ ہلاک اس معنی میں استعمال نہیں کرتے ہیں تمام صاحبان مقاتل نے علاّمہ مجلسی کی ہی روایت کے پیشِ نظر لکھا ہے کہ حضرت قاسمؑ کا بدن پائمال ہو گیا تھا۔ پس جب امام حسین علیہ السلام نے آپ کی لاش کو زمین سے اُٹھایا تو نہ سالم اُٹھا سکے اور نہ ہی لاشہ کو سینہ سے لگا سکے۔ تو لاش قاسمؑ پائمال تھی۔ بعض اہلِ روایت یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ خیمہ تک اس حالت میں پہنچے ہیں کہ آپ میں رمق جان باقی تھی چنانچہ شیخ فخر الدین طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ قاسمؑ کو خیمہ میں لائے ہیں تو وبہ رمق ففتح عینیہ فجعل یکلمہ۔ آپ کی خیمہ میں پہنچنے پر دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جناب قاسمؑ نے چچا، چچی صاحبہ اور مادر گرامی قدر کی طرف نگاہ کی۔ سب اہلِ حرم کھڑے تھے۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے:-

جب قاسمؑ نے اپنی بالیں پر اپنے نامدار حسینؑ مظلوم کو دیکھا تو آپ کے چہرہ پر نظر کی اور آہ کھینچی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ میں تم پر قربان تم نے اپنی جان قربان کرنے میں سبقت کی میری اس آرزو کا کیا علاج ہوسکتا ہے سوائے اس کے کہ میں جلد اپنی جگہ پہنچ جاؤں یعنی میں بھی شہید ہو جاؤں۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ حضرت قاسمؑ اپنی جان جانِ آفرین کو سپرد کریں کہ اپنی عروس سے راز دل کہا اور روح نے جنت کو پرواز کی اس وقت ندائے غیبی آئی کہ اے حسینؑ صبر کرو۔ اب امام حسین علیہ السلام دو کُشتوں یعنی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ غم واندوہ چھایا ہوا تھا ایک لاش قاسمؑ گلگوں قبا کی تھی اور دوسری لاش اکبرؑ جوان کی تھی۔ امام حسین کبھی لاش اکبرؑ پر روتے اور کبھی لاش قاسمؑ پر روتے تھے جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بھائی تمہاری بیٹی فاطمہؑ اپنے شوہر کے لیے پس خیمہ بیٹھی رو رہی ہے امام حسینؑ بادلِ حسرت بیٹی کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔

عروس پر گرد وخاک پڑی ہوئی گریاں کناں۔ امام حسینؑ کے پاؤں مبارک سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ امام حسینؑ نے اس بیکس بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور تلقین صبر کی۔

(''ریاض القدس'' جلد دوم....۱۱۷ تا ۱۲۲)

حضرتِ قاسمؑ کی لاش کا خیمے میں آنا:

منیرؔ زیدی الواسطی دہلوی لکھتے ہیں:۔

غضب کا وقت آ گیا بن بیا ہے کی لاش بن بیاہے (علیؑ اکبر) نے گھوڑے پر ڈالی۔ امام، امام کا بھائی اور امام کا بیٹا۔ پیدل مشایعت فرمارہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ شہید مجاہد کے پاؤں زمین کربلا پر اپنی شجاعت کا خط کھینچتے جا رہے تھے اور اس کی تصریح جس قدر روح فرسا ہے وہ تمام مجاہدین سے اس شہید کو ممتاز کر رہی ہے۔ یعنی اس وقت تک

کسی شہید کی لاش پامال نہیں ہوئی تھی لیکن حسنؑ کے پھول پر یہ سب سے پہلی افتاد تھی کہ جسم کی ایک ایک رگ کھنچ کرشمشاد قد مجاہد کو سرو قد بنا رہی ہے۔ اب دنیا کی ماؤں سے مخاطبہ کا وقت آ گیا۔ مظلوم کا باپ تو آج موجود نہیں جو اس حالت میں پُرارمان کی لاش کو دیکھتا لیکن ہاں! ماں ما کی ماری اور بیوہ دکھیاری ماں درِ خیمہ سے لگی کھڑی ہے۔ بیٹے کی سواری سامنے آ رہی ہے جس قدر قربت اس منظر کو ہوتی جاتی ہے۔ ماں کی آنکھوں کا نور زائل ہو رہا ہے۔ چھاتی پھٹی جاتی ہے۔ حواس رخصت ہو رہے ہیں۔ امام ہمام علیہ السلام پر یہ سب کیفیت اپنے علم سے روشن تھی۔ چند قدم آگے بڑھے۔ اور آواز دی ''اہل بیتؑ رسولؐ! آج تمہارا معبود۔ تمہارے صبر کی انتہا دیکھنی چاہتا ہے۔ کچھ وقت گذر گیا ہے اور چند گھڑیاں اور باقی ہیں۔ اگر تم نے آج اُس کی رضا خرید لی تو کل جنت کے قصر تمہاری ہی آرزوؤں کا مرکز ہوں گے۔ آج جو پُرارمان تمہاری تمناؤں کو اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں۔ کل حوران جناں سے اُن کی شادی کا سماں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور وہی مسرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ درآنحالیکہ آج کے صدمات آج کا دن اپنے ساتھ ختم کر دے گا''۔

اب شہید کا راہوار اپنی منزل اقصیٰ پر پہنچ گیا تھا۔ حضرت نے بیٹے اور اپنے بھائی کی معیت میں بھتیجے کی لاش اُتار دی اور صف ماتم بچھانے کا حکم کیا سراپردہِ عصمت میں کہرام بپا ہوا۔ آپ نے آہستہ لاش اُٹھائی اور فرمایا ''پروردگار عالم اس دنیائے ناپیدار میں اگر ہم سے نصرت مفقود ہوگئی ہے تو آخرت میں ہمارے لیے اس کو ذخیرہ بنا کہ وہاں ہمیں اس کی ضرورت ہے اور قوم ظالمین سے ہمارا انتقام لے''۔

ماں کا حسرت بھرا دل غریب بیوہ کو آخر پُرارمان کی لاش کے قریب لے آیا۔ جس کی مشتاق آنکھوں نے دیکھا کہ عمامے کے پیچ کٹ کر سہرے کی لڑیاں بن گئے ہیں۔

خونِ تازہ چہرہ پر غازہ کا اور ہاتھوں میں مہندی کا کام دے رہا ہے اور عروسِ مرگ سے وہ خلوت ہے، جس نے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا ہے۔ دنیا والو! اگر یہی ارمان کسی ناکتخدا کو دولھا بنا دیتے ہیں اور یہی خیال تمہیں قاسمؑ بن حسنؑ کو دولھا کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو آؤ بدنصیب کو کھ جلی ماں کے ساتھ ہم بھی "ہے ہے بنے قاسمؑ" کہہ کر ماتم میں شریک ہوں حالانکہ اس مظلومہ پر یہ بہتان ہوگا کیونکہ اس کی زبان سے یہ لفظ کبھی نہیں نکلے۔ بلکہ اس نے تو امام کے امر بالصبر فرمانے پر وہ عمل کیا جو دنیا کی کوئی ماں نہ اس وقت تک کر سکی تھی اور نہ اس کے بعد کسی کو نصیب ہوا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ محبت مادری سے بے چین ہو کر تین مرتبہ قاسمؑ۔ قاسمؑ بیٹا قاسمؑ!!! کہہ کر ان کے خون بھرے رخساروں پر اپنا منہ رکھ دیا۔ اور دل کا دھواں دل میں گھٹ جانے سے ایک پچھاڑ کھائی اور بے ہوش ہو کر بیٹے کی لاش پر گر پڑیں۔

ماں بیٹے کی ملاقات عالم ارواح میں جس طرح ہوئی ہو وہ تو وہ جانیں لیکن دونوں خاموش ہیں ایک کے لبوں پر موت کا سکوت ہے اور ایک کے ہونٹ غش نے سی دیئے ہیں۔ مگر محویت اور یکسانیت کا یہ عالم ہے کہ زندہ اور مردہ میں تمیز نہیں۔ مگر معاذ اللہ مردہ کون ہے؟ وہ تو زندہ جاوید ہے۔ اپنے دادا کے ساتھ جامِ کوثر پی رہا ہے اور عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ میں شامل ہے۔ (چمنستان محمدؐ... صفحہ ۱۷۔۷۴)

باب ۱۵

حضرت قاسمؑ کے بھائیوں کی شہادت

شہادت عبداللہ اکبرؑ بن حسن علیہ السلام:

آقائی صدرالدین واعظ القزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:-

جب بساط عیش عروسی قاسمؑ اُلٹ گئی اور جناب قاسمؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن الحسن علیہ السلام کفن پہنے ہوئے۔ شمشیر کھینچے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے آپ خوبرو جوان تھے۔ عبداللہ بن الحسن، عبداللہ اکبرؑ کے نام سے مشہور تھے وقتِ وفات امام حسن علیہ السلام آپ کے تیرہ فرزند تھے اور ان میں دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے اسی لیے اس عبداللہ کو عبداللہ اکبر کہتے ہیں ان کی عمر روز عاشوراء سترہ سال کی تھی اور عبداللہ اصغرؑ کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ جو کربلا میں شہید ہوئے عبداللہ اکبر میدانِ کارزار میں گئے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں اور ابوالفرج اپنے مقتل میں اور ابن شہر آشوب مناقب میں اور سیّد ابنِ طاؤس اپنی کتاب لہوف میں اور ابوالفتوح، ترجمہ معین الدین وروضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ جوان تھے اور حسن و جمال میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ جب آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذنِ جہاد مانگا تو امام مظلوم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم میرے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی نشانی ہو اور تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن جب عبداللہ اکبرؑ نے امام مظلوم کو ان کے جدِ نامدار کی قسم دلائی تو امام حسینؑ نے اذنِ جہاد دیا۔ میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھا جس

کا مفہوم یہ ہے کہ میرے جد نامدار خواجۂ ہر دوسرا ہیں یعنی کائنات میں افضل و اعلیٰ و بزرگ ہیں اور میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو ولیٔ کردگار ہیں اور میرے پدر عالی قدر حسنؑ مجتبیٰ ہیں جو گلشن زہراؑ کا سدا بہار پھول ہیں میں اپنے عمِّ محترم کے دشمن پر تیغ کھینچوں گا جب تک کہ میرا دم باقی ہے رجز کے بعد آپ نے تلوار کھینچی اور مبارز طلبی کی۔ علاّمہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاعین میں سے چار نفر واصل جہنم کیے روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس وقت پانچ ہزار لشکریوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب حضرت عباس علیہ السلام نے ان کو نرغۂ اعداء میں محصور دیکھا تو اپنا علم عون بن علیؑ کو دے کر عبداللہ کی مدد کے لیے پہنچے۔ عبداللہ اکبرؑ زخمی حالت میں خیمہ کی طرف چلے اور آپ کی حفاظت آپ کے چچا صاحبان کر رہے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے پر زخمی حالت میں سوار تھے کہ ایک ملعون نے جو چھپا ہوا بیٹھا تھا اور تلوار سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت عباسؑ کو آواز دی کہ چچا جان سلام آخر قبول ہو۔ حضرت عباسؑ نے اولاً ان کے قاتل پر ضرب لگائی اور وہ ملعون فی النّار ہو گیا لاش جناب عبداللہ اکبر کو خیمہ میں لائے مخدّرات نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ ("ریاض القدس" جلد دوم ....۱۱۲ تا ۱۲۴)

شہادت احمد بن حسن علیہ السلام

ابی مخنف لکھتے ہیں:۔

حضرت عبداللہ اکبرؑ کے بعد ان کے بھائی احمدؑ جن کی عمر سولہ سال تھی میدانِ جنگ میں نکلے انہوں نے دشمن پر حملہ کیا اور اسّی سواروں کو قتل کیا۔ پھر حسین علیہ السلام کی طرف آئے اس وقت ان کی آنکھیں شدتِ پیاس سے اندر دھنس گئی تھیں۔ آواز دی۔ اے چچا آیا ایک گھونٹ پانی ہو گا کہ اس سے میں اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں اور خدا اور رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑوں حسین (علیہ السلام) نے فرمایا اے پسرِ برادرم۔تھوڑا صبر کر کہ تم اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملو گے وہ تمہیں پانی سے ایسا سیراب کریں گے کہ پھر تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔پس پھر وہ میدانِ جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ کیا:-

''تھوڑی دیر صبر کر کہ پیاس کے بعد تمنا پوری ہونے والی ہے اور میری روح جہاد میں تیزی دکھا رہی ہے۔(۲) میں موت سے نہیں ڈرتا خواہ موت کتنا ہی ڈرائے اور نہ ہی دشمن سے مقابلے کے وقت مجھ پر لرزہ طاری ہوتا ہے''۔

راوی کہتا ہے کہ پھر انہوں نے حملہ کیا اور پچاس سواروں کو قتل کیا۔اس وقت وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

''فرزندان نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرب سے بچو کہ جس کی دہشت سے شیر خوار بچے بھی بوڑھے ہو جائیں (۲) وہ کافروں کی جمعیت کو تیز دھار (ہندی) تلوار سے نیست و نابود کر دے گا جو بہت کاٹ کرنے والی ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے دشمن پر حملہ کیا اور ساٹھ سواروں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔(مقتل الحسینؑ)

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:-

جناب عبداللہ اکبر کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی احمد بن الحسن عازم میدان جہاد ہوئے آپ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اذن طلب کیا۔امام حسینؑ اور اہلِ حرم نے اجازت دی اور رخصت کیا میدان جہاد میں آئے اور رجز

پڑھا۔اور مقاتلہ شروع کیا یہاں تک کہ اسّی ملاعین کو جہنم رسید کیا ابومخنف کہتے ہیں کہ قدغارت عیناہ فی ام راسہ من شدة العطش۔یعنی کہ آپ کی بینائی شدت پیاس کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور جنگ کرنے کی طاقت وتوانائی بھی نہیں رہی تھی۔ فنادیٰ یا عماہ ھل من شربة من الماء ابردبھا کبدی۔ یعنی اے چچا جان یہ ممکن ہے کہ ایک گھونٹ پانی پینے کو مل جائے۔جگر جل رہا ہے۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرزند صبر کرو تم عنقریب اپنے جد سے ملو گے تو وہ تم کو سیراب کریں گے جناب احمد بن حسنؑ نے پھر تلوار کھینچی اور لشکر دشمن کے پچاس آدمی تہہ تیغ کیے۔آپ جوش وغا میں رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے۔ ابومخنف کہتے ہیں کہ فقتل منھم ستون رجلاً کہ آپ نے لشکر عمر بن سعد کے ساٹھ آدمی قتل کیے۔آپ نے تین حملے کیے اور آپ کے کشتوں کی تعداد نوّے تک ہے لیکن کب تک حملہ کرتے۔ پیاس کی شدت نے ناتوان کردیا۔تاب وتوانائی نہ رہی۔ جب کوفیوں نے یہ حالت دیکھی مل کر حملہ کیا اور آپ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنوں نے آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔(ریاض القدس جلد دوم..... ۱۲۴تا۱۲۵)

علامہ آخوند مرزا قاسمؒ علی کربلائی مشہدی لکھتے ہیں:۔

ثُمَّ بَرَزَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ عَلَیهِ السَّلامُ وَلَه مِنَ الْعُمْرِ سِتَّةَ عَشَرَ سَنَةً وَهُوَ یرتَجِزُ قَالَ ثُمَّ حَمَلَ عَلَی الْقَوْمِ فَقَاتَلَ حَتّیٰ قَتَلَ مِنْهُمْ ثَمَانِینَ فَارِساً بعداس کے شاہزادہ احمد بن امام حسن علیہ السلام سامنے اعدا کے تشریف لائے اور سن شریف اُن کا سولہ برس کا تھا اور وہ رجز پڑھتے جاتے تھے راوی کہتا ہے بعداس کے اُس شاہزادہ نے اعدا پر حملہ کیا یہاں تک کہ اُن

اشقیا سے اسی سواروں کو قتل کیا فَرَجَعَ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَدْ غَارَتْ عَیْنَاهُ فِی اُمِّ رَاسِهٖ وَهُوَ یُنَادِیْ یَا عَمَّاهُ هَلْ مِنْ شَرْبَةٍ اَتَقَوّٰی بِهَا عَلٰی اَعْدَآءِ اللّٰهِ وَاَعْدَآءِ رَسُوْلِهٖ پس وہ شاہزادہ خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوا اور اُس وقت حال اُن کا یہ تھا کہ شدت تشنگی سے دونوں آنکھیں کاسۂ سر میں درآئی تھیں اور فریاد کرتے تھے اے چچا آیا تھوڑا سا پانی ہوسکتا ہے تا کہ مجھے قوت ہو جائے جہاد کی دشمنان خدا اور رسولؐ پر فَقَالَ لَهٗ یَا ابْنَ اَخِیْ اِصْبِرْ قَلِیْلًا تَلْقٰی جَدَّكَ مُحَمَّدَ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ یَسْقِیْکَ شَرْبَةً لَاتَظْمَا بَعْدَهَا اَبَدًا حضرت نے اُس سے فرمایا اے فرزند برادر تھوڑا صبر کر عنقریب تو ملاقات کرے گا اپنے جدّ امجد رسولؐ خدا سے اور وہ جناب تجھے ایسا سیراب کریں گے کہ بعد اُس کے تو کبھی پیاسا نہ ہوگا فَرَجَعَ وَهُوَ یَرْتَجِزُ ثُمَّ حَمَلَ عَلَی الْقَوْمِ فَقَتَلَ مِنْهُمْ خَمْسِیْنَ فَارِساً ثُمَّ حَمَلَ فَقَتَلَ مِنْهُمْ سِتِّیْنَ فَارِساً ثُمَّ قُتِلَ پس وہ شاہزادہ پھر میدان قتال کی طرف آیا اور رجز پڑھتے ہوئے اعدا پر حملہ کیا اور پچاس سواروں کو قتل کیا بعد اس کے پھر حملہ کیا اور ساٹھ سواروں کو قتل کیا آہ یہ دیکھ کر اشقیا نے اُن کو محاصرہ کیا اور تیر و نیزہ اور شمشیروں سے زخمی کیا یہاں تک کہ وہ شاہزادہ اُس شدتِ تشنگی میں شہید ہو کر راہی جنت ہوا کیوں مومنین یہ خبر سن کر اُن کی ماں کا روتے روتے کیا حوال ہوا ہوگا اور خیمہ میں اپنے فرزندوں پر گریہ و بکا کیا ہوگا اور صفِ ماتم بچھائی ہوگی مگر افسوس ہے حال پر مظلوم کربلا کے کہ بعد شہادت اُن حضرت کے اُن کی خواہران ستم رسیدہ اور اہلِ حرم کو اتنی مہلت کہاں ملی جو گریہ و بکا کرتیں اور صفِ ماتم بچھاتیں آہ اعدا ہجوم کر کے تلواریں علم کیے ہوئے خیموں میں درآئے اور اسباب و زیور لوٹ لیا اور مقنعہ اور

چادریں تک چھین لیں اور خیموں میں آگ لگا دی اور مجمع عام میں اسیر کر کے لے گئے اور جی بھر کے رونے نہ دیا۔ (نزہۃ المصائب جلد اول صفحہ ۴۶۱ تا ۴۶۷)

علاّمہ مرزا قاسم علی کربلائی ''نہر المصائب جلد سوم'' میں لکھتے ہیں:-

ناگاہ لشکر اعدا سے آواز هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کی بلند ہوئی۔ وَفِي اِكْسِيْرِ الْعِبَادَاتِ ثُمَّ بَرَزَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهُ مِنَ الْعُمْرِ سِتَّةَ عَشَرَ سَنَةً وَهُوَ يَرْتَجِزُ قَالَ ثُمَّ حَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قَتَلَ مِنْهُمْ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا اَوْيَزِيْدُوْنَ اور اکسیر العبادات میں منقول ہے کہ یہ سُن کر شاہزادۂ احمد بن امام حسن علیہ السلام میدان کارزار میں تشریف لائے اور سنّ شریف اُن کا سولہ برس کا تھا اور وہ رجز پڑھتے جاتے تھے راوی کہتا ہے کہ بعد اس کے اُس شاہزادہ نے اعدا پر حملہ کیا یہاں تک کہ اُن اشقیا سے اسّی اشرار یا زیادہ کو فی النار کیا فَرَجَعَ اِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ غَارَتْ عَيْنَاهُ فِيْ اُمِّ رَاسِه وَهُوَ يُنَادِيْ يَا عَمَّاهُ هَلْ مِنْ شَرْبَةٍ اَتَقَوّٰى بِهَا عَلٰى اَعْدَآءِ اللّٰهِ وَاَعْدَآءِ رَسُوْلِه پس وہ شاہزادہ خدمت میں امام حسین علیہ السلام کی حاضر ہوا اور اُس وقت حال اُن کا یہ تھا کہ شدت تشنگی سے دونوں آنکھیں کاسۂ سر میں در آئیں تھیں اور فریاد کرتے تھے کہ اے چچا آیا تھوڑا پانی ہوسکتا ہے تا کہ مجھے قوت ہو جائے جہاد کی دشمنانِ خدا اور رسولؐ پر فَقَالَ لَهُ يَابْنَ اَخِيْ اِصْبِرْ قَلِيْلًا تَلْقٰى جَدَّكَ مُحَمَّدَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِه يَسْقِيْكَ شَرْبَةً لَا ظَمَأً بَعْدَهَا پس حضرت نے اُس سے فرمایا کہ اے فرزند برادر تھوڑا صبر کر عنقریب تو ملاقات کرے گا اپنے جد امجد رسولؐ خدا سے اور وہ جناب تجھے ایسا سیراب کریں گے کہ بعد اُس کے تو کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

فَرَجَعَ وَهُوَ يَرْتَجِزُ ثُمَّ حَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَتَلَ مِنْهُمْ جَمَاعَةً وَاَلْحَقَهُ اللّٰهُ بِاَخِيْهِ اِلَى الْجَنَّةِ پس وہ نوجوان پھر میدان قتال کی طرف آئے اور رجز پڑھتے ہوئے اعدا پر حملہ کیا اور ایک جماعتِ کثیرہ کو قتل کیا آہ یہ دیکھ کر اعدا نے اُس کو محاصرہ کیا اور تیر و نیزہ اور شمشیر سے زخمی کیا یہاں تک کہ وہ شاہزادہ اُس شدتِ تشنگی میں شربت شہادت سے سیراب ہوا اور حق تعالیٰ نے اُن کو بہشت میں اُن کے بھائی قاسمؑ سے ملحق کیا۔ (نہر المصائب حصہ سوم۔ صفحہ ۴۰۵ تا ۴۰۶)

علاّمہ محمد باقر نجفی بہبہانی لکھتے ہیں:

احمد بن حسنؑ کی عمر سولہ برس تھی۔ عبداللہ ابنِ عقبہ غنوی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہ شہزادہ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی قبلہ! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ امام حسینؑ نے شہزادہ کو گلے لگایا اور بہتے آنسوؤں سے رخصت کیا۔ شہزادہ میدان جنگ میں آیا۔ مبارز طلبی کی لیکن مقابلہ میں کوئی نہ آیا ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہوگئی۔ شہزادہ فوج یزید میں گھس گیا اور یزیدی اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ تیروں اور پتھروں کی اس برسات میں شہزادہ گھوڑے سے زمین پر آیا اور سوئے خیام منہ کر کے عرض کیا۔ علیک السلام یا عماہ۔ چچا میرا اسلام قبول کرنا۔ (خدا حافظ)

(الدمعۃ الساکبہ صفحہ ۲۳۳)

شہادت حضرت ابوبکر بن حسنؑ: (آپ کا نام محمد بن حسنؑ تھا)

امام حسنؑ کے کربلا میں تیسرے فرزند ابوبکر بن حسنؑ تھے جو شہید ہوئے۔ آپ کا قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی ہے۔ (منتخب التواریخ...۱۷۱۔۳۷۴)

جب احمد بن الحسنؑ نرغۂ اعداء میں گھر گئے اور آپ نے امام حسینؑ کو پکارا ہے تو اس وقت ابوبکر بن الحسنؑ ان کی حمایت کے لیے میدان جنگ میں پہنچے مگر اس وقت احمد بن الحسنؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور ظالموں نے ان کو ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا تھا۔ مقاتلہ کیا اور آپ بھی شہید ہو گئے۔ علاّمہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ جس ملعون نے آپ کو شہید کیا اس کا نام عبداللہ غنوی تھا۔ اِس ملعون نے ان کو بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ ملاعین نے ستائیس جوانوں کو جو اولادِ علیؑ و فاطمہؑ سے تھے شہید کیا ہے۔ الالعنة اللّٰه علی القوم الظالمین

(ریاض القدس جلد دوم....۱۲۴ تا ۱۲۵)

شہادت عبداللہ اصغرؑ بن حسن علیہ السلام:

محمد ہاشم ابنِ محمد علی مشہدی لکھتے ہیں:۔

امام حسنؑ کے چوتھے صاحبزادے جو کربلا میں شہید ہوئے وہ عبداللہ بن حسنؑ ہیں۔ شیخ مفیدؒ تحریر فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن حسن بن علیؑ اس قدر چھوٹے تھے کہ عورتوں کے ساتھ رہا کرتے تھے خیام سے نکل کر اپنے چچا حسینؑ کے پہلو میں آ کر کھڑے ہوئے۔ جب جناب زینبؑ نے آپ کو پکڑ لیا اور جنگ میں جانے سے روکتی تھیں۔ امام حسینؑ نے جناب زینبؑ سے فرمایا بہن اس کو جنگ میں بالکل نہ جانے دو۔

جناب عبداللہ فرماتے تھے میں اپنے چچا کو نہیں چھوڑوں گا۔ بحر بن کعب نے امام حسینؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ بچے نے بحر سے کہا خبیث آدمی میرے چچا کو قتل کرتے ہو بحر نے لڑکے پر تلوار سے وار کیا اس نے ہاتھ سے روکا۔ ہاتھ کٹ گیا صرف چمڑا باقی رہ گیا۔ آپ کا ہاتھ لٹک رہا تھا آواز دی چچا میری مدد کرو۔ حسینؑ نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ فرمایا فرزند برادر صبر کرو خداوند عالم آپ کو آپ کے اباء صالحین سے ملحق کرے گا۔

سیّد ابنِ طاؤس نے تحریر کیا ہے کہ حرملہ بن کاہل نے آپ کو آپ کے چچا حسینؑ کی گود میں تیر مار کر شہید کیا۔ تینوں آقا زادوں کی والدہ ماجدہ اُم ولد تھیں۔ کامل بہائی میں لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ اور عبداللہ نابالغ تھے۔

باب ۱۶.....

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے اثرات

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھتیجے حضرت قاسمؑ کے غم میں چار دفعہ روئے۔

علاّمہ محمد بن محمد زنجانی ''مفتاح الجنۃ'' میں لکھتے ہیں:-

۱۔ جب حضرت قاسمؑ نے اذنِ جہاد طلب کیا، اس وقت بھتیجے کو گلے سے لگا کے امام حسینؑ نے بے انتہا گریہ فرمایا۔

۲۔ جب حضرت قاسمؑ نے اپنے پدر گرامی کی وصیت جو بازو پر بندھی تھی لا کر امامؑ کو دکھائی اور امامؑ نے حضرت قاسمؑ کو الوداع کہا اُس وقت بھی آپ نے بہت گریہ فرمایا۔

۳۔ جب حضرت قاسمؑ نے ازرق شامی نامی پہلوان کو پچھاڑ کر واصلِ جہنم کیا پھر چچا کی خدمت میں پہنچ کر پانی کا سوال کیا تو امامؑ نے اپنی انگوٹھی پیش کی اس وقت بھی آپ نے گریہ فرمایا۔

۴۔ جب حضرت قاسمؑ گھوڑے سے گرے اور بھتیجے کے سرہانے امام حسینؑ پہنچے اور امام مظلوم کی نگاہ قاسمؑ کے چُور چُور بدن پر پڑی جو زندگی ہی میں دشمن کے گھوڑوں کے سُموں سے پائمال ہو گیا تھا، شاہِ شہیداںؑ اپنے پیارے بھتیجے کی لاش کو خیمے میں لائے تو تمام مستوراتِ اہلِ بیتؑ حلقہ بنا کر رونے لگیں۔ اس وقت امام حسینؑ نے بھی بہت گریہ کیا۔

شہادت قاسمؑ پر امام حسینؑ کا گریہ:

شیخ عباس قمی ''منتہی الآمال'' میں لکھتے ہیں:-

جب غبار جنگ چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ قاسمؑ کے سرہانے بیٹھے ہیں

اور وہ نوجوان جان کنی کی حالت میں ہے اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور اس کی روح اعلیٰ علّیین کی طرف پرواز کرنے کے لیے تیار ہے۔ حضرت فرما رہے ہیں کہ خدا کی قسم تیرے چچا کے لیے دشوار ہے کہ تو اس کو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے اور اگر جواب دے بھی تو تیری مدد نہ کر سکے اور اگر مدد کرے بھی تو اس کا تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے خدا کی رحمت سے وہ گروہ دور رہے جس نے تجھے قتل کیا ہے یہ وہ دن ہے کہ جس میں اس کے دشمن زیادہ اور مددگار تھوڑے ہیں اس وقت قاسمؑ کو زمین سے اُٹھایا اور اس کا سینہ اپنے سینہ کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔

اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے جب کہ قاسمؑ کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے پس اس کو لے جا کر اپنے بیٹے علی اکبرؑ کے ساتھ اہلِ بیت کے مقتولین کے پاس لٹا دیا اس وقت فرمایا خدایا تو جانتا ہے کہ اس جماعت نے ہمیں دعوت دی۔ کہ وہ ہماری مدد کریں گے اب ہماری مدد سے دستبردار ہو کر ہمارے دشمن کے مددگار ہو گئے ہیں اے داور فریادرس اس قوم کو نیست و نابود کر دے اور انہیں ہلاک و پراگندہ کر دے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور اپنی مغفرت و بخشش کو ان کے شامل حال نہ کر اس وقت فرمایا اے میرے چچازاد بھائیو اور اے میرے اہلِ بیت صبر و شکیبائی اختیار کرو اور جان لو کہ اس کے بعد ذلت و خواری کا دن نہیں دیکھو گے۔ (منتہی الآمال صفحہ ۴۵۳)

میر رئیسؔ کہتے ہیں:-

شانہ ہلا کے شہؑ نے یہ قاسمؑ کو دی صدا　　بیٹا تمھاری تشنہ دہانی کے میں فدا
یہ بچپنا یہ جرأت و ہمت یہ حوصلا　　یہ زخم کھائے اور نہ خبر کی ہمیں ذرا
اکبرؑ سنبھال کے ہمیں لاشے پہ لائے ہیں
چونکو کہ ہم تمھاری صدا سُن کے آئے ہیں

خیمہ میں لاش جب شہِ والا اُٹھا کے لائے　　میّت زمیں پہ رکھ کے کہا ہائے ہائے ہائے
چلاّتے تھے کہ اے حسنِ مجتبٰی کے جائے　　بیٹا! چچا کو کون اس آفت سے اب بچائے
اب ہم جہاں میں بیکس و ناشاد ہو گئے
دو گھر تمھارے مرنے سے برباد ہو گئے

وقتِ عصر اپنے نانا رسولِ خدا سے امام حسینؑ کا شکوہ:

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

حضرت کی آلِ پاک کے دشمن ہیں تیغ زن　　ان باغیوں نے لوٹ لیا آپ کا چمن
کشتے سب اپنے دفن کیے یا شہ زمن　　اکبرؑ کی لاش کو کوئی دیتا نہیں کفن
سب نقش ہیں سُموں کے تنِ پاش پاش پر
گھوڑے پھرائے ہیں مرے قاسمؑ کی لاش پر

حضرت قاسمؑ کی لاش پر ماں (اُمِ فروہؑ) کے بین:

میر رئیسؔ کہتے ہیں:-

شہ نے جونہی سنی یہ صدا ہل گیا جگر　　رونے لگے پکار کے سلطانِ بحر و بر
جس دم نظر پڑی یہ قیامت یہ شور و شر　　دوڑی حرم سے مادرِ قاسمؑ برہنہ سر
چلاّئی کون فدیۂ راہِ خدا ہوا
ہے ہے حسینؑ روتے ہیں لوگو یہ کیا ہوا

دیکھا یہ حال ماں نے جو دولھا کا ناگہاں　　آنکھوں سے سیل اشک ہوئے یک بیک رواں
بے اختیار دل پہ ہوا صدمہ گراں　　وہ آہ کی کہ آ گئے جنبش میں انس و جاں
کانپا جو پاؤں ضعف سے تیورا کے گر پڑی
لاشا جہاں تھا بس وہیں تھرّا کے گر پڑی

شانہ ہلا کے لاشہ کا بولی وہ تشنہ کام　　سوتا ہے یوں کوئی یہ تعجب کا ہے مقام
واری نہ غم چچا کا نہ فکرِ سپاہِ شام　　اُٹھو سدھارتے ہیں شہنشاہِ خاص و عام
یہ کیا سبب کہ ہاتھ میں تیغ و سپر نہیں
لڑنے حسینؑ جاتے ہیں تم کو خبر نہیں

کیا سو رہے ہو شاہ پہ بلوائے عام ہے　　مضطر کمال عترتِ خیرالانامؐ ہے
سونے کا کون وقت یہ اے لالہ فام ہے　　اُٹھو کہ دن غروب ہوا وقتِ شام ہے
لاشا تمھارا نرگسی آنکھوں سے تکتی ہے
سمجھایئے اسے کہ دُلھن سر پٹکتی ہے

چونکو خدا کے واسطے واری یہ ماں نثار　　کھائے ہیں زخم سینہ پہ کاری یہ ماں نثار
ہے جاں بلب وہ درد کی ماری یہ ماں نثار　　سمجھاؤں کیا دلھن کو تمھاری یہ ماں نثار
آیا نہ راس بیاہ یہ تقدیر سوگئی
نو دس برس کے سن میں دلھن رانڈ ہوگئی

حضرت قاسمؑ کی لاش پر پھوپھی (حضرت زینبؑ) کے بین:

واجد علی شاہ اختر (بادشاہِ اودھ) کہتے ہیں:-

حلقہ صفِ ماتم کا کیا اہلِ حرم نے　　ان حرفوں سے نوحہ کیا لبہائے الم نے
دولھا نہ بنایا ابھی قاسمؑ تمھیں ہم نے　　افسوس چمن لوٹ لیا فوجِ ستم نے
سہرا نہ ترا اے مرے قاسمؑ نظر آیا
ہر زخمِ جگر خوار ترا تا کمر آیا

اُٹھو! حسنؑ پاک کی تھے تم تو نشانی　　برباد سر دشت ہوئی تیری جوانی
مادر کو ستائے گی ترے غم کی کہانی　　سمجھے نہ ذرا دشمنِ دیں مرتبہ دانی

نعرہ کیا زینبؑ نے کہ ہے ہے مرے جائے
دولھا تمھیں کس طرح پھوپھی آج بنائے

بہنیں جو تڑپتی ہیں انھیں آن کے سمجھاؤ اے لختِ جگر اب مرے سینے سے تو لگ جاؤ
کشتوں میں پڑے ہو مجھے پاس اپنے تو بلواؤ ہتھیار الگ رکھنے کو حاضر ہوں میں بتلاؤ

اے ماہ تری خاک چھڑاؤں گی بدن سے
کیا پھول پھوپھی کو ملے اس اُجڑے چمن سے

دل میرا پریشان ہے اے مہرِ منور زلفوں کی طرح بل ہے مرے سینے کے اندر
نالہ مرے ہونٹوں سے نکلتا ہے مکرّر ہر چشمِ الم چاشنیٔ گریہ سے ہے تر

بے آس مجھے کر گئے اے بھائی کے فرزند
آنکھوں سے نہیں سوجھتا بیتاب ہوں دلبند

شہادت قاسمؑ کے بعد حضرت عباسؑ کا غیظ:

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

جب لاشۂ قاسمؑ کو علمدار نے دیکھا قبضے کی طرف غیظ سے جرار نے دیکھا
منھ بھائی کا رو کر شہِ ابرار نے دیکھا کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا

تیغوں سے عجب سرو رواں کٹ گیا آقا
واللہ کہ دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

بے چین کیا دل کو غمِ راحت جاں نے کیا پیاس کی تکلیف سہی غنچہ دہاں نے
دنیا سے کیا کوچ عجب سرو رواں نے لوٹا یہ چمن فصل بہاری میں خزاں نے

ہم خلق سے پہلے نہ سفر کر گئے افسوس
جینے کے جو قابل تھے وہ یوں مر گئے افسوس

پامال ہوا گھوڑوں سے تن وائے مصیبت　　لوٹا گیا شادی کا چمن وائے مصیبت
بیوہ ہوئی اک شب کی دلھن وائے مصیبت　　بے شمع ہوئی قبرِ حسنؑ وائے مصیبت
تازہ تمھیں پھر بھائی کا غم ہوگیا آقا
دو گھر ہوئے برباد ستم ہوگیا آقا

کیا کیا یورش فوجِ ستم دیکھ رہے ہیں　　کن تازہ نہالوں کو قلم دیکھ رہے ہیں
دل کو تہہ شمشیر دو دم دیکھ رہے ہیں　　یہ ظلم ہے اور آنکھوں سے ہم دیکھ رہے ہیں
دنیا غمِ نوشاہ میں اندھیر ہوئی ہے
کیا جانے مرے مرنے میں کیوں دیر ہوئی ہے

یاد آتی ہے بھائی کی وصیت مجھے ہر بار　　قدموں سے دمِ مرگ جو لپٹا تھا یہ غم خوار
فرمایا تھا خادم سے برادر نے بہ تکرار　　عباسِؑ دلاور میرے قاسمؑ سے خبردار
جو اس پہ بلا آئے وہ رد کیجیو بھائی
ہر دکھ میں بھتیجے کی مدد کیجیو بھائی

تلوار چلی دل پہ بھتیجے کے الم سے　　ٹپکا کیا چہرے پہ لہو دیدۂ نم سے
کچھ بس نہ چلا حکم شہنشاہِ امم سے　　دیکھا کیئے کیا خوب حفاظت ہوئی ہم سے
قاسمؑ کے عوض تیغ و سناں کھا نہ سکے ہم
پامال بھتیجا ہوا اور جا نہ سکے ہم

واللہ کہ قاسمؑ کی بھی تقدیر تھی کیا خوب　　سامان وہی ہوگیا جو تھا انھیں مطلوب
سر سبز ہوا سیّدِ مسموم کا محبوب　　اک ہم ہیں کہ بہنوں سے خجل بھائی سے محجوب
منھ زینبؑ ناشاد کو دکھلا نہیں سکتے
بھاوج کے بھی پُرسے کے لیے جا نہیں سکتے

شہادتِ حضرت قاسمؑ پر حضرت علی اکبرؑ کے جذبات:

آیا نظر جو لاشۂ نوشاہِ نیک خو اکبرؑ کی چشم تر سے ٹپکنے لگا لہو
کی غیظ کی نظر طرفِ لشکرِ عدو پہلو سے آئے روتے ہوئے شہ کے روبرو
نکلی یہ بات جوشِ بکا میں زبان سے
قاسمؑ کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا سوئے تو ایک فرش پہ کھیلے تو ایک جا
طفلی کا ساتھ چھوٹ گیا وا مصیبتا مرجائے ایسا بھائی تو جینے کا کیا مزا
حسرت یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
پہلو میں ابنِ عم کے ہماری بھی لاش ہو

شہؑ نے کہا کہ سچ ہے یہ ایسا ہی ہے الم خالق جہاں میں بھائی کا بھائی کو دے نہ غم
بازو کا ٹوٹنا اجل آنے سے کیا ہے کم مرمر کے غم میں بھائی حسنؑ کے جیے ہیں ہم
تازہ تھا غم پدر کا خوشی دل سے فوت تھی
عباسؑ نامدار نہ ہوتے تو موت تھی

بھائی کے بعد ان سے ملی لذتِ حیات بیکس کے غمگسار تھے یہ یا خدا کی ذات
خالی نہ پائی مہر و مروّت سے کوئی بات سویا جو میں تو ان کو کٹی جاگنے میں رات
صدمے بھلائے دل سے حسنؑ کی جدائی کے
رونے نہیں دیا مجھے ماتم میں بھائی کے

باب ۱۷

حضرت قاسمؑ

کلام میر انیسؔ کی روشنی میں

حضرت قاسمؑ خُلق و مروّت میں اپنے پدر گرامی حسنؑ مجتبیٰ کی تصویر تھے، بنی ہاشم کا حُسن مشہور تھا، شہزادہ پر حُسن اور گل بدنی ختم تھی، زورِ شجاعت اور تیغ زنی و وقتِ معرکہ آرائی صف شکنی اُن پر ختم تھی۔ حضرت قاسمؑ غازی تھے، صف شکن تھے، جری تھے، دلیر تھے، حضرت علیؑ نے مدینے میں جو شجاعت و بہادری کا ماحول بنایا تھا اس ماحول میں حضرت قاسمؑ نے پرورش پائی تھی۔

صبحِ روز عاشورہ لشکرِ یزید میں حسینؑ مظلوم کے قتل کا سامان ہو رہا تھا، شمر روسیاہ صف بندی کر رہا تھا، میدانِ ستم کثرتِ سپاہ سے لرزتا تھا، کسی صف میں برچھیاں چمک رہی تھیں، کسی صف میں تلواریں لچک رہی تھیں، ناوک فگن کمانوں کو کڑکا رہے تھے، آلِ رسولؐ کا خون بہانے پر آمادہ آگے بڑھ بڑھ کر علم کے پھریرے کھول رہے تھے۔

لشکرِ حسینی میں یکایک شور ہوا کہ خیمے سے آفتابِ زہراؑ فرزندِ بوترابؑ برآمد ہوا آفتابِ نور کی روشنی سے زمینِ کربلا منور ہوگئی، خدا کی فوج اپنے آقا کے حضور ادب سے خم ہوگئی۔ کوئی جوان تھا، کوئی متوسط سن و سال کا اور کوئی ضعیف تھا، تین دن کی بھوک و پیاس میں سب باحواس اور مطمئن تھے، ایک ہی نعرہ تھا کہ یہ روزِ قتل ہمارے لیے عید کا

دن ہے، حسینی جوانوں کا لباس صفائی میں آئینے کو دنگ کر رہا تھا، جسم پر ہتھیاروں کی سجاوٹ حالتِ جنگ کا اعلان تھی، جوشِ شجاعت سے خوبصورت چہرے لالہ رنگ تھے۔

آستینوں کو یوں اُلٹ لیا تھا کہ جرأت کہتی تھی کہ حسینؑ حکم دیں تو رن کی زمین کو اُلٹ کر رکھ دیں۔

حسینی جوانوں اور نونہالوں میں اک طرف چراغِ محفلِ حسنؑ حضرت قاسمؑ بھی جلوہ گر تھے، مثلِ شیرِ نر جھوم رہے تھے، تیرہ یا چودہ برس کی عمر میں وہ مثلِ قمر تھے، چہرۂ انور کے نور سے دشتِ کربلا روشن ہو گیا تھا۔ حضرت قاسمؑ کا ہاتھ ید بیضا کی مانند چمک رہا تھا اور اس ہاتھ میں تلوار تول تول کے کہتے تھے کہ چچا جان کی نصرت میں آج یہ تلوار یوں چلے گی کہ خون کے دریا بہہ جائیں گے۔

ہتھیار سجے سیّدِ مسموم کا جانی   وہ آمدِ ایّامِ شباب اور وہ جوانی
سہرا رُخِ پُرنور پہ شادی کی نشانی   دولھا تھے پہ دو روز سے پایا تھا نہ پانی
کچھ مرگِ جوانی کا دلھن کا نہ الم تھا
پر تشنگی سیّدِ مظلوم کا غم تھا

امام حسنؑ کے تین بیٹے اور حضرت قاسمؑ کے پہلو میں جنگ کے لیے آمادہ تھے:-

اور تین تھے لختِ جگر شبّرؑ ذی جاہ   عبداللہ و زید حسن و قاسمؑ نوشاہ
دولھا کے سن و سال کا کیا حال لکھوں آہ   کُل تیرہ برس کا تھا یہ تھا چودھویں کا ماہ
دن گنتی تھی ماں بیٹے کی شادی کی ہوس میں
دولھا بھی بنے مر بھی گئے تیرہ برس میں

وہ حُسن وہ سِن اور وہ پوشاک شہانی   قد سرو سا ہے پر یہ کہاں اس میں روانی
خُلقِ حسنی ، کم سخنی ، غنچہ دہانی   وہ رعب کہ ہو جائے جگر شیر کا پانی

تلوار تو کاندھے پہ زرہ باپ کی بر میں
تصویرِ حسنؑ پھرتی تھی حضرت کی نظر میں

ہاشمی جوان آپس میں محوِ گفتگو تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ مہمانی کا یہی طور ہے، مسافر سے اس طرح سلوک کیا جاتا ہے:-

گھر سے طلب کیا تھا اِسی اعتقاد پر
لعنت خدا کی مذہبِ ابنِ زیاد پر

نوجوان ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ مصدرِ رحمت حسینؑ ابن علیؑ صدرِ زین پہ سوار ہوئے تمام حسینی جوان، رفیق و یار، اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوگئے، حضرت عباسؑ علم لیے آگے بڑھے:

پھولا ہوا چمن تھا امامِ اُمم کے ساتھ
تھا ہاشمی جوانوں کا غنچہ علم کے ساتھ

یک بیک ڈُھلِ جنگ بجنے لگا، زمین لرز گئی، پہاڑ ہلنے لگے، تیرِ ستم کمانوں کے چلّوں سے مِل گئے، لشکرِ یزید سے عمر ابن سعد چند قدم آگے بڑھا، چلّے میں تیر رکھ کے سب سے پکار کر کہا، تمام فوجی شاہد رہیں میں پہلا تیر حسینؑ کی طرف پھینک رہا ہوں عمرِ ابنِ سعد کے تیر کی تاسّی میں فوجِ یزید سے دس ہزار تیر حسینؑ مظلوم کے لشکر پر چلے اس حملے میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے بعض رفیق و یار شہید ہوگئے۔

جنگ بڑھتی چلی گئی، اصحاب و انصار شہید ہوے، عزیزوں کی باری آئی، مسلمؑ کے بچوں نے جنگ کی اور شہید ہوے:-

ماتم ہوا حرم میں امامِ جلیل کے
تیغوں سے ٹکڑے ہوگئے پوتے عقیلؑ کے

پسرانِ مسلمؑ کے بعد حضرتِ زینبؑ کے لختِ جگر مانندِ شیرِ حق لشکرِ یزید پر حملہ ور ہوے، لڑتے لڑتے آگے ہی بڑھتے جاتے تھے۔

اُلٹیں صفیں جدھر وہ دم جنگ پھر پڑے
آخر زمیں پہ برچھیاں کھا کھا کے گر پڑے

عونؑ و محمدؑ کے لاشے خیمے میں لائے گئے، اہلِ حرم نے ماتم کیا لیکن

زینبؑ مگر نہ روئیں ادب سے امام کے
چپ رہ گئیں کلیجے کو ہاتھوں سے تھام کے

امام حسینؑ دونوں بچوں کی لاشوں کو خیمے سے اُٹھا کر مقتل میں لے گئے،

باہر امام لے گئے لاشے اُٹھا کے جب　　غیرت کا جوش آ گیا قاسمؑ کی ماں کو تب
مَل مَل کے ہاتھ کہتی تھی دل سے کہ ہے غضب　　ہم شکلِ مصطفٰےؐ کہیں مرنے نہ جائے اب
اولاد اپنی آج کے دن گر بچاؤں گی
میں فاطمہؑ کو حشر میں کیا منھ دکھاؤں گی

دل میں یہ سوچتی ہوئی اُٹھی وہ خوش خصال　　قاسمؑ کو اپنے پاس بلایا بصد ملال
رو کر کہا کہ اے حسنؑ مجتبٰی کے لال　　کچھ اس ضعیف ماں کی بھی عزت کا ہے خیال
جاری ہیں اشکِ خوں مری چشم پُر آب سے
زینبؑ کے آگے جا نہیں سکتی حجاب سے

گھر لُٹ رہا ہے فاطمہ زہرؑا کا ہائے ہائے　　دشمن وہ دوست ہے جو نہ اس دکھ میں کام آئے
غیروں نے یاں حسینؑ کے قدموں پہ سر کٹائے　　کیا قہر ہے کہ بھائی کا جایا نہ مرنے جائے
گھیرا ہے بے وطن کو عدو کی سپاہ نے
منھ دیکھنے کو کیا تمھیں پالا ہے شاہ نے

سب مر چکے امام دو عالم کے اقربا باقی ہے کون اکبرؑ و عباسؑ کے سوا
حضرت کے تن کی جان ہیں وہ دونوں مہ لقا سر اُن کے کٹ گئے تو قیامت ہوئی بپا
تم بھی خجل رہو گے سدا جد کے سامنے
شرمائیں گے حسنؑ بھی محمدؐ کے سامنے

جو مرد ہیں وہ دیتے ہیں مردانگی کی داد کچھ اپنے باپ کی بھی وصیت ہے تم کو یاد

حضرتِ اُمّ فروہ فرماتی ہیں، اے قاسمؑ

قربان ہو چچا پہ یہی ماں کی ہے مراد

مادرِ گرامی کے ارشادات سُن کر حضرت قاسمؑ فرماتے ہیں:-

مادر کے منہ کو دیکھ کے بولا وہ گلعذار ایسے ہیں ہم کہ بیٹھ رہیں وقتِ کارزار
جانیں ہزار ہوں تو چچا پر کریں نثار رخصت ہی وہ نہ دیں تو ہے کیا اپنا اختیار
ران میں چلے تھے مرنے کو پہلے ہی سب سے ہم
روکا چچا نے کہہ نہ سکے کچھ ادب سے ہم

اب بھی اگر نہ دیں گے رضا سرورِ اُمم رکھ لیں گے تیغ کھینچ کے اپنے گلے پہ ہم
امّاں مزارِ کُشتۂ سَم کی ہمیں قسم زیرِ قدم ہے اب کوئی دم میں رہِ عدم
کیا دخل ہم سے آگے جو وہ شہسوار ہوں
عباسؑ ہوں کہ اکبرِؑ عالی وقار ہوں

حضرت قاسمؑ فرماتے ہیں:-

آلِ محمدؐ کی بستی لُٹ گئی ویرانہ ہوگیا، آج سے یہ گھر عزا خانہ ہوگیا، دلِ دردناک کا حال بیان نہیں ہوسکتا، صبح سے کلیجے پر تلوار چل رہی ہے، خاندانِ نبوت پر تباہی آچکی، اہلِ شام نے امامِ حجاز پر نرغہ کیا ہے، یہ کہہ کر حضرت قاسمؑ اہلِ حرم سے رخصت ہوے۔

حضرت اُمِّ فروہؑ نے آواز سُنائی:-

جاتی ہے اب برات مرے نونہال کی
رخصت ہے بی بیو! زنِ بیوہ کے لال کی

حضرت قاسمؑ جیسے جیسے درِ خیمہ کی طرف بڑھ رہے تھے پیچھے پیچھے اہلِ حرم الوداع کہہ رہے تھے اور حضرت اُمِّ فروہؑ کی آواز آ رہی تھی۔

جاتا ہے سر کٹانے کو رن میں یہ رشکِ ماہ
لو میں نے دودھ بخش دیا سب رہیں گواہ

حضرت قاسمؑ خیمے سے برآمد ہوئے اور باہر آئے:-

جب خیمۂ حسینؑ سے نکلا حسنؑ کا لال   دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرورؑ بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال   دیجئے رضائے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبرؐ نہ روکیو
شبرؑ نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

حسینؑ ابن علیؑ نے بھتیجے کو چھاتی سے لپٹایا، فرمایا!

"قاسمؑ تمہارا داغ بھی دل پر سہیں گے ہم، تم چند گام آگے تو ہم بھی دو قدم پیچھے آئیں گے، یہ پیش و پس منزلِ ہستی میں کوئی دم کو ہے، آج تو یہ راہ اگر خنجر کی دھار پر ہے تو کچھ غم نہیں ہے، اللہ نے ہمیشہ مجھ پر فضل فرمایا ہے، آج بھی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔

یہ فرما کر شہؑ مظلوم کا دل قلق سے بھر آیا، مثلِ ابر وہ آسماں وقار بہت رویا، آپ کی ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

قاسمؑ گُل رو نے الوداعی سلام کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے، شہزادے کے نورِ رُخ کی روشنی آسمان تک گئی، فرس کو جولاں کیا تو ایک بجلی سی چمک گئی،

شہزادہ قاسمؑ کا چہرہ تھا کہ چودھویں کا چاند، میدانِ جنگ میں پہنچے، ہاتھ میں نیزے کو سنبھال کر گھوڑے کو ادھر اور اُدھر پھیرا، دشمن کی زبان پر شہزادے کی ثنا تھی حیران تھے سب اور کہہ رہے تھے کہ یہ فرشتہ ہے یا بشر ہے، آفتاب کی نظریں بھی خیرہ ہوگئی تھیں، شہزادے کے رُخِ پُرآب وتاب کی چمک سے سنہری کرنیں نکل رہی تھیں۔

حضرت قاسمؑ کے لہجے کی تعریف کرنے کے لیے اپنی زبان کو آبِ عقیق سے دھونا چاہیئے، شہزادے کے بیان میں جو حلاوت تھی جو شیریں سخنی تھی اگر یوسفِ مصری یہ لہجہ سُنے تو دنگ ہو جائے، آپ کے دندانِ مبارک موتیوں کی ایک تسبیح کی مانند تھے، جنت کی حوریں لبوں کو جنبش پر اور دندانِ مبارک کے ظہور پر درود پڑھ رہی تھیں۔

ناگاہ حضرت قاسمؑ رجز پڑھنے لگے:۔

''دنیائے کون ومکاں میں ایسا کون ہے جو ہم سے ہمسری کر سکے ہم حیدری ہیں اور ہم میں زورِ غضنفری ہے، دنیائے شجاعت کو ہم سے ہی اوج ملا ہے، ہمارے دادا علی مرتضیٰ کی حرب وضرب کا سارے عالم میں شہرہ ہے، شش جہات میں ہماری شجاعت کے نام کا سکّہ ہے''۔

ہمارے دادا امیر عرب ہیں، شہنشاہِ نجف ہیں، ضرغامِ دیں، رسولانِ ماسلف کے معین ومددگار رہیں۔ ہماری دادی خاتونِ جناں فاطمہ زہراؑ اسی ذی شرف ہیں۔ میں حسنؑ مجتبیٰ کا پارۂ دل ہوں، جسے زمّرد کا زہر بنا کر دیا گیا میں اُس شہید کا لعل ہوں۔

اے سپاہِ مصر وروم وشام!

حسن مجتبیٰ، گلزار فاطمہ کے سروِ سبز فام ہیں، میں اس کا لختِ جگر ہوں جس کے تابوت کو تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، میں تشنہ کام اُس کا فرزند ہوں جسے اُس کے جد رسولؐ اللہ کی میراث سے محروم رکھا گیا، رسولؐ اللہ کی قبر کے پہلو میں اُسے دفن نہیں

ہونے دیا گیا۔

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلنے لگے، نیزے اور بھالوں کی انیاں چمکنے لگیں، حضرت قاسمؑ بھی اِدھر سے تیغ کھینچ کر آگے بڑھے، آپ نے اپنے فرسِ خوش قدم کو آگے بڑھایا۔ پیدلوں کا کیا ذکر ہے وہ کس قطار وشمار میں ہیں، دو دو سوار ایک ایک وار میں کٹ رہے تھے۔ یزیدی سپاہی حضرت قاسمؑ کی تلوار سے بچنے کے لیے ڈھالوں کو اُٹھائے تھے ڈھالوں کی سیاہی سے دن شبِ دیجور ہو گیا تھا لیکن شہزادۂ قاسمؑ کی تیغ برقِ لامع کی طرح چمکتی تو نور پھیل جاتا تھا، ہر ظالمِ مقہور کے چہرے کا رنگ خوف سے کافور ہو گیا تھا۔

آئی ہنسی اجل کو بھی اس طرح مر گئے
گھوڑوں پہ تن چڑھے رہے اور سر اُتر گئے

ابنِ سعدِ شوم کو اس دم بہت ہراس تھا، اس ظالم کے پاس ازرق شامی غرقِ سلاحِ آہن موجود تھا، ابنِ سعد نے فوج کی بدحواسی کو دیکھا تو کہا کہ ازرق تو جا کر اس بچے کو قتل کر دے یہ برچھیوں سے رُکتا ہے نہ بھالوں سے، اپنی سناں سے اس کو گھوڑے سے گرا دے، ازرق نے نہایت غرور سے کہا کہ تو خود بے حواس ہے یہ امر شجاعت کے خلاف ہے میں اس بچے سے لڑ کر اپنی آن بان میں فرق نہیں آنے دوں گا۔

لڑکے سے لڑ کے نام مٹا دوں جہان میں

ہزاروں مِل کر بھی مجھے زیر نہیں کر سکتے میں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں میں نادان نہیں ہوں کہ اس خُردسال سے لڑوں، میرے چار بیٹے ہیں اُن میں سے کسی کو بھیج دے۔

بیٹوں کو میرے بھیج کہ چاروں دلیر ہیں

جنگ آزما ہیں سُور ہیں صفدر ہیں شیر ہیں

ازرقؔ کے چار پسر تھے، شیطان کے مُرید آلِ رسولؐ پاک کے دشمن، پیرِ ویزید نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ قاسمؑ کو جا کر قتل کر دو، پھر عمرِ ابن سعد چاروں سے کہنے لگا قاسمؑ کو خون میں نہلا دو، تلواریں مارو، برچھیاں لگاؤ، اس کو ذبح کر دو، جاؤ جنگ فتح کر کے آؤ تو انعام دوں گا، تم اس نونہال کا سر یزید کے دربار میں نذر کرنا تم کو شام کا حاکم خلعت سے سرافراز کرے گا۔

ازرق کے چار بیٹوں میں سے ایک بیٹا لشکر سے نکلا، لیکن اس کے پیچھے موت ہنستی ہوئی چلی موذی نے بل کھا کے نعرہ کیا

ہاں اے حسنؑ کے لال، خبردار، ذرا سنبھل، مدد کے لیے کسی کو پکارنا ہو تو پکار لے۔

شہزادہ قاسمؑ نے اپنے گھوڑے کو چمکایا اور ایک نعرہ بلند کیا، اُو بد بخت شیروں کو وقتِ جنگ مدد ناگوار ہے، حفظِ کردگار بس ہم کو کافی ہے، اُو خیرہ سر تیری گردن پر اجل سوار ہے۔

دشمن کے لیے اپنی ایک ضرب قضا کا طمانچہ ہے، آ کوئی وار کر جو لڑائی کا ارادہ ہے۔

فرزندِ ازرق یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر آگے بڑھا، شقی نے چلّے میں تین بھال کا تیر جوڑا، شہزادہ قاسمؑ نے تیز دستی کے ساتھ بجلی سی کوندتی ہوئی شمشیرِ بے نظیر کو بلند کیا، شریر پر وار ہوا

یوں قطع انگلیاں ہوئیں اُس تیرہ بخت کی
جیسے کوئی قلم کرے شاخیں درخت کی

ایک ہی وار میں اُس نابکار کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کے گر گئیں، شہزادہ قاسمؑ نے تلوار کو کمر میں رکھ کے دوش سے کمان اُتاری قبضے کو استوار کیا اور کہا اُو خطا شعار اب

میرے تیر کا توڑ دیکھ یہ کہہ کر کمان کے چلّے کو جو کھینچا:-

چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے اماں قربان تیرے ہاتھ کے چلاّئی یہ کماں

بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جاں نکلا وہ تیر توڑ کے سینے کے استخواں

اک دم میں دی شکست خطا کو ثواب نے

غل تھا قفس کی تیلیاں توڑیں عقاب نے

ازرق شامی کا پہلا پسر گھوڑے سے گر کے مر گیا تب ازرق کا دوسرا بیٹا نیزے کو تولتا ہوا تیوریاں چڑھائے غرور کے ساتھ لشکرِ یزید سے نکل کر شہزادۂ قاسمؑ کے مقابل آیا۔ یہ دشمنِ دیں اپنے ساتھ سو تیغ زنوں کو ساتھ لیے ہوئے آیا۔

حضرت قاسمؑ کی پُشت پر مددِ شہ ذوالفقار تھی۔ ازرق کے دوسرے بیٹے نے شہزادۂ قاسمؑ پر جب نیزے کے وار کرنا شروع کیے تو شہزادے کا گھوڑا بھی بجلی کی طرح کوندنے لگا، شہزادۂ قاسمؑ نے اپنے نیزے سے ملعون کے نیزے کو اُڑا دیا اور نعرہ بلند کیا کہ ظالم تو نے نیزۂ مُشکل کشاؑ کے بند دیکھے یہ سنتے ہی شقی نے ڈھال کو چہرے پہ لیا لیکن شہزادۂ قاسمؑ وار کر چکے تھے، نیزہ ظالم و شقی کی آنکھ میں پیوست ہو گیا، خیرہ سر آنکھ سے اندھا ہو گیا، شہزادۂ قاسمؑ نے شقی کے پٹکے میں ہاتھ ڈال کے زمین پر پٹک دیا، زمین نے آواز دی کہ فی النّار والسّقر جا تو بھی وہیں تر ابرادرِ عینی ہے جدھر

جز موت کچھ شقی کو نہ اس دم نظر پڑا

آنکھیں کھلیں تو قعرِ جہنم نظر پڑا

یہ دیکھتے ہی ازرق کا تیسرا پسر بہ کرّوفر حضرت قاسمؑ پر حملہ آور ہوا، یہ شقی ہاتھ میں گرزِ گراں سر تانے ہوئے تھا، حضرت قاسمؑ کی حفاظت کے لیے دستِ یداللہ سپر تھے، حضرت قاسمؑ۔ نے اس کے سخت وار سے اپنے سر کو بچا کر تیغ کا وار کیا۔

یوں دو کیا عمودِ سرِ ناب کار کو
جس طرح تیغِ تیز اُڑا دے خیار کو

اس شقی کے مرتے ہی ازرق کا چوتھا پسر فوج سے بڑھا شہزادے قاسمؑ نے پکار کر کہا کدھر بڑھا، شقی نے تلوار کھینچی تا کہ وار کرے، اِدھر سے حسنِ مجتبیٰؑ کے لال نے بھی وار کیا:۔

لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا
اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

میدانِ جنگ میں ازرق کے چاروں بیٹوں کی لاشیں پڑی تھیں، ازرق کا دل صفتِ لالہ داغدار تھا، جوشِ غضب سے شقی کی آنکھیں سُرخ تھیں، مثلِ تنّور منھ سے بخار نکل رہا تھا:۔

جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا
نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

شقی کے شانے پر دوٹانک کی کماں تھی، ارجن جیسا تیرانداز بھی ازرق کی کمان کو دیکھ کر سہم کر ایک گوشے میں نہاں ہو جاتا، اس کے جسم پر چار آئینہ (زرہ) تھی، اس زرہ کا وزن اتنا تھا کہ رُستم کی ہڈیاں اس کے بوجھ سے دب جاتیں،

کہتی تھی یہ زِرہ بدنِ بدخصال میں
جکڑا ہے پیلِ مست کو لوہے کے جال میں

ازرق شامی کو شہزادۂ قاسمؑ کے مقابل دیکھ کر امامؑ مظلوم نے حضرت عباسؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا، عباسؑ! قاسمؑ نے میدانِ جنگ میں ابھی تک فتح پائی ہے، کچھ دیر بعد میرا بھتیجا شہید ہو جائے گا لیکن میں اپنے ربّ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اس پہلوان پر قاسمؑ کو فتح ہو تا کہ زمانے میں قاسمؑ کی شجاعت کا شہرہ ہو:۔

یہ کہہ کے قبلہ رو ہوئے سلطانِ کائنات ‏ درگاہِ کبریا میں دعا کی اُٹھا کے ہات
اے خالقِ زمین وزماں ربِّ پاک ذات ‏ ازرق کے ہاتھ سے مرے قاسمؑ کو دے نجات
تو حافظِ جہاں ہے کریم و رحیم ہے
یارب بچا اسے کہ یہ لڑکا یتیم ہے

خیمے میں حضرت زینبؑ نے بھتیجے کی فتح وکامرانی کے لیے دعا کی، حضرت اُمِّ فروہؑ بھی یہی چاہتی تھیں کہ مرنے سے پہلے میرا بیٹا اس ظالم بدبخت پر فتح پائے۔

فوجیں اِدھر دعا کی چلیں سوئے آسماں ‏ بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزباں
رستم بھی ہو تو کھنچ نہیں سکتی مری کماں ‏ جوشن کو توڑتا ہے مرا تیرِ بے اماں
ہے اس کی فتح ساتھ ہوں میں جس رئیس کے
سُرمہ کیا ہے دیو کو چُٹکی میں پیس کے

شہزادے قاسمؑ نے للکار کر فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر، اللہ کو غرور وتکبّر ناپسند ہے، حق کی اطاعت نے ہم کو سربلند کیا ہے، ہاں! نیزے کا کوئی بند باندھ سکتا ہے تو اپنے سمند کو آگے بڑھا۔

دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے
کُھل جائے گا ابھی کہ زبردست کون ہے

تیری طاقت کی ہمارے سامنے کیا حقیقت ہے، اُو ذلیل! تیری ضرب ہمارے لیے حقیر ہے، اپنی تعریف کرنا سفاہت کی دلیل ہے، تیغِ اصیل کے جوہر خود کھلتے ہیں، ہماری تیغ زنی کی دھوم ہے، جبرئیل نے ہمارے دادا علیؑ کی ایک ضرب پر اپنے پر سپر کر دیئے تھے، ہم کسی کی طاقت وجرأت کو اہمیت نہیں دیتے، جو تلوار کے دھنی ہیں وہ تجھے بزدل سمجھتے ہیں۔ یہ تیرے ہاتھ کا گرز تیری موت کے سفر میں سنگِ میل بن جائے

گا، تیرا یہ تبر تیرے لیے دستِ اجل بن جائے گا تیری برچھی کا یہ پھل تیرے لیے قضا کا ثمر ہے، تیری یہ سیاہ سپر نہیں ہے بلکہ تیرے سر پر کالی بلا سوار ہے،

ہم جب تجھ پر وار کریں گے تیری تیغ تجھے بے آبرو کرے گی اور تجھ سے ایک ضرب بھی نہ لگائی جا سکے گی، مقابلے میں تجھ سے کچھ نہ بن پڑے گا، تیرے دستانوں نے تیرے ہاتھ پکڑ رکھے ہیں اُو شریر، تیری کمان کا حلقہ تجھے اسیر نہ کر لے، تو نے اپنے ہتھیاروں کو دوست سمجھ رکھا ہے یہی ہتھیار تیرے دشمن ہیں، اے سیاہ رو یہ سپر ہے یا سیاہی نے تجھے دبا لیا ہے، ہاں! مردانِ سر بلند کے لیے اسلحے اُن کے زیور ہیں لیکن وقتِ کارزار تو اِن حربوں کو استعمال نہ کر سکے گا، دم میں فیصلہ ہو جائے گا جب ہماری تیغ کارزار کھنچے گی، تو نے اپنے جسم پر ایک گدھے کا بوجھ لادا ہوا ہے، دلیروں کے تیور کبھی نہیں چھپتے یہ تو نہیں ہے بلکہ کلب نے شیر کی کھال اوڑھ رکھی ہے، تیرے بیٹوں کی موت نے تجھے بدحواس کر دیا ہے، گھبرا نہ ہم تجھے بھی اُنھیں کے پاس ابھی بھیجتے ہیں، ہم تین دن کے پیاسے ہیں لیکن ذرا غور سے دیکھ میری آنکھوں میں خوف و ہراس کا نام نہیں ہے، آنکھوں کو نہ چُرا، جِھلم سے منھ کو نہ چھپا، ہمارے سامنے شجاعت کے دعوے کرتا ہے، ہم گُدّی سے تیری زبان کو کھینچ سکتے ہیں، تجھے اس بات کا غرور ہے کہ تو سن رسیدہ ہے اور میں ابھی کم سِن نونہال ہوں، میاں سے تلوار نکال تا کہ ابھی اس کا بھی امتحان ہو جائے

ہیں شیرِ شیرخوار جنابِ امیرؑ کے
جھولے میں پھینک دیتے ہیں اژدر کو چیر کے

بارہ برس کے سِن میں لڑے شاہِ ذوالفقار
مرحب سا پہلواں نہ بچا وقتِ کارزار
ہے دیکھنے کا یہ تن و توش اُو زبوں شعار
گینڈے کی ڈھال کاٹتی ہے تیغِ آبدار

لڑکوں سے فوجیں بھاگی ہیں منھ پھیر پھیر کے
ہاتھی کو مار ڈالا ہے بچوں نے شیر کے

مصحفِ ناطق کے لعل نے ازرق کو قائل کر دیا، شہزادے قاسمؑ کے رجز نے اُسے عرق عرق کر دیا، بدخصال نے ہاتھ میں برچھا اُٹھایا، اِدھر قاسمؑ یوسف جمال نے اپنے فرس کو آگے بڑھایا:۔

تکنے لگے صفوں سے جواں سب لڑے ہوے
عباسِؑ نامدار قریب آ کھڑے ہوے

حضرتِ قاسمؑ نے اپنے چچا حضرت عباسؑ سے فرمایا آپ چچا ہمارے آقا اور مولا کا خیال رکھئے، حضرت عباسؑ نے فرمایا، میرے بیٹے چچا تجھ پر نثار ہو آج تم نے حیدری شان دکھا دی، دشمن کو قریب نہ آنے دینا ہم تم سے بہت دور کھڑے ہو کر جنگ دیکھیں گے، اے جانِ عم! ہشیار رہو کہ میدان تمہارے ہاتھ ہے، یہ تمہارا شکار ہے یہ تم سے بچ کے نہیں جا سکتا، اے میرے شہسوار رکابوں میں دونوں پاؤں جما لو، اُسے آگے بڑھ کے وار کرنے دو تم اپنی تیغ استوار رکھو، پٹ ری جما کر لجامِ فرس سنبھالے رہو۔

فارس ہے تم سا کون تہہ چرخِ چنبری دکھلا رہے ہو صاحبِ دُلدُل کی سروری
صدقے میں اے نہنگِ محیطِ دلاوری دکھلا دے ضربِ تیغِ جہانگیرِ حیدری
ابرو پہ بل ہو آنکھوں سے آنکھیں لڑی رہیں
بھاری زِرہ وہ پہنے ہے چوٹیں کڑی رہیں

بیٹا تمہیں خدا نے دیا ہے علیؑ کا زور گو پیل ہے یہ ہم تو سمجھتے ہیں اس کو مور
بہرام کی طرح سے چلا اب میانِ گور دیکھو گے دیکھنے کا فقط ہے یہ زور شور
چتلے ہیں جتنے سانپ وہ ڈستے نہیں کبھی

گرجے ہیں جو بہت وہ برسے نہیں کبھی

ازرق نے حضرت عباسؑ سے پکار کر کہا کہ اپنے بھتیجے کے ساتھ آپ مجھ سے بھی عازمِ جنگ ہیں حضرت عباسؑ نے جواب دیا تیرے لیے میرا یہ طفل کافی ہے یہ علیؑ فاتح خیبر کا پوتا ہے، ایک سے دو لڑیں یہ دستور ہمارے خاندان میں نہیں ہے۔

ازرق نے اپنے نیزے کو اُٹھایا اور حضرت قاسمؑ پر حملہ کیا، شہزادے نے للکارا کہ ذرا سنبھل تیرے لنگر سے گھوڑا کہیں تیرا منھ کے بل نہ گر پڑے، تو تو گھوڑے پر سوار ہے اور موت تیرے سر پر سوار ہے، ہم شیرِ ذوالجلال کے بیشے میں پلے ہیں ذرا اپنی سناں کو دیکھ بھال لے یہ کہہ کر حضرت قاسمؑ نے جوابی حملہ کیا، شہزادہ قاسمؑ نے اپنے نیزے کو بلند کیا اور اُس کے نیزے کی انی سے ٹکرا دیا ایک ایسی آواز ہوئی کہ اس آواز سے کڑکتی ہوئی بجلی بھی پناہ مانگتی، حضرتِ قاسمؑ نے نیزے کا وار کرنے کے بعد اپنے گھوڑے کو اشارہ کیا، گھوڑا ہشیار ہوگیا، دونوں نیزوں کی انی اور ڈانڈ ایک دوسرے سے اس طرح پیوست ہوگئی تھیں کہ جیسے اژدھے سے سانپ لپٹ گیا ہو، ازرق کا زور گھٹ گیا اس لیے وہ اپنے نیزے کو بچا نہیں سکا۔

قاسمؑ نے زور سے جو، اَنی پر رکھی اَنی　　بھاگا شقی کے جسم سے زورِ تہمتنی
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کی آبنی　　تھی اس سناں کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اُڑ کر گری زمیں پہ سناں اِس تکان سے
گرتا ہے جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

جھنجھلا کے چوبِ نیزہ کو لایا وہ فرق پر　　قاسمؑ نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیوں میں نیزۂ دشمن کو تھام کر　　جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا

دو انگلیوں سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب　　قبضے میں لی کمانِ کیانی بصد غضب
چلّے میں تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب　　تیوری چڑھائی قاسمِؑ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطا کار ڈر گیا
کانپے یہ دونوں ہاتھ کہ چلّہ اُتر گیا

بولا یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسنؑ　　رُخ پھیریو نہ اُو ستم ایجاد و پیل تن
چلّائے بڑھ کے حضرتِ عباسِ صف شکن　　کیا خوب تجھ کو یاد ہیں تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو
دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

شہزادۂ قاسمؑ کی نظر کی تاب ازرق نہیں لاسکتا تھا۔ شہزادے نے فرمایا، ظالم! تیرے عقابِ تیر کے پر اُڑ گئے ہیں، ہمارے خاندان کے شیروں نے بڑے بڑے سورماؤں کے سر کاٹ کے پھینک دیئے ہیں، دیکھ! ہم راہِ حق پر ہیں تو راہِ ضلالت اختیار کئے ہوئے ہے، اگر تجھ میں حمیت ہے تو ترکش پھینک دے اپنی شکست تسلیم کرلے اور اپنے کان کی لو کو پکڑ کے توبہ کرلے۔

دو سمت سے ازرق پر ملامت کے تیر چلے تو گھبرا گیا، تلوار بلند کر کے نعرہ بلند کیا کہ اے فرزندِ حسنؑ! تو بھی تلوار نکال لے تاکہ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔

شہزادے قاسمؑ نے تیغِ قضا نظیر یعنی وہ تلوار جو موت کی ثانی تھی، (دوسری موت تھی) بلند کی۔

چمکا کے تیغِ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

شہزادہ قاسمؑ کے گھوڑے میمون نے اپنے تیور بدلے، شیر کی طرح گھوڑا غیظ میں آیا، اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں کی طرح اُبل پڑیں، زمین پر اُس نے ٹاپ ماری کہ کربلا کا بن لرزنے لگا، میدانِ جنگ میں شور ہوا کہ گھوڑے کو بھی لڑنے کا جوش آیا ہے، زمین کی میخیں اس کی تگاپو سے ہل گئیں، یعنی زمین گھوڑے کی چال سے لرزنے لگی، جب گھوڑے کو غصہ آتا ہے تو اس کے دونوں کان اوپر سے مل جاتے ہیں۔

میخیں زمیں کی اُس کی تگاپو سے ہِل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مِل گئیں

فرفرنفس کی آتی تھی نتھنوں سے جب صدا — کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رَف رَف یہ بادپا
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا — غل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو باوفا
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو
لڑ لے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

چَھل بھَل دکھائی فوج کو دوڑا تھما اُڑا — صورت بنائی جست کی سِمٹا جَما اُڑا
دیکھی زمیں کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا — مثلِ سمندِ بادشہِ اِنمّا اُڑا
جِنّ تھا پری تھا سحر تھا آہو شکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے یک بیک وار چلنے لگے، دو بجلیاں ایک جا پر چمک دکھانے لگیں، فرشتے بھی آسمان کے دریچوں سے تکنے لگے، زمین سے آسمان تلک، سمک سے تا اوجِ ثرّیا، ایک زلزلہ تھا، آفتاب کے چہرے پر مقتل کی گرد چھا گئی تھی، حضرت قاسمؑ کی جنگ سے سورج پر خوف طاری تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد ہوگئی تھی۔

ہر بار دونوں طرف سے تلوار کے وار بھی رَد ہو رہے تھے، ازرق شقی حرب وضرب

میں ایک بلائے بد تھا، وہ بانئ حسد جب بڑھ بڑھ کے وار کرتا تھا تو اِدھر حضرت قاسمؑ "یا علیؑ مدد" کہہ کر اُس کے وار کو روکتے تھے۔

یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیغِ جھول کو
جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

ازرقِ شامی سخت رجز خوانی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہا تھا، اِدھر سے حضرت قاسمؑ نے بھی آگے بڑھ کر جوابی حملہ کیا، شقی کے گھوڑے سے اپنے رہوار کو ملا دیا، اتنے قریب ہوئے کہ اس کی سپر سے شہزادے قاسمؑ کی ڈھال لڑ گئی، اوجھڑ لگی یعنی ڈھال سے ڈھال ٹکرائی حضرت قاسمؑ کے اسپِ وفادار نے اپنے اگلے دونوں پاؤں ازرق کے گھوڑے کے سر پر رکھ دیئے۔

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بد خصال　　جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لال
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال　　اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال
اوجھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے
گھوڑے نے پاؤں رکھ دیئے سر پر سمند کے

حضرت عباسؑ علمدار نے حضرت قاسمؑ کو صدا دی، اے مرے صف شکن مرحبا، بس یہی وقت ہے کہ دشمن کا خاتمہ کر دو، حضرت قاسمؑ نے چچا کا ارشاد سنتے ہی اپنے گھوڑے کو دشمن کے گھوڑے سے دور ہٹایا، گھوڑے کو اِدھر کا دا دیا اور پھر ایک بھرپور وار تیغ آب دار سے کیا اور ازرق کو حضرت قاسمؑ نے قتل کر دیا۔

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا　　ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا　　سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا ابھی اُس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا

مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

حضرت عباسؑ نے حضرت قاسمؑ سے فرمایا تمہیں یہ فتح مبارک ہو، حضرت قاسمؑ نے چچا کو سر کے اشارے سے سلام کیا اور کہا کہ آپ کے اقبال سے یہ مہم سر ہوگئی، جب آپ جیسا بزرگ اور اُستاد پشتی پر ہو تو پھر کیا ہراس ہے،

حضرت عباسؑ علمدار نے فرمایا، اے مرے پیارے قاسمؑ یہ دیوزاد تھا، تم نے کفر کا گھر آج ڈھا دیا، آؤ کہ میں تم پر دعائے نظرِ بد پڑھ کر پھونک دوں، حضرت اُمّ فروہؑ مادرِ حضرت قاسمؑ نے فرزند کی فتح کی خبر پائی تو فرمایا کہ میں تو دعا مانگ رہی تھی کہ میرا بیٹا اس شقی پر فتح یاب ہو میری مراد بر آئی، میرے قاسمؑ پر سے کوئی صدقہ اُتار دے، حضرت عباسؑ فرماتے ہیں قاسمؑ نے دوزخ کے راستے کا سنگِ میل گرا دیا ہے، "نہیں تسمہ لگا ہوا"، یعنی کوئی ایک رگ یا پٹھہ بھی باقی نہیں رہا، خانۂ عناد بغض وحسد کا گھر ڈھایا ہے یعنی دنیا سے شر وفساد مٹا دیا۔ کوفے اور بصرے میں صرف ونحو کی بحث میں حرفِ ثقیل گرانے پر فیصلہ باقی تھا، حضرت عباسؑ فرماتے ہیں :-

اے اہلِ کوفہ! قاسمؑ نے حرف ثقیل گرا دیا ہے۔

غازی نے دی صدا کہ وہ مارا ذلیل کو ‎ ‎ ‎ ‎ بچے نے آج پست کیا مست پیل کو
کیا منہدم کیا رہِ عصیاں کے میل کو ‎ ‎ ‎ ‎ لو کوفیو گرا دیا حرفِ ثقیل کو
دو ہوگئی کمر نہیں تسمہ لگا ہوا
دیکھو تو آ کے لاش کے ٹکڑے یہ کیا ہوا

قاسمؑ سے پھر کہا کہ مبارک تمہیں ظفر ‎ ‎ ‎ ‎ تسلیم کی ادب سے چچا کو جھکا کے سر
اور عرض کی یہ دور سے ہاتھوں کو جوڑ کر ‎ ‎ ‎ ‎ اقبال آپ کا کہ مہم ہوگئی یہ سر
پشتی پہ آپ جب ہوں تو پھر کیا ہراس ہو

کام آئے کیوں نہ راس جو اُستاد پاس ہو

فرمایا جانِ عم یہ بشر تھا کہ دیوزاد ڈھایا ہے تم نے کفر کا گھر خانۂ عناد
آؤ کہ تم پہ پھونک دیں پڑھ کر وَانَّ یکادُ چلائی در سے ماں کہ بر آئی مری مراد
بیوہ کا لال بچ گیا صدقے حسینؑ پر
اسپند کوئی کر دے مرے نورِ عین پر

حضرت قاسمؑ لڑتے ہوئے آگے بڑھے، چاروں طرف سے اشقیا نے حضرت قاسمؑ پر حملہ کیا، لڑتے لڑتے بہت زخمی ہو گئے تھے، تین دن کی پیاس اور سخت دھوپ میں حضرت قاسمؑ نہایت شجاعت سے جنگ کر رہے تھے:-

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے اِک اِک لڑا نہ آہ بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ امیرِ عرب لڑے جاں بازیاں ستم کو دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا
بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

للکارا جس نے بس وہیں گھوڑا ڈپٹ کے آئے یوں آئے جیسے شیرِ درندہ جھپٹ کے آئے
بجلی اُدھر گری یہ جدھر کو پلٹ کے آئے صف کو بچھا کے آئے پرے کو اُلٹ کے آئے
منہ سُرخ تھا کھِلے ہوئے تھے زخم سینے کے
بن کر لہو ٹپکتے تھے قطرے پسینے کے

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا دستِ یمین نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا تیورائے سنبھلے منھ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں
سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

آخر گھرا سپاہ میں وہ چودھویں کا ماہ روکے تھی فوج نیزوں سے اور برچھیوں سے راہ
لشکر کے ساتھ پسرِ سعد روسیاہ تلوار چل رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
غل تھا کہ روند ڈالا ہے شبرؑ کے باغ کو
ہاں غازیو! بجھا دو حسنؑ کے چراغ کو

تیغیں چڑھائی تھیں جو لعینوں نے سان پر پڑتی تھیں وہ قریب سے اُس ناتوان پر
تیروں پہ تیر تھے تو کمانیں کمان پر ہلّہ تمام فوج کا تھا ایک جان پر
یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

حضرت قاسمؑ غش میں فرس پر جھک گئے، اُس غیرتِ قمر کے فرقِ مبارک پر کسی شقی نے بھاری گُرز مارا، ایک شقی نے سینے پر برچھی کا وار کیا جگر شہزادے کا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، گھوڑے سے گرتے گرتے کسی ظالم نے کمر پر تبر کا وار کیا، طارق نامی شقی نے تلوار کا وار کیا، شہزادہ قاسمؑ نے امامؑ مظلوم کو پکارا، اے چچا فریاد ہے آ کر غلام کو بچایئے۔

حسینؑ ابن علی اپنے بھتیجے کے استغاثے کی صدا سنتے ہی مقتل کی طرف تیز چلے۔ حضرت عباسؑ بھی صدمے کی وجہ سے قاسمؑ کو صدا دے رہے تھے، خیمے کے اندر حضرت اُمِّ فروہؑ بے چین ہو گئیں۔

چلّائی ماں ارے مری بستی اُجڑ گئی
اے بھائی دوڑو بَن کے لڑائی بگڑ گئی

حسینؑ ابنِ علیؑ نے ذوالفقار کھینچی، یہاں لشکرِ یزید قاسمؑ کو گھوڑوں سے پامال کر رہا تھا، ذوالفقار بجلی بن کر لشکرِ یزید پر گر رہی تھی، حسینؑ ابنِ علیؑ یمین سے یسار کی طرف آئے، امامِ مظلوم کے غیظ کو دیکھ کر اشقیا اپنے گھوڑوں کی باگیں پھرا کے بھاگ رہے تھے۔

بھاگڑ میں خوں سے رن کی زمیں لال ہوگئی
دولھا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہوگئی

حسینؑ مظلوم بھتیجے کی لاش پر پہنچے تو قاسمؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے، سوکھے ہوئے ہونٹوں پر پیاس کے عالم میں زبان پھیر رہے تھے، امام حسینؑ قاسمؑ کی لاش سے لپٹ گئے، قاسمؑ نے چچا کے سامنے دم توڑ دیا:-

جب لاش اُٹھائی شہؑ نے تو چور استخوان تھے
سب چاند سے بدن پہ سُموں کے نشان تھے

خیمے میں فریاد وفغاں کا شور تھا:-

ڈیوڑھی پہ لائے لاش جو سلطانِ بحر و بر　　　پردا اُٹھایا ڈیوڑھی کا فضہ نے دوڑ کر
لاشے کے پاؤں تھامے کوئی اور کوئی سر　　　چادر کمر سے تھامے تھے عباسِؑ نامور
لٹکی تھیں دونوں خاک میں زلفیں اَٹی ہوئی
رُن پر پڑی تھیں سہرے کی لڑیاں کٹی ہوئی

شاہِ کربلا خیمے کے در پر شہزادے قاسمؑ کا لاشہ لے کر آئے، اُدھر سے اہلِ حرم ماتم کرتے ہوئے لاش کے قریب پہنچے جناب فضہ آگے آگے کھلے سر روتی ہوئی آرہی تھیں، لاشِ قاسمؑ جب صحنِ خیمہ میں آئی، فضہ نے صدا دی:-

بہنیں کدھر ہیں ڈالنے آنچل بنے پہ آئیں

حضرتِ اُمِّ فروہؑ نے لہو میں تر اپنے لعل کو دیکھا:-

چلّائی ماں یہ گر کے تنِ پاش پاش پر
قاسمؑ بنے اُٹھو دُلھن آئی ہے لاش پر

میرے لال قاسمؑ، خیمے سے دولھا بنے گئے تھے اب خون میں نہا کر آئے ہو،

آنکھیں تو کھولو:۔

کروٹ تو لو کہ ماں کے جگر کر قرار ہو
اس بچپنے کی نیند پہ امّاں نثار ہو

ماں نے لاش کے ٹکڑوں پر نظر کی دل کو یقین ہو گیا قاسمؑ جنت کو سدھار چکے ہیں

دولھا بنے تھے قبر میں سونے کے واسطے

خیمے میں اہلِ بیتؑ مصطفےٰؐ ماتم کر رہے تھے، وا قاسما کی صدائیں بلند تھیں۔

میر انیسؔ عزادارنِ حسینؑ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:۔

کیوں رونے والو سنتے ہو آوازِ شور و شین　　اس بزم پاک میں ہیں یہاں نوحہ گر حسینؑ
منبر کے پاس فاطمہؑ روتی ہیں کر کے بین　　ماتم کرو کہ مر گیا حضرت کا نورِ عین
شبّر کو بھی قلق ہے شہؑ بے وطن کو بھی
پُرسا امام کو بھی دو تم اور حسنؑ کو بھی

باب ۞......۱۸

حضرتِ قاسمؑ کا فرقِ مبارک

(سرِ اقدس)

سرِ حضرت قاسمؑ کے ساتھ حصین بن نمیر کا سلوک اور چھ بی بیوں کا آسمان سے اُترنا:

حصین بن نمیر کے مظالم کی انتہا مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ جسے ابومخنف بن لوط بن یحییٰ خزاعی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

جب حضرت امام حسین شہید ہو چکے اور شہداء کے سر کاٹے جا چکے، خیمے جلائے جا چکے اور گیارھویں محرم کو مخدرات عصمت و طہارت کو سرہائے شہداء سمیت کوفہ کی طرف روانہ کیا جا چکا تو اس وقت جبکہ کربلا سے دو منزل کوفہ کی طرف جایا جا چکا تو حصین بن نمیر نے (جو کہ لشکر عجم کا سپہ سالار تھا) عمر سعد سے کہا کہ اے امیر چھ ماہ ہو چکے ہیں کہ میں اپنے گھر کے حالات سے بے خبر ہوں اگر تو اجازت دے تو میں اب اپنے وطن چلا جاؤں، عمر سعد نے اجازت دے دی اور وہاں سے روانہ ہو گیا، روانگی سے قبل ابنِ سعد سے رخصت ہوتے وقت اس نے درخواست کی کہ مجھے ابوترابیوں کے سروں میں سے ایک سر عطا کر دے تاکہ اپنے اہلِ وطن کے سامنے اپنی سرخروئی حاصل کر سکوں اور اپنے کارنامے کے ثبوت میں اس سر کو پیش کر کے انہیں بھی خوش کر سکوں، عمر سعد نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس نے حضرت قاسمؑ بن امام حسن علیہ السلام کا سر اس

کے حوالہ کر دیا۔ وہ ملعون اسے لیے ہوئے روانہ ہوا، اس کا گزر جس گاؤں سے ہوتا تھا لوگ اس کا استقبال کرتے تھے اور زر و جواہر اس پر نثار کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے وطن ''رے'' میں وارد ہوا۔ جب وہاں کے حاکم ''طغرل'' کو اطلاع ملی تو اس نے اس سر مبارک کو میدان میں بھیج کر اس کے ساتھ بے ادبی کرائی۔ پھر اسے ایک عورت ''خاتون'' نامی جو کہ جابر بن عبداللہ انصاری کی نسل سے تھی کے پاس رکھوا دیا وہ عورت اس سر کے حالات سے ناواقف تھی۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس کا سر ہے؟ جب دوسرا دن ہوا تو اس سر کو حصین بن نمیر وغیرہ اس کے پاس سے لے گئے اور اسے میدان میں لے جا کر اس کے ساتھ ''چوگاں بازی'' کرتے رہے۔ جب شام ہوئی تو پھر واپس لائے، یہی عمل کئی روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ شب جمعہ آ گئی۔ خاتون کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ جب رات کو گھر میں داخل ہوئی تو اُس نے اپنے گھر کو نہایت روشن پایا، یہ دیکھ کر وہ سخت متحیر ہوئی اور کہنے لگی بارِ الٰہا، یہ ماجرا کیا ہے آج تو میرے گھر میں اتنی روشنی ہے کہ چراغ کی ضرورت نہیں ہے، اے خدا کیا یہ سر حضرت رسولؐ کریم کا ہے کہ اس سے اس قدر روشنی پیدا ہو رہی ہے یا اُن کے اہلِ بیتؑ میں سے کسی کا ہے کیونکہ یہ کرامت اس گھرانے کے سوا کسی کے سر سے ظاہر نہیں ہو سکتی، اس کے بعد وہ خاتون اپنے مقام سے اُٹھی اُس سر کے قریب گئی اُسے مشک و عنبر سے معطر کیا اور کہنے لگی۔

روئے چہ گو نہ روئے مانند آفتابے
موئے چہ گو نہ ہوئے ہر حلقہ پیچ و تابے

اس کے بعد زار و قطار رونے لگی اور پھر اُس نے طے کیا کہ آج رات کو چار شمعیں روشن کر کے ساری رات جاگوں گی، شاید مجھ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ سرِ مبارک کس کا ہے۔ غرضیکہ رات کو اُس نے چار شمعیں روشن کیں اور انھیں اس سرِ مبارک کے گرد

نصب کر کے خود اس کے قریب زمین پر بیٹھ گئی، کبھی عبادت کرتی تھی، کبھی روتی اور چلّاتی تھی، یہاں تک کہ نصف شب گذر گئی، ناگاہ اس خاتون نے دیکھا کہ آسمان سے چھ پاک بی بیاں نازل ہوئی، حضرت فاطمہ، فاطمہ بنت اسد، آمنہ بنت وہب، خدیجہ بنت خویلد آسیہ زن فرعون، مریم مادر عیسیٰ، اور یہ سب بیبیاں اُس سر کے قریب گئیں وہ بی بیاں سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں اور ان کے چہرے کبود تھے، ان کے قریب جاتے ہی وہ سر اپنی جگہ سے بلند ہو کر آیۃ ''ام حسبتم ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا'' پڑھتا ہوا حضرت فاطمہ کی گود میں جا پہنچا آپ نے اُسے سینے سے لگا لیا اور سب اس قدر روئیں کہ جس کی کوئی حد نہیں، اس وقت حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ میرے نورِ نظر تم پر جو مصائب نازل ہوئے ہیں میں اُن پر قربان، اے میرے بیٹے آگاہ ہو کہ میں عرصہ محشر میں تمہاری طرف سے بارگاہ احدیت میں فریاد کروں گی اور میرے میدان محشر میں آنے کی شان یہ ہوگی کہ علیؑ کا عمامہ میری گردن میں ہوگا۔ حسنؑ کا زہر آلود پیراہن دائیں کندھے پر اور حسینؑ کا خون آلود پیراہن بائیں کندھے پر ہوگا اور میں حسینؑ کے زخمی گھوڑے پر سوار ہوں گی۔ یہ دیکھ کر ''خاتون'' اپنے مقام سے اُٹھی اور اُس نے حضرت سیدہ کا دامن پکڑ کر بے پناہ گریہ کیا اور ان سے ایک نجات نامہ کی درخواست کی۔ جناب سیّدہؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک نجات نامہ تحریر فرما کر کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ میں تیرے جنت میں جانے کی ضامن ہوں یہ فرما کر وہ اور جملہ مخدرات نظروں سے غائب ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد خاتون نے اپنے فرزند سے سارا واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ تیرا سر اس سر قاسمؑ بن حسنؑ کے عوض میں پیش کر دوں اور اسے بچالوں، اس کے بیٹے عبداللہ نے بخوشی اس خواہش مادری کو منظور کر لیا۔ چنانچہ ماں نے اپنے بیٹے کو ذبح

کر کے اُس کا سر امام حسنؑ کے فرزند حضرت قاسمؑ کے سر کی جگہ رکھ دیا، جب چوگان باز آئے تو اُس نے اپنے بیٹے کا سر دے دیا وہ اسے میدان میں لے گئے مگر تھوڑی دیر بے ادبی کے بعد انہیں معلوم ہوگیا کہ یہ پہلا سر نہیں ہے، وہ خاتون کے گھر واپس آئے، خاتون کے ایک اور فرزند تھا جس کا نام اسمٰعیل تھا اُس نے ماں کو اُن کے عنقریب یہاں پہنچنے کی اطلاع دی ماں نے دعا کی خدایا! مجھے ان لوگوں کے یہاں تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے، کیونکہ میں ان کے مظالم برداشت نہیں کر سکتی، میرے پالنے والے تو جانتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت میں کیا ہے، الغرض اس پر موت طاری ہوگئی اور وہ وفات پا گئی)۔ روایت میں ہے کہ وہ لوگ خاتون کے مرنے کے بعد اُس کے گھر میں داخل ہوئے اور سر حضرت قاسمؑ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ اسے بمقام ''شمران'' لے کر چلے گئے۔ جب حضرت عمار یاسر کے پوتے ابراہیم بن محمد بن عمار یاسر کو بمقام رودبار معلوم ہوا تو وہ اپنے اعزا سمیت شمران جا کر کافی جنگ و جدال کے بعد اُسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اس سر مبارک کو اور خاتون و عبداللہ کے جسم کو بمقام ''دربند علیا'' دفن کر دیا (کنز الانساب و بحر المصاب صفحہ ۲۰ طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) اکثر روایات میں ہے کہ حضرت قاسمؑ بن حسنؑ کا سر بھی سر ہائے شہداء کے ساتھ شام تک گیا ہے۔

سرِ حضرتِ قاسمؑ شہرِ رَے میں دفن ہوا:

صاحب اسرار الشہادۃ لکھتے ہیں کہ جب اہلِ بیتؑ رسولؐ خدا مع سر ہائے شہدا دارالامارۃ کوفہ میں پہنچے تو ابنِ زیاد جفا کار نے ہر کوچہ و بازار میں یہ منادی کروائی کہ جن لوگوں کو اہلِ بیتؑ و سر ہائے شہدا کا تماشا دیکھنا منظور ہو اس دارالامارۃ مقہورہ میں حاضر ہوں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ مثل روز عید خوشی فتح یزید پلید کی کرے کہ اُس نے

اپنے دشمن پر ظفر پائی اور خلافت بے خوف و خطر ہاتھ آئی یہ خبر سنتے ہی یزیدیوں کو ایک شادی ہوئی مکانات شہر آراستہ ہوئے اور دوکانوں میں فرش ہائے مکلّف بچھائے گئے تماشا دیکھنے لوگ جمع ہوئے الغرض بعض شیعوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ کسی طرح ابنِ زیاد بدنہاد کو قتل کریں اور اہلِ بیتؑ کو اس ظلم و ستم سے چھڑائیں جب اُس شقی نے سنا ایک لشکر جبّار اہلِ بیتؑ کے ساتھ کر کے روانہ شام کیا جب دو دن کی راہ اُس لشکر نے طے کی تو حصین بن نمیر کندی کہ سردار لشکر عجم تھا عمر سعد کے پاس آ کر کہنے لگا اے امیر چھ مہینے گذرے کہ میں نے ترکِ وطن کیا ہے اجازت دے کہ وطن میں جا کر قتل حسینؑ دوستان یزید کو سناؤں تا وہ خوش ہوں اور اولاد بوترابؑ کے سروں میں سے ایک سر مجھے دے تا کہ اُسے دیکھ کر آلِ ابی سفیان خوشیاں کریں عمر سعد لعین نے شہزادہ قاسمؑ کا سر اُس لعین کے حوالے کیا وہ شقی اُس سر کو شہر بہ شہر دیار بہ دیار پھراتا اپنے وطن کو چلا جاتا تھا جہاں پہنچتا تھا دوستداران یزید اُس سر کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اپنے گھروں کو آراستہ کر کے محفل سرور برپا کرتے تھے تا اینکہ حصین شوم داخل رَے ہوا وہاں کے لوگ تباہی خاندان رسولؐ سن کر بہت خوش ہوئے اور ایک گروہ اشقیا اُس سر کو لے کر صبح سے تا شام ایک کے بعد دوسرا مثل گوی چوگان کے میدان میں اُچھالتا پھرتا تھا منقول ہے ایک عورت جاریہ خاتون نام مضافات شمرانات کی رہنے والی کہ جابر بن عبداللہ انصاری کے نسل سے تھی اور واقعہ کربلا سے اُس کو مطلق خبر نہ تھی یہ اعدا ہر روز مغرب کے وقت جب کھیلنے سے فرصت ہوتی تھی اُس سر کو اُسی عورت کے گھر رکھ دیتے تھے مدت کے بعد ایک شب جمعہ کو اُس حجرے میں جہاں قاسمؑ کا سر دھرا تھا وہ عورت گئی سارا مکان نور سے معمور پایا دیکھا کہ اُس سرِ انور سے نور ساطع و لامع ہے حیران ہوئی اور سمجھی کہ یہ سرِ مطہر کسی ولی خدا کا ہے مشک و گلاب سے دھو کر عطر مل کر ایک جائے صاف

و پاک میں رکھا اور گرد اُس کے شمع ہائے کافوری جلا کر زار زار رونے لگی اور درگاہ پروردگار میں دعا کرنے لگی اے کاشف اسرار بحق محمدؐ و آلہ الاطہارؑ اس سر کے سرِّ مخفی کو مجھ پر ظاہر کر روتے روتے بعد نصف شب کے آنکھ اُس کی جھپک گئی دیکھا چھ بی بیاں نورانی صورت ظاہر ہوئیں اور وہ سر بریں تعظیم کے واسطے ایک گز زمین سے بلند ہوا اور ایک خاتون معظّمہ کی طرف جو سب بی بیوں میں سردار تھیں مخاطب ہو کر سلام کیا

فَقَالَ يَا أُمَّاهُ يَا زَهْرَاءُ وَاللّٰهِ قَتَلَ بَنُو أُمَيَّةَ رِجَالَنَا وَذَبَحُوا اَلَهَا وَسَبَوْا نِسَاءَ نَا

اور عرض کی اے جدہ عالیمقدار قسم بخدا بنی امیہ نے ہمارے مردوں کو مار ڈالا بچوں کو ذبح کیا عورتوں کو اسیر کر کے دربدر شہر بشہر پھرایا ہمارے بدن کو بے گور و کفن زمین پر چھوڑ دیا سر کو کاٹ کر کہاں کہاں لیے پھرے ہمارے سر و تن میں تفرقہ ڈالا یہ حال سنتے ہی اُس خاتون نے ایک چیخ ماری اور زار زار رونے لگی اور اُن پانچوں بی بیوں نے بھی گریہ و زاری میں اُس بی بی کا ساتھ دیا بعد اس کے وہ معظّمہ متوجہ ہوئی اُن پانچوں بی بیوں کی طرف اور فرمانے لگی اے فاطمہ بنت اسدؑ اور اے اماں خدیجہ کبریٰ اے آمنہ اے مریم مادر عیسیٰؑ اور اے آسیہ دیکھتی ہو میرے بابا کی امت جفا کار نے کیا سلوک ہم اہلِ بیتؑ اطہار کے ساتھ کیا یہ فرما کے اُس فخر مریمؑ نے سر اطہر قاسمؑ ہاتھ میں لیا اور ماتھا اُس ماہ جبیں کا چوم کر سر کو سینہ سے لگایا اُن بی بیوں نے بھی اُس بی بی کی متابعت کی بعد اُس کے گرد اُس سر کے حلقہ باندھ کر ایسا ماتم کیا کہ تمام گھر میں کہرام پڑ گیا پھر جناب سیّدہ سر قاسمؑ سے فرمانے لگیں يَا وَلَدِیْ يَا قَاسِمُ صَبْرًا صَبْرًا اے فرزند صبر کر انشاء اللہ تعالیٰ جب قیامت قائم ہوگی

اَصَعُ عَلٰى رَاسِىْ عِمَامَهَ جَدِّكَ اَمِيْرِ الْمُومِنِيْنَ مُتَلَطِخَةً بِدَمَائِهِ

اُس وقت عمامہ خون آلودہ تیرے جد علی بن ابی طالبؑ کا سر پر رکھوں گی اور دوش راست پر تیرے باپ حسنؑ مجتبیٰ کا کُرتہ زہر آلود دھروں گی اور دوش چپ پر تیرے چچا حسینؑ کا جامہ خون آلودہ رکھوں گی اور ذوالجناحِ حسینؑ پر سوار ہو کر قائمہ عرش کو ہلاؤں گی اور تم لوگوں کو اور تمہارے دوستوں کو بہشت میں لے کر نہ جاؤں گی جب تک خدا سے اپنی داد نہ پاؤں گی غرض یہ حال دیکھ کر اُس مومنہ کے ہوش اُڑ گئے اور خدمت جناب سیّدہؑ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی اے دخترِ رسولؐ میری خطا معاف ہو میں اس سرِ مطہر کی کیفیت سے مطلق واقف نہ تھی آپ نے فرمایا کچھ خوف نہ کر میں تیری ناواقفیت سے خوب آگاہ ہوں اور تو میری دوست ہے وَابیے لَا اَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا وَاَنْتِ مَعَنَا اور ہم تجھ کو اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے راوی کہتا ہے باوجود سننے اس بشارت کے اُس مومنہ کے دل سے خوف زائل نہ ہوا جب جناب سیّدہؑ نے یہ حال اُس عورت کا دیکھا تو از راہ وفورِ عنایت ایک پرچہ براءت آتش دوزخ اپنے دست حق پرست سے تحریر فرما کر عنایت فرمایا اور اُس کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئیں صبح کو اُس نے اپنے فرزند عبداللہ کو شب کی کیفیت سے آگاہ کیا اور کہا اے فرزند جب کفار قاسمؑ کا سر لینے آئیں تو نبیؐ زادہ پر تو اپنا سر فدا کر وہ بولا ایک سر تو کیا اگر ہزار ہوں تو اولادِ حیدر کرّار پر نثار کروں الغرض جب وہ غدار اُس مومنہ سے سر کے طلبگار ہوئے اُس ضعیفہ نے اپنے جوان بیٹے کا سر کاٹ کر اُن ظالموں کو دے دیا وہ اہلِ شقاوت حسب عادت اُس سر کو سرِ قاسمؑ سمجھ کر مثل گیند کے لکڑیوں سے کھیلنے لگے دفعتہً اُن موذیوں کے ضرب دست سے وہ سر پاش پاش ہو گیا حضرات قاسمؑ مظلوم کے سر کا یہ معجزہ تھا کہ ضرب چوگان سے شکستہ نہ ہوتا تھا بہر کیف وہ اشقیاء سمجھے کہ اُس مومنہ نے کچھ حیلہ کیا اور سر بدل لیا یہ سوچ کر اُس ضعیفہ کے گھر کی طرف دوڑے اُس مومنہ کے چھوٹے بیٹے

نے کہ نام اُس کا اسمٰعیل تھا اپنی ماں کو اُس چلی سے خبردار کیا وہ درگاہ پروردگار میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگی خداوندا مجھے جلد موت دے تا یہ ملاعین فرزند رسولؐ کا سر میرے سامنے نہ لے جاسکیں فوراً دعا قبول ہوئی اور راہی جنت ہوگئی ایک شخص کو خاندان عمار بن یاسر سے تھا یہ حال سن کر اپنی جماعت کے ساتھ اُن ملعون پر روبار سے آ پہنچا اور سر انور جناب قاسمؑ کو اُس سے چھین کر مع لاش ضعیفہ اور اُس کے فرزند عبداللہ کے در بند علیا میں لے جا کر دفن کر دیا۔

اَلا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَومِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ (بحور الغمہ جلد اوّل ...۳۸۷ تا ۳۹۱)

شمیم امروہوی نے حضرت قاسمؑ کے ''سرِاقدس'' کی روایت کو شہادت امام حسن علیہ السلام کے مرثیے میں نظم کیا ہے، مرثیے کا مطلع ہے:-

''خضرِ چرخ عجب شاہد شبرینہ ہے''

(ریاضِ شمیم صفحہ ۱۷۸)

الغرض شہر مدینہ میں پھر آئے شبرؑ
پر نہ اعدا نے کیا پاس حبیب داور
زہر دلوا دیا اک زوجۂ شہ سے مل کر
راہ اعجاز سے آگہ ہوا حیدرؑ کا پسر

قبر احمدؐ پہ گئے حق سے دعا فرمائی
خوب صحت ہی وہاں آپ نے صحت پائی

جب کئی بار اسی طرح ہوئی شہ کو شفا
جل کے وہ سودہ الماس شقی نے بھیجا

جس کے اک ریزہ خونریز سے عالم ہو فنا
بہر تحریص یہ ظالم نے شقیہ سے کہا
سرد آہیں دل پُردرد سے بھرتا ہے یزید
جلد کر فکر ترے عشق میں مرتا ہے یزید
پھر تو ملعونہ عالم نے کیا حشر بپا
گھر میں شبیرؑ کے آرام میں تھے شاہ ہُدا
وقت کو دیکھ کے مثل اجل آئی اسماء
سر بمہر ایک صراحی کو سرہانے پایا
مل کے اُنگلی سے جگر سنگ نے ہیرا چھانا
اس طرح گوہر زہراؑ کا کلیجہ چھانا
شور ماتم کی طرح خواب سے اُٹھے سرور
آئی حجرہ سے یہ آواز کہ خواہر خواہر
آئیں زینبؑ تو کہا اب ہے وداعِ شبرؑ
فاطمہؑ خواب میں آئیں تھیں ابھی ننگے سر
عرض کی میں نے یہ کیا حالت بیزاری ہے
رو کے فرمایا کہ سامان عزاداری ہے
اب کوئی دم میں ترے تن سے نکلنے کو ہے جاں
آگئی پینے کے واسطے پہلے سے یہ ماں
سن کے یہ کانپ گئی خواہر سلطانِ جہاں
چپ رہی پاس ادب سے یہ ہوے اشک رواں

اس کو غم نے تو اُنہیں پیاس نے بیتاب کیا
شربتِ زہر سے تقدیر نے سیراب کیا

اُس کا پینا کہ لگے دل پہ ہزاروں نشتر
حلق سے تابہ جگر پڑ گئے لاکھوں خنجر
رو کے چلّائے کہ اللہ نگہباں خواہر
آگیا موت کا پیغام ہمارا ہے سفر

پاس آؤ کہ گلے تم کو لگا کر رو لیں
چھوٹے بھائی کو بلا لیجئے کہ رخصت ہولیں

سن کے یہ غم کی خبر آئے شہ کرب و بلا
رو کے چلّائے یہ کیا قہر ہوا اے مولا
بولے اس آب نے یہ آگ لگائی بھیّا
چاہا سرور نے کہ پی کر تو اُسے دیکھیں ذرا

بھر لیا جام کہا دیکھئے ہم پیتے ہیں
اس کے پینے سے بھلا مرتے ہیں یا جیتے ہیں

بچ گئے ہم تو نہیں کوئی تردّد کا مقام
گر قضا آئی تو اچھا ہے کہ پہلے ہوں تمام
آپ کا داغ نہ دکھلائے خداوندِ انام
رو کے شبرؑ نے کہا لب کے قریں آئے نہ جام

بولی ہمشیر کہ ہاں یوسفِ ثانی نہ پیو
خاک ڈالو مرے ماں جائے یہ پانی نہ پیو

چھین کر حضرتِ شبرؑ نے جو پھینکا ساغر
جوش میں آئی زمیں اُف رے حرارت کا اثر
صورت شانہ ہوا خاک کا بھی چاک جگر
امتلا ہونے لگا درد سے تڑپے سرور
کی جو تے ظلم یہ قسمت نے دکھایا ہے ہے
ٹکڑے ہو ہو کے کلیجہ نکل آیا ہے ہے

طاس میں دل کے کلیجہ کے برابر ٹکڑے
ہوگیا غم سے اِدھر قلب برادر ٹکڑے
تھام کر قلب کو گننے لگی خواہر ٹکڑے
رو کے بولی کہ جگر کے ہیں بہتّر ٹکڑے
دیکھا یہ قہر نہ میری اجل آئی لوگو
لٹ رہی ہے میری اماں کی کمائی لوگوں

خاک پر شاہ شہیداں نے عمامہ پھینکا
رو کے چلّائے خبر لیجئے یا شیرِ خدا
اب زمانہ میں ہمارا کوئی وارث نہ رہا
مل کے مظلوم سے مسموم برادر رویا
پھر یہ بولے مجھے بستر سے اُٹھا لو کوئی
کس طرف ہے مرے قاسمؑ کو بلا لو کوئی

آئے قاسمؑ تو یہ حسرت سے کہا رو رو کر
الوداع اے میرے ناشاد پدر کا ہے سفر

لکھ کے اک نامہ دیا اور کہا اے رشکِ قمر
مثل تعویذ کے تم اس کو رکھو بازو پر
اس نشانی کی کسی کو نہ خبر کرنا تم
جب کوئی وقت پڑے اس پہ نظر کرنا تم

اُس کے مضمون سے آگہ ہیں محبانِ حسینؑ
وقت فرصت کا نہیں ہے کہ کروں اور سخن
بھائی کو سونپ چکا گھر پسر قلعہ شکن
پیٹ کر لال کرو منہ کہ ہوا سبز بدن
حشر آیا شہ دلگیر کے رونے والو
لو حسنؑ مر گئے شبیرؑ کے رونے والو

روتے ہیں قاسمؑ ناشاد حرم کرتے ہیں بین
ہے یہ زہرؑا کی صدا ہائے میرے نورالعین
اک طرف زینبؑ ناشاد کے ہیں شیون وشین
لو وہ روتے ہیں تمہارے شہ دلگیر حسینؑ
ہائے بھائی کی ہر ایک بار صدا آتی ہے
سنو آواز شہ کرب و بلا آتی ہے

لے چلے گھر سے جنازہ جو شہ کرب و بلا
اور بسمل ہوا قلب حسنؑ سبز قبا
کیوں محبو کسی مردے پہ یہ صدمہ گذرا
ہاں مگر قاسمؑ مضطر پہ ہوئی سخت جفا

گرچہ شبرؑ کا جگر زہر سے غربال ہوا
راہواروں کے سموں سے تو نہ پامال ہوا

اس مصیبت میں یہ بیکس ہوا فخرِ شبرؑ
وہاں فقط تیر تھے یہاں تن سے کٹا لاش کا سر
وارد کوفہ ہوے جب حرمِ پیغمبرؐ
بولا حاکم سے حصین ابنِ نمیر اکفر

دل میں ہے شوق وطن گھر کی رضا دے مجھ کو
پر کرم ہوے جو اک سر بھی دلا دے مجھ کو

شہر رے میں اُسے لے جا کے دکھاؤں سب کو
عید ہوجائے پئے دید بلاؤں سب کو
حال مظلومیٔ سادات سناؤں سب کو
جتنے مومن ہیں وہاں خوب رُلاؤں سب کو

بولا وہ ہاں پئے تحقیق خبر لیتا جا
ساتھ میں قاسمؑ نوشاہ کا سر لیتا جا

لے گیا رے کو وہ سر ہوگیا ہر سو کہرام
پر جو دشمن تھے پئے دید ہوئے جمع تمام
اور اک تازہ جفا ہوتی ہے خاصانِ امام
چوب اُس سر پہ لگاتے تھے شقی صبح و شام

گہ اُچھالا تو کبھی نیچے گرایا اُس کو
خاک پر گیند کی مانند لٹایا اُس کو

ایک عورت تھی وہاں جاریہ خاتون لقب
قوم جابر سے تھی وہ شیفتۂ شاہِ عرب
تھی نہ اُس کو خبر بادشہ تشنہ لب
اُس کے گھر رکھتے تھے اُس سر کو شقی وقتِ شب

ایک شب اُس نے عجب حشر کا ساماں دیکھا
اپنا گھر ہم شرفِ روضۂ رضواں دیکھا

یعنی اُس فرقِ بُریدہ سے ہے اک نور عیاں
حُسن کی ضو سے تجلی کدۂ طور مکاں
دل میں سمجھی کہ ہے کوئی ولیٔ یزداں
عطر سے دھو کے کیا جامۂ طاہر میں نہاں

اُس مہ حُسن کا یہ اوج جو پایا اُس نے
شمعیں چوگرد رکھیں گھر کو سجایا اُس نے

پر ہیں اُس بی بی کے ہمراہ کئی اہلِ عزا
اُن کی تعظیم کو وہ فرق زمین سے اُٹھا
رو کے چلائیں کہ پیارے تری صورت پہ فدا
ہائے بچے تو یہاں بھی نہ بلا سے چھوٹا

خوب قسمت نے دکھایا ہے تماشہ ہے ہے
ٹھوکریں کھاتا ہے سر، رن میں ہے لاشہ ہے ہے

گرد اُس سر کے کھڑے ہو کے وہ روئیں پیہم
باندھ کر حلقہ کیا سب نے برابر ماتم

روکے پھر کہنے لگیں صبر کر اے کشتۂ غم
ان جفاؤں کی سزا پائیں گے یہ اہلِ ستم
حشر کو عرش کے پایہ کو ہلاؤں گی میں
بیٹا اس غم کی تجھے داد دلاؤں گی میں

جاریہ کہتی ہے صدمے سے مرا دل تڑپا
عرض کی نام تو فرمایئے میں تم پہ فدا
روکے وہ بولی کہ پیاروں موئی بیکس دکھیا
کیوں نہ پیٹے جگر افگار گرفتار بلا
مٹ گیا نام و نشاں بیکس و مضطر ہوں میں
جاریہ کیا کہوں شبیرؑ کی مادر ہوں میں

سن کے یہ جاریہ خاتون کو یارا نہ رہا
گر کے قدموں پہ کہا عفو ہو یہ میری خطا
میری بی بی مجھے اس کی نہ خبر تھی اصلا
روکے وہ بولیں میں واقف ہوں تو غم اس کا نہ کھا
حشر کو اس کا عوض تجھ کو میں دکھلاؤں گی
ساتھ اپنے تجھے فردوس میں لے جاؤں گی

پر ہراساں ہی رہی جب وہ کنیزِ زہراؑ
لکھ کے اک نامہ دیا اور یہ ارشاد کیا
لے سند خلد کی دیتے ہیں تجھے فکر ہے کیا
کھل گئی آنکھ تو بالین پہ وہ نامہ دیکھا

اُٹھ کے سامان عزائے شہ ذی جاہ کیا
اپنے فرزند کو اس راز سے آگاہ کیا
یعنی اب آئیں جو اس سر کے لیے اہلِ جفا
تجھ کو لازم ہے کہ اس فرق پہ کر سر کو فدا
سر ہلا کر کہا اُس نے کہ زہے بخت رسا
لاکھ جانیں ہوں تو قربان کروں اک سر کیا
آئے ناری تو کیا خون پسر کا اُس نے
دے دیا کاٹ کے سر اپنے جگر کا اُس نے
پر ستمگاروں نے لاکر جو اُچھالا وہ سر
پرزے پرزے ہوا مثل مہ نخشب وہ قمر
کھل گیا راز غضب لال ہوے وہ اکفر
یعنی اُس سر کی کرامت سے ہیں آگاہ بشر
ابنِ سردار کا سر تھا وہ بھی ٹوٹا تھا
ٹھوکریں کھاتا تھا لیکن نہ کبھی ٹوٹا تھا
دوڑے اُس مومنہ کی سمت کو سب بانیٔ شر
چھوٹے فرزند نے اُس کے اُسے پہنچائی خبر
رو کے چلائی کہ دے موت مجھے اے داور
سامنے میرے نہ لے جائیں یہ مظلوم کا سر
ارے لوگو یہ دلاور ہے عزیزِ زہراؑ
آخرش مر گئی اس غم میں کنیزِ زہراؑ

ایک مومن نے کسی شہر میں سن لی یہ خبر
وارد رَے ہوا وہ فوج کو ہمراہ لے کر
چھین کر لے گیا وہ قاسمِؑ مظلوم کا سر
رو شمیم آہ تہ خاک چھپا رشکِ قمر

نگہِ غور کر اس اوج پہ اور پستی پر
نور مٹی میں ملا خاک ہے اس ہستی پر

باب ۔۔۔۔۔۱۹

حضرت قاسمؑ کی یادگاریں

حضرتِ قاسمؑ کا دسترخوان

قدیم زمانے سے محرّم کی سات تاریخ کو حضرت قاسمؑ کا دسترخوان (نذر) کا دستور ہے۔

دسترخوان پر کربلا کے پیاسوں کی یاد میں دودھ کا شربت بھی رکھا جاتا ہے۔

حضرت قاسمؑ کے دسترخوان پر دعائیں مانگنے والے اپنی اپنی مُرادیں پاتے ہیں اور منت بڑھاتے ہیں۔

حضرت قاسمؑ کی بارگاہ میں اولادِ نرینہ کے لیے دعا:۔

محرّم کی سات تاریخ کو جب مجلسِ عزا کے بعد مہندی کا جلوس برآمد ہوتا ہے تو مہندی پر رکھے ہوئے پھلوں میں کوئی ایک پھل خصوصاً سیب اُٹھا کر بارگاہِ حضرت قاسمؑ میں اللہ سے دعا کی جاتی ہے کہ مجھے اولادِ نرینہ عطا فرما۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
حضرت قاسمؑ بارگاہِ الٰہی سے جو فرزند عطا فرماتے ہیں اُس کا نام ''قاسمؑ'' رکھا جاتا ہے۔

جن مومنین کے یہاں اولادِ نرینہ نہیں ہوتی تھی انھوں نے مجھ سے دعا کا طریقہ پوچھا میں نے انھیں بتایا کہ اس طرح دعا مانگو کہ فرزند ہوگا تو ''قاسمؑ'' نام رکھیں گے۔ میں نے خود بھی دعا کی اور سال کے اندر عزادار مومنین کے یہاں فرزند کی ولادت ہوئی۔ میرے پاس ایک طویل فہرست ہے جن کی مرادیں صرف میری دعا سے آچکی ہیں اور اُن بچوں کے نام ''قاسمؑ'' ہیں اللہ اُن بچوں کو حیاتِ نوح عطا فرمائے (آمین)

دوسوسال پرانی مہندی (میر احسان علی احسآن لکھنوی)

تقریباً دوسو برس سے مہندی کے جلوسِ عزا میں احسان علی احسآن لکھنوی کی یہ مہندی پڑھی جاتی ہے، ''مہندیاں'' ہزاروں کی تعداد میں لکھی گئی ہیں۔ تفصیلات دوسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں:-

مہندی

احسان علی احسآن لکھنوی

رن میں بیوہ حسنؑ کی پکاری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
آج کے دن کے میں جاؤں واری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

یہ سنا کر وہ آلِ عبا کو لگی تسلیم کرنے خدا کو
پھر کہا یوں ہر اک اقربا سے میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

سوتے کیوں ہو براتی جگاؤ شادیانے شتابی بجاؤ
پردے خیمے کے جلدی اُٹھاؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

اک منڈھا صحن میں جا لگاؤ چوکی پھر نیچے اس کے بچھاؤ
گھر میں صندل کے چھاپے لگاؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

فرش بچھوا کے مہندی سنوارو میرے نوشہ اوپر پھول وارو
سمدھنیں آکے بیڑے اُتارو میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میں پیمبرؐ کے پیالے بھروں گی شمعیں مشکل کشا کی دھروں گی
بی بی زہرؑا کی صحنک کروں گی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میرے پیارے کی مہندی کو دیکھو کم سخن ہے گا یہ اور کم گو
آج کیا نیگ لینے کھڑی ہو میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میں نے گودی تھا اِس کو کھلایا میں نے تھا دودھ اس کو پلایا
آج قسمت نے یہ دن دکھایا میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

اس کی غربت پہ سب صدقے جاؤ میرے پیارے کے کنگنا بندھاؤ
آج مہمان سب میرے آؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بیبیو کیا ہے شادی تمہاری پہنچی آ سمدھنوں کی سواری
جلدی شربت کی کرلو تیاری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

سُن کے ہر بی بی بے حال و مضطر بولی رو رو کے قاسمؑ کی مادر
شاد پھرتی ہو کیا تم یہ گھر گھر میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بیاہ یہ اُس بنی کا رچا ہے بیٹھا یثرب میں جس کا چچا ہے
تم نے گھر میں سبھوں سے کہا ہے میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

پیاس دولھا کی پہلے بجھاؤ بیبیو تھوڑا شربت پلاؤ
تم ابھی یہ نہ سب کو سناؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

تم تو شادی کی باتیں کرو گی نیگ مہندی لگانے کا دو گی
بات یہ دم بدم تم کہو گی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

نیگ مانگے گی جو اس کی سالی کیا کہو گی کہ ہے بھولی بھالی
کہتی ہو تم کہ ہوں ہاتھ خالی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بین کرتا تھا یہ کنبہ سارا مرنے اتنے میں قاسمؑ سدھارا
پھر یہ اُس جا کسی نے پکارا میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

آگے احسانؔ کیا میں سناؤں رونا ان بیبیوں کا بتاؤں
کہتی تھی ماں یہ کیونکر سناؤں میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

باب ۔۔۔۔ ۲۰

حضرت قاسمؑ سے متعلق روایات کا تحقیقی تجزیہ

شہزادۂ قاسم علیہ السلام اور سفر کربلا:

حضرت امام حسینؑ جب مدینے سے چلے تو قاسمؑ کو خواتین کے ساتھ محمل میں سوار کیا۔ جیسا کہ ''امالی'' میں مقتل کے نام سے شیخ صدوق نے جو باب قائم کیا ہے اس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے:۔

''حمل اخواته علیٰ المحامل و ابنته وابن اخیه القاسم ابن الحسن ابن علی علیهم السلام، ثم سار فی احد و عشرین رجلاً من اصحابه واهلبیته، منهم ۔۔۔۔۔۔۔الیٰ آخر۔''

''اپنی بہنوں کو، دختر کو اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے فرزند قاسمؑ کو محملوں پر سوار کیا اور اصحاب و اہلبیتؑ کے اکیس مردوں کے ساتھ مدینے سے چل پڑے''

(امالی.... شیخ صدوق.... ص ۲۱۷)

شیخ صدوق نے حضرت قاسمؑ کی شہادت کا حال نہایت مختصر صرف دو سطروں میں لکھا ہے:۔

''پھر قاسمؑ بن حسنؑ میدان میں آئے امام عالی مقام نے اُن سے فرمایا میری جان تم بیتاب نہ ہو، ہر چیز فانی ہے۔ آج بہشتِ خلد سے تمہیں رزق پہنچایا جائے گا جناب

طاؤس نے ''قال الراوی'' (گویا نام نہیں لیا) کہہ کر روایت کو نقل کیا لیکن روایت حمید کی ہی ہے۔ طبری نے اپنی ''تاریخ''۔ جلد چہارم میں اور ابنِ کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' جلد ہشتم میں ابی مخنف سے ہی اس روایت کو لیا ہے۔

شیخ صدوق کی روایت کو نقل کیا ہے روضۃ الواعظین میں محمد بن فتال نیشاپوری نے۔

شہادت قاسم (علیہ السلام) کا بیان اور مناقب شہر آشوب:

مناقب کے نسخوں کی عبارت میں اختلاف ہے۔

نسخہ اول۔ جلد ۴ ص ۱۰۷۔

پھر ان کے بھائی (اخوہ القاسم) قاسمؑ ابن الحسن بغیر زرہ پہنے نکلے ان کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا انہوں نے یہ رجز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی نحن و بیت اللہ اولی بالنبی
من شمر ذی الجوشن او ابن الدغی

میں قاسمؑ نسلِ علیؑ سے ہوں بیت اللہ کی قسم ہم نبی کے نزدیک اولی ہیں
شمر شقی یا ولد الحرام ہے

ان کا قاتل عمر بن سعید ازدی ہے۔ جب گھوڑے سے گرنے لگے تو آواز دی یا عماہ ادرکنی۔ دشمنوں نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ جب امام علیہ السلام مقتل میں پہنچے تو وہ کٹا ہوا ہاتھ اُٹھا لیا مگر شامیوں نے حضرت سے چھین لیا۔ حضرت قاسمؑ کے تن پاش پاش کے پاس بیٹھے اور فرمانے لگے اے فرزند تیرے چچا پر شاق ہے کہ تو اس کو پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے یا جواب دے مگر تیرے حق میں مفید ثابت نہ ہو۔

نسخہ دوم۔ جلد ۴ ص ۱۰۷

''و روی انہ خرج اخوہ القاسم فقال

یا عصبة جارت علیٰ نبیها
وکدرت من عیشها ماقد نقی
فی کل یوم قتلون سیداً
من اهله ظلماً و ذبحاً من قفا

"ان کے بعد بنا برایک روایت کے ان کے بھائی قاسمؑ نکلے ان کو عمرو بن سعید ازدی نے شہید کیا امامؑ نے بڑھ کر اس شقی کو ضرب لگائی پھر ایک لڑکا یہ کہتا آیا ہلاکت ہو اس قوم کی جس نے تجھے ہلاک کیا اے بھائی روز قیامت تمہارے جد ان کے دشمن ہوں گے"۔

اب یہاں مسئلہ "اخوہ" کی ضمیر کے مرجع کا ہے اس لئے کے صاحب مناقب نے مذکورہ نسخہ اول میں قاسمؑ کے ذکر سے پہلے عبداللہ بن الحسن بن علی علیہم السلام کا ذکر کیا ہے اور ان کا رجزیہ لکھا ہے کہ

" ان تنکرونی فان فرع الحسن......"

لیکن مذکورہ نسخہ دوم میں عبداللہ ابن علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) کا ذکر کیا ہے۔ ان کا رجزیہ لکھا ہے۔

"انا ابن ذی النجدة و الافضال ----" (اس رجز کو علامہ مجلسی نے بھی عبداللہ بن علی (علیہم السلام) کا ہی قرار دیا ہے۔

دونوں جگہ رجز بھی مختلف ہے۔ اس صورت میں

ا۔ ایک طرف یہ طے کرنا مشکل ہے کہ مذکورہ قاسمؑ، القاسمؑ ابن الحسنؑ ہیں یا القاسم ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

القاسم ابنِ علی ابن ابی طالب کا وجود صرف یہیں نظر آتا ہے ورنہ ابو اسحاق اسفرائینی نے القاسم ابن الحسنؑ کے علاوہ قاسم ابن الحسینؑ اور قاسم ابنِ العباسؑ کا ذکر کیا

جسے صاحب کبریت احمر نے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔صاحب مناقب نے جو عبداللہ ابن الحسنؑ کا ذکر کیا ہے، یہی بیان ''الفتوح۔جلد پنجم''۔میں ''احمد بن اعثم کوفی'' نے لکھا ہے۔ بالکل اسی طرح عبد اللہ بن علی ابنِ ابیطالبؑ کے بارے میں بھی ''صاحب الفتوح'' اور صاحب مناقب کا بیان ایک جیسا ہے۔

سید الشہداء کی نفرین لشکر یزید پر اور صاحب ینابیع المودۃ کا بیان:

پھر قاسم بن الحسن المجتبیٰؑ کہ وہ جوان تھے، نے حملہ کیا اور جب تک کہ ۶۰ افراد لشکر یزید سے قتل نہ کر دیئے مقاتلہ نہیں روکا، ایک شخص نے سر پر ضربت لگائی۔آپ زمین پر آئے، گرتے ہوئے صدا دی، اے چچا مدد کو آؤ۔امامؑ نے لشکر پر حملہ کیا اور لشکر کو قاسم سے دور کر دیا اور قاسمؑ کے قاتل کو قتل کیا۔پھر حضرت نے گریہ کیا اور ''پکارے خداوندا۔تو جانتا ہے کہ (مسلمانوں) نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کریں گے لیکن ہمیں چھوڑ دیا اور ہمارے دشمنوں کی مدد کی، خداوندا آسمان کا پانی ان پر سے روک لے اور اپنی برکتیں ان پر حرام کر دے۔خداوندا ان سے ہرگز کبھی راضی نہ ہو۔خداوندا اگر تو نے دنیا میں ہم سے اپنی نصرت دور رکھی ہے تو اسے ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ قرار دے اور ظالموں کی قوم سے ہمارا انتقام لے۔ (ینابیع المودۃ۔شیخ سلیمان حسینی قندوزی۔ج سوم۔۷۷)

بقول قندوزی کے یہ بیان انہوں نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔لیکن ابی مخنف کے مقتل میں سرے سے اس روایت کا وجود ہی نہیں ہے۔البتہ مقتل ابی مخنف کے نام سے جو اردو ترجمہ پایا جاتا ہے۔اس میں یہی روایت موجود ہے۔

اب ابی مخنف کا بیان دیکھئے۔

''حدثنی سلیمان بن ابی راشد عن حمید بن مسلم قال: خرج الینا غلام..........................

............فسألت عن الغلام فقيل : هو القاسم بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔(علیہم السلام)

یہ وہی روایت ہے جسے حمید نے نقل کیا ہے۔پھر یہ دوسرا ابی مخنف کون ہے۔؟

ابی مخنف کے مقتل کا نام مقتل ابن اشعث ہے۔ابی مخنف کے دو اور مقاتل بھی ہیں۔

۱۔مقتل حجر بن عدی جسے مقتل امیر المومنینؑ بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔مقتل حجر بن عدی جسے مقتل الحسن بن علیؑ کہا جاتا ہے۔

اغلب خیال ہے کہ دونوں ایک ہی ہوں۔

بیانِ شہادت میں زیاتِ شہداء پر اکتفاء کرنے والے مقتل نگار و مورخین:

۱۔عوالم العلوم۔۔شیخ عبداللہ البحرانی اصفہانی۔۔ج ۱۷۔

۲۔شفاء الصدور فی شرح زیارتِ عاشورہ۔ فارسی...الحاج میرزا ابی الفضل طہرانی ....جلد اوّل ...ص ۲۴۵۔

۳۔المقتل۔الحاج محمد کریم خان کرمانی۔۔ص ۹۷

شہزادہ قاسمؑ کا رجز:

جانب قاسمؑ کے رجز کے سلسلے میں مورخین کے مختلف بیانات ہیں۔

حمید ابن مسلم کی روایت میں رجز کا ذکر نہیں۔

اور اس سبب سے شیخ مفید،ابنِ نما،سید ابنِ طاؤس اور ابوالفرج کے یہاں بھی رجز کا ذکر نہیں۔رجز نقل نہ کرنے والوں میں صاحب کامل ''ابنِ اثیر'' اور صاحب طبقات ''ابنِ سعد'' بھی شامل ہیں۔

یہ رجز نقل کیا ہے۔

۱۔شیخ صدوق..امالی.ص ۲۲۶...(یہ روایت امام صادق سلام اللہ علیہ سے ہے)

لا تجزعی نفسی فکل فان۔ الیوم تلقین ذری الجنان

۲۔المراۃ العقول۔(شرح کافی)۔سید مرتضیٰ عسکری..مقدمۃ جلد دوم۔ص ۲۷۴ پر

مناقب۔شہر آشوب۔ج دوم۔ص ۲۲۱ سے وجلد چہارم.ص ۱۰۶ وجلد سوم

انی انا القاسم من نسل علیؑ

نحن و بیت اللّٰہ اولیٰ بن نبیؐ من

شمر ذی الجوشن او ابن الدعی

۳۔محسن الامین۔۔لواعج الاشجان۔۔ص ۱۷۴

ان تنکرونی ابن الحسن

سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

ھذا حسینؑ کالاسیر المرتھن

بین اناس لا سقوا صوب المزن

۴۔موسوعۃ الشہادۃ المعصومین (ع)...جلد دوم.. ص ۲۴۸ پر مقتل خوارزمی سے

الحسین (علیہ السلام) عبرۃ المومنین۔۔محمد جواد شبر۔۔ص ۸۸

پر ''المجالس السنیۃ... جلد اوّل....ص ۱۰۹'' اور جواہری کی مثیر الاحزان ص ۸۱

سے، (ابن نما کی مثیر الحزان میں رجز کا ذکر ہی نہیں ہے۔)

ان تنکرونی فانا فرع الحسن

سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

ھذا حسین کالاسیر المرتھن

بین اناس لاسقوا صوب المزن

(صاحب مناقب (ایک نسخہ میں ج ۴ ص ۱۰۶ اور ج ۳) نے اس رجز کو عبداللہ بن حسنؑ کا قرار دیا ہے)

۵۔ بحار الانوار... علامہ مجلسی جلد ۴۵....

مہیج الاحزان۔ حسن ابنِ محمد علی یزدی۔ ص ۲۷۹

مجالس السنیۃ... سید محسن الامین ۱۹۷۴ء... جلد اوّل... ص ۱۰۹

مصارع الشہداء ومقاتل السعداء.... شیخ سلمان ابن عبداللہ آل عصفور

اسرار حسینیۃ.... شیخ محمد فاضل مسعودی... ص ۴۲۱

ان تنکرونی فانا ابن الحسن

سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

ھذا حسین کالاسیر المرتھن

بین اناس لا سقوا صوب المزن

۶۔ ثمرات الاعواد.... علی ابنِ حسین ہاشمی نجفی ... جلد اوّل... ص ۲۳۹....

فاجعۃ الطف... سید محمد کاظم قزوینی۔

الامام علیؑ.... علامہ عبدالحمید مہاجر.... جلد دوم... ص ۱۱۵

ان تنکرونی فانا نجل الحسن

سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

ھذا حسین کالاسیر المرتھن

بین اناس لا سقوا صوب المزن

ایک اور مغالطہ:

مناقب جلد سوم میں شہر آشوب نے جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام کی

شہادت کے بعد قاسمؑ ابنِ حسینؑ کا ذکر کیا ہے اور ان کا رجز یہ لکھا ہے۔

ان تنکرونی فأنا ابن حیدرة

ضرغام آجام و لیث قسورة

علی الأعادی مثل ریح صرصرة

أکیلکم بالسیف کیل السندرة

علامہ مجلسی نے اس روایت کو اسی ترتیب سے بحار الانوار جلد پینتالیس میں نقل کیا ہے یہ الگ بات اسے غریب بھی قرار دیا ہے لیکن اس عبارت کے اردو مترجمین نے اسے ''قاسمؑ ابنِ حسینؑ'' سے ''قاسمؑ ابن حسنؑ'' کر دیا۔

کچھ اسی طرح کی صورتحال عربی اور فارسی مقاتل میں بھی ہوئی ہے۔

حوالہ کے مغالطے:

عربی سے فارسی اور پھر اردو تک آنے میں مقاتل کے حوالوں میں خاصی پیچیدگی پیدا ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ ''مناقب'' اور ''ریاض'' کا معاملہ ہے۔ اسی طرح شہر آشوب۔

ناموں کی یکسانیت نے ذوق تحقیق کے لئے خاصے الجھاوے پیدا کئے ہیں۔ دیکھئے۔

مقتل ابنِ شہر آشوب اور مناقب ابنِ شہر آشوب کا فرق:

صرف ابنِ شہر آشوب کا حوالہ کافی نہیں۔ مقتل اور مناقب دو الگ الگ کتابیں ہیں۔

مقتل ابنِ شہر آشوب سے ابوجعفر حسینی نے مصائب کی روایات شرح شافیہ میں نقل کی ہیں۔ جبکہ باقی تذکرہ و مقاتل نگاروں نے مناقب سے روایات لی ہیں۔

یہی صورت ''ریاض'' کے ساتھ ہے۔ لیکن کونسی ''ریاض''۔؟

مولوی محمد ہاشم بن محمد حسین کی ''ریاض الاحزان'' (جو فارسی کا بڑا مقتل ہے۔ دو جلدوں میں۔) یا محمد حسن الشعبان کردی قزوینی نزیل طہران کی ''ریاض الاحزان'' (مقتل .... جو تین جلدوں میں ہے)...یا.. واعظ محمد حسن بن الحاج محمد معصوم قزوینی حائری شیرازی کی ''ریاض الشہادت''۔یا۔''ریاض الشہداء'' ہے.... یا....''ریاض القدس'' یا..'' ریاض الکونین'' (فارسی)....یا...''ریاض ماتم''...(اردو)..یا ..حسین بن محمد فاضل جم ،کی ''ریاض المصائب''...یا...محمد مہدی موسوی تنکابنی کی ''ریاض المصائب''...یا..''ریاض المصائب'' (اردو)...یا...محمد علی نجل حسین بہشتی کا مقتل...''ریاض المومنین''۔

یہ تو ایک مثال ہے ورنہ ''ریحان وریاحین'' سے ''مناقب'' تک یہی صورتحال ہے۔نتیجہ یہ کہ روایت لکھی کہیں ہوتی ہے اور ڈھونڈھی کہیں اور جارہی ہوتی ہے۔

بیان شہادت اور خطباء:

ا۔ عالم متبحر، خطیب جلیل، علامہ عبدالحمید مہاجر مدظلہ، صاحبِ'' اعلموا انّی فاطمةؑ''

''کون قاسمؑ جو صف اعداء میں دھنس گیا، جس کے لئے اسکے چچا حسینؑ کا دل اندیشۂ فراق میں مبتلا تھا، جب اُس سے پوچھا تھا کہ ''اے میرے لال قاسمؑ، قتال کو کیسا پاتے ہو۔تو کہا تھا کہ چچا ''شہد سے زیادہ شیریں'' تو قاسمؑ کو سینے سے لپٹا لیا، گلے لگائے رہے یہ یادگار تھی حسنؑ جیسے بھائی کی۔جسے اپنی اولاد میں سے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کی حسنؑ نے اپنے بھائی کو وصیت کی تھی۔

جب قاسم لڑائی پہ چڑھے تو یہ کہہ رہے تھے۔

''اگر تم میرے نسب سے جاہل ہو تو جان لو میں ابنِ حسنؑ ہوں اور یہ نبی مصطفیٰؐ و

امین کے لال اور حسینؑ میرے چچا ہیں جوان لوگوں کے درمیان قیدیوں کی طرح گرفتار ہیں لشکرِ یزید کو خدا کبھی ابر رحمت سے سیراب نہ کرے گا''

ابھی معرکۂ کارزار گرم تھا کہ قاسمؑ کی جوتی کا تسمہ کٹ گیا تو قتال کو روکا کہ تسمہ کو باندھ لیں اور جھکے تھے کہ دشمن نے موقع کو غنیمت جان کر دغا کی اور پشت سے آ کر سر قاسمؑ پہ وار کیا۔ قاسمؑ یہ کہتے ہوئے رہوار سے نیچے آئے ''علیک منّی السلام، عمّ ابا عبد اللّٰہ ... اے چچا آپ پر سلام''۔ حسین بھتیجے کو سینے سے لگا کر اٹھا لائے۔ حمید ابنِ مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ''حسینؑ نے اس نوخیز کو سینے سے لگا کر اُٹھایا کہ اسکے پاؤں زمین پر خط دیتے جا رہے تھے''۔'' (الامام علی علیہ السلام۔ج ۲۔۔۱۱۴)

عبداللہ اصغر ابن حسنؑ کی شہادت کے بیان میں کہتے ہیں:-

''تم نے دیکھا وہ پیار کا اظہار روز عاشور جو حسینؑ کو اپنے بھتیجے قاسمؑ سے تھا، اسے سینے سے لپٹائے روتے رہے یہاں تک کہ غش کر گئے۔ بھائی کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ بھائی کا لال۔ جوان، یتیم، پیاسا، راہ خدا میں جان نثاری کو تیار۔ دل شکستہ۔ جس کی نگاہ اپنے چچا پر ہے، اور یہ ہے عبداللہ بن حسنؑ۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے والد کی شہادت کے وقت یہ اپنی عمر کے پہلے سال میں تھا۔ روز عاشور گیارہویں برس میں ہے...... الآخر''

(الامام علی علیہ السلام...ج ۲...۱۱۴)

۲۔ خطیب کبیر وشاعر بے نظیر ملا محمد علی آل نتیف القطیفی م ۱۳۶۲ھ:

کہتے ہیں کہ ریحانۃ الحسینؑ نے قاسمؑ کی لاش پر یہ بین کئے۔

اُٹھو اے ابنِ عم۔ اے وجاہت حسنی کے وارث اٹھو۔ خوب تم نے کفن کو ہی پیرہن عروسی بنا لیا۔ اے حسن مجتبیٰؑ کے شیر جواب دو۔

اے عرشِ عروسی کے چاند موت نے تمہیں گہنا دیا۔ مگر نہیں تمہاری طلعت زندہ رہے گی۔ (''عبرۃ المومنین''۔ ص۴۴۴)

ارزق سے جنگ:

جناب قاسم کے مقابل ارزق اور اس کے بیٹوں کے آنے اور جنگ کو روضۃ الشہداء از ملا حسین واعظ کاشفی ،منتخب الطریحی از فخر الدین طریحی کے علاوہ '' صاحب شرح شافیہ'' نے نقل کیا ہے۔

شرح شافیہ کا تعارف:

ابی فراس الحارث ہمدانی۔ ۳۲۰ھ۔ ۳۷۵ھ کا قصیدہ ''شافیہ'' یہ قصیدہ میمیہ ہے۔

اس کی شرح لکھی سید محمد ابن امیر الحاج الحسینی ۱۱۸۳ میں، جس نے ''شرح شافیہ'' کے نام سے شہرت پائی، اس میں واقعات کربلا کا بھی ذکر ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ روضۂ امام رضا علیہ السلام میں اور دوسرا کتب خانۂ آقائے مرعشی اعلیٰ اللہ مقامہ میں ہے۔

شرح شافیہ سے نقل کرنے والے۔

بعد شہادت:

جب قاسم گھوڑے سے گرے تو چچا کو آواز دی، امام حسین علیہ لسلام قاسمؑ کی لاش پر آئے۔ تو ماں درِ خیمہ سے یہ منظر دیکھ رہی تھی اور امام حسین علیہ السلام کی زبان پر یہ شعر تھے۔

غريبون عن اوطانهم و ديارهم

تنوح عليهم فى البرارى وحوشها

و كيف لاتبكى العيون لمعشر

سیوف الاعادی فی البراری تنوشوھا

بدورتواری نورھا فتغیرت

محاسنھا ترب الفلاۃ نعوشھا

وہ اپنے گھروں اور وطن سے دور ہیں بیاباں میں وحشی جانوران پر نوحہ کرتے ہیں۔

ان پر آنکھیں کیوں نہ روئیں کہ جن پر دشمنوں کی تلوار ٹوٹ رہی ہے۔

جن مہتابوں کا نور ختم ہو گیا ہے۔اور ان کے خوبصورت بدن خاک زاروں میں آلودہ ہو گئے ہیں۔(''قصہ کربلا ... حجۃ الاسلام علی نظری منفرد.... ۳۰۹)

بحوالہ ''وسیلۃ الدارین۔۔ص۲۵۲۔بحوالہ، کفایۃ الطالب''

''کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔سید احمد حسینی اردکانی کی کتاب ہے۔اغلب ہے محولہ بالا کتاب ''کفایۃ الطالبین'' ہو۔جو کہ مقتل ہے۔''

شادی قاسم علیہ السلام:

مرجع کبیر، مجتہد دوراں آقائے میرزا جواد تبریزی سے استفتاء۔

آقائے میرزا جواد تبریزی کا شمار علماء تشیع (نجف وقم) کی عظیم شخصیات میں ہوتا ہے۔عہد حاضر کے بعض اہم مسائل پر آپ کے فتاویٰ نے شہرت حاصل کی جن میں سے ایک یہ بھی کہ۔

''حدیث کساء اور شہادت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا منکر مسلمات عقائد شیعہ کا منکر ہے''

(خبر اندوہ ہے کہ زیرِ نظر کتاب کی طباعت کے دوران (۲۰۰۷ء) آقائے موصوف نے ۲۸ شوال کو شہرِ قم میں رحلت فرمائی)

آپ سے سوال کیا گیا عزاداری میں مراسمِ عروسی قاسمؑ کی بابت۔سوال اور جواب یہ ہے۔

سوال :- ہمارے خلیجی ممالک میں عمومی طور پر ماہِ محرم میں ۸ تاریخ کو جناب قاسم کی شبیہ بنائی جاتی ہے گریہ اور نوحہ میں شدت کے لئے اور خطیب حضرات منبروں سے شہزادے قاسمؑ کی مصیبت بیان کرتے ہیں اور وہ کچھ نقل کرتے ہیں جو مورخین نے ذکر کیا ہے۔ اسی میں دختر حسین ابنِ علی علیہم السلام سے روز عاشورہ ان کی شادی کا بھی ذکر ہے۔ اور اکثر مراسم زواج کی تعبیر کرتے ہوئے شمعیں لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہیں۔ جس سے لوگوں کا حزن وملال زیادہ ہوجاتا ہے۔ مگر آج کل بہت سے معترضین اسی روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (ان کا کہنا ہے۔) گویا کہ یہ مشغلہ ہے۔ بلکہ ایسی روایت کے پڑھنے میں بھی اشکال ہے۔ پس آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ کربلا کی مصیبت تو تمام مصائب کی جامع ہے؟۔

جواب:- بسمہ تعالی۔ ذکرِ قاسم ابنِ الحسن علیہ السلام میں ایسی روایات کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہی کچھ جو کتبِ تاریخ میں وارد ہے۔ اس حیثیت سے لوگوں کے ذہنوں میں اس کا رسوخ بطور حتمی نہ ہو۔ بلکہ احتمال کی صورت میں ہو۔ مسائل یقینی اور اطمینانی تو بہت ہی کم ہیں۔ پس آنے والے وقت کے لئے اہتمام ہونا چاہئے متیقنہ کے ذریعہ ذہنوں کے لئے ایسے رسوخ کا جس کی بنیاد پر ایسے شبہات کو دور کیا جاسکے جو ایسے مسائل کو گھیرے ہوئے ہیں۔ خدا ہی توفیق دہندہ ہے۔

''صراط النجاۃ۔ میرزا جواد تبریزی''

شادی قاسم علیہ السلام اور ردّ واثبات میں کتابیں:

۱۔ تقریر الحاسم فی عرس القاسمؑ (عربی)....(مولوی سید ظہور الحسن بارہوی)

۲۔ قول الصواب (اردو)....(مولوی سید ظہور الحسن بارہوی)

۳۔ والبیان المبرھن فی عرس قاسم ابنِ حسنؑ (عربی)....(میرزا علی ابن محمد حسین حسینی

حائری شہرستانی)

۴۔الحجج القاطعہ فی اثبات وقوع عرس لقاسم ابن حسنؑ ....(ابوالحسن ابن نقی شاہ کشمیری لکھنوی (تلمیذ غفراں مآب)

رد تقریر الحاسم (اردو)

۵۔دفع المغالطہ فی مسئلۃ عرس القاسم ابن الحسنؑ (اردو) .....(حکیم محمد کاظم لکھنوی)

۶۔ دق الخیشوم فی جواز قرائۃ عرس القاسم المظلومؑ (رد تقریر الحاسم)

۷۔القاسمیہ فی تحقیق عرس القاسم .....(تاج العلماء علی محمد لکھنوی)

۸۔الفتاویٰ الجدیدہ فی المسئلۃ السدیدہ ..عروسیٔ قاسمؑ کی تکذیب پر علما کے فتاویٰ

عبائرالانوار......(شادیٔ قاسمؑ پر دلائل)

جناب قاسم علیہ السلام پر لکھی جانی والی کتب:-

کتب	مصنف	محلِ نشر
۱۔عاشق ترین پروانہ (۸۰ صفحات)	حسن جلالی عزیزیان	مشہد مقدس (۱۳۷۵ھ)
۲۔القاسم ابن الحسنؑ (مختصر)	سید مہدی ابن محمد سوتج	اخبار تجاری بصرہ
۳۔قاسمؑ نوجوان جنگجو (مختصر)	محمد سالار	قم (۱۹۵۲ء)
۴۔القاسم ابنِ الحسن (مختصر)	من سلسلہ رواد الفداء	بیروت
۵۔شہادت حضرت قاسم (اردو) ۲۰ صفحات	احمد	ہندوستان
۶۔ شہزادہ قاسمؑ (اردو) ۳۴ صفحات	مولانا آغا مہدی لکھنوی	(پاکستان)

سلمیٰ بنت امرؤالقیس:

قمقام الزخار... فرہاد میرزا قاچاری ...جلد دوم ...ص۳۰۲

امرؤالقیس نے جناب امیر علیہ السلام کے پیغام نکاح پر اپنی تین بیٹیوں میں

سے۔ الحیاۃ کو جناب امیر علیہ السلام کے حبالہ عقد اور سلمیٰ کو امام حسن علیہ السلام کے حبالہ عقد اور الرباب کو امام حسین (علیہ السلام) کے حبالہ عقد کے لئے منظور کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ عقد کو جاری کیا۔

صاحب قمقام نے اس روایت کو آغانی سے لیا ہے۔

(جاسم بن حسنؑ) قاسم اکبر بن الحسن علیہما السلام:

شجرۃ طوبیٰ۔۔الشیخ محمد مہدی الحائری....جلد اوّل....ص ۱۷۳۔

حلّہ کے مزارات کے بیان میں۔ لکھتے ہیں کہ:-

''ان میں ایک القاسم بن الحسن علیہم السلام ہیں یہ قاسمؑ اکبر ہیں قاسمؑ شہید کربلا کے علاوہ۔ یہ ''العتیکیات'' میں مدفون ہیں، جسے اب مسیّب کہا جاتا ہے۔ یہ نہروان میں زخمی ہوئے تھے۔ اب یہ روضہ ''ابو جاسم'' کہلاتا ہے۔ یہاں بہت سی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔

صاحب ''ریاض الاخوان'' نے بھی انکے حالات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس جگہ کا نام ''العکینات'' لکھا ہے۔ (الذریعہ۔ آقائے بزرگ تہرانی۔ ج ۱۱)

حضرت قاسمؑ کا طلبِ اذن:

''جب تک چچا سے اجازت مل نہیں گئی قاسمؑ طلبِ اذن کرتے رہے۔''

ثمرات الاعواد۔۔علی ابنِ حسین ہاشمی نجفی .....جلد اوّل...ص ۲۳۹۔ بحوالہ شیخ ابراہیم الآروی۔ شارح مسند شافعی۔

حضرت قاسمؑ کی شادی کے باب میں:

علامہ محمد حسنین سابقی النجفی رسوم الشیعہ میں لکھتے ہیں۔

ا۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو ابوالفتح معین الدین عادل محمد علی شاہ نے خواب میں دیکھا کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا مرثیہ پڑھ رہی ہیں۔

''اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی'' (بحوالہ۔تاریخ لکھنؤ۔ج ۲۔ص ۱۵۰)

۲۔لکھنؤ کے معروف شاعر تمنا۔م ۱۳۳۲ھ۔ہمیشہ لکھنؤ کے جلوسوں اور مجالس میں علماء و مجتہدین کی موجودگی میں عقد قاسمؑ کے اشعار پڑھتے۔

رخ سے سرکایا ہے سہرا قاسمؑ نوشاہ نے
بس کے پھر جنت کے پھولوں کی ہوا آنے کو ہے

حضرت قاسمؑ کی شبِ عاشور کی گفتگو کے حوالے:

یہ واقعہ ایک ایسی طویل روایت کا جزو ہے۔ جسے ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

اس کے ناقلین میں۔

جیسا کہ جواد شبر نے ''الحسین (علیہ السلام) عبرۃ المومنین'' ذکر کیا ہے۔

۱۔مرزا تقی سپہر نے ناسخ التواریخ میں۔

۲۔طبری نے تاریخ میں

۳۔شیخ مفید نے ارشاد میں۔

جیسا کہ شیخ عبداللہ الحسن نے ''لیلۃ عاشوراء فی الحدیث والادب'' میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ابنِ حمدان حصینی نے الہدایۃ الکبریٰ میں۔

جیسا کہ ''موسوعۃ شہادۃ المعصومین'' کا بیان ہے۔

۵۔شیخ حر عاملی نے ''اثباۃ الہداۃ'' میں

مقتل خوارزمی کا بیان:

پھر عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام باہر آئے، بعض روایات میں ہے کہ وہ قاسم بن الحسن (علیہ السلام) تھے:

وہ نوخیز لڑکے تھے۔ جو ابھی جوان نہ ہوے تھے، جب امام حسین علیہ السلام نے اُنھیں دیکھا سینے سے لپٹا لیا، دونوں اتنا روئے کہ غش کر گئے۔

پھر افاقہ ہوا تو اس نوخیز نے جنگ کی اجازت مانگی مگر حسین علیہ السلام نے اذن دینے سے انکار کر دیا، پس نوخیز قاسمؑ، حسین علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں چومتے جاتے اور طلب اذن کرتے جاتے، یہاں تک کہ اجازت مل گئی، پس وہ چلے، آنسوؤں کے رخساروں پہ بہہ رہے تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے کہ:-

''میں حسنؑ کا بیٹا ہوں، وہ حسنؑ جو امین، نبیؐ مصطفیٰؐ کا لال ہے یہ حسینؑ ہے کہ جن لوگوں کے درمیان قیدیوں کی طرح ہے، خدا ان لوگوں کو سحاب رحمت سے سیراب نہ کرے''

پھر قاسمؑ نے قتال کیا اور اپنی کمسنی کے باوجود ۳۵ر افراد قتل کیے۔''

اس کے بعد خوارزمی نے بعد میں پھر حمید ابن مسلم کی روایت کو نقل کر دیا۔

(موسوعۃ کلمات الامام الحسین (علیہ السلام)...ص ۵۵۸)

المجالس الفاخرۃ فی مصائب العترۃ الطاہرۃ۔ سید شرف الدین (ایران)۔ ص ۱۷۱

وہ قاسمؑ، حسینؑ کے بھائی کا بیٹا کہ تیرہ برس کا، جسے زمین پہ ایڑیاں رگڑتے ہوئے پایا۔ تو کہا۔ ''شاق ہے تیرے چچا پر کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے اور جواب دے بھی تو کوئی فائدہ نہ ہو''۔ پھر اسکے رخسار پہ رخسار رکھ دیئے، اور اُسے اٹھالیا اسکے پاؤں زمین پہ خط دے رہے تھے، اس نے آنکھیں کھولیں، اور چچا کے چہرے کو دیکھ کر مسکرایا۔ پھر وہ نفس زکیہ فوز عظیم پر فائز ہوا۔ پھر اسے اپنے اہلِ بیتؑ کے لاشوں کے بیچ رکھ دیا۔''

باب ۔۔۔۔ ۲۱

حضرت قاسمؑ کی شہادت مقاتل کی روشنی میں

"مقتلِ طریحی"

شیخ فخر الدین طریحی نجفی لکھتے ہیں جب روز عاشور کربلا میں حق و باطل کی جنگ شروع ہوئی اور بہت سے اصحاب شہید ہو گئے تو حضرت قاسم بن الحسنؑ اپنے چچا مظلومِ کربلاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اذنِ جہاد طلب کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بھتیجے! تم میرے بھائی کی نشانی ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تا کہ مجھے تسلی رہے۔

چچا کا یہ فرمان سن کر قاسمؑ رونے لگے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جہاد میں روانہ کیا۔ قاسمؑ سر جھکا کر حیران ہو کر یہ منظر دیکھنے لگے۔ پھر اچانک انہیں یاد آیا کہ ان کے والد امام حسنؑ نے ان کے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ جس دن تجھ پر سخت مصیبت آئے تو تم اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور میرے حکم پر عمل کرنا۔

قاسم علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ آج کے دن کی مصیبت سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت نازل ہوگی۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے بازو کے تعویذ کو کھولا اور اس کو پڑھنے لگے۔ تعویذ میں یہ عبارت تحریر تھی۔

میرے فرزند قاسم! جب تم اپنے چچا حسینؑ کو کربلا میں دشمنوں کے نرغہ میں دیکھو تو میری وصیت یہ ہے کہ تم اپنے چچا پر اپنی جان قربان کر دینا اور خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کرنا۔ اگر حسینؑ تمہیں میدان میں جانے سے منع کریں تو بار بار ان سے اجازت طلب کرنا تا کہ تمہیں ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو۔

حضرت قاسمؑ نے جیسے ہی اپنے والد کی تحریر کو پڑھا تو خوش ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے والد کا حکم ان کے سامنے رکھا۔ امام حسینؑ اپنے بھائی کی تحریر پڑھ کر کافی دیر تک آہیں بھر بھر کر روتے رہے اور فرمایا:-

بھتیجے! تیرے والد نے تجھے یہ وصیت کی ہے اور انہوں نے تیرے لیے مجھے بھی ایک وصیت کی تھی جسے پورا کرنا ضروری ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کو بازو سے پکڑا اور انہیں خیمہ میں لے آئے اور آپؑ نے عون اور عباسؑ کو بلایا اور قاسمؑ کی والدہ سے کہا: کیا قاسمؑ کے کوئی نئے کپڑے نہیں ہیں؟

بی بی نے کہا: نہیں ہیں۔

پھر آپؑ نے اپنی بہن حضرت زینبؑ سے فرمایا: میرے پاس صندوق لے آؤ۔ بی بی زینبؑ صندوق لے آئیں۔ امام حسینؑ نے اس صندوق کو کھولا اور اس سے امام حسنؑ کی قبا باہر نکال کر قاسمؑ کو پہنائی اور قاسمؑ کو امام حسنؑ کی دستار بندھائی۔ پھر آپؑ نے اپنی اس دختر کا ہاتھ تھاما جو کہ قاسمؑ سے منسوب تھی اور آپؑ نے ا(۱) کا عقد پڑھا اور انھیں ایک علیحدہ خیمہ میں بٹھایا اور خود خیمہ سے باہر آ گئے۔

حضرت قاسمؑ اپنی چچازاد کو دیکھ کر رونے لگے اتنے میں دشمنوں کی مبارزہ طلبی کی صدا سنی تو انہوں نے اپنی دلھن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور خیمہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔

دلھن نے اپنے دولھا کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مبارزہ طلبی کر رہے ہیں۔ دلھن ان کے دامن سے چمٹ گئی۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے کہا: میرا دامن چھوڑ دو ہم نے اپنی شادی کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔

دلھن نے آنسو بہاتے ہوئے کہا: قاسمؑ! آپؑ کہہ رہے ہیں کہ آپؑ نے اپنی شادی کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ قیامت کے دن میں آپ کو کیسے پہچانوں گی اور آپ سے کہاں ملاقات ہوگی۔

حضرت قاسمؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنی قمیص کے دامن کو پھاڑ دیا اور فرمایا:

قیامت کے دن مجھے اس پھٹے ہوئے دامن کے ذریعہ سے پہچان لینا۔ یہ کہہ کر قاسمؑ خیمہ سے برآمد ہوئے۔ دولھا کو موت کی طرف جاتے دیکھ کر تمام مخدرات عصمت رونے لگ گئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کو روانگی پر آمادہ دیکھا تو فرمایا:

بیٹا! کیا تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جانا چاہتے ہو؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: چچا جان! میں میدان میں کیونکر نہ جاؤں جب کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ دشمنوں کے نرغہ میں تن تنہا کھڑے ہیں اور آپؑ کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ میں اپنی روح کو آپؑ کی روح پر اور اپنے جسم کو آپؑ کے جسم پر قربان کروں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کے لباس کو پھاڑا اور ان کے عمامہ کو دو حصوں میں قطع کیا۔ پھر وہی عمامہ ان کے سر پر باندھا اور انہیں کفن جیسا لباس پہنایا اور قاسمؑ کی کمر سے تلوار حمائل کر کے انہیں میدان کارزار کی طرف روانہ کیا۔

حضرت قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے اور عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا:

عمر! کیا تجھے خدا کا خوف نہیں آتا اور اے دل کے اندھے! کیا تجھے رسولؐ خدا سے شرم محسوس نہیں ہوتی۔

عمر بن سعد نے کہا: تم لوگ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟

حضرت قاسمؑ نے فرمایا: خدا تجھے کبھی اچھی جزا نہ دے تو اسلام کا دعویدار ہے اور رسولؐ اسلام کا خاندان سخت پیاسا ہے۔ پیاس کی شدت سے ان کی نظر میں دنیا تاریک ہو چکی ہے۔

کچھ دیر تک قاسمؑ کھڑے رہے۔ کوئی بھی ان کے مقابلہ پر نہ آیا۔ پھر قاسمؑ خیمہ کی طرف واپس آئے۔ انہوں نے اپنی دلھن کو روتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا: میں تیرے پاس آ گیا ہوں۔ جب دلھن نے اپنے خاوند کو دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور کہا: خدا کا شکر ہے جس نے موت سے قبل مجھے آپؑ کا چہرہ دکھایا ہے۔

قاسمؑ خیمہ میں آئے اور فرمایا: دخترِ عم! میں آپؑ کے پاس بیٹھ نہیں سکتا کیونکہ لشکرِ کفار مبارزہ طلبی کر رہا ہے۔ پھر انھوں نے دلھن کو الوداع کہا اور خیمہ سے باہر آئے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا اور مبارز طلبی کی۔

حضرت قاسمؑ کے مقابلہ پر ایک پہلوان آیا جو کہ اکیلا ایک ہزار کے مقابلہ میں لڑا کرتا تھا۔ آپؑ نے اسے قتل کیا۔ اسی میدان میں حضرت قاسمؑ نے اس کے چار بیٹوں کو بھی قتل کیا۔ اس کے بعد لشکر والوں نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ آپؑ کی طاقت جواب دے گئی۔ آپؑ نے خیمہ جانے کا ارادہ کیا۔ ازرق شامی نے آپؑ کا راستہ روکا۔ حضرت قاسمؑ نے اس کے سر پر وار کیا اور اسے جہنم پہنچا دیا۔

حضرت قاسمؑ اپنے مظلوم چچا کے پاس آئے اور عرض کیا: چچا جان! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ آپؑ مجھے پانی کا ایک گھونٹ پلائیں۔

امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی ایک انگشتری ان کو دے کر فرمایا کہ اسے منہ میں رکھ کر چوسو۔

حضرت قاسمؑ نے کہا کہ چچا کی دی ہوئی انگوٹھی جب میں نے منہ میں رکھی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں پانی کے چشمہ پر پہنچ چکا ہوں۔ اس سے میری پیاس بجھ گئی اور میں سیراب ہو گیا۔ پھر میں میدان کی طرف پلٹا۔

اس کے بعد حضرت قاسمؑ نے چاہا کہ یزیدی فوج کے پرچم دار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں۔ آپؑ نے جیسے ہی علمدار کی طرف پیش قدمی شروع کی تو چاروں طرف سے آپؑ پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ جناب قاسمؑ زیادہ دیر تک گھوڑے کی پشت پر سنبھل نہ سکے اور آپؑ زین سے گرے اور زمین پر آئے۔ شیبہ بن سعد شامی نے انہیں پشت پر نیزہ مارا جو کہ سینہ تک جا پہنچا۔ حضرت قاسمؑ خون میں لت پت ہو گئے اور انہوں نے آواز دی۔ چچا جان! میری مدد کو پہنچیں۔

امام حسینؑ بھتیجے کے سرہانے پہنچے اور آپؑ نے اُن کے قاتل کو قتل کیا اور آپ نے زخمی قاسمؑ کو اُٹھایا اور انہیں خیمہ میں لے آئے۔ خیمہ میں قاسمؑ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ امام حسینؑ نے اُنھیں اپنی آغوش میں لے رکھا ہے اور رو رو کر کہہ رہے ہیں۔ پیارے فرزند! اللہ تیرے قاتلوں پر لعنت کرے۔ تیرے چچا پر یہ بات انتہائی شاق ہے کہ تم اسے بلاؤ اور وہ نہ آئے۔ ہائے میرے بیٹے! ان کافروں نے تجھے قتل کیا ہے گویا وہ تجھے نہیں جانتے تھے اور انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ تمہارا والد کون ہے اور تمہارا دادا کون ہے؟

حضرت امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر بے تحاشا روئے اور آپؑ کی دلھن بھی آپؑ پر روتی رہی اور تمام مخدرات عصمت نے آپؑ پر گریہ کیا۔

(منتخب طریحی، ص۳۷۲۔۳۷۵)

مجالس المتقین

علاّمہ محمد تقی برغانی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے اکثر اصحاب وانصار جاں نثار ہو چکے تو امام مظلوم نے ایک نظر اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا اور جہاں تک حضرت کی نظر اقدس پہنچی ۔ اپنے اصحاب اور جوانوں کی لاشیں نظر آئیں کوئی معین و مددگار نظر نہ آیا تو آپ نے فریاد کرتے ہوئے فرمایا۔ وانمرتبباه واقلة ناصراه امامن معين يغيثنا آمامن ناصر ينصرنا۔ الخ

ہائے بے وطنی ۔ ہائے مددگاروں کی قلت ۔ کیا کوئی ایسا نہیں جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی خوف خدا رکھنے والا نہیں جو ہم سے شر اعداء کو دور کرے۔ حضرت کا یہ استغاثہ سن کر ایک شہزادہ تڑپ کر خیمے سے باہر نکلا۔ جس کی آواز آرہی تھی۔ لبیک۔ لبیک۔ یا سیّدی۔ میرے سردار میں حاضر ہوں۔ حکم فرمایئے۔ حضرت امام مظلوم نے دیکھا۔ بڑے بھائی کی نشانی قاسم بن الامام الحسنؑ نظر آئے۔ رو کر قاسمؑ کو گلے لگالیا۔ قاسمؑ نے اپنے بازو چچا کے گلے میں ڈال دیئے۔ دونوں نے زار وزار رونا شروع کیا یہاں تک کہ روتے روتے دونوں بے ہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو حضرت قاسمؑ نے میدان جنگ میں جا کر فدا ہونے کی اجازت طلب کی امام مظلوم نے انکار کر دیا۔ کہا کہ بیٹا تم تو میرے بڑے بھائی کی نشانی ہو میں اسے مٹانا نہیں چاہتا۔ حضرت قاسمؑ نے اصرار کیا۔ چچا کی طرف سے انکار پر اصرار ہوتا رہا۔ حتی بالآخر قاسمؑ نے اپنے پدر

بزرگوار کی ایک تحریر پیش کی جس پر اجازت مل گئی۔

اب امام حسینؑ نے قاسمؑ کو میدان جنگ کی طرف روانہ کرنے کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ قاسمؑ کا گریبان چاک کیا۔ عمامہ کے ایک سرے کو چیر کر دو نصف بنا دیئے اور پھر قاسمؑ کے چہرے پر لٹکا دیا۔ اور اس طرح قاسمؑ کو کپڑے پہنائے جس طرح میت کو کفن پہنایا جاتا ہے۔ تلوار قاسمؑ کی کمر سے باندھی اور فرمایا بیٹا اب جایئے اور چچا بھی آپ کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

حضرت قاسمؑ میدان میں پہنچے۔ میدان کو اپنے درخشاں چہرے سے اس طرح چمکا دیا جس طرح اندھیری رات میں چاند نکل آتا ہے۔ اس حالت میں واردِ میدان ہوئے کہ آنسو آپ کے دونوں رخساروں پر جاری تھے۔ آتے ہی رجز پڑھا۔ فرمایا ان تنکرونی فانا ابن الحسن۔ سبط النبی المصطفیٰ الموتمن۔ کہ اگر تم کو میرے متعلق علم نہ ہو تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ کا فرزند ہوں جو نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے۔ پھر آپ پسر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے پسر سعد کیا تجھے خوف خدا نہیں؟ کیا تجھے بارگاہ ایزدی میں پیش ہونے کا خیال نہیں؟ کیا تیرے دل میں رسولؐ خدا کی کوئی عزت نہیں؟ پسر سعد نے جواب میں یہی کہا کہ تم یزید کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟

جب ابنِ سعد نے بیعت یزید کا تذکرہ کیا تو شہزادہ نے فرمایا۔ خدا تجھے جزائے خیر نہ دے بے حیا تو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ تو نے آل رسولؐ پر پانی تک بند کر رکھا ہے۔ شدت پیاس کے باعث دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو رہی ہے پھر فرمایا کہ پسر سعد یہ تو بتا کہ تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے یا نہیں؟ کہا کہ پلایا ہے۔ تو فرمایا کہ وائے بر تو کہ تو اپنے گھوڑے کو بھی پانی پلاتا ہے۔ لیکن اس نفس مقدس پر تو نے پانی

بند رکھا ہے جس پر رسولِؐ خدا اپنی جان تک قربان کیا کرتے تھے۔ اس پر عمر سعد ملعون سر نیچا کر کے رونے لگا اور کچھ جواب نہ دیا۔

شہزادہ قاسمؑ کی مبارز طلبی اور پسر سعد کا ازرق شامی سے خطاب:

پھر حیدرؑ کرار کے پوتے نے مبارز طلب کیا۔ کہا ھل من مبارز مگر کسی نے میدان میں اُترنے کی جرأت نہ کی۔ تو عمر سعد ازرق شامی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ازرق تو لشکر شامی کا سپہ سالار ہے۔ اور ہر سال زر کثیر یزید سے حاصل کرتا ہے اور شجاعت میں بھی شام و عراق میں مشہور ہے جاؤ اور اس ہاشمی لڑکے کا کام تمام کردو۔

جواب ازرق:

ازرق نے کہا اے پسر سعد! مجھے شام اور عراق میں ہزار شاہسواروں کے مقابلہ کا جواب سمجھا جاتا ہے اور تعجب ہے کہ تو مجھے ایک بچے کے مقابلہ کے لیے بھیجنا چاہتا ہے۔ میری اس میں توہین ہے۔

پسر سعد کا جواب:

تجھے معلوم نہیں کہ شیر خدا کا پوتا قاسم بن حسنؑ ہے۔ میدانِ جنگ میں اس کی تلوار آتش بار سے شعلہ ہائے برق برستے ہیں اگر غلبۂ پیاس اس پر طاری نہ ہوتا تو ایک حملہ سے ہمارے سارے لشکر کو منتشر کر دیتا۔

ازرق کا مقابلہ سے انکار اور اپنے بیٹے کو بھیجنا:

ازرق نے کہا مگر محال ہے کہ میں خود اس کے مقابلہ کے لیے جاؤں۔ البتہ اگر تو اصرار کرتا ہے تو میرے چار بیٹے ہیں جو شجاعت میں مشہور عالم ہیں۔ میں ایک کو بھیج دیتا ہوں جو ابھی اس کا سر کاٹ کر لے آئے گا۔ عمر نے اجازت دے دی ازرق نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا۔ اپنے گھوڑے پر سوار کیا۔ تلوار، نیزہ، زرہ، خود، ڈھال،

سا قین، ساعدین، وغیرہ ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے اس کو آراستہ کیا اور کہا جاؤ اس ہاشمی لڑکے کا سر کاٹ کر لے آؤ۔

پسران ازرق کا جہنم واصل ہونا:

پسر ازرق میدان جنگ میں حضرت قاسمؑ کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ طرفین سے وار ہونے لگے۔ گھوڑے جولان لگانے لگے حضرت قاسمؑ نے ایسا داؤ لگایا کہ پسر ازرق گھوڑے سے گر کر زمین پر آپڑا۔ خود اور عمامہ اس کے سر سے گر گیا۔ حضرت قاسمؑ کی نگاہ اس کے لمبے لمبے بالوں پر پڑی۔ گھوڑے سے لپک کر اس کے بالوں میں ہاتھ ڈالا۔ قابو کیا۔ پیچ دے کر گھوڑے کو مہمیز کیا گھوڑا دوڑا۔ گھوڑا دوڑ رہا تھا پسر ازرق نہ زمین پر نہ آسمان پر حضرت قاسمؑ کے ہاتھ میں لٹکا ہوا فضا کی ہوا کھا رہا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت قاسم نے جھٹکا دے کر اس ملعون کو اپنے گھوڑے کے سامنے زمین پر پٹک دیا اور دوڑتے ہوئے گھوڑے کو اس کے اوپر سیدھا کیا۔ اس کی ہڈیاں گھوڑے کے سموں سے چور ہو گئیں اور فوراً جہنم واصل ہو گیا۔

یہ دیکھ کر اس کا دوسرا بھائی آتش غضب سے آگ بگولا انتقام لینے کے لیے میدان میں کود پڑا۔ آتے ہی حضرت قاسمؑ نے اسے بھی جہنم بھیج دیا۔ ازرق کا تیسرا بیٹا غیظ و غضب سے بھرا ہوا میدان میں آ گیا۔ حضرت قاسمؑ نے اسے بھی فوراً بھائیوں سے ملا دیا پھر ازرق کا چوتھا لڑکا بھی آ گیا اور حضرت قاسمؑ نے فوراً اس کا کام تمام کر دیا۔

ازرق کا میدان میں آجانا:

اب ازرق کی آنکھوں میں خون بھر گیا۔ دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک ہو گئی۔ جوش انتقام کی آگ اس کے سینہ میں شعلہ زن ہو گئی کوہ پیکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ تیغ آتش بار کمر میں باندھی۔ اٹھارا ہاتھ لمبا نیزہ ہاتھ میں۔ عادی خود بسر سر۔ تنگ زرہ در بر

جھاگ بہاتا خاک اُڑاتا میدان میں آ گیا۔ حضرت قاسمؑ کو للکارا کہ خبردار تو نے میرے چار بیٹوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ جن میں سے ہر ایک شجاعت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ حضرت قاسمؑ نے فرمایا ان کا غم کیا کھاتا ہے۔ ابھی تجھے بھی ان ہی کے ساتھ ملاتا ہوں۔ حضرت امام حسینؑ نے اس موقع پر اپنے بھتیجے کے لیے درگاہ رب العزت سے نصرت کی دعا کی۔

ازرق سے جنگ کا منظر:

طرفین کی فوجیں اب گھوڑوں کی لگامیں تھامے ہوئے دونوں بہادروں کی جنگ پر نگاہیں لگائے کھڑی تھیں۔ ازرق نے آتے ہی نیزے کا وار کیا۔ حضرت قاسمؑ نے وار کو رد کر کے فوراً اس ملعون پر وار کیا۔ اس نے بھی حضرت کے وار کو رد کر دیا اور فوراً حملہ کر کے حضرت قاسمؑ پر دوسرا وار کیا۔ حضرت قاسمؑ نے اس کا دوسرا وار بھی رد کر دیا۔ اس طرح وار پر وار ہونے لگے اور طرفین سے رد عمل ہونے لگا حتیٰ کہ بارہ وار ازرق نے حضرت قاسمؑ پر کیے جو حضرت قاسمؑ نے رد کر دیئے اور بارہ ہی وار حضرت قاسمؑ نے کیے جو ازرق نے رد کر دیئے۔ اس سے ازرق انتہائی غیظ و غضب کے باعث اصول جنگ کی مخالفت پر اُتر آیا اور اپنا نیزا حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کے پیٹ میں دے مارا۔ گھوڑا گرا۔ حضرت قاسمؑ اچھل کر زمین پر آ گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو ایک آہ کھینچی اور اپنے ایک جان نثار کو ایک گھوڑا دے کر حکم فرمایا کہ فوراً قاسمؑ کو یہ گھوڑا پہنچایئے کہ میرے قاسمؑ پیادہ ہو چکے ہیں اور ازرق خونخوار درندہ ہے اور وہ سوار ہے۔ اس دوران میں ازرق سوار اور حضرت قاسمؑ پیادہ تھے مگر پھر بھی ازرق جو وار کرتا تھا حضرت قاسمؑ رد کر دیتے تھے وہ حضرت پر غلبہ نہیں پا سکتا تھا اور حضرت قاسمؑ کا وار بھی وہ رد کر دیتا تھا۔

ازرق کا واصل جہنم ہونا:

حضرت امام حسینؑ کا بھیجا ہوا گھوڑا جب حضرت قاسمؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے وہ چستی دکھائی کہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ازرق گھوڑے پر سوار ہوتے وقت بھی وار نہ کر سکا۔ اب قاسمؑ گھوڑے پر سوار ہو کر مہربان چچا کی مہربانی سے خوشحال ہو گئے۔ تیغ آتش بار نیام سے نکالی اور ایک وار جو سنبھل کر ازرق کے رسید کیا تو وہ ٹھیک اس کی کمر پر بیٹھا۔ جس سے ملعون دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

ازرق کا گرنا تھا کہ حضرت قاسمؑ نے فوراً اس کے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ اپنے گھوڑے سے اُتر کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اس کے گھوڑے پر سوار اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اپنے چچا کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان سے امام عالی مقام کا یہ کمسن بھتیجا فتح عظیم حاصل کر کے واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضرت قاسمؑ درگاہ امام کے قریب پہنچے۔ گھوڑے سے اُتر کر پیادہ ہو گئے امام حسینؑ کی رکاب کو بوسہ دیا اور عرض کیا۔ یا عماہ العطش العطش کہ چچا جان پیاس نے مار ڈالا ہے۔ جگر پگھلا جا رہا ہے مگر افسوس کہ امام حسینؑ کے پاس پانی نہ تھا کہ قاسمؑ کی پیاس بجھانے کا سامان کیا جاتا۔ فبکیٰ الحسین ۔ حضرت قاسمؑ سے پیاس کی شکایت سن کر امام حسینؑ رونے لگے اور فرمایا بیٹا صبر کیجئے۔ عنقریب آپ کو آپ کے نانا شربت کوثر سے سیراب کریں گے۔ پھر فرمایا لیجئے یہ میری انگشتری اپنے دہن میں رکھیے۔ حضرت قاسمؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے وہ انگوٹھی اپنے منہ میں رکھی تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ پانی کا چشمہ تھا جس سے میں سیراب ہو گیا۔

حضرت قاسمؑ کی آخری الوداع:

حضرت قاسمؑ آخری الوداع کر کے دوبارہ میدان جنگ میں آئے۔ ازرق اور اس

کے بیٹوں کو قتل کرنے سے قبل بھی حضرت قاسمؑ نے یزیدی فوج پر ایک حملہ کیا تھا جس میں پینتیس ملاعین کو فی النار کیا تھا۔ اب دوبارہ ان ملاعین پر حملہ کیا۔ ارد گرد سے فوجوں کا ہجوم ہو گیا۔ حسنؑ کا چاند کفر کی کالی گھٹاؤں میں گھر گیا۔ حضرت اس سے جنگ کرنے لگے۔ جنگ کرتے ہوئے کبھی ان ٹڈی دل فوجوں میں چھپ جاتے تھے اور پھر کبھی جس طرح کہ چاند کالے بادلوں سے ظاہر ہوتا ہے کسی طرف سے ظاہر ہو جاتے تھے۔ ان ملاعین میں سے کچھ حضرت پر تیروں کے وار کر رہے تھے۔ کچھ تلواریں اور نیزے مار رہے تھے اور ملاعین کا ایک گروہ اس کمسن بچے پر پتھر برسا رہا تھا۔ مگر حیدر کرار کا پوتا جس طرف رخ کرتا تھا ملاعین کو کاٹتا چلا جاتا تھا۔ ملاعین کی ایک جماعت کو شہزادہ نے تہ تیغ کر دیا۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت:

عمر ازدی ملعون اس اثنا میں کمیں گاہ میں بیٹھا تھا۔ شہزادہ اپنے خیال میں مصروف جنگ ہوتا ہوا جب اس کے پاس سے گذرا اور شہزادہ نے اس سے پشت پھیری تو اس ملعون نے سنبھل کر شہزادہ کے پس پشت سے تلوار کا وار کیا تلوار شہزادہ کے سر اقدس پر پڑی جس سے شہزادہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکا۔ چہرے کے بل زمین پر گرا۔ گویا پارہ مصحف ناطق رحلِ زین سے زمین پر آیا۔ شیبہ بن سعد شامی ملعون نے اوپر سے آکر پشت شہزادہ پر نیزہ کا ایسا وار کیا کہ نیزہ پشت سے گذر کر شہزادہ کے سینے سے باہر نکل آیا۔ اور شہزادہ اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ ایک ملعون نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس نے شہزادہ کے پیٹ کو شگافتہ کر دیا۔ اس کے علاوہ بنا بر بعض روایات شہزادہ کے بدن مبارک پر ۳۵ تیر پیوست ہو چکے تھے۔ شہزادہ کی آواز آئی۔ یا عم ادرکنی چچا جان پہنچیے۔ اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام اس طرح تیزی سے پہنچے جس طرح باز اُڑ کر پہنچتا

ہے۔صفوں کو چیرتے ہوئے آپ نے عمرازدی ملعون کو جالیا جس نے تلوار مار کر شہزادہ کو گرایا تھا۔حضرت نے اس ملعون پر تلوار کا ایک شیرانہ وار کیا۔اس نے ہاتھ سے وار کو ردکیا۔حضرت کی تلوار اس کی کہنی پر پڑی۔کہنی کٹ کر ہوا میں اُڑتی نظر آئی اور اس نے ایک سخت خوفزدہ چیخ ماری اور ایک طرف دوڑا۔اس کی چیخ تمام لشکر باطل نے سنی۔اہلِ لشکر کے رسالے اس کو بچانے کے لیے ہر طرف سے دوڑے جو سامنے سے آتے ہوئے اس کے اوپر چڑھ گئے اور وہ ان کے پاؤں کے نیچے روندا گیا حتیٰ کہ مر گیا۔

اس گھڑ دوڑ کی وجہ سے غبار بلند ہوگیا۔جب غبار چھٹا تو حضرت امام حسین علیہ السلام شہزادے کے سر کے پاس کھڑے ہوئے نظر آئے۔شہزادہ اپنی ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔اس حال میں حضرت قاسمؑ کی آنکھ کھلی۔چچا کے چہرے پر نگاہ پڑی قاسمؑ کے چہرہ اقدس سے مسکراہٹ نکلی اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔

یہ ہے کربلا میں بعض بچوں کے کارناموں کا مختصر تذکرہ جنہوں نے رہتی دنیا تک عالم اسلام پر احسان کیا۔بھوک۔پیاس۔سفر۔بے وطنی وغیرہ گوناگوں مصائب و آلام برداشت کئے اور بالآخر اپنے خون کا پانی دے کر اسلام کو ہرا بھرا کر گئے۔جس کا پھل اہلِ دنیا اس وقت تک کھا رہے ہیں اور تاابد کھاتے رہیں گے۔

تاریخِ ابن خلدون

عبدالرحمٰن ابنِ خلدون (۷۳۲ھ،۸۰۸ھ) لکھتا ہے:

بعد ازاں قاسمؑ بن الحسنؑ بن علی تلوار کھینچ کر نکل پڑے،عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے پیچھے سے تلوار تول کر ایسا وار کیا کہ قاسمؑ یا عماہ (اے چچا) کہہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔امام حسینؑ نے لپک کر عمرو پر تلوار چلائی اس نے ہاتھ پر روکا،کہنی پر سے ہاتھ کٹ گیا،ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا،سوارانِ کوفہ اس کے بچانے کو دوڑ پڑے۔

گرد وغبار میں کچھ سجھائی نہ دیا، خود انھیں کے گھوڑوں نے اس کو روند ڈالا، امام حسینؑ نے قاسمؑ کے سرہانے کھڑے ہوکر فرمایا ''کیا بُری وہ قوم ہے جس نے تجھ کو قتل کیا ہے کل روز قیامت تمھارا معاملہ احکم الحاکمین کے روبرو پیش کیا جائے گا'' پھر فرمایا ''کیا بُرا وقت تمھارے چچا پر آیا ہے کہ تم اس کو مدد کے لیے بلاتے ہو تو وہ کچھ مدد نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ مدد پہنچا سکتا ہے تو اس سے کوئی نفع نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ دن ایسا ہے کہ تمھارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور معین و مددگار کم'' اس اثناء میں قاسمؑ نے جان بحق تسلیم کیا۔ آپ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھالائے اور قاسمؑ کی لاش کو علی اور ان لوگوں کی لاش کے پاس رکھ دیا جو آپ کے اہلِ بیتؑ سے شہید ہو چکے تھے۔

(تاریخ ابنِ خلدون جلد دوم ..... صفحہ ۱۱۴)

ناسخ التواریخ

علاّمہ محمد تقی نے ''ناسخ التواریخ'' جلد ششم صفحہ ۲۸۴ پر نقل کیا ہے:-

شرح شافیہ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص جسے لوگ ہزار آدمیوں کے برابر سمجھتے تھے قاسمؑ بن حسنؑ پر حملہ کرنے کے لیے چلا قاسمؑ بن حسنؑ نے سخت آندھی اور چندھیانے والی بجلی کی طرح اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار سے سختی سے ڈھکیل کر گھوڑے سے گرادیا اور اسی وقت چمکنے والے سورج کی طرح جو رات کی تاریکی میں چمکتا ہے اپنے آپ کو فوج اشقیا کے اژدھام میں پہنچا دیا اور باوجود کمسنی اور چھوٹی عمر کے پینتیس آدمیوں اور دوسری روایت سے ستّر سرکشوں کو قتل کردیا۔

تاریخِ طبری

علاّمہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے تاریخ الامم والملوک حصہ چہارم ترجمہ حیدر علی صفحہ ۲۹۲ پر بسند حمید بن مسلم ازدی نے لکھا ہے:-

''حمید بن مسلم نے ایک طفل کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا، ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا کہتا ہے کہ اس کے گلے میں کرتہ تھا، پاؤں میں پائجامہ اور مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا ان کو دیکھ کر عمرو بن سعید ازدی مجھ سے کہنے لگا اسے تو واللہ میں قتل کروں گا میں نے کہا سبحان اللہ اس کے قتل کرنے سے تجھے کیا مقصود ہے انصار حسین میں سے یہ لوگ جن کو تم نے گھیر لیا ہے بس ان کا قتل ہونا تجھے کافی ہے اس نے جواب دیا واللہ اسے تو میں ضرور قتل کروں گا یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور اس کے سر پر تلوار مار کر پلٹا وہ طفل منہ کے بل زمین پر گر پڑا چچا چچا کہہ کر پکارا یہ سُن کر امام حسینؑ اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے اور شیر غضبناک کی طرح آپ نے حملہ کیا عمرو کو تلوار ماری اس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ اس کا کہنی کے پاس سے جدا ہو گیا وہ چلاّیا اور وہاں سے ہٹ گیا اہلِ کوفہ کے سوار دوڑے کہ اس کو امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے بچا کر لے جائیں گھوڑے اس کی طرف پلٹ پڑے ان کے قدم اُٹھ گئے سواروں کو لیے ہوئے اس کو پائمال کرتے ہوئے گزر گئے آخر میں وہ مر گیا۔ غبار فرد ہوا تو دیکھا حسین علیہ السلام اس طفل کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے آپ یہ کہہ رہے ہیں خدا انتقام لے ان لوگوں سے جنہوں نے تجھے قتل کیا جن سے قیامت کے دن تیرے جدِ بزرگوار تیرے خون کا دعویٰ کریں گے واللہ یہ امر تیرے چچا پر شاق ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے جواب دے بھی تو اس سے تجھے کچھ نفع نہ ہو واللہ تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں مددگار کم رہ گئے ہیں پھر آپ نے ان کو گود میں اٹھا لیا میں نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام ان کو سینہ سے لگائے ہوئے تھے دونوں پاؤں ان کے زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ انہوں نے گود میں کیوں اٹھا لیا، دیکھا کہ

ان کی لاش کو اپنے فرزند علی اکبرؑ کے پہلو میں اور جو لوگ ان کے خاندان کے گرد اگرد قتل ہوئے تھے ان کی لاشوں میں لٹا دیا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ طفل کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسنؑ ہے'' (تاریخ طبری)

مقاتل الطالبین

جناب قاسم بن حسنؑ کی شہادت کے مذکورہ واقعات بسند حمید بن مسلم ازدی، ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ نے بھی ''مقاتل الطالبین'' مطبع قاہرہ صفحہ ۸۸ پر بجنسہ لفظ بہ لفظ نقل کیے ہیں جو یہ ہے:-

''احمد بن عیسیٰ نے مجھے خبر دی اس نے کہا ہمیں حسین بن نصر نے خبر دی اس نے کہا ہمیں اپنے والد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں عمر بن سعد نے ابی مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد سے اس نے حمید بن مسلم سے خبر دی حمید نے کہا: میں نے ایک معصوم لڑکے کو خیام اہلِ بیتؑ سے برآمد ہو کر اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی وہ ایک قمیص، تہہ بند اور نعلین پہنے ہوئے تھا مجھے یہ بات نہیں بھولتی کہ اس کے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا پس عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے کہا قسم بخدا میں اس پر ضرور حملہ کروں گا پس میں نے اس سے کہا سبحان اللہ اس کے قتل کرنے سے تجھے کیا مقصود ہے ان لوگوں کا اس معصوم کو قتل کرنا تیرے لیے کافی ہے جن کو تو دیکھ رہا ہے اور جنہوں نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے عمرو بن سعد بن نفیل نے جواب دیا واللہ اس پر تو میں ضرور حملہ کروں گا پس وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا یہاں تک کہ اس معصوم کے سر پر تلوار کا وار کیا پس وہ معصوم منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور فریاد کی اے چچا بزرگوار۔ حمید نے کہا خدا کی قسم ہے امام حسینؑ شہباز کی طرح پہنچے اور ایک غضبناک شیر کی طرح سخت حملہ کر کے عمرو بن سعد بن نفیل

ازدی پر تلوار کا وار کیا اس نے تلوار کو اپنے بازو پر روکا اور تلوار نے اس کے بازو کو کہنی سے جدا کر دیا حضرت اس سے ایک طرف ہو گئے اور عمرو بن سعد کی گھوڑ سوار فوج نے اسے امام حسینؑ سے چھڑانے کے لیے حملہ کیا اس حملہ کے دوران گھوڑوں نے اسے اپنے سینوں اور پاؤں سے روند دیا اور وہ فوراً مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور اسے ذلیل کرے۔

جب گرد و غبار فرو ہو گیا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام اس معصوم کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ معصوم زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپ یہ فرما رہے ہیں وہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہوں جنہوں نے آپ کو شہید کیا جناب محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن تیری طرف سے ان دشمنوں کے خلاف دعویدار ہوں گے پھر فرمایا یہ امر تیرے چچا پر شاق ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے یا اگر جواب دے تو اس سے تجھے کچھ نفع نہ ہو تو دیکھتا ہے کہ آج تیرے چچا کے دشمن کافی جمع ہو گئے ہیں اور مددگار کم رہ گئے ہیں اس کے بعد حضرت امام حسینؑ اس معصوم کو اُٹھا کر اس طرح لے چلے کہ اس کا سینہ اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے اور پاؤں اس معصوم کے زمین پر خط دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ اس کی لاش کو اپنے فرزند علی بن حسینؑ کی لاش کے ساتھ رکھ دیا میں نے اس معصوم لڑکے کے متعلق پوچھا کہ وہ کون ہے تو لوگوں نے جواب دیا کہ وہ قاسم بن حسن بن علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں"۔

(مقاتل الطالبین)

کتاب الارشاد

جناب قاسم بن حسنؑ کی شہادت کے مذکورہ واقعات بسند حمید بن مسلم ازدی، شیخ مفید نے "کتاب الارشاد حصہ دوم" مطبع طہران صفحہ ۱۱۱ پر لفظ بہ لفظ نقل کیے ہیں"۔

حمید بن مسلم ازدی نے کہا: ہم جنگ کربلا میں موجود تھے کہ اسی اثنا میں ہم نے ایک معصوم بچے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی وہ ایک قمیص اور تہہ بند زیب تن کئے ہوئے تھا اور اسکے پاؤں میں نعلین تھیں ان کی نعلین میں سے ایک پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے کہا: بخدا میں اس پر ضرور حملہ کروں گا میں نے کہا: سبحان اللہ تجھے اس کام سے کیا فائدہ حاصل ہوگا اس کو جانے دے کیونکہ ظالم لوگ جو ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اسے بھی شہید کردیں گے اس نے جواب دیا: واللہ میں اسے تو ضرور قتل کروں گا پس عمر بن سعد بن نفیل نے اس پر حملہ کیا اور اس ارادے سے باز نہ آیا یہاں تک کہ اس کے سر مبارک پر اس طرح تلوار ماری کہ اسے شگافتہ کردیا اور وہ معصوم منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور چچا چچا کہہ کر پکارا امام حسین علیہ السلام اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے اور غضبناک شیر کی طرح آپ نے حملہ کیا عمر بن سعد بن نفیل ازدی کو تلوار ماری اس نے تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکا اور تلوار نے اس کے ہاتھ کو کہنی سے جدا کردیا اس نے ایک چیخ ماری جس کو لشکریوں نے سُنا اس وقت امام حسین علیہ السلام اس سے ایک طرف ہوگئے۔ اہلِ کوفہ کے سواروں نے حملہ کیا تاکہ اس کو چھڑالائیں مگر گھوڑے اس کی نجس لاش کو روندتے ہوئے گزر گئے یہاں تک کہ وہ مرگیا جب گردوغبار فرو ہوا تو میں نے امام حسین علیہ السلام کو اس معصوم کے سرہانے کھڑے ہوئے دیکھا اور وہ معصوم ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور امام حسینؑ یہ فرمارہے تھے وہ لوگ اللہ کی رحمت سے دُور ہوں جنہوں نے آپ کو شہید کیا تیرے جد بزرگوار قیامت کے دن ان کے خلاف دعویٰ کریں گے پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا واللہ یہ امر تیرے چچا پر دشوار گزرتا ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے تو وہ تجھے نفع نہ دے امام

حسینؑ نے آواز دی قسم بخدا تیرے چچا کے دشمن کثیر ہیں اور مددگار کم رہ گئے ہیں پھر امام حسینؑ اس معصوم کو اُٹھا کر اس طرح لے چلے کہ اس کا سینہ اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے اور اس معصوم کے پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے تھے حتیٰ کہ اسے اپنے فرزند علی بن حسین علیہما السلام اور اپنے اہلِ بیتؑ کے شہدا کی لاشوں کے ساتھ ملا دیا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ طفل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ قاسمؑ بن حسنؑ علیؑ ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں"۔ (کتاب الارشاد)

اعلام الوریٰ

مذکورہ واقعات در باب شہادت حضرت قاسم بن حسنؑ بسند حمید بن مسلم ازدی، علامہ طبرسی متوفی ۵۴۸ھ نے "اعلام الوریٰ" یا اعلام الہدیٰ مطبع شیراز صفحہ ۱۴۶ پر اور شیخ عباس قمی نے "منتہی الامال" جلد اول مطبع طہران صفحہ ۲۷۵ پر بعینہٖ لفظ بہ لفظ نقل کیے ہیں مگر جناب قاسمؑ کی پائمالی لاش کی روایت کا اضافہ کیا ہے:

"حمید ابن مسلم کہتا ہے میں لشکر عمر سعد میں تھا دیکھا میں نے اس لڑکے کو کہ لشکرِ حسینؑ سے جدا ہو کر لشکر عمر سعد کی طرف آیا نور اس کی پیشانی سے درخشاں تھا وہ اس وقت ایک کرتہ اور ازار پہنے تھا اور نعلین اس کے پاؤں میں تھیں مجھے خوب یاد ہے کہ اس معصوم کے بائیں نعل کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اس وقت عمرو بن سعد ازدی نے کہا: خدا کی قسم ہے میں اس پر ضرور حملہ کروں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ تو کیسا سنگدل ہے آیا تو اس بچے کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے بخدا اگر یہ مجھ پر وار کرے تو اس کے روکنے کے لیے اپنا ہاتھ تک نہ بڑھاؤں گا یہ لوگ جو اس کو گھیرے ہوئے ہیں، کافی ہیں اس ملعون نے کہا میں ضرور کروں گا پھر اس نے حضرت قاسمؑ پر حملہ کیا اور اس کام سے باز نہ آیا یہاں تک کہ اس کے سر پر تلوار لگائی کہ وہ معصوم منہ کے بل گرا اور فرمایا کہ اے چچا۔ حمید نے کہا کہ میں

نے دیکھا حسینؑ مانندِ عقاب آئے اور مثل شیر غضبناک کفار پر حملہ کیا اور جناب قاسمؑ کے قاتل پر ایک تلوار ماری اس شقی نے ہاتھ سامنے رکھ لیا حضرت نے اس کا ہاتھ کہنی سے جدا کیا شقی نے ایک چیخ ماری اور بھاگنے کا ارادہ کیا لشکر کوفہ نے اسے امام حسینؑ سے چھڑانے کے لیے حملہ کیا اس حملے کے دوران گھوڑوں نے اسے اپنے سینوں اور سموں سے زخمی کر کے روند دیا یہاں تک وہ نوجوان مر گیا۔ جب گرد و غبار فرو ہوا تو دیکھا کہ امام حسینؑ اس نوجوان کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ نوجوان زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے پس امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، واللہ یہ امر تیرے چچا پر دشوار ہے کہ تو انہیں پکارے اور وہ جواب نہ دے یا اگر جواب دے تو تیری مدد نہ کر سکے یا اگر تیری مدد کرے تو تجھے کوئی فائدہ نہ دے اللہ تعالیٰ اس گروہ اشقیاء کو اپنی رحمت سے دور کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا اس کے بعد امام حسینؑ اس معصوم کو اٹھا کر اس طرح لے چلے کہ اس کا سینہ اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے اور پاؤں اس معصوم کے زمین پر خط دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ اس کی لاش کو اپنے اہلِ بیتؑ کی لاشوں میں رکھ دیا"۔

حضرت قاسمؑ کی لاش کی پامالی

علامہ محمد تقی نے بھی بہ سند حمید بن مسلم ازدی جناب قاسم بن حسنؑ کی شہادت کے مذکورہ واقعات بعینہٖ لفظ بہ لفظ باضافہ روائت پائمالی لاش جناب قاسمؑ بن حسنؑ "ناسخ التواریخ" جلد ششم مطبع طہران صفحہ ۲۸۴ پر نقل کیے جن کا ماخذ علامہ مجلسی کی کتاب "بحار الانوار" جلد دہم ہے۔

مگر علامہ محمد قزوینی نے "ریاض القدس" و "حدائق الانس" جلد دوم مطبع طہران صفحہ ۷۶ پر جناب قاسمؑ بن حسنؑ کی لاش کی پائمالی کی روایت کی بایں الفاظ تردید کی ہے :-

"اسی مضمون کے قریب قریب علامہ مجلسی کی روایت بحار الانوار میں ہے اور اس

معتبر کتاب میں راوی بھی حمید بن مسلم ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ مجلسی مرحوم نے یہ روایت کتاب الارشاد سے نقل کی ہے اور اس کی بعض عبارتوں میں تغیر وتبدل کیا ہے منجملہ ان تصرفات میں سے ایک بات یہ ہے کہ علاّمہ مجلسی نے گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہونے والا حضرت قاسم بن حسنؑ کو سمجھا ہے نہ کہ عمرو بن سعید کو لیکن علاّمہ قزوینی، صاحب ریاض نے علاّمہ مجلسی کے اس تغیر وتصرف پر اعتراض کیا ہے اور حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کا اعتراض صحیح ہے کہ حضرت قاسمؑ کا قاتل گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہوا تھا نہ کہ حضرت قاسم بن حسنؑ کیونکہ مفعول کی تینوں ضمیریں قاتل کی طرف پھرتی ہیں۔ اور علامہ مجلسی نے لیتنفذوہ، فاستقبلۃ اور وطاتہ میں ضمیریں جناب قاسمؑ کی طرف پھیری ہیں نہ کہ عمرو بن سعد کی طرف حالانکہ ان کا قاتل کی طرف پھرنا ظاہر ہے اور شیخ مفید کی عبارت میں فقط ''حتی مات'' کا جملہ ہے اور مجلسی نے ''مات الغلام'' لکھا ہے لفظ ''غلام'' کو ''مات'' کے بعد زیادہ کر دیا ہے اگر علاّمہ مجلسی کی طرف سے کوئی کہے کہ شاید کسی کاتب کی غلطی سے ''الغلام'' کا لفظ زیادہ ہوا ہو تو اس کے متعلق عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مجلسی مرحوم نے اس لفظ کو عمداً زیادہ کیا ہے۔ کیونکہ اپنی کتاب جلاء العیون میں صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہلِ نفاق جمع ہوئے تاکہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو حضرت امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑا لیں جنگ ہوئی اور وہ ملعون قتل کیا گیا اور اس معصوم بچے کا جسم بھی مخالفوں کو متفرق اور منتشر کر دیا تو اپنے عزیز بھائی کے فرزند کے سرہانے دیکھا کہ وہ معصوم دونوں ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور ان کی روح پرفتوح اعلیٰ علیین کا قصد کیے ہوئے ہے حسرت کے آنسو آپ کی مبارک آنکھوں سے جاری ہوئے اور فرمایا اللہ کی قسم ہے تیرے چچا پر یہ بات سخت دشوار ہے کہ تو اس کو اپنی مدد کے لیے پکارے اور وہ

تیری مدد نہ کر سکے......الخ

اب مجلسی کی اس صراحت پر اعتراض کرتا ہوں کہ اگر حتی مات الغلام صحیح ہے تو پھر بعد میں ایڑیاں رگڑنے کا کیا معنی ہے جبکہ جناب قاسمؑ گھوڑوں کے سموں کے نیچے پائمال ہوکر شہید ہو چکے تھے۔

دوسری بات یہ ہے جو آگے فرماتے ہیں کہ جب گرد و غبار بیٹھ گیا تو حضرت امام حسینؑ حضرت قاسمؑ کے سر کے قریب آئے اور دیکھا کہ وہ معصوم ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور اس کی روح اعلیٰ علیین کی طرف جانے کا قصد کئے ہوئے ہے اس کا کیا معنی ہے؟ جناب قاسمؑ کے فوت ہو جانے کے بعد ایڑیاں رگڑنے کا کوئی معنی نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس عبارت میں سمجھدار لوگ غور وفکر فرمائیں۔

سیّد علامہ ابنِ طاؤس مرحوم کی کتاب ''لہوف'' میں جو روائت منقول ہے وہ شیخ مفید کی روایت کے مطابق ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سیّد مرحوم نے حتی مات کی بجائے حتی ہلک لکھا ہے اور یہ لفظ ''ہلک'' بھی خبر دیتا ہے کہ حضرت قاسمؑ کا قاتل ہی ہلاکت میں پڑا کیونکہ اہلِ دین اور اہلِ ایمان لوگوں کے لیے ہلاکت کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں۔

بعض واقعہ شہادت کے لکھنے والوں نے سوائے تحقیق کے محض تقلید میں علاّمہ مجلسی کی عبارت کو دیکھ کر اس کی بے معنی توجیہ کی ہے اور کہا ہے جب حضرت قاسمؑ کا بدن مبارک گھوڑوں کے سموں کے نیچے پائمال ہوا تھا تو حضرت قاسمؑ کے بند بند ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے اس لیے جب حضرت امام حسینؑ نے حضرت قاسمؑ کی لاش کو زمین سے اُٹھا کر اپنے سینے سے لگایا تو جناب قاسم کے پاؤں زمین پر گھسٹتے آتے تھے بوجہ اس کے کہ حضرت قاسمؑ کا بند بند ایک دوسرے سے جدا ہو گیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس بات کا لحاظ نہیں کرتے کہ حضرت قاسمؑ کی قد و قامت

اپنے پورے شباب پر تھی کیونکہ حضرت امام حسنؑ کی قبائے مبارک حضرت قاسمؑ کی قد و قامت پر پوری آتی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی قد و قامت علی اکبرؑ اور دوسرے جوانوں کے ہجر و فراق کے داغ کی وجہ سے ٹیڑھی ہو چکی تھی اس لیے جب حضرت قاسمؑ کے سینے کو اپنے سینے مبارک سے لگایا تو اس نونہال کے پاؤں زمین پر کھنچتے آ رہے تھے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ بعض مورخین نے تصریح کی ہے کہ جناب قاسمؑ میں خیمے کے دروازے تک آخری سانس باقی تھی جس طرح شیخ فخر الدین ''منتخب'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ جناب قاسمؑ کو جنگی خیمہ میں لے آئے ابھی ان میں رمق باقی تھی پس انہوں نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے باتیں کرنا شروع کیں اور پھوپھی، والدہ اور تمام مستورات کو دیکھا کہ بعض کھڑی ہوئی ہیں اور بعض بیٹھی ہوئی ہیں اور ان کے حال پر رو رہی ہیں''۔

علاّمہ عاملی نے ''لواعج الاشجان'' میں، فرہاد مرزا نے ''قمقام'' میں ملا حسینؒ نے ''روضۃ الشہداء'' میں لوط بن یحییٰ نے ''مقتل ابی مخنف'' میں شیخ عباس قمی نے ''نفس المہموم'' میں میرزا ابوالحسن شعرانی نے ترجمہ ''نفس المہموم'' میں سلیمان بن ابراہیم نے ''ینابیع المودۃ'' میں اور علاّمہ ابن شہر آشوب نے ''مناقب'' میں جناب قاسمؑ بن حسنؑ کی شہادت کے واقعات کے ضمن میں جناب قاسمؑ بن حسنؑ کے جسدِ اطہر کے پائمال ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے العلم عند اللہ۔ (جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ)

''مقتل الحسین'' ابی مخنف متوفی ۱۵۷ھ
کی نظر میں حضرت قاسمؑ کی شہادت:

ابی مخنف لکھتے ہیں:۔

راوی لکھتا ہے کہ اس کے بعد حسین علیہ السلام نے اپنے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی مددگار نظر نہ آیا۔ پس آپ نے باآواز بلند فرمایا:۔

''ہائے بے وطنی۔ ہائے پیاس۔ ہائے بے چارگی۔ آیا کوئی مددگار ہے جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی حمایت کرنے والا نہیں جو ہماری حمایت کرے؟ کیا کوئی پناہ دہندہ ہے جو ہمیں پناہ دے؟ کیا کوئی یاور و ہمدرد نہیں ہے جو حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یاوری کرے''۔

راوی کہتا ہے کہ خیمہ سے دو نوخیز لڑکے مثل دو چاند کے نکلے یہ حسنؑ بن علی علیہ السلام کے فرزند تھے ایک احمد اور دوسرا قاسمؑ۔ دونوں کہہ رہے تھے حاضر ہیں حاضر ہیں اے ہمارے آقا۔ ہم تعمیلِ حکم کے لیے آپ کے سامنے موجود ہیں۔ آپ پر اللہ کی صلوات۔

آپ نے انہیں فرمایا۔ حملہ کرو اور اپنے نانا کے خاندان کی حمایت میں لڑو کہ مثل تمہارے زمانہ میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ تمہیں برکت دے۔

پہلے قاسم میدانِ جنگ میں نکلے ان کی عمر چودہ سال تھی انہوں نے حملہ کیا اور لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ستر سواروں کو قتل کر دیا ایک ملعون نے چھپ کر آپ کے سر پر تلوار کی ضرب لگائی جس سے سر پھٹ گیا۔ آپ زمین پر منہ کے بل گر پڑے خون بہت جاری تھا آپ نے باآواز بلند پکارا یا چچا مدد کو پہنچو۔ پس حسین علیہ السلام گئے اور دشمن کو اُن سے دُور کر دیا آپ ان کے پاس کھڑے ہو گئے وہ تڑپ رہے تھے اور بالآخر شہید ہو گئے۔ حسین علیہ السلام گھوڑے سے نیچے اُترے۔ انہیں گھوڑے پر رکھ لیا۔ اور فرمایا:۔

''اے اللہ تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ ہماری مدد کریں گے لیکن انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا بلکہ ہمارے دشمنوں کی مدد کی۔ خداوندان پر آسمان سے بارش روک دے ان کو اپنی برکتوں سے محروم رکھ۔ انہیں گروہ گروہ کر کے منتشر کر دے اور اُن کی راہیں بھی مختلف کر دے اُن سے کبھی راضی نہ ہو۔ اے خدا اگر تو نے اپنی مدد دنیا کی زندگی میں ہم سے روک لی ہے تو آخرت میں ہمیں اس سے سرفراز فرما اور ہمارا انتقام اِس ظالم قوم سے لے''۔

ازاں بعد آپ نے قاسمؑ کی طرف دیکھا اور رو پڑے اور فرمایا بخدا قسم تیرے چچا کے لیے یہ بہت سخت ہے کہ تو مدد کے لیے بلائے اور وہ نہ آسکے۔ اور فرمایا کہ آج دوست کم ہو گئے ہیں اور دشمن بہت زیادہ۔

بعدازاں قاسمؑ کو اپنے اہلِ بیتؑ کے دیگر شہدا کے پاس لٹا دیا۔

(مقتل الحسین.... صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲)

مقتل سیّد ابن طاؤس

سیّد ابن طاؤس لکھتے ہیں:۔

جب امامِ مظلوم کے احباب و انصار اور عزیز و اقارب رزمِ جہاد میں کام آگئے تو امامؑ نے صحرائے کربلا میں بلند آواز سے کہا:

صَبراً یَا بَنِی عُمُومَتِی صَبراً یَا اَهلَ بَیتِی
فَوَاللّٰهِ لَا رَأَیتُم هَوَاناً بَعدَ هٰذَا الیَوم اَبَداً

''اے میرے چچا کے بیٹو! صبر و تحمل سے کام لو، اے میری اہل بیتؑ حوصلے سے کام لو، خدا کی قسم آج کے بعد تم رسوائی نہ دیکھو گے''۔

امام عالی مقام کے اس فرمان کے بعد ایک تیرہ سالہ حسین وجمیل نوجوان میدان کارزار میں بڑے طمطراق سے آیا جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اس نے ہاشمی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ وہ یزیدی سپاہیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بھگا رہے تھے اور اسی طرح انہوں نے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگائے۔ آپ مسلسل وار کرتے جارہے ہیں کہ ابنِ نفیل ازدی نے چھپ کر آپ کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ شقی القلب کے وار سے آپؑ سنبھل نہ سکے۔ آپؑ زین سے زمین پر آئے۔

زمین پر گرتے ہی آواز دی:

یَا عَمَّاہُ! اے چچا جان میری مدد کو پہنچئے۔

امام علیہ السلام اپنے بھتیجے شبیہ حسنؑ کی لاش پر اس طرح پہنچے جس طرح شکاری اپنے شکار پر پہنچتا ہے۔ امامؑ نے غضبناک شیر کی طرح فوجِ یزید پر حملہ کیا اور آپؑ نے اپنی شمشیر سے ابنِ نفیل پر حملہ کیا۔ اس نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنایا اور اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہوگیا۔ اس نے یزیدی فوج کو چیخ چیخ کر بلایا، وہ اپنے ساتھی کو بچانے کے لیے آگے بڑھے، اس طرح انہوں نے اپنے ساتھی کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچانا چاہا۔ اسی دوران قاسمؑ کے بدنِ اطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے اور آپؑ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ اس طرح حضرت قاسمؑ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔

کربلا کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ چونکہ دونوں طرف سے گھوڑے دوڑ رہے تھے اور جنگ ایک صحرائی میدان میں ہو رہی تھی جس سے میدان میں گرد و غبار اُٹھ رہی تھی۔ جب تھوڑی دیر کے بعد گرد زمین پر بیٹھ گئی تو میں نے دیکھا کہ غریب کربلا اپنے جوان سال بھتیجے قاسمؑ کے سرہانے غمزدہ ہو کر کھڑا ہے اور قاسمؑ شدتِ درد سے زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ امامؑ نے قاسمؑ کو جان کنی کے عالم میں فرمایا:

بُعداً لِقَومٍ قَتَلُوكَ وَمَن خَصمَهُم يَومَ القِيامَةِ فِيکَ جَدُّكَ وَاَبُوكَ

"اے قاسمؑ! وہ لوگ جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے وہ رحمتِ خداوندی سے محروم رہیں، اور روزِ قیامت تیرے جد نامدار اور تیرے والد بزرگوار تیرے قاتلوں سے دشمنی کرنے والے ہوں گے"۔

اس کے بعد امامِ مظلوم حسین ابنِ علیؑ نے ارشاد فرمایا:

عَزَّ وَ اللّٰهِ عَلٰى عَمِّکَ اَن تَدعُوهُ فَلا يُجِيبَکَ، اَو يُجِيبَکَ فَلا يَنفَعُکَ صَوتُهُ، هٰذَا يَومٌ وَاللّٰهِ كَثُرَ وَاتِرُهُ، وَقَلَّ نَاصِرُهُ

"اے قاسمؑ! یہ وقت تیرے چچا پر سخت گزر رہا ہے کہ تو اسے مدد کے لیے پکارے لیکن وہ تجھے جواب نہ دے، یا جواب تو دے لیکن وہ تیرے لیے سود مند ثابت نہ ہو۔ قاسمؑ! خدا کی قسم آج وہ دن ہے کہ تیرے چچا کے دشمن زیادہ ہیں اور مددگار و ناصر کم ہیں"۔

امامِ مظلومؑ نے جوان سال بھتیجے کی لاش کو اپنے سینۂ اطہر سے لگایا اور خیموں کی طرف لے گئے اور گنجِ شہداء کے درمیان زمین پر رکھ دیا۔

(مقتل سیدابن طاؤس، ۱۴۴۔۱۴۵)

جلاء العیون

علامہ مجلسی لکھتے ہیں:۔

بعد میں قاسمؑ پسر امام حسنؑ نے کہ چہرہ ان کا مثل آفتابِ تاباں تھا۔ اور ہنوز بہ حدِ بلوغ نہ پہنچے تھے اپنے عم بزرگوار سے رخصت جہاد طلب کی۔ امام مظلومؑ نے حضرت

قاسمؑ کو آغوش مبارک میں لیا اور اس قدر روئے کہ قریب تھا بے ہوش ہو جائیں۔ ہر چند قاسمؑ طلب جہاد میں مبالغہ کرتے تھے۔ مگر حضرت اجازت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ قاسمؑ اپنے چچا کے پاؤں پر گر پڑے اور اس قدر روئے اور اجازت مانگی کہ امام حسینؑ نے آخر اجازت دے دی۔ جب اجازت پائی میدان کو نور جمال سے روشن کیا۔ اور باوجودیکہ خردسال تھے ایک حملہ میں پینتیس سنگین و بے حیا کو بعرصہ فنا روانہ کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں عمر بن سعد شقی کے لشکر میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکا لشکر امام حسینؑ سے جدا ہو کر متوجہ میدان ہوا۔ نور جبین مبین سے تاباں تھا۔ ایک قمیص اور ایک ازار پہنے اور دو موزے پہنے تھا۔ بند نعل راست ٹوٹا ہوا تھا۔ اس وقت عمر بن سعد ازدی نے کہا۔ قسم بخدا میں جا کے اس قتل کرتا ہوں راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ آیا ترے دل سے اس امر کی تاب ہو سکے گی۔ کہ اس پر ضرب لگائے۔ قسم بخدا اگر وہ مجھ پر تلوار مارے میں اس کے دفع کرنے میں ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا۔ یہ فوج جو اسے گھیرے ہے اس کے لیے کافی ہے لیکن اس ظالم نے گھوڑا دوڑا کے ایک ایسی ضرب حضرت قاسمؑ کو لگائی کہ منہ کے بل گرے اور یہ فریاد کی واعماہ خبر لیجئے ناگاہ میں نے دیکھا۔ امام حسینؑ مثل عقاب آئے اور صفوں کو شگافتہ کر کے مثل شیرِ خشمناک ان کافران بے باک پر حملہ کر دیا۔ اور ایک تلوار عمر بن سعد ازدی قاتل قاسمؑ پر لگائی۔ اس ملعون نے بھی ہاتھ اُٹھایا۔ حضرتؑ نے ہاتھ اس کا جدا کر دیا۔ وہ شقی چل دیا۔ لشکر اہلِ نفاق جمع ہو گیا کہ اسے دست زبردست امام حسینؑ سے چھوڑا لے جائیں اور وہ ملعون قتل ہو گیا۔ اور وہ طفل زیرِ سم اسپاں مخالفان چور چور ہو گیا جب امام حسینؑ نے ان کافروں کو دور بھگا دیا۔ اپنے بھتیجے کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایڑیاں زمین پر رگڑ رہا ہے اور عازم سفر وگلگشت بہشت ہے۔ جب حضرت قاسمؑ کا یہ حال امام حسینؑ نے دیکھا۔ دریائے اشک حسرت

دیدہ ہائے مبارک حضرت سے جاری ہوا۔ اور کہا قسم بخدا تیرے چچا پر بہت گراں ہے کہ تو اسے اپنی نصرت و مدد کو بلائے اور وہ نصرت نہ کر سکے۔ خدا اپنی رحمت سے ان اشقیا کو دور کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ اس گروہ پر وائے ہو جس کے دشمن تیرے جد و پدر ہوں۔ یہ فرما کر امام مظلومؑ نے اس شہید معصوم کو اُٹھایا اور اس کا سینہ اپنے سینہ پر رکھا۔ پاؤں اس طفل کے زمین پر گڑتے جاتے تھے اور شہدائے اہلِ بیتؑ میں جا کے لٹا دیا۔ اور کہا خداوندا ہمارے قاتلوں کو تو قتل کر اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دے اور ان میں سے ایک کو نہ چھوڑ اور ہرگز ان کو نہ بخشنا۔ بعد اس کے فرمایا۔ اے میرے بھتیجو اور اے میرے اہلِ بیتؑ اور اے میرے بھائیو۔ صبر کرو پھر اس کے بعد کوئی ذلت و خواری نہ دیکھو گے۔ اور بعزت و سعادت ابدی پہنچو گے۔ بروایت امام زین العابدینؑ حضرت قاسمؑ نے تین ۳ کافر روانہ جہنم کئے اور اس سے زیادہ کی بھی روایت ہے اور روایت دامادیٔ حضرت قاسمؑ کتب معتبرہ میں نظر فقیر سے نہیں گذری۔ (مجلسی) پس عبداللہ پسر امام حسنؑ معرکۂ کارزار میں پہنچے اور تیغ آبدار سے چودہ کافران غدار ہلاک اسفل نار روانہ کئے اور بعد مقاتلۂ بسیار ہانی بن ثبیت خضرمی نے ان پر ضربت لگائی اور اسی ضربت سے شربت شہادت نوش کر کے اپنے جد و پدر سے ملحق ہوئے و بروایت امام محمد باقرؑ حرملہ بن کاہل نے ان کو شہید کیا اور ان کی شہادت بروایت دیگران کے بعد ذکر ہوگی۔ پس ابوبکر بن امام حسنؑ معرکۂ قتال میں گئے اور ایک گروہ مخالفین کو جہنم واصل کر کے آخر بضربت عبداللہ بن عقبہ غنوی شہید ہو کے سرائے فانی سے بجانب بہشت جاودانی انتقال فرمایا۔ (جلاء العیون جلد دوم...۱۹۳۔۱۹۴)

بحور الغمّہ (جلد اوّل)

سلطان الواعظین علاّمہ محمد علی لکھنوی لکھتے ہیں:-

روایت میں وارد ہے کہ جب وہ شہزادہ آمادۂ شہادت ہو کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا مولاؑ! سب عزیز و انصار اپنی جانیں قربان کر چکے، اُمیدوار ہوں کہ مجھے بھی میدان کی اجازت ملے؟

حضرتؑ رو دیئے اور فرمایا: "اے جانِ عم! کیونکر تجھے مرنے کو کہوں؟ تو میرے بھائی کی نشانی ہے"۔

قاسمؑ نے عرض کی: "جب آپؑ سا سرپرست ایسی مصیبت میں گرفتار ہو تو ہم سے جاں نثاروں کو اپنی زندگی کیونکر گوارا ہو؟"

مظلومِ کربلا اس شہزادے کی باتیں سن کر بیتاب ہو گئے اور باآوازِ بلند رونے لگے۔ پھر ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لے آئے اور بروایتِ مشہور اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کے ساتھ اس صاحبزادہ کا عقد کر دیا اور خود باہر چلے گئے۔

منقول ہے کہ جنابِ قاسمؑ سب اہلِ بیتؑ کو روتا چھوڑ کر دوبارہ امامؑ کی خدمت میں رخصت کے واسطے حاضر ہوئے۔

"فَبَكَى الْحُسَيْنُ وَضَمَّهُ اِلٰى صَدْرِهٖ"

حضرت رونے لگے اور بے اختیار اپنے بھتیجے کو سینے سے لگا لیا۔

"وَشَقَّ جَيْبَهُ وَقَطَعَ عِمَامَتَهُ كَعِمَامَةِ الْمَوْتٰى"

اور قاسمؑ کا پیرہن گریبان بطورِ کفن کے پھاڑ دیا اور عمامہ بطورِ میت باندھ کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکائے۔ اس کے بعد گود میں اُٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور سر سے پاؤں تک بہ نگاہِ حسرت دیکھ کر دیر تک روتے رہے۔ پھر فرمایا:

"جاؤ! تمہیں خدائے عز و جل کے سپرد کیا"۔

پس وہ شہزادہؑ میدان میں آ کر فوجِ کفار کے سامنے کھڑا ہوا اور عمر سعد سے فرمایا:

"تجھے کیونکر گوارا ہے کہ خود اس نہر سے پانی پئے، گھوڑوں کو بھی سیراب کرے؟"

"وَتَمْنَعُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَآءِ الْمُبَاحِ اَوْلَادَ الرَّسُوْلِ وَعِتْرَةَ الْبَتُوْلِ"

"اور اولادِ رسولؐ پیاس کی شدت سے جاں بلب ہو اور تو ان کے لیے ایک قطرہ بھی اس پانی کا نہ دے؟"

عمر سعد نے کچھ جواب نہ دیا اور افسرانِ لشکر سے کہنے لگا: تم جانتے ہو کہ یہ بچہ کس قوم و قبیلہ سے ہے؟ آگاہ ہو کہ یہ قتالِ عرب کے خاندان سے ہے۔ حیدرِ کرار کا پوتا قاسمؑ ابن الحسنؑ ہے۔ اس کے صغیر سن پر نہ جانا، اگر ایک ایک شخص علیحدہ علیحدہ اس سے لڑے گا تو یہ کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ چاہئے کہ تم سب کے سب چاروں طرف سے گھیر کر ایک دفعہ حملہ کرو۔ اس کو لڑنے کی مہلت ہی نہ دو۔ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دو۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت قاسمؑ کی شجاعت کا حال عمر سعد سے سن کر ان بزدلوں کو کیا جرأت ہوتی۔ سارا لشکر خوف سے کانپنے لگا۔ ہر چند قاسمؑ نے مبارز طلبی کی مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آخر خود قلبِ لشکر میں گھوڑا ڈال دیا اور ایک ہی حملہ میں ایک سو بیس سواروں کو واصلِ جہنم کیا۔ عمر سعد نے دیکھا کہ ساری فوج بھاگنا چاہتی ہے۔ ازرق شامی کو جو تمام لشکر میں شجاع مشہور تھا، آواز دی:

"تو کھڑا دیکھتا ہے اور یہ طفل سب کو قتل کیے جاتا ہے؟ جلد اس کا سر کاٹ لا"۔

وہ ملعون نہایت غضبناک ہوا اور بولا: "اے عمر سعد! تعجب ہے کہ تو ایک طفل صغیر تین دن کے بھوکے پیاسے سے لڑنے کو کہتا ہے؟ اگر میں اسے قتل بھی کروں گا تو میری ذلت کا باعث ہے"۔

عمر سعد نے کہا: ''تو اس سے لڑنے کو ننگ سمجھتا ہے؟ یہ شیر پیاس کی شدت سے کئی دن کے فاقوں سے مضمحل نہ ہوتا تو قسم بخدا! ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا''۔

ازرق نے کہا: ''تو یہ کہتا ہے؟ میرے چار بیٹے ہیں، ایک کو بھیجتا ہوں، دیکھ یہی قاسمؑ کا سر کاٹ کرلے آتا ہے''۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنے ایک بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ازرق کا پسر مقابل ہوا، شہزادہ قاسمؑ نے چشم زدن میں اسے مار دیا۔ جب وہ شقی واصل جہنم ہو چکا، اس کا برادرِ ثانی بھی مثل اوّل اور ثالث کو مثل ثانی اور رابع کو مثل ثالث ایک ایک وار میں فی النار کیا۔ جب وہ چاروں بانیِ فساد دوزخ میں اپنے اپنے مقام پر پہنچ گئے، ازرق کی نظروں میں دنیا سیاہ ہوگئی۔ خود آمادۂ پیکار ہو کر اس طرح اپنی جگہ سے چلا کہ معلوم ہوا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی۔

مومنین! اولاد کا داغ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بیٹوں کے غم میں ازرق کا یہ حال ہوا کہ آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا۔ خیال کیجئے کہ جناب سید الشہداءؑ کا کیا عالم ہوا ہوگا کہ دیکھتے ہی دیکھتے گھر کا گھر صاف ہو گیا۔ سترہ لختِ جگر، جن کی نظیر عالم میں نہیں تھی، آنکھوں کے سامنے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

بہر کیف راوی کہتا ہے کہ ازرق کار آزمودہ، آب و طعام سے سیر ہے اور قاسمؑ قلیل العمر، تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ امامؑ بیتاب ہو گئے اور سرِ اقدس آسمان کی طرف اُٹھا کے دُعا کی: خداوندا! میں یہ نہیں کہتا کہ قاسمؑ تیری راہ میں نثار نہ ہو مگر تیری رحمت سے اتنا اُمیدوار ہوں کہ میرے اس فرزند کو اس شامی مغرور پر فتحیاب فرما۔

اِدھر حضرتؑ دعا فرما رہے تھے اور اُدھر ازرق نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ حملہ کرے کہ جنابِ قاسمؑ نے فرمایا: او ملعون! باوجودیکہ اپنی سپاہ گری کا دعویٰ کرتا ہے، اس قدر غافل

ہے کہ تیرے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہوگیا ہے اور تجھے خبر نہیں۔قریب ہے کہ تو گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

یہ سُن کر وہ شقی نادم ہوا اور جھک کر دیکھنے لگا۔اس کے ساتھ ہی جنابِ قاسمؑ نے ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر بدن سے جدا ہو کر خاک پر گر پڑا۔ جنابِ قاسمؑ اس شقی کا سر لئے ہوئے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ لَوْ کَانَ لِیْ شَرْبَةٌ'' مِنَ الْمَاءِ لَاقَیْتُ جَمِیْعَ اَعْدَائِکَ''

''اے چچا! پیاس کی شدت مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے۔اگر اس وقت تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو آپؑ کے دشمنوں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا''

امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا: ''اے جانِ عم! تھوڑی دیر صبر کر، عنقریب میرے نانا رسولِؐ خدا ایسا سیراب کریں گے کہ پھر تجھے کبھی پیاس نہ معلوم ہوگی''

غرض وہ شہزادہؑ دوبارہ میدان میں آیا اور وہ جنگ کی کہ سارا لشکر تہہ و بالا ہوگیا۔ جب اشقیاء نے دیکھا کہ شکست ہوا چاہتی ہے، سب نے مشورہ کرکے اس شہزادےؑ کو گھیر لیا اور چاروں طرف سے تلوار پر تلوار اور نیزہ پر نیزہ برسانے لگے۔

لکھا ہے کہ اس قدر تیر لگے تھے کہ سارا بدنِ نازک چھلنی ہوگیا۔مومنین! خیال کیجئے کہ وہ حضرت قاسمؑ کا سن و سال اور زندگی کی پہلی لڑائی، وہ تین دن کی بھوک و پیاس، وہ زخموں سے خون کا جاری ہونا، آخر اس قدر مضمحل ہو گئے کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہوگیا۔زین سے زمین پر آئے۔اس کے ساتھ شیث ابن سعد نے ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ شہزادہؑ تڑپنے لگا اور آواز دی: ''اے چچا! خبر لیجئے، ظالموں نے میرا کام تمام کردیا''۔

بھتیجے کی آواز سنتے ہی مظلومؑ کربلا بیتابانہ قتل گاہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ ابھی زندہ ہیں۔ اس جسم مجروح کو گھوڑے پر رکھ کر خیمۂ عصمت میں لائے۔ سب بیبیاں سر و سینہ پیٹ کر رونے لگیں۔ ماتم کی آواز جو قاسمؑ کے کانوں تک پہنچی، غش سے آنکھیں کھولیں۔ ایک طرف اپنی والدہ اُمِ فروہؑ کو دیکھا کہ بیتاب ہو کر حال تباہ کر رہی ہیں۔ کہنے لگے:

''اے اماں! صبر کرو کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو دوست رکھتا ہے''۔

پھر ایک طرف دیکھا کہ امام حسینؑ کھڑے رو رہے ہیں۔ عرض کی:

''اے چچا جان! خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے آپؑ پر اپنی جان قربان کی''۔

یہ کہتے کہتے موت کا پسینہ آیا اور اس شہزادے کا طائرِ روح گلشنِ جنّت کی طرف پرواز کر گیا۔ سارے اہلِ بیتؑ میں ایسا شورِ ماتم برپا ہوا کہ زمین کربلا ہلنے لگی۔

(بحور الغمہ جلد اوّل... صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۴)

بحور الغمّہ (جلد سوم)

سلطان الواعظین علاّمہ محمد علی لکھنوی لکھتے ہیں:-

ایک عقد وہ تھا کہ حسب وصیت جناب امام حسنؑ معرکہ کربلا میں واقع ہوا وہ شادی دو نامراد یعنی جناب قاسمؑ اور فاطمہ کبریٰؑ کی تھی جس شادی میں خوشی کے بدلے رنج کا سامنا تھا آبادی کے عوض میں بربادی پیش نظر تھی آہ آہ داماد و عروس کا مراد دلی کو پہنچنا کیسا ایک جگہ آرام سے باتیں بھی کرنے نہ پائے تھے کہ فوج شام سے ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کی آواز آئی جناب قاسمؑ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب اہلِ بیتؑ کو روتا چھوڑ کر جناب امام حسینؑ کے پاس حاضر ہوئے اور اذن جہاد پا کے سلام آخری کو جھکے حضرت نے گلے سے لگا لیا اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی بعد اس کے اپنے ہاتھوں سے پیراہن قاسمؑ کے گریبان کو کفن کی طرح چاک کیا اور عمامہ

بطور میت باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیے اور نیچہ کمر میں لگا دیا اور بازو تھام کر خود گھوڑے پر بٹھا دیا اور اُس صاحبزادے کی کم سنی تین دن کی بھوک پیاس میں پہلے پہل لاکھوں آدمیوں سے لڑائی کا سامنا چند ساعت کی دامادی بیٹی کی نامرادی تصور کر کے حسرت سے دیکھا اور بآواز بلند رونے لگے منقول ہے جب وہ شاہزادہ مسلح سامنے فوج کفار کے کھڑا ہوا سارا لشکر متحیر ہو گیا جناب قاسمؑ نے عمر سعد کی طرف خطاب کر کے فرمایا او بے حیا آیا تجھے سزاوار ہے کہ تو اس نہر سے پانی پئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے اور اولادِ رسولؐ تشنگی سے جاں بلب ہوں روز قیامت جناب رسولؐ خدا کو کیا جواب دے گا یہ کلام سن کر اُس دشمن خدا نے آپ کو تو کچھ جواب نہ دیا افسران فوج سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ لڑکا کس خاندان عالی سے ہے سب نے کہا پہچانتے تو نہیں لیکن تعجب ہے کہ بایں صغر سن کیا کلام کرتا ہے کہ فصحائے عرب سے یہ تقریر آج تک نہیں سنی وہ ملعون بولا یہ قاسمؑ بن الحسنؑ ہے اس لڑکے نے فصاحت اور شجاعت اپنے آباؤ اجداد سے ارث پائی ہے خبردار اس سے تنہا کوئی مقابلہ نہ کرے کہ ہرگز فتحیاب نہ ہوگا بلکہ چار طرف سے گھیر کر قتل کرو راوی کہتا ہے کہ جب شاہزادہ قاسمؑ نے دیکھا کہ کوئی فوج شریر سے مارے خوف کے نہیں نکلتا اُس وقت آگے بڑھ کر یہ اشعار رجز میں پڑھے:-

اِنْ تُنْكِرُونِی فَاَنَا ابْنُ الْحَسَنِ سِبْطُ النَّبِيِ الْمُصْطَفٰے الْمُؤْتَمَنِ
هٰذَا حُسَيْنٌ كَالْاَسِيْرِ الْمُرْتَهَنِ بَيْنَ اُنَاسٍ لَا سَقُوا صَوْبَ الْمُزَنِ

اے فوج کوفہ و شام جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جانے کہ میں خاتم الانبیاء کے نواسے کا پارۂ جگر قاسمؑ بن الحسنؑ ہوں لعنت خدا تم پر کہ تم نے حسینؑ فرزند رسولؐ کو مانند گنہگار کے بیکس و ناچار کر رکھا ہے اور اُس امام کونین پر تین روز سے

پانی بند کیا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ عوض اس ظلم وستم کے ابرِ رحمت سے تمھیں سیراب نہ کرے یہ رجز سن کے کئی پہلوان نامی باری باری مقابل ہوئے اور دست قاسمؑ سے جہنم واصل ہوے تا اینکہ چار بیٹے ازرق شامی کے بھی دوزخ میں پہنچے ازرق کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہوگئی آخر خود وہ ملعون کہ فن سپہ گری میں نامی ومغرور زیادہ شیطان سے مشہور تھا بکمال غیظ وغضب صف لشکر سے باہر نکلا اُس وقت جناب امام حسینؑ نہایت مضطر ہوئے اور دعا فرمائی خداوندا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ فرزند تیری راہ میں شہید نہ ہومگر اس پہلوان شامی پر اس کو غالب کر ابھی یہاں حضرت مصروف مناجات تھے کہ وہاں صاحب ذوالفقار کے پوتے نے زین سے بلند ہو کر سیف آبدار سر نجس پر اُس نابکار کے اس صفائی سے لگائی کہ سر سے کمر تک اُتر آئی اور اجل نے اُس گمراہ کو راہ سقر دکھلائی حضرات وہ تین دن کا فاقہ وہ روز عاشوراء کی گرمی اور وہ تیرہ برس کا سن وسال بس کئی نامی پہلوانوں سے جو برابری کے بعد دیگرے جنگ ہوئی دفعتہً پیاس نے اور شدت کی بے چین ہو کر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اَدْرِکْنِی بِشَرْبَةٍ مِنَ اَلْمَاۤءِ پیاس نے مجھے ہلاک کیا کہیں سے تھوڑا پانی پلایئے صاحب کنز المصائب لکھتے ہیں حضرت بہت روئے اور فرمایا اے فرزند صبر کر چچا پر تیرے بہت دشوار ہے کہ تو پانی طلب کرے اور مجھ سے نہ ہوسکے پھر انگشتری مبارک آپ نے دہن قاسمؑ میں دی کہ فی الجملہ اُس شاہزادہ کو تسکین حاصل ہوئی بعد اس کے حضرت نے فرمایا اے فرزند تمھاری مادر گرامی بہت بیقرار ہیں لازم ہے کہ ایک نظر پھر صورت دکھا آؤ غرض وہ صاحبزادہ خیمہ گاہ کی طرف چلا قریب پہنچ کر ماں کے رونے کی آواز سنی کہ فرماتی ہیں یَاقَاسِمُ فَارَقْتَنِیْ وَقَدْ طَارَ مِنْ فِرَاقِکَ عَنْ عَیْنِیْ الْکَرٰیْ بیٹا جیتے ہو کہ مرگئے اس پردیس میں اپنی ضعیف ماں کو اکیلا چھوڑ کر

کہاں سدھارے سنتے ہی قاسمؑ کو تاب ضبط باقی نہ رہی چلا چلا کر رونے لگے اُمّ فروہؑ
نے جو اپنے خیمہ میں یک بیک بیٹے کی صدائے گریہ سنی دل تڑپ گیا گھبرا کر باہر نکل
آئیں اور فرطِ محبت سے گرد پھرنے لگیں آپ نے عرض کی اے اماں صبر کیجئے فقط ہم ہی
آپ سے جدا نہیں ہوتے ہیں پھوپھی کو دیکھئے کہ دو فرزند اپنے ایک ساتھ چچا پر نثار
کیے اور جو امر مشیت ایزدی میں ہے ضرور ہوگا ابھی ماں بیٹے میں باتیں ہو رہی تھیں
ناگاہ لشکر مخالف سے آواز آنے لگی اصحاب حسینؑ سے کوئی ایسا ہے کہ میدان میں مقابلہ
کو آئے فوراً قاسمؑ نے میدان کی طرف باگ اُٹھائی اور فوجوں کے دل میں گھس کر وہ
تلوار کی کہ دو سو ناری فی النار ہوگئے پھر چاہا کہ علمدار لشکر کو بھی مار لیں کہ لڑائی کا خاتمہ
ہو جائے لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں قدر انداز چاروں طرف سے گھیر کر تیر برسانے
لگے وہ شاہزادہ اکیلا کیا کرتا کہاں تک تیروں کو کاٹتا کس کس طرف سے اپنے کو بچاتا
سارا بدن چھن گیا آخر ایک تیر ایسا آ کر لگا کہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے ڈگمگا کر زمین کی
طرف جھکے اس اثنا میں شیث بن سعد شامی نے پشت پر نیزہ کا ایک ایسا وار لگایا کہ سینہ
سے پار ہو گیا وہ شاہزادہ خاک پر منھ کے بل گر پڑا اور اپنے خون میں لوٹنے لگا اور پکارا
یَا عَمَّاهُ اَدْرِکْنِیْ چچا جلد خبر لیجئے کہ ظالموں نے مجھے مار لیا سنتے ہی جناب
سید الشہداء روتے ہوئے قاسمؑ کی آواز پر چلے کچھ فوج آ کر سدراہ ہوئی آپ نے شیر
غضبناک کی طرح جھپٹ کر وہ حملہ کیا کہ سارا لشکر درہم و برہم ہو گیا اور قاتل کو ڈھونڈ کر
واصل جہنم کیا مگر افسوس اس کشت و خون اور سواروں کی دوا دوش میں لاشہ نوشاہ کا
گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گیا حضرت جب پہنچے تو دیکھا وَهُوَ یَفْحَصُ
بِرِجْلَیْهِ التُّرَابَ وہ صاحبزادہ زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہے بے اختیار رونے لگے اور
فرمایا اے قاسمؑ بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو پکارے اور میں تجھے دیکھوں اور مدد نہ

کرسکوں حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جناب امام حسینؑ غم قاسمؑ میں ایسے زار و ناتواں ہو گئے کہ لاشا اُس جناب سے اُٹھایا نہ گیا بہ دشواری جو اُٹھایا بھی تو کس طرح کہ سینہ اپنے سینہ اقدس سے لگایا لیکن دونوں پاؤں اُس میت کے زمین پر لٹکتے جاتے تھے تا آنکہ اُس لاش کو درمیان لاشہائے شہدا کے لٹا دیا وَبَلیٰ بُکَاءً اَشدِیداً اور پھر وہ حضرت بہت شدت سے روئے اور فرمایا یَا بُنَیَّ قَتَلُوكَ الْكُفَّارُ وَلَا عَرَفُوا مَنْ جَدُّكَ وَاَبُوكَ ہائے اے فرزند میرے تجھے کافروں نے قتل کیا اور یہ نہ سمجھے کہ تیرے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کون تھے یہ فریاد سن کر سب بی بیاں در خیمہ پر رونے اور پیٹنے لگیں اور شور وَامَقْتُوْلَاہُ وَاقَاسِمَاہُ کا بلند ہوا۔ اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَومِ الظَّالِمِیْنَ (بحور الغمہ.... جلد ثالث.... ۲۴۷ سے ۲۵۱)

نفس المہموم

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:-

شہادت حضرت قاسمؑ بن حسن بن علی ابنِ ابی طالب

جب حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کی طرف دیکھا کہ باہر آئے ہیں تو انہیں گلے لگا لیا اور دونوں رونے لگے یہاں تک کہ دونو کو غش آ گیا پھر قاسمؑ نے حسین علیہ السلام سے مبارزہ کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا پس شہزادہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیتا رہا یہاں تک کہ آپ نے اذنِ جہاد دیا پس وہ شہزادہ اس حالت میں نکلا کہ اس کے آنسو دونو رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا ان تنکرونی فانا ابن الحسن۔ سبط النبی المصطفیٰ المؤتمن۔ ھٰذا حسین کالاسیر المرتھن۔ بین اناس لاسقوا صوب المزن۔

اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفیٰؐ کہ جنہیں امین قرار دیا گیا کے نواسے ہیں یہ حسینؑ اس اسیر کی طرح ہیں کہ جو گرو رکھا گیا ہو ایسے لوگوں کے درمیان کہ جو بارش کے پانی سے سیراب نہ ہوں پس سخت قسم کی جنگ کی یہاں تک کہ باوجود صغر سنی کے پینتیس افراد کو قتل کیا۔

اور مناقب میں ہے کہ وہ یہ اشعار پڑھنے لگے انی انا القاسم من نسل علی ۔ نحن وبیت اللّٰہ اولی بالنبی من شمر ذی الجوشن او ابن الدعی۔

میں قاسم نسل علیؑ میں سے ہوں اللہ کے گھر کی قسم ہم نبیؐ کے ساتھ زیادہ اولویت رکھتے ہیں شمر ذی الجوشن یا ابن دعی (جسے کسی کی طرف منسوب کیا گیا ہو زیاد و ابن زیاد کی مانند)

امالی صدوق میں ہے علی بن الحسین علیہما السلام کے بعد قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب یہ کہتے ہوئے میدان مبارزہ میں آئے لاتجزعی نفسی فکل فان الیوم تلقین ذوی الجنان اے میرے نفس گھبراؤ نہیں ہر کسی کو فنا ہونا ہے۔ آج اہلِ جنت سے تمہاری ملاقات ہوگی"۔

پس تیس افراد کو قتل کیا پھر انھیں تیر مار کر گھوڑے سے گرا دیا گیا رضوان اللہ علیہ اور اسی طرح نیشاپوری نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور ابوالفرج، شیخ مفید اور طبری نے ابی مخنف سے سلیمان بن ابوراشد سے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہماری طرف ایک شہزادہ نکلا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کا ٹکڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے قمیض تہہ بند و جوتا پہن رکھا تھا کہ جس کے ایک طرف کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا میں نہیں بھولتا کہ وہ بایاں جوتا تھا

پس عمرو بن سعد بن نفیل ازدی لعنہ اللہ نے کہا خدا کی قسم میں اس پر حملہ کروں گا تو میں نے اس سے کہا سبحان اللہ اس سے تجھے کیا ملے گا جن لوگوں نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اس کے قتل میں یہی تیری کفایت کریں گے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں ضرور اس پر حملہ کروں گا پس اس لعین نے شہزادہ پر حملہ کیا انہوں نے چہرہ نہیں پھیرا تھا کہ اس نے ان کے سر پر تلوار کی ضرب لگائی تو شہزادہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہا یا عماہ اے چچا جان حمید کہتا ہے کہ حسینؑ نے اس طرح تیز نگاہ سے اس کی طرف دیکھا جس طرح عقاب دیکھتا ہے پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور عمرو کو تلوار لگائی اس نے کندھا آگے کیا تو اسے آپ نے کہنی سے جدا کر دیا تو اس لعین نے اس طرح چیخ ماری کہ سارے لشکر نے سنی پھر حسینؑ اس سے الگ ہوئے اور آپ پر اہلِ کوفہ کے گھڑ سواروں نے حملہ کیا تا کہ وہ حسینؑ سے عمرو کو چھڑائیں جب گھڑ سواروں نے حملہ کیا تو گھوڑوں کے سینہ عمرو سے ٹکرائے اور وہ چکر لگانے لگے اور اسے روند ڈالا پس یونہی رہا وہ یہاں تک کہ مر گیا لعنہ اللہ واخزاہ (خدا اس پر لعنت کرے اور اسے رسوا کرے) گرد و غبار ہٹا تو حسینؑ کو ہم نے دیکھا کہ آپ اس شہزادے کے سرہانے کھڑے ہیں اور شہزادہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ کہہ رہے ہیں دوری ہے اس قوم کے لیے کہ جس نے تجھے قتل کیا اور جن کا فریق مخالف قیامت کے دن تیرے سلسلہ میں تیرا نانا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو اسے پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے یا جواب دے لیکن اس کی آواز تجھے فائدہ نہ دے سکے خدا کی قسم یہ وہ دن ہے کہ جس میں کینہ جو زیادہ ہیں اور نصرت و مدد کرنے والے کم ہیں اس کے بعد آپ نے شہزادے کو اپنے سینہ پر اُٹھایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ شہزادے کے قدم زمین پر خط دیتے جا رہے ہیں اور حسینؑ نے اپنا سینہ اس کے سینہ پر رکھا ہوا ہے راوی کہتا ہے

کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنجناب اب کیا کرنا چاہتے ہیں پس آپ اسے اُٹھا کر لائے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین اور دوسرے شہداء جو آپ کے اہلِ بیت میں سے آپ کے گرد شہید ہوئے تھے کے پاس انہیں رکھ دیا پس میں نے اس بچہ کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا وہ قاسمؑ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔

اور روایت ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا خدایا ان کی تعداد کم کر دے انہیں پراگندہ کر کے مار ان میں سے کسی کو رہنے نہ دے اور انہیں کبھی بھی نہ بخشا اے میرے چچوں کی اولاد صبر کرو اے میرے اہلِ بیت صبر کرو آج کے بعد تم کبھی بھی ذلت وخواری سے دوچار نہیں ہو گے۔

مدینۃ المعاجز میں ہے کہ قاسم بن حسن علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے کہ جب وہ اپنے چچا حسینؑ کی خدمت میں خارجیوں سے جنگ کر کے لوٹے تو عرض کیا چچا جان مجھے پیاس لگی ہے ایک گھونٹ پانی کا دیجئے پس امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا اسے اپنے منہ میں رکھ کر چوسو قاسمؑ کہتے ہیں جب میں نے اس کو اپنے منہ میں رکھا تو گویا وہ پانی کا چشمہ ہے کہ جس سے سیراب ہو کر میں میدان کی طرف پلٹ گیا۔ (نفس المھموم...صفحہ ۴۴۹ تا ۴۵۳)

مہیج الاحزان

علامہ حسن بن محمد علی یزدی لکھتے ہیں:-

بروایت ابوالفرج عبداللہ بن عبداللہ بن جعفر نے بھی اسی موقعہ پر شہادت پائی ہے۔ ان کے بعد چمنستان سبط اکبر کے گل نوشگفتہ کے بظاہر پژمردہ ہونے کا وقت آیا۔ یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ کے فرزندوں کے شہید ہونے کی باری آئی بنا بر مشہور ترین روایات یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے دو فرزند عبداللہ اور جناب قاسمؑ تھے،

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے تین فرزند تھے اور تیسرے فرزند کا نام ابوبکر بن الحسن تھا اوران کی والدہ اُم ولد تھیں۔

بروایت عقبہ غنوی نے ان کو شہید کیا اور عبداللہ کو حرملہ بن کاہل اسدی ملعون نے تیر سے شہید کیا۔ اس طرح حضرت قاسمؑ، امام حسنؑ کے تین فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں سے حضرت قاسمؑ کی شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت گلگوں قبا خونی کفن قاسم علیہ السلام کمسن تھے۔

خوبرو، جمال دیدہ زیب، صبیح تھے۔ چہرہ ماہتابی تھا۔ ابھی آپ بحد بلوغ نہیں پہنچے تھے۔ اپنے عم نامدار امام حسینؑ کی خدمت میں اذنِ جہاد کے لیے آئے بعض روایات میں ہے کہ مادرِ قاسمؑ ساتھ آرہی تھیں کہ اپنے فرزند کو امام علیہ السلام سے اجازت دلا سکیں حضرت امام حسینؑ سے جناب قاسمؑ نے عرض کیا چچا جان اب میدان قتال کی اجازت دیجئے۔ آپ نے قاسمؑ کو پیار کیا۔

وَجعلا یبکیانِ حتّٰی غَشِیَ۔

اس قدر روئے کہ دونوں قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائیں۔ ہر چند کہ جناب قاسمؑ طلب رخصت میں مبالغہ کرتے تھے۔ مگر امام اجازت نہیں دیتے تھے جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ چچا جان اجازت جہاد نہیں دیتے۔ آپ نے اپنا سر امام حسینؑ کے قدموں پر رکھ دیا اور عرض کیا چچا جان اب تو اذن جہاد دیجئے امام علیہ السلام نے فرمایا بیٹا قاسمؑ جو میدان قتال میں جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا اے قاسمؑ تم ابھی کمسن ہو۔ کیونکر مرنے کی اجازت دے دوں (از مترجم جب امام حسن مجتبٰی علیہ السلام پر زہر نے اثر کیا تو ہنگام رحلت آپ نے قاسمؑ کو اپنے پاس بلایا اور چھاتی سے لگایا اور ایک پرچۂ قرطاس اپنے دست مبارک سے لے کر قاسمؑ کو دیا اور فرمایا اے پارہ جگر اے میوۂ دل اے قاسمؑ

اس کو اپنے بازو پر باندھ لو اور جس وقت تمہارے عم نامدار وارد کربلا ہوں اور ان پر نرغۂ اعداء ہو۔ موت کا بازار گرم ہو تو اس وقت اس تحریر کو کھول کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ یہ دیکھ کر اہلحرم میں کہرام برپا ہو گیا۔ روز عاشورا محرم حضرت قاسمؑ نے وہی خط امام حسینؑ کو پیش کیا۔ اور امام حسینؑ نے ناچار ہو کر اجازت جہاد دی) بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

یا ولدی اتمشی برجلکَ اِلَی الْمَوْتِ

اے بیٹا قاسمؑ تم خود اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو اور چاہتے ہو کہ قتل ہو جاؤ حالانکہ تم تنہا ہو اور اُدھر دشمنوں کا اژدھام ہے۔

رُوحی لِرُوحِکَ الفدآءِ و نفسی لِنفِسکَ الوفآء۔

امام حسینؑ نے اجازت دی بروایتے آپؑ نے ان کا گریبان چاک کیا اور لباس پارہ پارہ کیا اور عمامہ کے دو حصہ کر دیئے اور دونوں گوشہ دائیں بائیں جانب لٹکا دیئے۔ لباس بصورت کفن کر دیا اور تلوار قاسمؑ کے زیب کمر کی اور جناب قاسمؑ نے خیمہ سے قدم باہر رکھا۔ اس وقت اہلِ حرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ قاسمؑ کیا جا رہے تھے بھرے گھر سے جنازہ نکل رہا تھا۔ اُم فروہؑ مادر قاسمؑ سکتہ کے عالم میں تھیں ۔ زینبؑ خاتون قاسمؑ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ قاسمؑ میدان میں پہنچے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ تاریکی لشکر شام میں چاند نکل آیا ہے۔ میدان رزم میں پہنچ کر وارث منبر سلونی کے فرزند نے رجز پڑھا اور فرمایا:

اِنْ تنکرُونی فَانَا ابن الحسنؑ　　سبط النّبی المصطفیٰ المؤتمن

ھٰذا حسینُ کالاَسیرُ المرتھَن　　بَیْنَ اُناسِ لَاسقُواْ صَوْبَ المزنِ

یعنی کہ اگر نہیں پہچانتے ہو تو مجھے پہچان لو۔ میں حسنؑ مجتبیٰ کا فرزند ہوں۔ کون حسنؑ

مجتبیٰ وہ جو دختر محمد مصطفیٰؐ کے بیٹے ہیں اور حسینؑ مظلوم میرے عمّ نامدار ہیں کہ جنہیں تم لوگوں نے بے کس واسیر بنا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ تم سے اپنی رحمت دور رکھے اور تم پر بارش ہرگز نہ ہو۔ تم لوگ حرمت رسولؐ خدا نہیں کرتے ان کی آل پاک پر ظلم کرتے ہو اور پھر بھی خدا اور رسولؐ سے جزاء خیر کے طالب ہو۔ خدا تمہیں جزاء خیر نہیں دے گا۔

تَدَّعِی الاسلام وآل رسول اللّٰہِ عطشاناً ظلماناً قد اسوتکی اَرینا بِاَعینھم

اے قوم جفا کار و بے حیا دعویٰ اسلام بھی ہے اور اہلِ بیتؑ پیغمبر خدا پر پانی بند کر دیا ہے وہ سب کے سب تشنہ لب ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ پر پیاس نے غلبہ کیا اور آپ میدان سے خیمہ میں واپس آئے اور اپنے چچا کی خدمت میں عرض کیا۔

یٰا عَمَّاہُ العَطَشُ العَطَشُ اَدْرِکنی بِشَربَۃٍ مِنَ الماٰءِ

اے چچا جان پیاس مارے ڈالتی ہے مدد فرمایئے اور ایک گھونٹ پانی پلا دیجئے۔ امام حسینؑ نے تسلی دی اور تلقین صبر کی۔ اور فرمایا اے قاسمؑ اپنی انگشتری اپنے منہ میں رکھ لو۔ تشنگی کم ہو جائے گی۔ حضرت قاسمؑ دوبارہ میدان قتال کو روانہ ہوئے اور جنگ کرنا شروع کی اور لشکر عمر ابن سعد کی ہمت توڑ دی ایسے حوصلہ شکن حملے کئے کہ دیکھنے والوں کو علیؑ یاد آ گئے۔

اعدا نے گھیرے میں لے لیا اور چاروں طرف سے تیر برسانے لگے ایک ملعون نے سنگ باری شروع کر دی۔ جسم نازنین پتھروں سے زخمی ہو گیا اور حضرت قاسمؑ نڈھال ہو گئے۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ میری نظر حضرت قاسمؑ پر پڑی۔ دیکھا کہ آپ زرہ پہنے ہوئے ہیں پاؤں میں نعلین ہیں کہ آپ کا بند تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس وقت عمر ابن سعد ازدی نے کہا اے لوگو کہ اس وقت حملہ کر دو یہ موقعہ ہے

کہ قاسمؑ جنگ نہ کر سکیں گے۔لشکر والوں نے تیر برسانے شروع کیے۔

لیکن آپ نے گھوڑے کو دوڑایا اور حملہ روکا کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی۔اس ضرب سے سر شگافتہ ہو گیا اور فریاد کی یا عماہ ادرکنی۔اے چچا جان خبر لیجئے حمید کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ادھر قاسمؑ بن حسنؑ نے آواز دی اور ادھر امام حسینؑ مانند عقاب میدان میں پہنچے اور لشکر عمر بن سعد کی صفوں کو چیرتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور آپ نے عمر بن سعد ازدی قاتل قاسمؑ پر ضرب لگائی اس ملعون نے بھی ہاتھ اُٹھایا مگر امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ قطع کر دیا وہ شقی چلایا۔لشکر بے حیاء چاروں طرف جمع ہو گیا۔ اور وہ ملعون اپنا دست بریدہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔اور جب چاروں طرف لشکر بھاگنے لگا تو حضرتِ قاسمؑ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے آ گئے۔ فَاسْتَقْبَلَتْهُ بِصُدُورِهَا وَجَرَحَتْهُ بِحَوَافِرِهَا وَوَطَئَتْهُ حَتّٰى مَاتَ الْغُلَامُ۔ آہ۔آہ کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے جسم نازنیں پائمال ہو گیا جب کسی گھوڑے کی ٹاپیں آپ پر پڑتیں تو آپ مادر گرامی کو پکارتے یا اُمّاہ ادرکنی اے اماں جان خبر لیجئے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا قاسمؑ تمہارے چچا پر کس قدر گراں ہے کہ تمہارا جسم نازنین پائمال سم اسپاں ہو گیا نقش حسنؑ مجتبیٰ بکھر گیا۔آپ سے جس طرح ہو سکا مجروح لاشۂ قاسمؑ کو اُٹھایا اور گنج شہیداں میں رکھ دیا۔پھر خیمہ میں آئے اور فرمایا کہ اے بہن زینبؑ اور اے اُم کلثومؑ اور اے بھابی جان اُمِّ فروہؑ آپ کا بیٹا جنت کو سدھار گیا اب وہ بھائی حسنؑ کے پاس ہے۔اہلحرم نے ماتم قاسمؑ کیا۔بیبیاں منہ پر طمانچے مار رہی تھیں واقاسماہ کی صدائیں بلند تھیں۔یہ بھی روایات میں پایا جاتا ہے کہ حضرت قاسمؑ نے ازرق نامی ملعون اور اس کے چار بیٹوں کو واصل جہنم کیا ہے۔

(مہیج الاحزان... صفحہ ۲۷۵ تا ۲۸۰)

نزہۃ المصائب

علامہ آخوند مرزا قاسمؒ علی کربلائی مشہدی لکھتے ہیں:-

امام حسن علیہ السلام مقامِ تاسّف میں فرماتے تھے لَایَوم لَیومِکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ اے ابوعبداللہ الحسینؑ تمھارے روز مصیبت سے کوئی دن سخت تر نہیں ہے حضرات واقعی جب روز عاشورا تمام اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام کے درجۂ شہادت پر فائز ہوچکے اور اقربا سے اُن حضرات کے جوانانِ بنی ہاشم اولاد وعترت حضرت عقیل اور اولاد حضرت جعفر طیار اور سب بھائی جناب عباسؑ کے اولاد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام بھوکے پیاسے شہید ہوئے اور نوبت اولاد امام حسنؑ کی آئی تو اُس وقت خیموں میں کہرام بپا تھا کیونکہ ایک کی لاش آتی تھی دوسرا مرنے جاتا تھا فِی الْبِحَارِ وَغَیْرِہ ثُمَّ اِنَّ بَرَزَ قَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ عَلیہِ السلام وَھُوَ غُلَامٌ صَغِیْرٌ لَم یَبْلُغِ الْحُلُمَ وَ وَجُھُہٗ کَفِلْقَۃِ الْقَمرِ چنانچہ بحار الانوار اور منتخب وغیرہ میں منقول ہے کہ بعد اس کے شاہزادۂ قاسمؑ فرزند امام حسن علیہ السلام کے عازم جہاد ہوئے اور وہ شاہزادہ حد بلوغ تک بھی نہ پہنچا تھا اور چہرۂ انور اُن کا مانند چاند کے ٹکڑے کے تاباں تھا فَوَقَفَ بِاِزَآءِ عَمِّہ الْحُسَیْنِ عَلَیہِ السَّلَامُ وَاستَاذَنَہ پس وہ سامنے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے چچا خدا آپ پر رحمت اپنی نازل کرے یہ جان نثار سامنے حاضر ہے مجھے بھی اجازت جہاد دیجئے فَقَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیہِ السَّلَامُ یَابْنَ الْاَخِ اَنْتَ عَلَامَۃٌ مِنْ اَخِی الْحَسنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاُرِیْدُ اَنْ تَبْقٰی لِیْ لِاَتَسَلّٰی بِکَ وَقَالَ یَاوَلَدِیْ اَتَمشِیْ بِرِجْلِکَ اِلَی الْمَوْتِ امام حسین علیہ السلام نے دیکھ کر فرمایا اے فرزند برادر تو نشانی ہے میرے

بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی اور میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے تا کہ تیرے سبب سے چند نفس مجھے تسکین ہو اور فرمایا اے فرزند کیا تو اپنے پاؤں سے طرف موت کے جاتا ہے۔ فَقَالَ الْقَاسِمُ وَكَيْفَ يَا عَمِّ وَاَنْتَ بَيْنَ الْاَعْدَآءِ وَحِيْداً فَرِيْدَ اَلا تَجِدُ نَاصِراً وَلَا مُعِيْناً جناب قاسمؑ نے عرض کیا اے چچا کیونکر میں آمادۂ مرگ نہ ہوں کہ آپ یکہ و تنہا نرغۂ اعدا میں بے معین و مددگار مبتلا ہیں پس ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پاؤں پر گرے اور طلبِ اجازت میں اصرار کیا حضرات یہ وہ شیر دلاور ہے جسے شب عاشورا بروقت رخصت کرنے اصحاب و اقربا کے حضرت سے عرض کیا تھا جب پوچھا اے فرزند تم موت کو اپنے نزدیک کیسا جانتے ہو تو اس شاہزادہ نے عرض کیا اے چچا میں موت کو شہد سے شیریں تر جانتا ہوں واقعی جیسا کہا تھا ویسا ہی ہنگامۂ کارزار میں روز عاشورا کیا اور اجازت حاصل کر کے جان اپنی اپنے چچا پر فدا کی وَرَوٰی اَبُوْمخنفٍ اِنَّ الْحُسَيْنَ بَعْدَ قَتْلِ اَصْحَابِه جَعَلَ يُنَادِیْ وَاغُرْبَتَاهُ بَتَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ اَمَامِنْ مُعِيْنٍ يُعِيْنُنَا اَمَامِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا اَمَامِنْ ذَآبٍ يَذُبُّ عَناً چنانچہ ابومخنف وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بعد شہادت اپنے اصحاب و انصار کے فریاد و استغاثہ کیا اور فرماتے تھے افسوس کیا عالم مسافرت ہے اور کیا کمی انصار کی ہے آیا کوئی اعانت کرنے والا ہے کہ ہماری اعانت کرے آیا کوئی نصرت کرنے والا ہے کہ ہماری نصرت کرے آیا کوئی دفع کرنے والا ہے کہ شرّ اعدا کو ہم سے دور کرے فَخَرَجَا اِلَيْهِ غُلَامَانِ كَاَنَّهُمَا قَمَرَ ان اَحْمَدُ وَالْاٰخَرُا لْقَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمَا يَقُوْلَانِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ مُرْنَا بِاَمْرِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَالَ لَهُمَا حَامِيَا عَنْ حَرَمِ جَدِّكُمَا رَسُوْلِ اللّٰهِ یہ آواز استغاثہ سن کے

دو شاہزادے مثل آفتاب و ماہتاب کے آگے بڑھے ایک جناب احمدؑ دوسرے جناب قاسمؑ فرزندان جناب امام حسن علیہ السلام اور وہ دونوں اپنے چچا کی خدمت میں عرض کرنے لگے اے چچا ہماری طرف متوجہ ہو جیے ہم دونوں جان نثار حاضر ہیں جو حکم ہو بجالائیں خدا آپ پر رحمت اپنی نازل کرے حضرت نے فرمایا اے فرزند و حمایت کرو اپنے جد بزرگوار جناب رسولؐ خدا کے حرم کی حضرات تصور کیجئے وہ کیا وقت مصیبت تھا اہلِ حرم پر کہ اُن کی حمایت کی تاکید فرمائی فَبَرَزَ الْقَاسِمُ وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ سَنَةً وَحَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ وَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُ حَتّٰى قَتَلَ مِنْهُمْ سَبْعِيْنَ فَارِساً پس شاہزادہ قاسمؑ طرف لشکر اعدا کے متوجہ ہوئے اور سن شریف اُن کا چودہ برس کا تھا اور قوم اعدا پر مانند شیر غضبناک کے رجز پڑھتے ہوئے حملہ کیا اور بڑے بڑے سرکشوں کو قتل کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ ستر سواروں کو اُن میں سے قتل کیا اور خود بھی مجروح ہوئے وَلَمَنْ لَهُ مَلْعُوْنٌ فَضَرَبَهُ عَلٰى اُمِّ رَاسِهٖ فَفَجَرَ هَامَتَهٗ فَانْصَرَعَ يَخُوْرُ فِيْ دَمِهٖ وَانْكَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ وَهُوَ يُنَادِيْ يَا عَمَّاهُ اَدْرِكْنِيْ آہ اب کس زبان سے بیان کروں کہ ایک لعین اُن کی کمین گاہ میں تھا پس اُس شقی نے ایک ضرب شمشیر سر اقدس پر ماری جس کے صدمہ سے سر اُس شاہزادہ کا شگافتہ ہوا اور گھوڑے سے منھ کے بھل جھک گئے اور زمین پر تشریف لائے اور اپنے خون میں لوٹنے لگے اور آواز دی اے چچا میری خبر لیجئے فَوَثَبَ اِلَيْهِ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَّقَهُمْ عَنْهُ وَوَقَفَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَضْرِبُ الْاَرْضَ بِرِجْلَيْهِ حَتّٰى قَضٰى نَحْبَهٗ پس جناب امام حسین علیہ السلام فوراً اُٹھے اور طرف اُن کے متوجہ ہوئے اور جو اشقیا گرد اُن کے ہجوم کیے تھے اُن کو متفرق کر دیا اور اُس فرزند کے پاس آکر کھڑے ہوئے دیکھا کہ وہ پارۂ

جگر دونوں پاؤں زمین پر مارتا ہے اور ایڑیاں رگڑتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت میں رحلت فرمائی اور روح اُن کی طرف جنت کے پرواز کر گئی آہ یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام کے قلب اقدس پر کیا صدمہ ہوا ہوگا جب اُس شہید راہ خدا کو زخموں سے چور چور خاک و خون میں آلودہ دیکھا ہوگا۔ وَنَزَلَ اِلَیہِ وَحَمَلَہُ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّھُمْ دَعَوْنَا لِیَنْصُرُوْنَا فَخَذَلُوْنَا وَاَعَانُوْا عَلَیْنَا اَعْدَآئَنَا پس حضرت گھوڑے سے اُترے اور لاش اُس فرزند کی اُٹھائی اور درگاہ خدا میں عرض کرتے تھے خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ ان اشقیا نے ہم کو بلایا تا کہ ہماری نصرت کریں پس ہم کو چھوڑ دیا اور نصرت نہ کی اور ہمارے قتل کرنے پر ہمارے دشمنوں کی اعانت کی اَللّٰھُمَّ احْبِسْ عَنْھُمْ قَطْرَ السَّمَاءِ وَاَحْرِمْھُمْ بَرَکَاتِکَ اَللّٰھُمَّ فَرِّقْھُمْ شُعَباً وَاجْعَلْھُمْ طَرَآئِقَ قِدَدً اوَلَا تَرْضَ عَنْھُمْ اَبَداً بار الٰہا تو ان اشقیا سے بارانِ رحمت کو روک لے اور اپنی برکتوں سے ان کو محروم رکھ خداوندا تو ان کی جماعتوں کو متفرق کر اور رائیں ان کی مختلف کر اور تو ہرگز ان سے راضی نہ ہونا اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ حَبَسْتَ عَنَّا النَّصْرَ فِی دَارِ الدُّنْیَا فَاجْعَلْ ذٰلِکَ ذُخْراً لَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَانْتَقِمْ لَنَا مِنَ الْقَوْمِا لظَّالِمِیْنَ خداوندا اگر تو نے بمصلحت وقت اور اپنی مشیت کے ہم سے نصرت کو دار دنیا میں روک لیا ہے پس گردان تو اُس کو ذخیرہ ہمارے لیے دار آخرت میں اور ہمارا انتقام لے قوم ظالمین سے ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْقَاسِمِ وَبَلٰی عَلَیہ وَقَالَ یَعِزُّ وَاللّٰہِ عَلٰی عَمِکَ اَنْ تَدْعُوْہُ فَلَا یُجِیْبُکَ ھٰذَا یَوْمٌ قَلَ نَاصِرُہُ وَکَثُرَ وَاتِرُہُ بعد اس کے حضرت نے بنظر حسرت طرف شاہزادہ قاسمؑ کے دیکھا اور اُن کی مصیبت و جدائی پر روئے اور فرمایا قسم بخدا بہت دشوار ہے

تیرے چچا پر کہ تو اُن کو پکارے اور وہ فریادرسی تیری نہ کرسکیں افسوس یہ وہ روز مصیبت ہے کہ اُن کی نصرت کرنے والے بہت ہی کم ہیں اور دشمنی کرنے والے بکثرت ہیں ثُمَّ وَضَعَ الْقَاسِمَ مَعَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ بعداس کے حضرت نے لاشِ شاہزادہ قاسمؑ کو لاشہائے شہدا میں رکھ دیا جو اہلِ بیت سے آنحضرت کے بنی ہاشم شہید ہو چکے تھے۔(نزہتہ المصائب جلداوّل ۴۶۱ تا ۴۶۷)

نزہتہ المصائب

علامہ آخوند مرزا قاسم علی کربلائی مشہدی لکھتے ہیں:۔

چنانچہ منتخب اور محرق القلوب وغیرہ میں منقول ہے پس شاہزادہ قاسمؑ آگے بڑھے اور اپنے چچا سے طالب رخصت ہوئے اُس وقت حضرت نے فرمایا اے فرزند کیا تم اپنے پاؤں سے طرف موت کے جاتے ہو اُس شاہزادہ نے عرض کیا اے چچا کیونکر میں آمادۂ مرگ نہ ہوں کہ آپ نرغۂ اعدا میں گھر گئے ہیں پس امام حسین علیہ السلام نے اُس نورِ نظر کو روتے ہوئے اپنے سینۂ اطہر سے لگایا اور اس شدت سے روئے کہ دونوں بزرگواروں کو غش آ گیا جب افاقہ ہوا تو بعد اس کے اُس فرزند کو لباس بصورت کفن کے پہنایا یعنی گریبان پیراہن کا چاک کیا اور عمامہ سر پر بطور عمامہ میت کے باندھا اور دونوں گوشے اُس کے سینہ پر لٹکائے اور تحت الحنک باندھا وَاَعْطَاهُ سَيْفاً وَ اَرْسَلَهُ اِلَى الْمَيْدَانِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ نَظْرَةَ آئِسٍ مِنْهُ وَقَالَ اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ اور حضرت نے اُس فرزند کو ایک تلوار عطا کی اور طرف میدانِ قتال کے بھیجا اور طرف اُس نورِ نظر کے بحسرت دیکھا اور فرمایا اے فرزند میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا فَوَقَفَ الْقَاسِمُ بِآزَاءِ الْقَوْمِ وَتَوَجَّهَ اِلَى عُمَرَبْنَ سَعْدٍ وَقَالَ لَهُ يَابْنَ سَعْداً مَاتَخَافُ اللّٰهَ اَمَا تُرَاقِبُ اللّٰهَ يَا اَعْمَى

اَلْقَلْبِ اَمَا تَرَاعِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ پس شاہزادہ قاسمؑ سامنے لشکر اعدا کے کھڑے ہوئے اور عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابن سعد خدا سے نہیں ڈرتا ہے اور اُس کے عذاب کا خوف نہیں رکھتا ہے اے کور باطن کیا جناب رسولؐ خدا کے حقوق کی رعایت بھی نہیں کرتا ہے فَقَالَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَا کَفَاکُمُ التَّجَبُّر اَمَا تُطِیْعُوْنَ یَزِیْدَ فَقَالَ الْقَاسِمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَاجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً تَدَّعِی الْاِسْلَامَ وَاٰلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عِطَاشٌ ظِمَاءٌ قَدِاسْوَدَّتِ الدُّنیا بِاَعْیُنِھِم عمر بن سعد نے بے ادبانہ جواب دیا آیا تمھیں ابھی تک تجبر و تکبّر نے کفایت نہیں کی یعنی اُس شقی نے کہا اسی تکبّر نے تم لوگوں کو اس حال کو پہنچایا اور پھر باز نہیں آتے ہو کیوں یزید کی اطاعت نہیں کرتے ہو یہ کلام سن کر جناب قاسمؑ نے فرمایا خدا تجھے بعوض اس کلام کے شر سے جزائے بد دے کہ تو دعویٰ اسلام کرتا ہے اور اولاد رسولؐ خدا پیاسی ہے اور شدت تشنگی سے دنیا اُن کی نظروں میں تاریک ہو رہی ہے پس کیا جواب دے گا تو جناب رسولؐ خدا کو جب وہ حضرت بروز قیامت تجھ سے پوچھیں گے اے بے حیا کس لیے میری ذرّیت پر ناحق ظلم کیا فَسَکَتَ الْمَلْعُوْنُ وَلَمْ یَرُدَّ جَواباً وَقَالَ لِاَصْحابِہٖ یا قَوْمِ اَتَعْلَمُوْنَ مَنْ ھٰذا الصَّبِیُّ قَالُوْ اَلا یہ سن کر وہ لعین ساکت رہا اور اُن کو کچھ جواب نہ دیا اور اپنے رفقا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے قوم تم جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے اُن اشقیا نے جواب دیا ہم نہیں جانتے ہیں قَالَ لَھُمْ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ ھٰذا قَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍ وَلَہٗ شَجَاعَۃٌ مِنْ اٰبَآئِہٖ فَلَا تُبَارِزُوْہُ وَاحِداً وَاحِداً بَلِ احْمَلُوْا عَلَیْہِ جَمِیْعاً دَفْعَۃً وَاحِدَۃً عمر سعد نے اُن اشقیا سے کہا یہ قاسم بن حسنؑ بن علیؑ ہیں اور شجاعت میں مثل اپنے آبا کے

ہیں پس ایک ایک شخص تم میں سے اس شیر دلاور سے مقابل نہ ہونا بلکہ ایک دفعہ اس پر حملہ کر دو یہ سن کر وہ شاہزادہ رجز شجاعت آمیز پڑھنے لگا پس عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کوئی تم میں ایسا ہے جو اس طفل ہاشمی کا سر کاٹ کر لے آوے جب کسی نے جواب نہ دیا تو اُس وقت وہ متوجہ ہوا طرف ازرق شامی کے اور کہا اس طفل ہاشمی کا سر جدا کر اُس مغرور نے کہا لوگ مجھے ہزار سوار کے برابر جانتے ہیں اور تو مجھے اس لڑکے کے مقابلہ کو بھیجتا ہے حالانکہ اس لشکر میں میرے چار بیٹے دلاور ہیں اُن میں سے ایک کو بھیج کر سر ان کا منگاتا ہوں یہ کہہ کر اُن کو ترغیب کی فَخَرَجُوْا اِلٰی مُبَارَزَةِ الْقَاسِمؑ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَجَعَلَهُمْ مَقْتُوْلِين پس وہ اشقیا اپنے لشکر سے نکلے اور آمادۂ کارزار ہو کے ایک بعد دوسرے کے جناب قاسمؑ پر حملہ آور ہوئے آخر کار ہاتھ سے اُس شاہزادہ کے وہ چاروں شقی قتل ہوئے ثُمَّ ضَرَبَ الْقَاسِمُ فَرَسَهُ بِسَوْطٍ وَعَادَ يَقْتُلُ الْفُرْسَانَ اِلٰى اَنْ ضَعُفَتْ قُوَّتُهُ فَهَمَّ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْخَيْمَةِ وَاِذَا بَالْاَزْرَقِ الشَّامِيِّ قَدْ قَطَعَ عَلَيْهِ الطَّرِيْقَ وَعَارَضَهُ بعد اس کے جناب قاسمؑ نے اپنے گھوڑے کو جولان دیکر اُس کو ایک تازیانہ لگایا اور سواروں کو لشکر اعدا کے قتل کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ ناتوان ہو گئے پس اُس شاہزادہ نے قصد رجوع کا طرف خیمہ کے کیا یکایک ازرق شامی غضبناک ہو کر آیا اور راہ روک لی اور وہ مغرور اب بقصد جنگ مقابل ہوا فَلَمَّا رَاٰهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْتَعْبَرَوَ دَعٰى عَلَيْکَ وَدَعٰى لِنُصْرَةِ ابْنِ اَخِيْهِ جب امام حسین علیہ السلام نے اُس ملعون کو دیکھا تو اشک چشم انور میں بھر آئے اور اُس شقی کے لیے بد دعا کی اور واسطے نصرت کے اپنے فرزند برادر کی دعا کی فَلَمَّا اَرَادَ الْمَلْعُوْنُ اَنْ يَضْرِبَ فَضَرَبَهُ الْقَاسِمُ سَيْفَهُ

عَلٰی اُمِّ راسِہٖ وَقَتَلَہٗ جب اُس ملعون نے چاہا کہ تلوار لگائے یہ دیکھ کر شاہزادہ قاسمؑ نے اپنی تلوار اُس کے سر پر ماری کہ وہ شقی قتل ہوا اور زمین پر گرا وَسَارَ الْقَاسِمُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلیہِ السَّلامُ وَقَالَ یَا عَمَّاہُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اَدْرِکْنِی بِشَرْبَۃٍ مِنَ الْمَآءِ فَصَبَّرَہُ الْحُسَیْنُ وَاَعْطَاہُ خَاتَمَہٗ وَقَالَ حُطَّہٗ فِی فَمِکَ وَ مُصَّہٗ اور شاہزادہ قاسمؑ ایسا کارنمایاں کر کے خدمت میں امام حسین علیہ السلام کی حاضر ہوئے اور عرض کیا اے چچا پیاسا ہوں پیاسا ہوں آیا تھوڑا سا پانی ہوسکتا ہے امام حسین علیہ السلام نے امر بہ صبر فرمایا اور اپنی انگشتری عطا کی اور فرمایا اس انگوٹھی کو منھ میں اپنے رکھو اور چوسو تا کہ تسکین ہو قَالَ الْقَاسِمُ فَلَمَّا وَضَعْتُہٗ فِیْ فَمِیْ کَاَنَّہٗ عَیْنُ مَآءٍ فَارْتَوَیْتُ وَانْقَلَبْتُ اِلَی الْمَیْدَانِ شاہزادہ قاسمؑ نے فرمایا جب میں نے وہ انگشتری اپنے منھ میں رکھی تو باعجاز حضرت کے گویا ایک چشمۂ آب سرد و شیریں انگشتری سے جاری ہوا یہاں تک کہ میں سیراب ہوا اور میدانِ قتال کی طرف آیا راوی کہتا ہے پس اس حملہ میں اُس شاہزادہ نے بہت سے اشقیا قتل کیے ثُمَّ جَعَلَ ھِمَّتَہٗ عَلٰی حَامِلِ لِوَآءِ عَسْکَرِ الْاَعْدَآءِ بعد اُس کے اس شیر دلاور نے علمدار لشکر اعدا پر حملہ کیا اور چاہا کہ اُسے قتل کریں فَاَحَاطُوا مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَرَمَوْہُ بِالسِّھَامِ وَطَعَنُوْہُ بِالرِّمَاحِ وَالسِّنَانِ حَتّٰی وَقَعَ عَلَی الْاَرضِ وَنَادیٰ یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِیْ آہ اُس وقت اُن اشقیا نے ہر طرف سے اُس شاہزادہ کو گھیر لیا اور تیر باران کیے اور نیزہ و شمشیروں سے زخمی کیا یہاں تک کہ وہ شاہزادہ گھوڑے سے زمین پر تشریف لایا اُس وقت آواز دی اے چچا میرے خبر لیجئے فَجَآءَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالسَّیْفِ کَالصَّقْرِ الْمُنْقَضِّ فَتَخَلَّلَ الصُّفُوْفَ

فَضَرَبَ عَمْرواً قَاتِلَهُم وَ حَمَلَتْ خَيْلُ اَهْلِ الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْقِذُوهُ مِنَ الْحُسَيْنِ عَلَيهِ السلام فَجَرَحَتْهُ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا پس امام حسین علیہ السلام تلوار علم کیے ہوے مانند شیر غضبناک کے اُن اشقیا پر حملہ آور ہوے اور صفوف لشکر کو متفرق کر کے عمرو بن سعد ازدی قاتلِ قاسمؑ کو ایسی ایک ضربت لگائی کہ وہ شقی گرا اُس وقت ایک جماعت نے کوفیوں کی حملہ کر کے چاہا کہ عمر کو حضرت سے بچالیں اسی ارادہ سے گھوڑے اپنے دوڑائے آہ آمد و رفت سے اُن سواروں کی بدن انور اُس شاہزادہ کا پامالِ سُمِ اسپاں ہوا اور بروایتے وہ لاش جو اُس وقت پامال ہوئی قاتل قاسمؑ کی تھی فَلَمَّا انجَلَتِ الْغَبْرَةُ وَجَدَهُ الْحُسَيْنُ يَفْحَصُ بِرِجْلَيهِ التُّرَابَ جب گرد و غبار فرو ہو گیا تو حضرت نے دیکھا کہ وہ پارۂ جگر خاک و خون آلودہ ریگ گرم پر پڑا ہے اور دونوں ایڑیاں زمین پر رگڑتا ہے فَبَكَىٰ بُكَآءً شَدِيْداً وَقَالَ يَابُنَّى قَتَلَ اللّٰهُ قَوماً قَتَلُوكَ يَعِزُّ وَ اللّٰهِ عَلىٰ عَمِكَ اَنْ تَدْعُوهُ فَلاَ يُجِيْبُكَ پس حضرت بشدت روئے اور فرمایا اے فرزند خدا قتل کرے اُس قوم کو جس نے تجھے قتل کیا قسم بخدا بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو واسطے نصرت کے پکارے اور ہم سے مدد تیری نہ ہو سکے فَبِيْنَا لِذٰلِكَ اِذَا مَاتَ الْقَاسِمُ فَحَمَلَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيِ السَّلَامُ عَلىٰ صَدرِهِ وَاَقْبَلَ اِلَى الْخَيمه آہ اسی اثنا میں شاہزادہ قاسمؑ نے رحلت کی اور روح اُن کی طرف گلشن جنت کے پرواز کر گئی پس امام حسین علیہ السلام نے لاش اُس فرزند کی اُٹھا کر اپنے سینہ اطہر سے لگائی اور طرف خیمہ کے لے چلے قَالَ حَمِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ كَانِي اَنْظُرُ اِلىٰ رِجْلَيِ الْغُلَامِ يَخُطَّانِ عَلَى الْاَرْضِ فَجَآءَ به حتّٰى القاهُ بَيْنَ الْقَتْلىٰ مِنْ اَهْلِبيته چنانچہ حمید بن مسلم کہتا ہے

اُس وقت دیکھا میں نے کہ پاؤں اُس صاحبزادہ کے زمین پر کھنچتے جاتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح مقتل شہداالاشہائے اہلِ بیتؑ میں لٹادیا۔

(زنہۃ المصائب جلداول...صفحہ ۴۶۹ تا ۴۷۵)

نہر المصائب

علاّمہ مرزا قاسم علی کربلائی ''نہر المصائب جلد سوم'' میں لکھتے ہیں:-

جب روز عاشورا تمام اصحاب باوفا سید الشہدا کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکے یہاں تک کہ اقربائے امام حسینؑ سے جوانان بنی ہاشم مثل عبداللہ بن مسلم اور عون بن عبداللہ بن جعفر اور محمد بن جعفر طیار اور سب بھائی جناب عباسؑ کے مع محمد بن عباس کے شہید ہوئے اور نوبت اولاد امام حسنؑ کی آئی فِی الْمَقْتَلِ وَالْبِحَارِ ثُمَّ اِنَّ بَرَزَ قَاسِمُ بِنُ الْحَسَنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهُوَ صَغِیْرٌ لَمْ یَبْلُغِ الْحُلُمَ وَوَجْهُهٗ کَالْقَمرِ لَیْلَةَ الْبَدرِ چنانچہ مقتل ابو مخنف اور بحار الانوار میں منقول ہے کہ بعد چند بنی ہاشم کے شاہزادہ قاسم فرزند امام حسن علیہ السلام کے عازم جہاد ہوئے اور وہ حدِ بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے اور چہرۂ انور اُن کا مانند ماہ کامل کے تاباں تھا فَوَقَفَ بِازَآءِ عَمِّهٖ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَالَ یَا عَمِّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ هَا اَنَ بَیْنَ یَدَیْکَ فَاْمُرْنِی بِاَمْرِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْکَ پس وہ سامنے اپنے چچا امام حسینؑ کے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اے چچا خدا آپ پر رحمت اپنی نازل کرے یہ جان نثار سامنے حاضر ہے مجھے بھی اجازت جہاد دیجئے فَقَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَابْنَ الْاَخِ اَنْتَ عَلَامَةٌ'' مِنْ اَخِی الْحَسَینِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاُرِیْدُ اَنْ تَبْقَیٰ لِیْ لَاتَصَلّٰی بِکَ وَقَالَ یَا وَلَدِیْ اَتَمشِیْ بِرِجْلِکَ لِیْ مَلکوتِ پس امام حسین

علیہ السلام نے بنگاہ حسرت دیکھ کر فرمایا کے اے فرزند برادر تو نشانی ہے میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ کی اور میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے کہ تا تیرے سبب سے مجھے تسلی اور تسکین ہو اور فرمایا کہ اے فرزند کیا تو اپنے پاؤں سے طرف موت کے جاتا ہے فَقَالَ الْقَاسِمُ وَكَيْفَ يَا عَمِّ وَاَنْتَ بَيْنَ الْاَعْدَآءِ وَحِيْداً فَرِيْداً لَمْ تَجِدْ نَاصِراً وَلَا مُعِيْناً جناب قاسمؑ نے عرض کیا کہ اے چچا کیونکر میں آمادہ شہادت نہ ہوں کہ آپ سا سردار یکہ وتنہا اعدا میں بے معین و مددگار مبتلا ہو وَرَوٰى اَبُوْ مِخْنَفٍ عَنْ حَمِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ اِنَّ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ قَتْلِ اَصْحَابِهٖ جَعَلَ يُنَادِيْ وَاغُرْبَنَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ اَمَا مِنْ مُعِيْنٍ يُعِيْنُنَا اَمَا مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا اَمَا مِنْ ذَآبٍّ يُذَبُّ عَنَّا اور ابو مخنف نے حمید بن مسلم سے یوں روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بعد شہادت اپنے اصحاب و انصار کے فریاد و استغاثہ کیا اور فرماتے تھے کہ افسوس کیا عالم مسافرت ہے اور کیا کمی انصار کی ہے آیا کوئی اعانت کرنے والا ہے کہ ہماری اعانت کرے آیا کوئی نصرت کرنے والا ہے کہ ہماری نصرت کرے آیا کوئی دفع کرنے والا ہے کہ شر اعدا کو ہم سے دور کرے فَخَرَجَ اِلَيْهِ غُلَامَانِ كَاَنَّهُمَا قَمَرَانِ اَحْمَدُ وَالْاٰخَرُ الْقَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمَا يَقُوْلَانِ لَبَّيْكَ مُرْنَا بِاَمْرِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَالَ لَهُمَا حَامِيَا عَنْ حَرَمِ جَدِّكُمَا رَسُوْلِ اللّٰهِ پس یہ آواز استغاثہ سن کے دو شاہزادے مثل آفتاب و ماہتاب کے خیمہ سے برآمد ہوئے ایک احمد دوسرے قاسمؑ فرزندانِ امام حسن علیہ السلام اور وہ دونوں اپنے چچا مظلوم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اے عم بزرگوار ہماری طرف متوجہ ہو جئے ہم دونوں جان نثار حاضر ہیں جو حکم ہو بجا لائیں خدا آپ پر رحمت

اپنی نازل کرے حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند حمایت کرو اپنے جدّ بزرگوار رسولؐ خدا کے حرم اور اہلِ بیتؑ کی حضرات تصور کیجئے وہ کیا وقتِ مصیبت تھا آہ اُس وقت اعدا نیزے علم کیے ہوئے قریب خیموں کے آگئے تھے وَرَوَی الشَّیخُ نَجمُ الدِّینِ وَغَیرُہُ اَنَّہُ سَارَ الْقَاسِمُ نحو الْاَعدآءِ وَھُوَ اَسَدُ الْھَیجآءِ وَاَتیٰ فِی المعرکتم فَحَمَلَ عَلَی الْقَومِ حَملَۃً مُنکَرَۃً وَقَتَلَ مِنھُم مَقْتَلَۃً عَظِیمَۃً چنانچہ شیخ نجم الدین وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اُس وقت شاہزادہ قاسمؑ امام حسینؑ سے رخصت ہوکر مانند شیر غضبناک کے معرکۂ قتال میں تشریف لائے اور لشکر اعدا پر ایسا حملہ کیا کہ لاشہائے اہلِ کوفہ وشام سے انبار لگادیے اور بڑے بڑے نامی پہلوانوں کو فی النار کیا فَحَاصَرُوہُ مِن کُلِّ جَانِبٍ وَمَکَانٍ وَجَرَحُوہُ بِالسُّیُوفِ وَالسِّھَامِ وَالسِّنَانِ فَخَرَ عَن ظَھرِ جَوَادِہٖ عَلَی الْاَرضِ یہ دیکھ کر اُن اشقیا نے اُس شاہزادہ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور تیرو نیزہ وشمشیر سے ایسا زخمی کیا کہ بسبب ناتوانی کے مرکب سے بروئے زمین آئے فَقَرُبَ مِنہُ شَیبَۃُ بنُ سَعدِنِ الشَّامِیُّ لَعَنَہُ اللّٰہُ فَطَعَنَہُ بِرُمحٍ فَنَادیٰ یَا عَمَّاہُ اَدرِکنِی آہ اسی اثنا میں شیبہ بن سعد شامی لعین نے قریب آکر ایک نیزہ پشتِ اقدس پر مارا کہ سینۂ اطہر سے باہر نکلا اور اُس کے صدمہ سے وہ شاہزادہ تڑپنے لگا اور اُسی حالت کرب میں آواز دی کہ اے چچا میری خبر لیجئے کہ ان اشقیا نے مجھے قتل کیا فَاَقبَلَ اَلَیہِ الْحُسَینُ عَلَیہِ السَّلَامُ مُسرِعاً وَقَتَلَ مَن کَانَ حَولَہٗ ثُمَّ وَثَبَ عَلیٰ شَیبَۃَ بنِ سَعدٍ فَقَتَلَہٗ وَحَمَلَ الْقَاسِمَ عَلیٰ صَدرِہٖ وَجَآءَ بِہٖ اَلَی الْخَیمِۃ یہ آواز سُن کر امام حسین علیہ السلام فوراً اُس شہید راہ خدا کی طرف روانہ ہوئے اور جو اشقیا کہ گرد اُن کے تھے اُن کو قتل کیا اور

شیبہ بن سعد پر حملہ کر کے اُس کو بھی فی النار کیا اور لاش قاسمؑ کی اپنے سینۂ اطہر سے لگا کر خیمہ گاہ کی طرف لائے اور لاشہائے بنی ہاشم میں رکھ دی اور آپ اُس نورِ نظر کے سرہانے بیٹھ کر رو یا کیے اُس وقت شورِ گریہ و بکائے اہلِ بیتِ رسالت سے گویا قیامت بپا ہوئی۔ (نہر المصائب حصہ سوم... صفحہ ۴۰۳ تا ۴۰۶)

نہر المصائب

علّامہ مرزا قاسم علی کربلائی ''نہر المصائب جلد سوم'' میں لکھتے ہیں:-

منتخب اور محرق القلوب اور مجالس مفجعہ وغیرہ میں منقول ہے کہ شاہزادۂ قاسمؑ نے خدمت امام حسینؑ میں عرض کی کہ اے چچا آیا مجھے اجازت ہے کہ اس فرقۂ کفار کی طرف جا کر جہاد کروں فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ يَابْنَ الاخِ اَنْتَ عَلامَةٌ'' مِنْ اَخِيْ وَاُرِيْدُ اَنْ تَبْقٰى لِيْ لِاَتَسَلّٰى بِكَ وَلَمْ يُعْطِهِ الْاِجَازَةَ لِلْبَرَازِ فَجَلَسَ مَهْمُوْماً مَغْمُوْماً بَاكِي لُعَيْنِ حَزِيْنَ الْقَلْبِ وَاَجَازَ الْحُسَيْنُ اِخْوَتَهُ لِلْبَرَازِ وَلَمْ يُجِزْهُ فَجَلَسَ الْقَاسِمُ مُتَالِماً وَاضِعاً رَاسَهُ عَلٰى رُكْبَتِهِ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے فرزند برادر تو نشانی ہے میرے بھائی کی اور میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے کہ تا تیرے سبب سے مجھے تسلی و تسکین ہو اور حضرت نے اُس نورِ نظر کو اجازت جہاد نہ دی اور اُن کے اور بھائیوں کو اجازت دی پس وہ شاہزادہ محزون و مغموم روتے ہوئے بادلِ حزیں ایک سمت کو علیحدہ بیٹھے اُس وقت شاہزادہ قاسمؑ رنجیدہ سرِ انور اپنا زانوہائے اطہر پر رکھ کر بحسرت و یاس اسی فکر میں تھے فَذَكَرَ اَنَّ اَبَاهُ الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ رَبَطَ لَهُ عَوْذَةً فِيْ كَتِفِهِ الْاَيْمَنِ وَاَوْصٰى لَهُ يَا وَلَدِي اِذَا اَصَابَكَ اَلَمٌ'' وَهَمٌ'' فَعَلَيْكَ بِحَلِّ الْعَوْذَةِ وَقِرَاءَ تِهَا وَفَهِمِ

مَعۡنَاهَا وَاُعۡمَلۡ بِكُلِّ مَاتَرَاهُ مَكۡتُوبًا فِيۡهَا پس یاد آ گئی وصیت اپنے
پدر بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی کہ اُن حضرت نے بوقتِ رحلت ایک تعویذ داہنے
بازو پر باندھا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ اے فرزند جب کبھی تجھے کوئی رنج وغم اور
مصیبت عظمیٰ درپیش ہو تو تجھے لازم ہے کہ اُس وقت اس تعویذ کو اپنے بازو سے کھول کر
پڑھنا اور اُس کا مطلب خوب سمجھنا اور جو کچھ کہ تو اُس میں لکھا ہوا پاوے اُس پر عمل کرنا
فَقَالَ الۡقَاسِمُ لِنَفۡسِهٖ مَضٰى سِنُوۡنَ عَلَيَّ وَلَمۡ يُصِبۡنِيۡ مِثۡلَ
هٰذَا الۡاَلَمِ فَحَلَّ الۡعَوۡذَةَ وَفَضَّهَا وَنَظَرَ اِلٰى كِتَابَتِهَا وَاِذَا فِيۡهَا
يَاوَلَدِيۡ قَاسِمُ اُوۡصِيۡكَ اَنَّكَ اِذَا رَاَيۡتَ عَمَّكَ الۡحُسَيۡنَ فِيۡ
طَفِّ كَرۡبَلَا وَقَدۡ اَحَاطَتۡ بِهِ الۡاَعۡدَآءُ فَلَاتَتۡرُكِ الۡبِرَازَ وَالۡجِهَادَ
لِاَعۡدَآءِ اللّٰهِ وَاَعۡدَآءِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَلَا تَبۡخَلۡ عَلَيۡهِ بِرُوۡحِكَ
وَكُلَّمَا نَهَاكَ عَنِ الۡبِرَازِ فَعَاوِدۡهُ لِيَاذَنَ فِي الۡبِرَازِ لِتَخُوۡضَ فِيۡ
السَّعَادَةِ الۡاَبَدِيَةِ پس شاہزادہ قاسمؑ نے اپنے دل میں کہا کہ کئی سال گذرے کہ
کوئی مصیبت آج تک مجھ پر مثل اس رنج والم کے لاحق نہیں ہوئی ہے یہ تصور کر کے
اُس تعویذ کو اپنے بازو سے کھول کر پڑھا دیکھا کہ اُس میں لکھا ہے اے فرزند اے قاسمؑ
میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ جب دیکھے تو اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کو روز عاشورا
زمین کربلا میں بے ناصر نرغۂ اعدا میں مبتلا ہیں پس اے فرزند اُس وقت قتال و جہاد
دشمنانِ خدا اور رسولؐ سے ترک نہ کرنا اور جان اپنی اپنے چچا پر فدا و نثار کرنا اور ہر چند وہ
مظلوم قتل ہونے سے منع کریں تو تم مکرر عرض کرنا اور طالب رخصت ہونا یہاں تک کہ
تمھیں اجازت جہاد ملے تا کہ تو سعادت ابدیہ کو فائز ہو فَقَامَ الۡقَاسِمُ فِيۡ
سَاعَتِهٖ وَاَتٰى اِلٰى عَمِّهٖ وَعَرَضَ مَاكَتَبَ فِيۡهَا اَبُوۡهُ فَلَمَّا قَرَأَهَا

الْحُسَيْنُ ذَكَراً خَاهُ الْحَسَنَ ؑ وَبَكٰى بُكَآءً شَدِيْداً پس شاہزادہ قاسم ؑ
اُسی وقت کھڑے ہوکر اپنے چچا کی خدمت میں مع وصیت نامہ کے حاضر ہوے اور جو
کچھ کہ اُس میں اُن کے پدر بزرگوار نے تحریر فرمایا تھا عرض کیا آہ جب امام حسین
علیہ السلام نے اُس کو پڑھا تو اپنے برادر مسموم امام حسن علیہ السلام کو یاد کرکے بشدت
روے وَنَادٰی بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ وَتَنَفَّسَ الصَّعَدَآءَ وَقَالَ لَهٗ
يَاوَلَدِیْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةُ لَکَ مِنْ اَبِيْکَ وَعِنْدِیْ وَصِيَّةٌ" اُخْرٰی
مِنْهُ لَکَ وَلَابُدَّ مِنْ اِنْفَاذِهَا فَمَسَکَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَلٰی يَدِالْقَاسِمِ وَاَدْخَلَهُ الْخَيْمَةَ وَطَلَبَ عَوْناً وَعَبَّاساً اور صدا
واویلاہ واثبوراہ کی بلند کی اور ایک آہ سرد کھینچی اور اُن سے فرمایا کہ اے فرزند یہ وصیت
تمھارے بابا نے تم کو فرمائی ہے اور مجھ سے جو وصیت تمھارے بارے میں فرمائی ضرور
ہے کہ میں اسے عمل میں لاؤں یہ فرما کر امام حسین ؑ نے ہاتھ قاسم ؑ کا پکڑ کے خیمہ میں
تشریف لائے اور اپنے بھائی جناب عباس ؑ اور عون کو طلب فرمایا وَقَالَ لِاُمِّ
الْقَاسِمِ اَلَيْسَ لِلْقَاسِمِ ثِيَابٌ جُدُدٌ قَالَتْ لَافَقَالَ لِاُخْتِهٖ زَيْنَبَ
اِيْتِيْنِی بِالصُّنْدُوْقِ فَاَتَتْهُ بِهٖ وَوَضَعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَفَتَحَهٗ وَاَخْرَجَ
مِنْهُ قَبَآءَ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَلْبَسَهُ الْقَاسِمَ وَلَفَّ عِمَامَتَهٗ
عَلٰی رَاسِهٖ پس حضرت نے مادر قاسم ؑ سے فرمایا کہ آیا قاسم ؑ کا کچھ نیا لباس ہے اور
مادرِ قاسم ؑ نے عرض کی کہ کچھ نہیں ہے یہ سُن کر حضرت نے اپنی بہن زینب ؑ خاتون سے
فرمایا کہ اے بہن صندوق پوشاک کا لاؤ پس صندوق حاضر کرکے سامنے حضرت کے
رکھا تو حضرت نے اُس کو کھول کر قبا امام حسن علیہ السلام کی نکالی اور اپنے ہاتھ سے قاسم ؑ
کو پنہائی اور عمامہ اپنے بھائی کا سر پر اُس نور نظر کے باندھا فَمَسَکَ بِيَدِ ابُنَتِهٖ

الَّتِیْ کَانَتْ مُسَمَّاۃً لِلْقَاسِمِ فَعَقَدَلَہٗ عَلَیْھَا وَاَخَذَ بِیَدِ الْبِنْتِ وَوَضَعَھَا بِیَدِ الْقَاسِمِ وَخَرَجَ عَنْھَا فَعَادَ الْقَاسِمُ یَنْظُرُ اِبْنَۃَ عَمِّہٖ وَیَبْکِیْ اِلٰی اَنْ سَمِعَ الْاَعْدَآءَ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ پس حضرت نے اپنی اُس دختر کا ہاتھ جو سابق سے منسوب بشاہزادۂ قاسمؑ تھیں اپنے ہاتھ میں لیا اور اُس فرزند برادر سے عقد پڑھا اور ہاتھ اُس کا ہاتھ میں قاسمؑ کے دیا گویا امانت اُن کے سپرد کر کے باہر تشریف لائے آہ مومنین منجملہ شدائد دنیا کے بیٹی کا ہونا بھی ہے کہ ایسے وقت مصیبت میں انفاذ وصیت حضرت نے فرمائی یہ بھی ایک مصیبت مصائب مظلوم کربلا سے ہے شاید مقصود یہ ہو کہ حضرت جانتے تھے کہ اشقیائے امت مخدّراتِ عصمت کو بیوہ و اسیر کر کے دربار یزید شراب خوار میں لے جائیں گے اور یہ دختر بمصلحت بیووں میں شامل ہوتا یہ مصیبت بھی باقی نہ رہے آہ خاتمہ مصائب کا مظلوم کربلا پر ہوا غرضکہ جناب قاسمؑ بعد اس کے بحسرت و یاس اپنی بنتِ عم کی طرف دیکھتے تھے اور بشدت روتے تھے یہاں تک کہ لشکر اعدا سے آواز ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کی سُنی فَرمیٰ بِیَدِ زَوْجَتِہٖ وَاَرَادَ الْقَاسِمُ اَنْ یَخْرُجَ مِنَ الْخَیْمَۃِ فَجَذَبَتْ ذَیْلَہٗ وَمَا نَعَتَہٗ عَنِ الْخُرُوْجِ فَقَالَ لَھَا الْقَاسِمُ خَلِّیْ ذَیْلِیْ فَاِنَّ عِرْسَنَا اَخَّرْنَا اِلَی الْاٰخِرَۃِ پس شاہزادہ قاسمؑ نے یہ آواز سن کر اپنی زوجہ سے ہاتھ چھڑایا اور ارادہ خیمہ سے باہر آنے کا کیا اُس وقت اُس صاحبزادی نے دامن بسبب شرم و حیا کے پکڑ لیا گویا میدان قتال میں جانے سے منع کیا شاہزادۂ قاسمؑ نے فرمایا کہ اے بنتِ عم دامن میرا چھوڑ دو اور تحصیل سعادت ابدی سے مانع نہ ہو کہ محل تاخیر کا نہیں ہے اور اب عروسی ہماری آخرت پر رہی فَبَکَتْ وَقَالَتْ اَنْتَ تَقُوْلُ ھٰذَا فَبِاَیِّ عَلَامَۃٍ اَعْرِفُکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَقَطَعَ الْقَاسِمُ کُمَّہٗ

وَاَعْطَاهُ بِهَا وَقَالَ اَعْرِفِيْنِیْ بِهٰذَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَانْفَجَعَ اَهْلُ الْبَیْتِ بِالْبُکَآءِ لِفِعْلِ الْقَاسِمِ وَبَکَوْا بُکَاءً شَدِیْدًا وَنَا دَوْا بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ یہ سُن کر وہ صاحبزادی بشدت روئیں اور آہستہ اتنا کہا تم یہ کہتے ہو اور آمادۂ شہادت ہو کر جاتے ہو تو پھر کس علامت سے روز قیامت کو تمھیں پہچانوں گی یہ سُن کر شاہزادہ قاسمؑ نے آستین اپنی قطع کر دی اور فرمایا کہ اس نشانی سے مجھے عرصۂ محشر میں پہچان لینا یہ حال شاہزادہ قاسمؑ کا دیکھ کر سب اہلِ بیت رسالت بشدت رونے لگے اور صدا واویلاہ واثبوراہ کی بلند ہوئی وَقِیْلَ فَمَسَکَ یَدَہٗ وَضَرَبَهَا عَلٰی رُدْنِهٖ وَ قَطَعَهَا وَقَالَ اَعْرِفِیْنِیْ بِهٰذَا الرُّدْنِ الْمَقْطُوْعَۃِ اور بروایتے آستین اپنی شانہ سے پارہ کر کے کہا کہ اِس علامت سے مجھے بروز قیامت پہچان لینا فَخَرَجَ الْقَاسِمُ وَاُسْتَاذَنَ مِنْ عَمِّهٖ فَبَکَی الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَضَمَّهٗ اِلٰی صَدْرِهٖ ثُمَّ اَلْبَسَهٗ ثِیَابَهٗ بِصُوْرَۃِ الْکَفَنِ اُس وقت شاہزادۂ قاسمؑ خیمہ سے برآمد ہو کر اپنے چچا سے طالبِ رخصت ہوئے آہ امام حسین علیہ السلام نے اُس نورِ نظر کو روتے ہوئے اپنے سینہ اطہر سے لگایا اور اس شدت سے روئے کہ دونوں بزرگواروں کو غش آ گیا بعد اُس کے اُس فرزند کو لباس بصورت کفن پنہایا یعنی گریبان پیراہن کو قطع کیا اور عمامہ سر انور پر اُس پارۂ جگر کے بطور عمامۂ میت کے باندھا اور دونوں گوشہ اُس کے سینہ پر اُس شاہزادہ کے لٹکائے آہ حضرت نے وہ علامت پہلی ملاحظہ فرما کے تین علامت ونشان واسطے شناخت کے کر دیے گریبان چاک کیا اور تحت الحنک باندھا اور ردا کو بصورت کفن کے پنہایا وَشَدَّ سَیْفَهٗ بِوَسْطِهٖ وَرَکِبَهٗ عَلَی الْعُقَابِ فَنَظَرَ اِلَیْهِ نَظْرَۃَ الْاٰئِیْسِ مِنْهُ وَقَالَ اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰهَ اور حضرت نے اُس فرزند کی کمر پر ایک تلوار

باندھی اور اسپِ عقاب پر سوار کیا اور از سرتا پا طرف اُس ماہ لقا کے بحسرت و یاس دیکھا
اور فرمایا کہ اے فرزند میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا فَوَقَفَ الْقَاسِمُ بِازَآءِ
الْقَوْمِ وَتَوَجَّهَ اِلٰی عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَهُ یَاابْنَ سَعْدٍ
اَمَا تَخَافُ اللّٰهُ اَمَا تُرَاقِبُ اللّٰهُ یَا اَعْمَی الْقَلْبِ اَمَا تُرَاعِیَ
رَسُوْلَ اللّٰهِ پس شاہزادہ قاسمؑ میدان کارزار میں سامنے لشکر اعدا کے کھڑے
ہوئے اور عمر سعد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے عمر خداوند قہار سے نہیں ڈرتا ہے اور
اُس کے عذاب کا خوف نہیں رکھتا ہے اے کور باطن کیا جناب رسولؐ خدا کے حقوق کی
بھی رعایت نہیں کرتا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَا کَفَاکُمُ التَّجَبُّرَ اَمَا
تُطِیعُوْنَ یَزِیْدَ فَقَالَ الْقَاسِمُ لَاجَزَاكَ اللّٰهُ خَیْراً تَدَّعِی الْاِسْلَامَ
وَاٰلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَطْشَاناً ظَمْأناً قَدِ اسْوَدَّتِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِهِم
یہ سن کر عمر سعد نے جواب دیا کہ آیا تمھیں ابھی تک تجبر و تکبر نے کفایت نہیں کی یعنی
اُس شقی نے کہا اسی تکبّر نے تم بنی ہاشم کو اس حال کو پہنچایا اور پھر باز نہیں آتے ہو یہ کلام
بے ادبانہ سُن کر جناب قاسمؑ نے فرمایا کہ اے ملعون خدا تجھے بعوض اس کلام کے سزا
بد دے کہ تو دعوائے اسلام کرتا ہے اور اولاد رسولؐ خدا پیاسی ہے اور شدتِ تشنگی سے دنیا
اُن کی نظروں میں تاریک ہو رہی ہے پس اے ملعون کیا جواب دے گا تو رسالت مآبؐ
کو جب وہ حضرت بروز قیامت تجھ سے پوچھیں گے کہ اے بے حیا کس لیے میری
ذریت پر ناحق ظلم کیا فَسَکَتَ الْمَلْعُوْنُ وَلَمْ یَرُدَّ جَوَاباً وَقَالَ
لِاَصْحَابِهٖ یَاقَوْمُ اَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هٰذَا الصَّبِیُّ قَالُوا لَا یہ سن کر وہ لعین
ساکت رہا اور کچھ جواب نہ دیا اور اپنے رفقا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے قوم تم
جانتے ہو کہ یہ لڑکا کون ہے اُن اشقیا نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے ہیں قَالَ لَهُمْ

عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ هٰذَا قَاسِمُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍ وَلَهٗ شَجَاعَةٌ مِنْ اٰبَائِهٖ فَلَا تُبَارِزُوْهُ وَاحِداً وَاحِداً بَلِ احْمِلُوْا عَلَيْهِ جَمِيْعاً دُفْعَةً وَاحِدَةً پس عمر سعد نے اُن اشقیا سے کہا کہ یہ قاسمؑ بن حسن بن علی علیہما السلام ہیں اور فصاحت وشجاعت میں مثل اپنے آبا واجداد کے ہیں خبردار ایک ایک شخص تم میں سے اس شیر دلاور سے مقابل نہ ہونا بلکہ ایک دفعہ اس پر حملہ کرو فَنَادَی الْقَاسِمُ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ يَاتِيْنِيْ فِيْ مَيْدَانِ الْقِتَالِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ پس یہ شقاوت اُن اشقیا کی دیکھ کر شاہزادہ قاسمؑ نے آواز دی کہ آیا کوئی شخص تم میں ایسا ہے کہ ہمارے مقابل میدان قتال میں آئے اور اس وقت وہ جرار رجز شجاعت آمیز پڑھتا تھا کہ وہ اشعار مشہور ومعروف ہیں یہ سن کر عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ کوئی تم میں ایسا ہے کہ اس طفل ہاشمی کا سر کاٹ کر لے آوے فَخَرَجَ مِنْهُمْ رَجُلٌ يُعَدُّ بِاَلْفِ فَارِسٍ فَقَتَلَهُ الْقَاسِمُ وَكَانَ لَهٗ اَرْبَعَةُ اَوْلَادٍ یہ سن کر ایک بے حیا اُن اشقیا سے کہ اہل کوفہ اُس کو برابر ہزار سوار کے جانتے تھے سامنے شاہزادۂ قاسمؑ کے آیا اور آتے ہی ایک تلوار اُس دلیر پر لگائی اور اُس شاہزادہ نے وہ ضربت اُس کی سپر پر روک کر تلوار اپنی اس صفائی سے لگائی کہ سر اُس خیرہ سر کا گر پڑا اور وہ داخل جہنم ہوا اور اُس ملعون کے چار بیٹے اُس معرکہ میں حاضر تھے فَخَرَجُوْا اِلٰی مُبَارَزَةِ الْقَاسِمِ وَاحِداً بَعْدَ وَاحِدٍ فَجَعَلَهُمْ مَقْتُوْلِيْنَ یہ حال دیکھ کر وہ چاروں شقی غضبناک ہو کر آمادۂ کارزار ہوئے اور ایک بعد دوسرے کے شاہزادۂ قاسمؑ پر حملہ آور ہوئے آخر کار ہاتھ سے اُس شاہزادہ کے چاروں شقی فی النار ہوئے ثُمَّ ضَرَبَ الْقَاسِمُ فَرَسَهٗ بِسَوْطٍ وَعَادَ يَقْتُلُ بِالْفُرْسَانِ اِلٰی اَنْ ضَعُفَتْ قُوَّتُهٗ فَهَمَّ بِالرُّجُوْعِ اِلَی الْخَيْمَةِ وَاِذْ بِاَزْرَقِ الشَّامِيِّ قَدْ قَطَعَ

عَلَيْهِ الطَّرِيْقَ وَعَارَضَهُ بعداس کے جناب قاسمؑ نے مرکب کو میدان کارزار
میں جولان دے کر اس کو ایک تازیانہ لگایا اور عود کیا قتل سواران اشقیا کی طرف اور
بکثرت اعدا کو قتل کیا یہاں تک کہ ناتوان ہو گئے پس اُس شاہزادہ نے قصد رجوع کا
طرف خیمہ گاہ کے کیا کہ یکایک ازرقِ شامی پہلوان سدِّ راہ ہوا اور وہ مغرور بقصد
جنگ مقابل ہوا فَلَمَّا رَاٰهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَعْبَرَ وَدَعٰى
عَلَيْهِ وَدَعٰى لِنُصْرَةِ ابْنِ اَخِيْهِ پس جب امام حسین علیہ السلام نے اُس
ملعون کو مقابل اس فرزند کے دیکھا تو اشک چشم انور میں بھر آئے اور اُس شقی کے لیے
بد دعا کی اور جناب باری میں واسطے نصرتِ اپنے فرزند برادر کے دست بہ دعا ہوے
فَلَمَّا اَرَادَ الْمَلْعُوْنُ اَنْ يَضْرِبَ فَضَرَبَهُ الْقَاسِمُ سَيْفَهُ عَلٰى اُمِّ
رَاسِهِ وَقَتَلَهُ پس جب اُس ملعون نے گھوڑا بڑھا کر چاہا کہ تلوار لگائے یہ دیکھ کر
شاہزادہ قاسمؑ نے اپنی تلوار سر پر اُس کے اس صفائی سے ماری کہ وہ بانی فتنہ وشر زمین پر
گر کر واصل سقر ہوا وَسَارَ الْقَاسِمُ اِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ
يَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اَدْرِكْنِىْ بِشَرْبَةٍ مِنَ الْمَآءِ فَصَبَّرَهُ
الْحُسَيْنُ وَاَعْطَاهُ خَاتَمَهُ وَقَالَ حُطَّهُ فِىْ فَمِكَ وَمُصَّهُ بعداس
کے شاہزادۂ قاسمؑ خدمت میں امام حسین علیہ السلام کی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے
چچا شدت تشنگی مجھے ہلاک کرتی ہے آیا تھوڑا سا پانی ہو سکتا ہے امام حسینؑ نے یہ سن کر امر
بہ صبر فرمایا اور اپنی انگشتری عطا کی اور فرمایا کہ اس انگوٹھی کو منھ میں اپنے رکھو اور چوسو تا
تسکین ہو قَالَ الْقَاسِمُ فَلَمَّا وَضَعْتُهُ فِىْ فِىْ كَاَنَّهُ عَيْنُ مَآءٍ فَارْ
تَوَيْتُ وَانْقَلَبْتُ اِلَى الْمَيْدَانِ جناب قاسمؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے وہ
انگشتری اپنے منھ میں رکھی تو باعجاز حضرت کے گویا ایک چشمۂ آبِ شیریں انگشتری

سے جاری ہوا یہاں تک کہ میں سیراب ہوا اور میدان قتال کی طرف آیا اور بکمالِ دلاوری اس حملہ میں اُس شاہزادہ نے ساٹھ شقی اور بروایتے دوسونفر کو فی النّار کیا قَالَ حَمِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ ثُمَّ جَعَلَ هِمَّتَهُ عَلٰی حَامِلِ لَوَآءِ عَسْکَرَ الْاَحْذَآءِ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ بعد اس کے اس شیر دلاور نے علمدار لشکر اعدا پر حملہ کیا اور چاہا کہ اسے قتل کریں فَاَحَاطُوْا مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَمَکَانٍ وَرَمَوْهُ بِالسِّهَامِ وَطَعَنُوْهُ بِالرِّمَاحِ وَالسِّنَانِ حَتّٰی وَقَعَ عَلٰی الْاَرْضِ وَنَادٰی یَا عَمَّاهُ اَدْرِکْنِی پس اُن اشقیا نے ہر طرف سے اُس شاہزادہ کو گھیر لیا اور تیر باران کیا اور نیزہ وشمشیر سے زخمی کیا یہاں تک کہ وہ شاہزادہ گھوڑے سے زمین پر گرا اُس وقت آواز دی کہ اے چچا میری خبر لیجئے فَجَآءَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالسَّیْفِ کَالصَّقْرِ الْمُنْقَضِّ فَتَخَلَّلَ الصُّفُوْفَ فَضَرَبَ عَمْرَوا قَاتِلَهُ وَحَمَلَتْ خَیْلُ اَهْلِ الْکُوْفَةِ لِیَسْتَنْقِذُوْهُ مِنَ الْحُسَیْنِ فَجَرَحَتْهُ الْخُیُوْلُ بِجَوافِرِها یہ سن کر امام حسین علیہ السلام تلوار علم کیے ہوے مانند شیر غضبناک کے اُن اشقیا پر حملہ آور ہوے اور صفوفِ لشکر کو پریشان کر کے عمرو بن سعد ازدی قاتل قاسمؑ کو ایسی ایک ضربت لگائی کہ وہ شقی گرا اُس وقت ایک جماعتِ اہل کوفہ نے حملہ کر کے چاہا کہ عمرو کو حضرت سے بچالیں اسی ارادہ سے گھوڑے اپنے دوڑائے آہ آمد ورفت سے اُن سواروں کے بدن انور اُس شاہزادہ کا زخمی اور پامالِ سم اسپاں ہوا اور بروایت سیّد ابن طاؤس وہ لاش جو اُس وقت پامال ہوئی قاتل قاسمؑ کی تھی فَلَمَّا انْجَلَتِ الْغَبَرَةُ وَجَدَهُ الْحُسَیْنُ اَنَّهُ یَفْحَصُ بِرِجْلَیْهِ التُّرَابَ پس جب گرد وغبار فرو ہو گیا تو حضرت نے دیکھا کہ وہ پارۂ جگر زمین گرم پر پڑا ہے اور حالت کرب وتکلیف میں

ایڑیاں رگڑتا ہے۔ فَبَکیٰ بُکَآءً شَدِیْداً وَقَالَ یَا بُنَیَّ قَتَلَ اللّٰہُ قَوْماً قَتَلُوْکَ یَعِزُّ وَاللّٰہِ عَلیٰ عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوْہُ فَلَا یُجِیْبُکَ پس حضرت صورت اُس فرزند کی بنگاہ حسرت دیکھتے تھے اور بشدت روتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا قتل کرے اُن اشقیا کو کہ جنھوں نے تجھ سے ماہ انور کو ناحق قتل کیا اے نورِ نظر قسم بخدا بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو واسطے نصرت کے پکارے اور ہم سے مدد تیری نہ ہو سکے۔ فَبَیْنَا کَذَالِکَ اِذَا مَاتَ الْقَاسِمُ فَحَمَلَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلیٰ صَدْرِہٖ وَاَقْبَلَ اِلَی الْخَیْمَۃِ آہ اسی اثنا میں شاہزادۂ قاسمؑ نے رحلت کی اب مقام تصور ہے کہ اُس وقت تابوت تو نہ تھا پھر مظلوم کربلا نے کیا کیا افسوس امام حسینؑ نے لاش اُس فرزند کی اپنے سینۂ اطہر سے لگائی اور طرف خیمہ کے لے چلے قَالَ حَمِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلیٰ رِجْلَیِ الْغُلَامِ یَخُطَّانِ عَلَی الْاَرْضِ فَجَآءَ بِہٖ حَتّٰی اَلْقَاہُ بَیْنَ الْقَتْلیٰ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ چنانچہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اُس وقت دیکھا میں نے کہ حضرت سے لاش اُس فرزند کی سنبھل نہ سکتی تھی اور پاؤں قاسمؑ کے زمین پر کھنچتے جاتے تھے یہاں تک کہ اُسے طرف مقتل شہداء الشہدائے اہلِ بیتؑ میں لٹا دیا اور مظلوم کربلا بشدت روئے آہ مومنینؑ اُس وقت لاش اُس شاہزادہ کی دیکھ کر اہلِ حرم کا کیا حال ہوا ہوگا افسوس اُس وقت مادر و خواہرِ قاسمؑ اور تمام اہلِ حرم زار زار روئے کہ اُن کے شور گریہ و بکا سے گویا قیامت برپا تھی۔ (نہر المصائب جلد سوم۔ صفحہ ۴۰۷ تا ۴۱۴)

زُبدۃ المصائب

مولوی محمد عسکری اعلیٰ اللہ مقامہٗ لکھتے ہیں:-

حضرات کیا مصیبت کا وقت تھا کہ بچے تک میدان میں جا کے شہید ہوئے چنانچہ

لکھا ہے کہ جب یہ حال جناب قاسمؑ نے اپنے چچا کا دیکھا آمادۂ جہاد ہوئے اور روتے ہوئے خدمت میں حضرت کی حاضر ہوئے حضرت نے دونوں ہاتھ گردن میں قاسمؑ کی ڈال دیے اور جناب قاسمؑ بھی سینہ سے لپٹ گئے اور اس قدر روئے کہ دونوں بزرگوار بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو حضرت نے اجازت نہ دی اور کہا کہ اے نشان برادر تو یادگار ہے میرے بھائی کا میں تجھے کیونکر جانے دوں جناب قاسمؑ پاؤں پر گر پڑے اور قدم مبارک کے بوسے لیتے تھے اور الحاح ومنت کرتے تھے حضرت نے کسی طرح گوارا نہ کیا اور ادھر خیمہ سے مادر قاسمؑ چلاتی تھی کہ جان مادر ابھی تیرا لڑنے کا سن نہیں ہے میدان میں نہ جانا جناب قاسمؑ مایوس ہوے اور خیمہ میں پھر آئے اور زانو پر سر رکھ کے زار زار رونا شروع کیا کہ سب عزیز قتل ہو گئے اور جو باقی ہیں مرتے جاتے ہیں ایک ہمیں اس سعادت سے محروم رہے جاتے ہیں کہ یکا یک یاد آیا کہ ایک تعویذ جناب امام حسن علیہ السلام نے بازو پر باندھ دیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ جب نہایت غم واندوہ تجھ پر اے قاسمؑ طاری ہو تو اس تعویذ کو کھولنا اور جو اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرنا جناب قاسمؑ نے خیال کیا کہ اس وقت سے زیادہ کون سا وقت سخت تر ہوگا۔ فَفَتَحَ فَرَاٰی مَکْتُوباً بِالْخطِ الْحَسَنِ یَابُنَیَّ اُوصِیکَ بِرِعَایَةِ اَخِی الْحُسَیْن ......یعنی جب کھولا تو دیکھا کہ بخط جناب امام حسنؑ لکھا ہوا ہے کہ اے فرزند جب میرے بھائی حسینؑ صحرائے کربلا میں بے مونس و بے یار یکہ وتنہا ہوں تو ہرگز جان دینے میں دریغ نہ کرنا یہ وصیت دیکھ کے جناب قاسمؑ بہت خوش ہوے اور اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوے فَلَمَّا رَاٰهُ الْحُسَیْنُ بَکٰی وَقَالَ یَابْنَ الْاَخِ هٰذِهِ الْوَصِیَّةُ لَکَ مِنْ اَبِیْکَ وَعِنْدِیْ وَصِیَّة" اُخْرٰی مِنْهُ لَکَ وَلَا بُدَّمِنْ اَنْفَاذِهَا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے لکھا ہوا

اپنے بھائی کا دیکھا رونے لگے اور فرمایا کہ اے فرزند یہ وصیت ہے تجھ کو میرے بھائی کی اور مجھے بھی ایک وصیت کی ہے اور ضرور ہے کہ اُس کو میں بجالاؤں یعنی اپنی بیٹی فاطمہؑ کو تیرے ساتھ منعقد کروں پس ہاتھ قاسمؑ کا پکڑا اور اندر خیمہ کے تشریف لے گئے اور جناب عباسؑ کو بھی طلب فرمایا اور جناب زینبؑ سے فرمایا کہ حضرت نے اپنے ہاتھ سے قبائے جنابِ امام حسن علیہ السلام قاسمؑ کو پہنائی اور عمامہ سرِ قاسمؑ پر رکھا اور عقد فاطمہ کبریٰ کا قاسمؑ کے ساتھ پڑھا اور ہاتھ فاطمہ کا ہاتھ میں قاسمؑ کے دے کہ فرمایا کہ هٰذِهٖ اَمَانَةٌ مِنْ اَبِيْكَ یعنی اے قاسمؑ یہ امانت تمھاری ہے اور خیمہ سے باہر تشریف لائے مادر قاسمؑ رو رہی تھیں کہ یہ کس طرح کی شادی ہے اور حضرت قاسمؑ ہاتھ عروس کا ہاتھ میں لیے زار زار رو رہے تھے اور کبھی بنگاہ حسرت صورت عروس کی دیکھتے تھے کہ یکایک آواز هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ مِنْ جُنْدِ الْحُسَيْنِ کی میدان سے بلند ہوئی جناب قاسمؑ نے ہاتھ عروس کا چھوڑ دیا اور ارادہ میدان کا کیا عروس نے بسبب شرم کے کچھ کلام تو نہ کیا مگر دامن جناب قاسمؑ کا تھام لیا گویا مراد یہ تھی کہ اس دشت غربت میں ہمیں کس پر چھوڑے جاتے ہو جناب قاسمؑ رونے لگے اور فرمایا کہ دیکھتی ہو بیکسی اپنے باپ کی اس وقت میں مناسب ہے کہ میں جان اپنی اُس جناب پر نثار نہ کروں ....اب عروسی ہماری اور تمھاری قیامت پر ہے اور دامن چھڑا کے خدمت میں اپنے چچا کی حاضر ہوے اور رونے لگے حضرت نے فرمایا يَا وَلَدِيْ اَتَمْشِيْ بِرِجْلِكَ اِلَى الْمَوْتِ اے قاسمؑ اپنے پاؤں سے موت کی طرف جاتے ہو بعد اس کے لباسِ قاسمؑ کو بصورت کفن چاک گریبان کر دیا اور تلوار ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ اے قاسم چلو ہم بھی تمھارے پیچھے آتے ہیں جناب قاسمؑ اجازت میدان کی پا کے متوجہ جہاد ہوئے چہرہ جناب قاسمؑ کا مثلِ آفتاب کے درخشاں تھا کہ تمام میدانِ کارزار چہرۂ

انور سے روشن ہو گیا اسپِ خوش رفتار کو جناب قاسمؑ نے جولان کیا اور اس طرح رجز پڑھتے تھے جناب قاسمؑ۔ اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَابْنُ الْحَسَنِ ۔ سِبْطُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی الْمُؤْتَمَنِ ۔ هٰذَا حُسَیْنٌ کَالْاَسِیْرِ الْمُرْتَهَنِ ۔ بَیْنَ اُنَاسٍ لَاسُقُوْا صَوْبَ الْمُزْنِ یعنی اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو جانو کہ میں ہوں فرزند امام حسنؑ کا جو نواسے تھے جناب محمد مصطفیٰؐ کے اور یہ چچا میرے جناب امام حسینؑ مثلِ قیدی کے تم لوگوں میں ہو رہے ہیں خدا تمھیں اپنے ابر رحمت سے سیراب نہ کرے اور ایک حملہ میں جناب قاسمؑ نے پینتیس شقی واصل جہنم کیے بعد اُس کے متوجہ ہوئے طرف ابن سعد کے اور فرمایا اے بے حیا کیا جواب دے گا تو جناب رسولؐ خدا کو اب امام حسینؑ مع اپنے چند عزیزوں کے باقی رہ گئے ہیں اب بھی اگر کوئی مانع نہ ہو تو وہ جناب مع اپنے اہلِ بیتؑ کے چلے جاویں اے ابن سعد تو نے اپنے گھوڑے کو پانی دیا ہے یا نہیں اُس نے جواب دیا کہ ہاں میں نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے جناب قاسمؑ نے فرمایا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے اور پیاسا رکھا ہے تو نے اُس شخص کو جس کو رسولؐ خدا بار ہا جُعِلْتُ فِدَاكَ فرماتے تھے اور پانی سے منع کرتا ہے تو ابن سعد نے سر جھکا لیا اور رونے لگا اُس وقت جناب قاسمؑ نے آواز بلند کی هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کسی نے جرأت نہ کی میدان میں نکلنے کی ابن سعد نے ازرق شامی سے متوجہ ہو کے کہا کہ اے ازرق تو سپہ سالار لشکر شام کا ہے اور مبلغ کثیر کی تنخواہ پاتا ہے سرکار یزید سے اور عراق و شام میں تیری سپہ گری کا جابجا چرچا ہے اب اس بچۂ ہاشمی کا کام تمام نہیں کرتا ہے ازرق نے کہا کہ اے عمر سعد اہل مصر و شام مجھے برابر ہزار سوار کے جانتے ہیں مجھ سے عجب ہے کہ ایک بچے کی لڑائی کی لیے مجھے تو بھیجتا ہے میرے لیے اس بچے سے لڑنا ننگ و عار ہے ابن سعد نے کہا کہ اے ازرق تو اسے نہیں

پہچانتا ہے یہ بچہ شیر خدا ہے نام اس کا قاسمؑ بن الحسن ہے وقت حرب وضرب کے اس کی تلوار سے آگ برسے گی اگر یہ بچہ پیاسا شدت سے نہ ہوتا تو ایک حملہ میں سارے لشکر کو متفرق کر دیتا ازرق نے کہا کہ میں اس طفل کے مقابلہ کو نہ جاؤں گا مگر چار بیٹے میرے ہیں کہ شجاعت ودلاوری میں مشہور ہیں ایک اُن میں سے بھیجے دیتا ہوں کہ سر اِس کا لے آوے یہ کہہ کے بڑے بیٹے کو اپنے بلایا اور اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور تمام آلات حرب زرہ وخود ونیزہ وسپر ودستانے اور موزے سے آراستہ کیا اور تلوار اپنی باندھ دی اور کہا کہ جا اور سر اس طفل ہاشمی کا لے آ بیٹا ازرق کا میدان میں گیا اور گھوڑے کو جولان کر رہا تھا کہ یکایک گھوڑے سے زمین پر گرا اور کلاہ اُس کی گر گئی اور سر میں اُس کے بڑے بڑے بال تھے جناب قاسمؑ نے گھوڑے پر سے خم ہو کے بال اُس کے ہاتھ میں لپیٹ لیے اور گھوڑا اُٹھا دیا اور وہ کھنچتا جاتا تھا تمام میدان میں گردش دے کے زمین پر ڈال دیا اور گھوڑا اُس پر دوڑا دیا کہ تمام بدن اُس کا خورد وخمیر ہو گیا اور جہنم واصل ہوا بعد اُس کے دوسرا بھائی اُس کا میدان میں آیا اسی طرح تینوں بھائی اُس کے واصل جہنم ہوئے جب ازرق نے یہ دیکھا تمام جہان اُس کی نظر میں تیرہ تاریک ہو گیا اور نہایت غضبناک ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سامان واسباب جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور جناب قاسمؑ سے کہنے لگا کہ اے جوان تو نے چاروں بیٹے میرے قتل کیے کہ ہر ایک شجاعت میں نظیر اپنا نہ رکھتا تھا جناب قاسمؑ نے فرمایا کہ اُن کا کیا غم کرتا ہے تجھے بھی انشاءاللہ اُنھیں سے ملحق کرتا ہوں مگر جناب امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ ازرق پہلوانِ نامی قاسمؑ کے مقابلہ کو نکلا ہے تو دستِ دعا جانب آسمان بلند کیے اور واسطے نصرت وفتح جناب قاسمؑ کے درگاہ خدا میں عرض کیا کہ بارِالٰہا میرے قاسمؑ کو تو فتحیاب کر مومنین اُس وقت اہلِ حرم کا کیا حال ہوا ہو گا خصوصاً مادرِ قاسمؑ وعروس قاسمؑ

کے دل پر کیا گذرتی ہوگی اور ادھر دونوں لشکر لڑائی ازرق اور قاسمؑ کی دیکھ رہے تھے کہ دیکھیے کون فتحیاب ہوتا ہے آہ مومنین اِدھر لشکر قلیل جناب امام حسینؑ میں اب صرف جناب قاسمؑ اور جناب عباسؑ اور علی اکبرؑ باقی رہے تھے اُس میں سے بھی جناب قاسمؑ مجادلۂ ازرق میں مصروف ہیں جناب امام حسینؑ مع جناب عباسؑ و جناب علی اکبرؑ محو نظارہ تھے کہ یکایک ازرق نے نیزہ سے حملہ کیا جناب قاسمؑ نے نیزہ رد کر کے خود بھی حملہ کیا اُس نے بھی رد کیا یہاں تک کہ بارہ ضرب کی رد و بدل ہوئی اُس وقت ازرق نے غضب میں آ کے ایک نیزہ جناب قاسمؑ کے گھوڑے کی پیٹ میں مارا کہ گھوڑا حضرت کا گر گیا جناب قاسمؑ پیادہ پا ہو گئے جناب امام حسین علیہ السلام اس حال کے مشاہدہ سے اور زیادہ بیتاب ہو گئے اور ایک گھوڑا اور سواری قاسمؑ کے لیے جلد روانہ کیا اور جناب قاسمؑ بہت مسرور ہو کے اُس گھوڑے پر سوار ہوئے اور تلوار میان سے نکال کر اس چالاکی سے ایک ضربت کمر ازرق پر لگائی کہ دو نیم ہو گیا اور اثر دعائے امام حسین علیہ السلام اور اہل حرم کا ظاہر ہوا ایک بارگی ایک خروش لشکر عمر سعد میں بلند ہوا جناب قاسمؑ اپنے گھوڑے پر سے اُترے اور ازرق کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت کے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لے کے روانہ لشکر جناب سید الشہدا ہوئے جب قریب پہنچے پیادہ پا ہوئے اور آ کے رکاب جناب امام حسینؑ کو بوسہ دیا وَقَالَ يَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اور کہا کہ اے چچا اس قدر پیاس ہے کہ جگر شدت تشنگی سے کباب ہوا جاتا ہے حضرت زار زار روتے تھے مومنین مقام تو یہ تھا کہ جناب قاسمؑ کارِ نمایاں کر کے آئے تھے اور لائق انعام کام کیا تھا اور حضرت ایک جام آب نہ دے سکے اس لیے جواب میں ارشاد ہوا کہ قریب ہے کہ ہاتھ سے اپنے جد امجد کے آب بہشت سے سیراب ہو گے مگر اے قاسمؑ وداع آخری کو اپنی مادر و عروس کے پاس چلے جاؤ اس

لیے کہ شاید اب ملاقات میسر نہ ہو۔ فَلَمَّا قَرُبَ مِنَ الْخَيْمَةِ سَمِعَ اَنِيْنَ الْاِمَامِ وَالْعُرُوْسِ پس جب قریب خیمہ جناب قاسمؑ پہنچے آواز دونوں کی کان میں آئی کہ ماں قاسمؑ کی اور عروس رو رہی تھیں آواز اُن کی جناب قاسمؑ سن کے بے اختیار خود بھی رونے لگے جب آواز جناب قاسمؑ کی بلند ہوئی اور کان میں جناب قاسمؑ کی ماں اور عروس کے پہنچی بے اختیار درِ خیمہ پر روتی ہوئی دوڑیں اور جناب قاسمؑ سے لپٹ گئیں اور بنگاہِ حسرت چہرۂ قاسمؑ پر نظر کر رہی تھیں اور زار زار روتی تھیں جناب قاسمؑ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا اور مادر و عروس کو فہمائش کرتے تھے کہ صبر کرو میں ناچار ہوں دیکھتی ہو کہ چچا کس بیکس و تنہائی میں مبتلا ہیں یہ فرما کے پھر میدان میں آئے اور ایک جماعت کو پھر واصلِ جہنم کیا اور سپاہِ اشقیا نے بھی ہجوم کیا چنانچہ بروایت مجالس المتقین شیث بن سعد شامی ملعون نے ایک تیر پشت پر جناب قاسمؑ کے لگایا کہ سینہ توڑ کے نکل آیا یحییٰ بن وہب نے نیزہ پہلو پر مارا سعد بن عمر ملعون نے شکم مبارک پر ایک خنجر مارا بعضے اشقیا سنگ باران کر رہے تھے عمر و ازدی ملعون نے کمین گاہ سے سر مبارک پر اُس مظلوم کے ایک ضربت لگائی کہ گھوڑے سے زمین پر لوٹنے لگے حال یہ تھا کہ ہاتھ اور پاؤں خاک و خون میں مارتے تھے اُس وقت آواز حزین سے اپنے چچا سے کہا کہ يَا عَمَّاهُ اَدْرِكْنِيْ یعنی اے چچا جان میری خبر لیجئے کہ جان اپنی میں نے آپ پر سے فدا کی جناب امام حسین علیہ السلام یہ آواز سن کے مثل شیر غضبناک کے حملہ آور ہوئے اور صفوں کو ہٹا کے وہاں آپ کو پہنچایا اور عمرو ازدی قاتل قاسمؑ کو ایک تلوار ماری کہ ہاتھ اُس کا کٹ گیا سپاہ نے ہجوم کیا کہ عمرو کو حضرت کے ہاتھ سے بچائیں جنگ مغلوبہ وہاں واقع ہوگئی ایک روایت میں ہے کہ عمرو ازدی کو حضرت نے جہنم واصل کیا بہر حال جب گرد و غبار ہٹا جناب سیّد الشہداءؑ نے لاشا جناب قاسمؑ کا پامال سُم اسپاں قوی ہیکل پایا

عجب اضطراب وقلق حضرت پر طاری ہوا حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ جب غبار ہٹ لیا مظلوم کربلا بالین نعش قاسمؑ کھڑے رو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ وَاللّٰہِ یَعِزُّ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوْہُ فَلَا یُجِیْبُکَ یعنی ہائے سخت دشواری ہے مجھ پر کہ تو مجھے پکارے اور میں جواب نہ دے سکوں پھر حضرت نے لاش قاسمؑ کو زمین سے اُٹھایا قربان جان شیعوں کی اُس لاش پاش پاش پر حضرت سینے سے لگائے ہوئے لیے جاتے تھے اور پاؤں جناب قاسمؑ کے زمین پر لٹکتے جاتے تھے قریب خیمہ کے لا کے رکھا سب اہلِ حرم جمع ہو گئے اور نوحہ وفریاد کرنی شروع کی وَاقَاسِمَاہُ وَا اَثْمَرَۃَ فُؤَادَہ، حضرت بھی لاش قاسمؑ پر کھڑے روتے تھے آہ آہ مگر حضرت کی لاش پر کوئی رونے والا نہ رہا تھا نہ کسی نے تلاش قاتل کی کی اور نہ کوئی لاشا حضرت کا اُٹھا لایا بلکہ وہ لاش مطہر کئی روز ریگ گرم پر پڑی رہی۔ (زبدۃ المصائب... صفحہ ۶۵۰ تا ۶۵۶)

الدّمعۃُ السّاکبہ

علامہ محمد باقر نجفی بہبانی لکھتے ہیں:-

احمد ابن حسن کے بعد شہزادہ قاسم میدان میں آئے۔ ابوالفرج۔ محمد ابن ابوطالب، منتخب اور بحار کے مطابق شہزادہ قاسمؑ ابھی کمسن تھے۔ جب اجازت کی خاطر فرزندِ زہراؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے شہزادہ کو گلے لگایا۔ چچا بھتیجے دونوں اس قدر روئے کہ غش کھا گئے۔

کافی دیر کے بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو شہزادہ نے اذن جہاد مانگا۔ مظلوم کربلا نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

شہزادہ نے اپنا سر مظلوم مصطفیٰؐ کے قدموں پہ رکھ کر قدموں کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ جناب سیّد الشہداء شہزادہ کے چہرہ کو قدموں سے اُٹھاتے تھے اور شہزادہ

قاسمؑ اپنی آنکھیں قدموں سے ملتے تھے۔ بالآخر آپ نے اجازت دی اور انتہائی غمزدہ لہجہ سے پوچھا۔

بیٹے بھلا کیا تجھ جیسا لال بھی موت کی طرف اپنی مرضی سے چل کر جاتا ہے۔

شہزادہ نے عرض کیا۔ جب آپ جیسا شریف آقا۔ شفیق امام اور مہربان چچا مظلوم اور بے یار و مددگار ہو جائے تو پھر مجھ جیسوں کا اندر بیٹھ رہنا دائمی عار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

امام حسینؑ نے شہزادہ کا عمامہ اُتارا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ دھوپ کی شدت کی بدولت ایک حصہ شہزادہ کے سر پہ باندھا۔ دوسرا حصہ نقاب کی صورت میں چہرہ پر ڈالا۔ قمیص کے دونوں پہلو کفنی کی صورت میں چاک کیے اور فرمایا بیٹے جاؤ۔ خدا حافظ

شہزادہ جنگ سے پہلے عمر سعد کے سامنے آ کھڑا ہوا اور فرمایا۔

کیا تجھے خوف خدا نہیں؟ کیا تیرے دل میں قرابت رسولؐ کا کوئی خیال نہیں؟ کیا تیرے دل کے ساتھ تیری آنکھ کا پانی بھی مر چکا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ اگر ابنِ زیاد و یزید کی اطاعت کرلو تو ابھی ہر سہولت میسر ہوگی۔

شہزادہ نے کہا۔ اللہ تجھے جزائے خیر سے محروم رکھے۔ تو جس نبی کی نبوت کا کلمہ پڑھتا ہے اسی نبی کی آل پیاس سے جان بلب ہے اور پھر بھی تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

یہ کہہ کر شہزادہ وسط میدان میں آ کھڑا ہوا اور مبارز طلبی کی۔

مقابلہ میں ایک ہزار سے تنہا لڑنے والا شام کا معروف جنگجو آیا۔ شہزادہ نے جنگی حکمت عملی کی اس کے گھوڑے کے منہ پر چابک مارا گھوڑا ابدکا یہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ شہزادے نے جھٹ سے اس پر وار کر کے فی النار کر دیا۔ پھر فوج یزید پر حملہ کیا۔ کئی سواروں کو فی النار کیا۔ جب تھک گئے تو واپس پلٹنا چاہا۔ لیکن ازرق راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادے نے ازرق کو بھی واصل جہنم کیا۔ اور ان دو گرامی پہلوانوں کے قتل

ہونے سے میدان کربلا میں بھی تہلکہ مچ گیا۔ ہر طرف شہزادہ کی شجاعت کے قصے ہونے لگے۔اور ساتھ ہی یزیدی فوجیوں میں آتش انتقام بھڑک اُٹھی۔

شہزادہ نے میدانِ جنگ سے واپس آکر عرض کیا۔

یا عماہ العطش العطش ادرکنی بشربة من الماء

چچا جان! پیاس نے مار ڈالا ہے کاش ایک گھونٹ پانی مل جاتا۔

مظلوم کربلا نے فرمایا۔ بیٹا صبر کرو۔ آپ کا بابا۔ دادا۔ اور نبی کونین جام بدست تیرے انتظار میں ہیں۔

شہزادہ واپس میدان میں آیا اور اپنا نصب العین لشکرِ یزید کے علمبردار کو بنا کر اسی کی طرف رخ کیا۔ جوں ہی شہزادہ علمبردار کے سر پہ پہنچا۔ ہر طرف سے تیروں کی ایسی بارش ہوئی کہ شہزادہ کے لیے آگے کسی طرف بھی نکلنا ممکن نہ رہا۔

حمید ابنِ مسلم کا بیان ہے کہ میں آج بھی آئینہ تصور میں جب میدان کربلا کو دیکھتا ہوں تو سب سے پہلے جس شخص کا عکس نظر آتا ہے وہ یہی حسن کا لال ہے جس کے بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ انتہائی بے نیازی سے دادِ شجاعت دے رہا ہے۔

عمر ابن سعد ازدی میرے پہلو میں کھڑا تلملا رہا تھا۔ کہنے لگا اس بچے نے فوج کا ستیاناس مار دیا ہے۔ میں اس سے انتقام ضرور لوں گا۔

میں نے کہا۔ تو کتنا سنگدل ہے۔ یہ بچہ تو اپنا دفاع کر رہا ہے۔ بخدا!! اگر میں اس کے مقابلہ میں ہوتا تو اس کی کمسنی کے پیش نظر اس کا ہر وار برداشت کر لیتا۔ لیکن اس پر ہاتھ نہ اُٹھاتا۔ اتنی فوج ہے نمٹ لیں گے۔ تو اس پیاسے کمسن کے معصوم خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔

اس ملعون نے کہا۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ مجھے ضرور موقعہ کی تلاش میں رہنا

چاہیے۔ جوں ہی موقعہ ملا میں ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔

اس ظالم نے چھپ کر شہزادہ کے سر کا نشانہ لیا۔ تلوار کا اچانک حملہ تھا۔ شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ منہ کے بل زمین پر آیا۔ زمین پر تڑپتے کمسن کو شیبہ ابن سعد شامی نے پشت میں نیزہ مارا جو سینہ کی طرف سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد یہ ملاعین اپنا غصہ نکالتے رہے۔ ۳۵ تیر شہزادہ کے جسم میں پیوست ہوگئے۔ سعید ابن عمر نے تین دن کے بھوکے اور پیاسے شکم میں نیزہ مارا جس سے شکم دو نیم ہوگیا۔ پھر یحیٰی ابن وہب نے دائیں پہلو میں اس زور سے نیزہ مارا جو بائیں طرف سے نکل آیا۔

شہزادہ صرف اتنا کہہ سکا۔ ادرکنی یا عماہ۔ چچا امداد فرمائیے۔ اس کے بعد شہزادہ کی آواز تیروں، نیزوں اور گھوڑوں کے سموں میں دب کر رہ گئی۔

جب غبار چھٹا اور امام حسینؑ نے شہزادہ کی لاش دیکھی تو کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

فرزندِ زہراؑ نے فرمایا۔ بیٹے کتنا بے بس ہے تیرا چچا کہ تو بلائے اور میں تیری امداد نہ کرسکوں۔

تیری آواز کا جواب دوں لیکن نصرت نہ کرسکوں۔

تیری نصرت کرنا چاہوں لیکن وقت گزر چکا ہو۔

حمید کہتا ہے میں نے دیکھا مظلوم کربلا نے بڑی مشکل سے لاشہ قاسمؑ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر چادر میں جمع کیا اور اس خیمہ میں لائے جہاں دیگر اہلِ بیتؑ کے لاشے رکھے تھے۔ (الدمعۃ الساکبہ صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۵)

باب ۲۲......

حضرت قاسمؑ کی شہادت خطیبوں کی نظر میں

افضل الذاکرین سیّد المحدثین مولوی میر سیّد علی (شاگردِ سلطان العلماء)

حضرت اُس وقت اپنی بیکسی پر روتے جاتے تھے اور یمین و یسار صدا دیتے تھے هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنصُرنا یعنی ہے کوئی فریاد رس کہ ہماری فریاد کو پہنچے ہے کوئی مدد دینے والا کہ فرزند رسولؐ کی نصرت کرے اور کوئی جواب نہ دیتا تھا مگر البتہ نعش ہائے شہدا تڑپ جاتی تھیں اور حرکت میں آجاتی تھیں حضرات کیا مصیبت کا وقت تھا کہ بچے تک میدان میں جا کے شہید ہوے چنانچہ لکھا ہے کہ جب یہ حال جناب قاسمؑ نے اپنے چچا کا دیکھا آمادۂ جہاد ہوے اور روتے ہوئے خدمت میں حضرت کی حاضر ہوے حضرت نے دونو ہاتھ گردن میں قاسمؑ کے ڈال دیے اور جناب قاسمؑ بھی سینہ سے لپٹ گئے اور اس قدر روئے کہ دونو بزرگوار بیہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو حضرت نے اجازت نہ دی اور کہا کہ اے نشان برادر تو یادگار ہے میرے بھائی کا میں تجھے کیونکر جانے دوں حضرت قاسمؑ پاؤں پر گر پڑے اور قدم مبارک کے بوسے لیتے تھے اور الحاح و منت کرتے تھے حضرت نے کسی طرح گوارا نہ کیا اور اُدھر خیمہ سے مادر قاسمؑ چلاتی تھی کہ جان مادر ابھی تیر الڑنے کا سن نہیں ہے

میدان میں نہ جانا حضرت قاسمؑ مایوس ہوے اور خیمہ میں پھر آئے اور زانو پر سر رکھ کے زار زار رونا شروع کیا کہ سب عزیز قتل ہو گئے اور جو باقی ہیں مرتے جاتے ہیں ایک ہمیں اس سعادت سے محروم رہے جاتے ہیں کہ یکا یک یاد آیا کہ ایک تعویذ جناب امام حسنؑ نے بازو پر باندھ دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب نہایت غم واندوہ تجھ پر اے قاسمؑ طاری ہوتو اس تعویذ کو کھولنا اور جو اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرنا جناب قاسمؑ نے خیال کیا کہ اس وقت سے زیادہ کون سا وقت سخت تر ہوگا۔ فَفَتَحَ فَرایٰ مَکْتُوباً بَابِخطِ الْحَسَنِ یَا بُنّی اوصِیُکَ بِرِعَایَۃِ اخِی الْحُسَینِ فِی الکَربَلا یعنی جب کھولا تو دیکھا کہ بخط جناب امام حسن لکھا ہوا ہے کہ اے فرزند جب میرے بھائی حسینؑ صحرائے کربلا میں بے مونس و بے یار یکہ وتنہا رہیں تو ہرگز جان دینے میں دریغ نہ کرنا یہ وصیت دیکھ کے جناب قاسمؑ بہت خوش ہوے اور اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوے فَلَمَّا رَاٰہُ الْحُسَینُ بَکیٰ وَقَالَ یَابْنَ الْاَخِ ھٰذِہِ الْوَصِیَّۃَ لَکَ مِنْ اَبِیکَ وَ عِنْدِیْ وَصِیَّۃٌ" اُخریٰ مِنہُ لَکَ وَلَا بُدَّمِنْ انفاذِھا جب حضرت امام حسینؑ نے لکھا ہوا اپنے بھائی کا دیکھا رونے لگے اور فرمایا کہ اے فرزند یہ وصیت ہے تجھ کو میرے بھائی کی اور مجھے بھی ایک وصیت کی ہے اور ضرور ہے کہ اُس کو میں بجالاؤں یعنی اپنی بیٹی فاطمہ کو تیرے ساتھ منعقد کروں پس ہاتھ فاطمہ کا پکڑا اور اندر خیمہ کے تشریف لے گئے اور جناب عباسؑ کو بھی طلب فرمایا اور جناب زینبؑ سے فرمایا کہ وہ صندوق جس میں پوشاک امام حسنؑ کی ہے لے آؤ جناب زینبؑ نے وہ صندوق پوشاک کا حاضر کیا حضرت نے اپنے ہاتھ سے قبائے جناب امام حسن علیہ السلام قاسمؑ کو پہنائی اور عمامہ سر قاسمؑ پر رکھا اور عقد فاطمہ کا قاسمؑ کے ساتھ پڑھا اور ہاتھ فاطمہ کا ہاتھ میں قاسمؑ کے دے کے فرمایا کہ ھٰذِہ

اَمَـــانَةُ مِـنُ اَبِیُکَ یعنی اے قاسمؑ یہ امانت تمہاری ہے اور خیمہ سے باہر تشریف لائے مادر قاسمؑ رو رہی تھیں کہ یہ کس طرح کی شادی ہے اور حضرت قاسمؑ ہاتھ عروس کا ہاتھ میں لئے زار زار رو رہے تھے اور کبھی بنگاہ حسرت صورت عروس کی دیکھتے تھے کہ یکا یک آواز هَـلُ مِـنُ مُبَـارِزٍ مِنُ جُنُدِ الُحُسَیُنِ کی میدان سے بلند ہوئی جناب قاسمؑ نے ہاتھ عروس کا چھوڑ دیا اور ارادہ میدان کا کیا عروس نے بسبب شرم کے کچھ کلام تو نہ کیا مگر دامن جناب قاسمؑ کا تھام لیا گویا مراد یہ تھی کہ اس دشت غربت میں ہمیں کس پر چھوڑے جاتے ہو جناب قاسمؑ رونے لگے اور فرمایا کہ دیکھتی ہو بیکسی اپنے باپ کی اس وقت میں مناسب ہے کہ میں جان اپنی اُس جناب پر نثار نہ کروں اور اب عروسی ہماری اور تمہاری قیامت پر اور دامن چھوڑا کے خدمت میں اپنے چچا کے حاضر ہوے اور رونے لگے حضرت نے فرمایا یَـا وَلَـدِیُ اَتَـمشِیُ بِـرِجُلِکَ اِلَی الُـمَوُتِ اے قاسمؑ اپنے پاؤں سے موت کی طرف جاتے ہو بعد اُس کے لباس قاسمؑ کو بصورت کفن چاک گریبان کر دیا اور تلوار ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ اے قاسمؑ چلو ہم بھی تمہارے پیچھے آتے ہیں جنابِ قاسمؑ اجازت میدان کی پا کے متوجہ جہاد ہوئے چہرہ جناب قاسمؑ کا مثل آفتاب کے درخشاں تھا کہ تمام میدان کارزار چہرۂ انور سے روشن ہو گیا اسپِ خوش رفتار کو جناب قاسمؑ نے جولان کیا اور اس طرح رجز پڑھتے تھے جنابِ قاسمؑ۔

اِنُ تُـنكِرُوُنِیُ فَاَنَا بُنُ الحَسَنِ　　سِبطُ النَّبِیِ الُمُصطَفٰے الُمُوتَمِنَ
هٰـذَا حُسَیُن" كَالُاَسِیُرِ الُمُرتَهَنِ　　بَیُنَ اُنَاسٍ لَاسُقُوُا صَوَابَ الُمُزُنِ

یعنی اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو جانو کہ میں ہوں فرزند امام حسنؑ کا جو نواسے تھے جناب محمد مصطفیٰؐ کے اور یہ چچا میرے جناب امام حسینؑ مثل قیدی کے تم لوگوں میں

ہو رہے ہیں خدا تمہیں اپنے ابرِ رحمت سے سیراب نہ کرے اور ایک حملہ میں جناب قاسمؑ نے پینتیس شقی واصل جہنم کیے بعد اُس کے متوجہ ہوئے طرف ابن سعد کے اور فرمایا اے بے حیا کیا جواب دے گا تو رسولؐ خدا کو اب امام حسین علیہ السلام مع اپنے چند عزیزوں کے باقی رہ گئے ہیں اب بھی اگر کوئی مانع نہ ہو تو وہ جناب مع اپنے اہلِ بیتؑ کے چلے جاویں اے ابنِ سعد تو نے اپنے گھوڑے کو پانی دیا ہے یا نہیں اُس نے جواب دیا کہ ہاں میں نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے جناب قاسمؑ نے فرمایا کہ وائے تجھ پر کہ تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے اور پیاسا رکھا ہے تو نے اُس شخص کو جس کو رسولؐ خدا بارہا جُعِلْتُ فِداكَ فرماتے تھے اور پانی سے منع کرتا ہے تو ابن سعد نے سر جھکا لیا اور رونے لگا اُس وقت جناب قاسمؑ نے آواز بلند کی۔ هَلْ مِنْ مُبارِزٍ کسی نے جرات نہ کی میدان میں نکلنے کی ابن سعد نے ازرق شامی سے متوجہ ہو کے کہا کہ اے ازرق تو سپہ سالار لشکر شام کا ہے اور مبلغ کثیر کی تو تنخواہ پاتا ہے سرکارِ یزید سے اور عراق و شام میں تیری سپہ گری کا جابجا چرچا ہے اب اس بچہ ہاشمی کا کام تمام نہیں کرتا ہے ازرق نے کہا کہ اے عمر سعد اہلِ مصر و شام مجھے برابر ہزار سوار کے جانتے ہیں تجھ سے عجب ہے کہ ایک بچہ کی لڑائی کے لیے مجھے تو بھیجتا ہے میرے لیے اس بچہ سے لڑنا ننگ و عار ہے ابن سعد نے کہا کہ اے ازرق تو اسے نہیں پہچانتا ہے یہ بچہ، شیر خدا ہے نام اس کا قاسمؑ بن الحسن ہے وقت حرب و ضرب کے اس کی تلوار سے آگ برسے گی اگر یہ بچہ پیاسا شدت سے نہ ہوتا تو ایک حملہ میں ساری لشکر کو متفرق کر دیتا ازرق نے کہا کہ میں اس طفل کے مقابلہ کو نہ جاؤں گا مگر چار بیٹے میرے ہیں کہ شجاعت و دلاوری میں مشہور ہیں ایک کو میں اُن میں سے بھیجے دیتا ہوں کہ سر اس کا لے آوے یہ کہہ کے بڑے بیٹے کو اپنے بلایا اور اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور تمام آلات حرب زرہ و

خود و نیزہ و سپر و دستانے اور موزے سے آراستہ کیا اور تلوار اپنی باندھ دی اور کہا کہ جا اور سر اس طفل ہاشمی کا لے آ بیٹا ازرق کا میدان میں گیا اور گھوڑے کو جولان کر رہا تھا کہ یکا یک گھوڑے سے زمین پر گرا اور کلاہ اس کی گر گئی اور سر میں اُس کے بڑے بڑے بال تھے جناب قاسمؑ نے گھوڑے پر سے خم ہو کے بال اُس کے ہاتھ میں لپیٹ لیے اور گھوڑا اُٹھا دیا اور وہ کھنچتا جاتا تھا تمام میدان میں گردش دے کے زمین میں ڈال دیا اور گھوڑا اُس پر دوڑا دیا کہ تمام بدن اُس کا خورد و خمیر ہو گیا اور جہنم واصل ہوا بعد اُس کے دوسرا بھائی اُس کا میدان میں آیا اسی طرح تینوں بھائی اُس کے واصل جہنم ہوئے جب ازرق نے یہ دیکھا تمام جہان اُس کی نظر میں تیرہ و تاریک ہو گیا اور نہایت غضبناک ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سامان و اسباب جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور جناب قاسمؑ سے کہنے لگا کہ اے جوان تو نے چاروں بیٹے میرے قتل کئے کہ ہر ایک شجاعت میں نظیر اپنا نہ رکھتا تھا جناب قاسمؑ نے فرمایا کہ اُن کا کیا غم کرتا ہے تجھے بھی انشاء اللہ اُنھیں سے ملحق کرتا ہوں مگر جناب امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ ازرق پہلوان نامی قاسمؑ کے مقابلہ کو نکلا ہے تو دست بہ دعا جانب آسمان بلند کئے اور واسطے نصرت و فتح جناب قاسمؑ کے درگاہ خدا میں عرض کیا کہ بارِ الٰہا میرے قاسمؑ کو تو فتحیاب کر مومنین اُس وقت اہلِ حرم کا کیا حال ہوا ہوگا خصوصاً مادر و عروس جناب قاسمؑ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی اور اُدھر دونو لشکر لڑائی ازرق و جناب قاسمؑ کی دیکھ رہے تھے کہ دیکھیے کون فتحیاب ہوتا ہے آہ مومنین! ادھر لشکر قلیل جناب امام حسینؑ میں اب صرف جناب قاسمؑ اور جناب عباسؑ اور علی اکبرؑ باقی رہے تھے اُس میں سے بھی حضرت قاسمؑ مجادلۂ ازرق میں مصروف ہیں جناب سیّد الشہداء مع جناب عباس و جناب علی اکبرؑ محو نظارہ تھے کہ یکا یک ازرق نے نیزہ حوالہ کیا جناب قاسمؑ نے نیزہ رد کر کے خود بھی حملہ کیا اُس

نے بھی رد کیا یہاں تک کہ بارہ ضرب کی رد و بدل ہوئی اُس وقت ازرق نے غضب میں آ کے ایک نیزہ جناب قاسمؑ کے گھوڑے کی پیٹ میں مارا کہ گھوڑا حضرت کا گر گیا جناب قاسمؑ پیادہ پا ہو گئے جناب امام حسین علیہ السلام اس حال کے مشاہدہ سے اور زیادہ بے تاب ہو گئے اور ایک گھوڑا اور سواری قاسمؑ کے لیے جلد روانہ کیا اور جناب قاسمؑ بہت مسرور ہو کے اُس گھوڑے پر سوار ہوے اور تلوار میان سے نکال کر اس چالاکی سے ایک ضربت کمر ازرق پر لگائی کہ دو نیم ہو گیا اور اثر دعائے جناب امام حسین علیہ السلام اور اہلِ حرم کا ظاہر ہوا ایک بارگی ایک خروش لشکر عمر میں بلند ہوا جناب قاسمؑ اپنے گھوڑے پر سے اُترے اور ازرق کے گھوڑے پر سوار ہوے اور حضرت کے گھوڑے کی لجام ہاتھ میں لے کے روانہ لشکر جناب سیّد الشہداء ہوے جب قریب پہنچے پیادہ پا ہوے اور آ کے رکاب جناب سیّد الشہداء کو بوسہ دیا وَقَالَ یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اور کہا کہ اے چچا اس قدر پیاس ہے کہ جگر شدت تشنگی سے کباب ہوا جاتا ہے حضرت زار زار روتے تھے مومنین مقام تو یہ تھا کہ جناب قاسمؑ کارِ نمایاں کر کے آئے تھے اور لائق انعام کام کیا تھا اور حضرت ایک جام آب نہ دے سکے اس لیے جواب میں ارشاد ہوا کہ قریب ہے کہ ہاتھ سے اپنے جد امجد کے آبِ بہشت سے سیراب ہو گے مگر اے قاسمؑ وداع آخری کو اپنی مادر و عروس کے پاس چلے جاؤ اس لیے کہ شاید اب ملاقات میسر نہ ہو۔ فَلَمَّا قَرُبَ مِنَ الْخِیمَةِ سَمِعَ اَنِیْنَ الْاُصَامِ وَالْعُرُوس، پس جب قریب خیمہ جناب قاسمؑ پہنچے آواز رونے کی کان میں آئی کہ ماں قاسمؑ کی اور عروس رو رہی تھیں آواز اُن کی جناب قاسمؑ سُن کے بے اختیار خود بھی رونے لگے جب آواز جناب قاسمؑ کی بلند ہوی اور کان میں جناب قاسمؑ کی ماں اور عروس کے پہنچی بے اختیار درِ خیمہ پر روتی ہوئی دوڑیں اور جناب قاسمؑ سے لپٹ

گئیں اور بنگاہِ حسرت چہرۂ قاسمؑ پر نظر کر رہی تھیں اور زار زار روتی تھیں جناب قاسمؑ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا اور مادر و عروس کو فہمائش کرتے تھے کہ صبر کرو میں لاچار ہوں دیکھتی ہو کہ چچا کس بیکسی و تنہائی میں مبتلا ہیں یہ فرما کے پھر میدان میں آئے اور ایک جماعت کو پھر واصلِ جہنم کیا اور سپاہ اشقیا نے بھی ہجوم کیا چنانچہ بروایت مجالس المتقین شیث بن سعد شامی ملعون نے ایک تیر پشت پر جناب قاسمؑ کے لگایا کہ سینہ توڑ کے نکل آیا یحییٰ بن وہب نے نیزہ پہلو پر مارا اسعد بن عمر ملعون نے شکم مبارک پر ایک خنجر مارا بعضے اشقیا سنگ باران کر رہے تھے عمرو ازدی ملعون نے کمین گاہ سے سر مبارک پر اُس مظلوم کے ایک ضربت لگائی کہ گھوڑے سے زمین پر لوٹنے لگے حال یہ تھا کہ ہاتھ اور پاؤں خاک و خون میں مارتے تھے اُس وقت آواز حزین سے اپنے چچا سے کہا کہ یَا عماہُ ادرِکنی یعنی اے چچا جان میری خبر لیجئے کہ جان اپنی میں نے آپ پر سے فدا کی جناب امام حسین علیہ السلام یہ آواز سُن کے مثل شیر غضبناک کے حملہ آور ہوئے اور صفوں کو ہٹا کے وہاں آپ کو پہنچایا اور عمرو ازدی قاتل قاسمؑ کو ایک تلوار ماری کہ ہاتھ اُس کا کٹ گیا سپاہ نے ہجوم کیا کہ عمرو کو حضرت کے ہاتھ سے بچائیں جنگ مغلوبہ وہاں واقع ہوگئی ایک روایت میں یہ ہے کہ عمرو ازدی کو حضرت نے جہنم واصل کیا بہر حال جب گرد و غبار ہٹا جناب سیّد الشہداء نے لاشا جناب قاسمؑ کا پامال سُم اسپاں قوی ہیکل پایا عجب اضطراب و قلق حضرت پر طاری ہوا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب غبار ہٹ گیا مظلوم کربلا بالین لاش قاسمؑ کھڑے رو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ وَاللّٰہِ یَعُزُّ عَلیٰ عَمِّکَ اَنْ تَدعُوہُ فَلا یُجِیبُکَ یعنی ہائے سخت دشوار ہے مجھ پر کہ تو مجھے پکارے اور میں جواب نہ دے سکوں پھر حضرت نے لاش قاسمؑ کو زمین سے اُٹھایا قربان جان شیعوں کی اُس لاش پاش پاش پر حضرت سینہ سے لگائے

ہوئے لیے جاتے تھے اور پاؤں حضرت قاسمؑ کے زمین پر لٹکتے جاتے تھے قریب خیمہ کے لا کے رکھا سب اہلحرم جمع ہو گئے اور نوحہ و فریاد کرنی شروع کی واقاسماہُ واَثمرَۃَ فُواداہُ حضرت بھی لاش قاسمؑ پر کھڑے روتے تھے۔

(مجالس علویہ.....صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۶)

آیت اللہ العظمیٰ شیخ جعفر شوستری اعلیٰ اللہ مقامہٗ:

آج مجھے ایک خاص امر بیان کرنا منظور ہے۔ اس عہد کے مطابق جو میں نے کیا ہے کہ میں ہر روز ایک مخصوص مصیبت بیان کروں گا۔ آج ایک مخصوص مصیبت کے بیان کرنے کا دن ہے۔ منجملہ ان چیزوں کے جو سرکار سیّد الشہداء سے خصوصیت رکھتی ہیں ایک یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت کی شہادت ممتاز ہے اسی طرح آپ کے ساتھ شہید ہونے والے شہدا بھی ممتاز ہیں میں چاہتا ہوں کہ شہدائے اہلِ بیتؑ کا ذکر کروں۔ ایک ایسے شہید کے ذکر شہادت سے ابتداء کروں جو تمام شہدا میں امتیاز رکھتا ہے۔ اس کی شجاعت اور فضیلت کا ذکر نہیں۔ وہ دل شکستگی میں امتیاز رکھتا ہے۔ وہ خصوصیت رکھتا ہے کہ اس کے بارے میں دل شکستہ ہوتا ہے کہ وہ بھی بہت دل شکستہ تھا اور سیّد الشہداء کا دل بھی اس کے لیے بہت دل شکستہ ہوا۔ وہ کون دل شکستہ ہے؟

حضرت قاسمؑ بن الحسن ایک امتیاز رکھتے ہیں جو شہدا میدانِ جنگ میں گئے ہیں سب بالغ تھے اور فریضہ جہاد الٰہی کے مکلّف تھے۔ اگرچہ چند بچے بھی شہید ہوئے ہیں مگر وہ جہادی نہیں تھے۔ شہداء اہل البیتؑ میں کوئی غیر بالغ جہاد کے لیے نہیں گیا صرف حضرت قاسمؑ گئے ہیں اصحاب کے متعلق کہتے ہیں کہ چند بوڑھی عورتوں کے بچے تھے جنھوں نے اپنی جانیں نثار کیں۔ جو اپنی ماؤں کو جان سے زیادہ عزیز تھے۔ مثلاً دو ضعیف عورتوں میں سے ایک کے متعلق وارد ہوا ہے کہ وہ نابالغ تھا۔ اس کا باپ شہید

ہو چکا تھا وہ سوار ہو کر آیا تھا کہ اذنِ جہاد لے کر جنگ میں جائے۔ سرکار سیّد الشہداء نے فرمایا تمہارا باپ شہید ہو چکا ہے اور تمہاری ماں کا تمہارے سوا کوئی سہارا نہیں ہے شائد وہ راضی نہ ہو اس لیے تم لوٹ جاؤ۔ اس نے عرض کی یا بن رسول اللہ میری ماں نے ہی مجھے شہادت کے لیے بھیجا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ شہید مظلوم قاسمؑ بن الحسن کی دل شکستگی کے واقعہ کو بیان کروں اور ایک ایک کلمہ واضح طور پر بیان کروں۔ اس واقعہ کی ہر بات اپنے مقام پر ذریعہ عزاو وسیلۂ گریہ و بکا ہے حضرت قاسمؑ کے واقعہ کو جناب سید ابنِ طاؤس نے لکھا ہے۔ واقعات کربلا کے لحاظ سے ہم ان سے زیادہ معتبر شخصیت نہیں رکھتے۔ ان کی جلالت شان کا اور کوئی لکھنے والا نہیں۔ اس واقعہ کے متعلق ان کی تحریر ہی اعتبار و استحکام کی کفیل ہے۔ انہوں نے اس شہید کی شہادت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

خیمہ سے حضرت قاسمؑ بن الحسن برآمد ہوئے۔ وہ کم سن بچہ تھے اور ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا۔ اور اپنی باہیں ان کی گردن میں ڈال دیں اور اسے سینہ سے لگالیا اور گریہ کیا۔ یہاں تک کہ دونوں چچا بھتیجے پر ایک غشی طاری ہوئی۔ اس گریہ کی وجہ معلوم نہیں شدت گریہ! حالانکہ دوسرے شہید بھی آئے اور انہوں نے اذنِ جہاد لیا مگر کسی سے ایسا سلوک نہیں کیا۔

جب دونوں ہوش میں آئے حضرت قاسمؑ اذنِ جہاد طلب کرتے تھے لیکن امام حسین علیہ السلام اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہی ایک شہید ہیں جن کو اذنِ جہاد میں انکار کیا ہے۔ اگر مکلّف بجہاد شہداء کے متعلق یہ کہا جائے تو یہ جھوٹ ہے (بالغ پر جہاد واجب ہے۔ واجبات کی امام ترغیب وتحریص فرماتے ہیں۔ واجبات سے روکنا شان

امامت کے خلاف ہے) حضرت قاسمؑ امام کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو برابر چوم رہے تھے۔ سرکار سیّدالشہداء نے فرمایا۔

میری آنکھوں کی روشنی ! تم میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہو۔ تمہیں سے تو میری تسکین قلب ہے۔ صبر کرو اور اپنے پاؤں سے موت کی طرف نہ جاؤ۔

قاسمؑ یہ سُن کر غمزدہ ہو کر بیٹھے، سر گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور زار زار رو رہے تھے۔ اسی حالت میں خیال آیا کہ والد بزرگوار نے بوقت رحلت میرے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ جب کوئی مصیبت آئے تو اس تعویذ کو کھول لینا اور جو اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ خیال کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت کا وقت آئے گا کہ گھر بھر میں شوقِ شہادت کے چرچے ہیں۔ اور میں اجازت سے محروم ہوں۔ تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"اے بیٹا۔ اے قاسمؑ۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے چچا حسین کو کربلا میں دیکھو۔ کہ دشمنوں نے ان کا محاصرہ کرلیا ہے۔ تو ان کے دشمنوں اور رسولؐ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے میں دریغ نہ کرنا اور اپنی جان دینے میں بخل نہ کرنا۔ ہر چند تمہارے چچا جہاد میں جانے سے تمہیں روکیں۔ مگر تم بار بار اصرار کرنا۔ یہاں تک کہ تمہیں جہاد کی اجازت دے دیں"۔

اس وصیت کو امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ سرکار سیّدالشہداء بھائی کی تحریر پڑھ کر بہت روئے۔ حضرت قاسمؑ کو سینے سے لگایا اور حضرت قاسمؑ کے گریبان کو پھاڑ کر ان کے سر پر عمامہ اس طرح باندھا جس طرح میت کے سر پر باندھتے ہیں اور اس عمامہ کے دونوں گوشے رخساروں پر لٹکا دیئے۔ حضرت قاسمؑ کی کمر سے تلوار باندھی اور گود میں لے کر سوار کیا۔ پھر نظر یاس سے دیکھا اور کہا میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت قاسمؑ نے اپنی کم سنی کے باوجود ایسی غیر معمولی جنگ کی کہ لشکر یزید پر ایک سکتہ طاری ہوگیا اور میدانِ جنگ میں کوئی مقابلہ پر نہیں نکلتا تھا۔ عمر ابن سعد نے ازرق شامی کو شرم دلا کر بھیجا۔ وہ اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ حضرت قاسمؑ نے ازرق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا پھر ازرق خود میدان میں آیا۔ سرکار سید الشہداء بچے کی اس جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ازرق شامی مقابلہ پر آیا ہے تو آپ نے آسمان کی طرف اپنا سر بلند کیا اور درگاہ معبود میں اس طرح عرض کرنے لگے:

''اے میرے معبود! میں چاہتا ہوں کہ قاسمؑ شہیدِ راہِ خدا ہو مگر حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کا صدقہ قاسمؑ کو ازرق پر فتح عطا فرما''۔

حضرت قاسمؑ نے ایک ہی ضرب میں ازرق کو گرا لیا۔ پھر حضرت قاسمؑ نے شیرِ غضبناک کی طرح فوجِ یزید پر حملہ کیا۔ لشکر یزید نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔

اسی دوران میں ازدی ملعون نے پچھلی طرف سے آ کر اس کم سن مجاہد کے سر پر ایک ضرب لگائی کہ سر مبارک شگافتہ ہوگیا۔ ازدی ملعون نے بڑھ کر سر تن سے جدا کرنا چاہا۔ حضرت قاسمؑ نے آواز بلند کی۔

یا عماہ ادرکنی۔ یا عماہ ادرکنی

چچا جان میری مدد کو آیئے۔ یہ ظالم میرا سر تن سے جدا کرنا چاہتا ہے۔

سرکار سیّد الشہداء عقابِ غضبناک کی طرح میدانِ جنگ میں آئے اور لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اور شیرِ غضبناک کی طرح نعرے لگا رہے تھے۔ حضور نے حضرت قاسمؑ کے قاتلِ ازدی ملعون پر حملہ کیا۔ حضور کی تلوار اس ملعون کے ہاتھ پر پڑی۔ جب امام حسین علیہ السلام اس فوج سے لڑ رہے تھے تو جنگ مغلوبہ ہوئی۔ اس

لڑائی کی حالت میں سرکار سید الشہداء کے کان میں برابر یہ آواز آرہی تھی۔ ''یا عماہ ادرکنی۔ یا عماہ ادرکنی''

چچا جان! مجھے بچائیے۔ چچا جان مجھے بچائیے۔ جب گرد و غبار چھٹا تو دیکھا کہ سرکار سید الشہداء بچے کے سرہانے کھڑے ہیں اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اس کے تمام اعضا و جوارح پامال سمِ اسپاں ہو چکے ہیں۔ سرکار سیّد الشہداء نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔

''خدا کی قسم! تیرے چچا پر یہ امر بہت شاق ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے اور اگر جواب دے بھی تو تیری مدد نہ کر سکے اور تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے''۔

یہ بھی اس شہیدِ ممتاز کی خصوصیت ہے کہ باقی شہدا کے جسم مطہر بعد شہادت پامال ہوئے اور اس کمسن بچے کا جسم زندگی میں پامال کیا گیا۔ سرکار سید الشہداء نے اس کمسن شہید کی لاش کو اُٹھایا۔ اس طرح پر کہ سینہ سینے سے لگا ہوا تھا اور اس شہید کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ اس صورت حال سے تین احتمال ہوتے ہیں۔

(۱) یا تو اس کم سنی میں بچہ نہایت بلند قامت تھا۔

(۲) یا اس صدمہ سے سرکار سیّد الشہداء نہایت خمیدہ قامت ہو گئے تھے۔

(۳) یا اس بچہ کے جسم کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ تمام اعضاء پامال جسم سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ سرکار سیّد الشہداء نے چند شہداء کی لاشوں کو اکٹھا کیا اور ان لاشوں پر اس بچہ کی لاش کو رکھ دیا۔ (مجالس امام حسینؑ... صفحہ ۷۳ تا ۷۷)

خطیبِ اعظم مولانا سیّد سبطِ حسن اعلی اللہ مقامہٗ:

حضرت کا کیا ذکر آپ کے بچوں کی شجاعتیں صفحۂ ہستی پر یادگار ہیں۔ جیسا کہ اس وقت جب ناصرانِ امام روزِ عاشور تمام ہو چکے اور نسلِ عقیل و جعفر ختم ہو گئی۔ بھائی کا بیٹا

(یعنی کشتۂ سم) کا فرزند مبارزت آعداء نصرت عم کے لیے نکلا۔

"ابوالفرج اور محمد بن ابی طالب وغیرہ ناقل ہیں کہ بعد اس کے عبداللہ بن حسنؑ اور بروایتے قاسمؑ بن الحسنؑ برآمد ہوئے۔ سن اس صاحبزادے کا نہایت کم تھا۔ یہاں تک کہ ابھی سنِ بلوغ تک بھی نہ پہنچا تھا۔ جب امام حسینؑ نے اس صاحبزادے کو دیکھا کہ وہ آمادۂ جنگ ہو کر نکلا ہے تو حضرت نے اپنے گلے سے لگا لیا اور دونوں اس قدر روئے کہ غشی طاری ہوگئی۔ جب آفاقہ ہوا تو عرض کیا کہ چچا! چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اذنِ جنگ عنایت ہو"۔

حضرت لپٹ کر اتنا روئے تو باپ اور چچا میں فرق ہی کیا ہوتا ہے؟ آپ پالنے کا قصد رکھتے ہوں گے اور یہاں بھائی کی نشانی ہاتھ سے جاتی ہے۔ فابی الحسین ان یاذن لہ فلم یزل الغلام یقبّل یدیہ ورجلیہ (یہ شجاعت نہیں تو کیا ہے) حتیٰ اذن لہٗ فخرج ودموعہ تسیل علیٰ خدیہ۔ حضرت نے اذن دینے سے انکار کیا۔ اس صاحبزادے نے اس قدر اپنے چچا کی منتیں کیں اور ہاتھ پاؤں چومے کہ حضرت اذن دینے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت وہ نونہال چمن رسالت سامنے صفوف اعدا کے آ کر نہایت ولولہ اور شجاعت کے ساتھ اشعار رجز پڑھنے لگا:-

ان تنکرونی فانا بن الحسن سبط النّبی المصطفیٰ الموتمن
ھٰذا حسینؑ کالا سیر المرتھن بین اناسِ لا سقرا صوبَ المزن

"اگر میرے حسب ونسب کو نہیں جانتے ہو تو آگاہ ہو کہ میں حسنؑ کا فرزند ہوں جو محمد مصطفٰےؐ کے نواسے ہیں۔ یہ حسینؑ ہیں جو اس فوج میں گویا کہ اسیر اور رہن ہو گئے ہیں۔ خدا اس قوم کو برستے ہوئے سفید ابر سے سیراب نہ کرے"۔

''اس جنگ کی حالت میں قاسم بن حسنؑ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی طرح روشن و درخشاں تھا۔ اس صاحبزادے نے باوجود اپنی کم سنی کے ایسی دلیری سے مقابلہ کیا کہ ابنِ سعد کے لشکر کے دانت کھٹے کردیے اور ۳۵ اشقیاء کو جو کوفہ اور شام کے کارآزمودہ جوان تھے واصل جہنم کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں اس موقع پر ابن سعد کے لشکر میں موجود تھا اور میں اس صاحبزادے کو دیکھ رہا تھا کہ قمیص اور ازار اور نعلین عربی پہنے ہوئے جنگ میں مصروف تھا اور مجھ کو خوب یاد ہے کہ بائیں پاؤں کی نعل کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس وقت عمر بن سعد ازدی نے کہا کہ ضرور میں اس نوجوان کو شہید کروں گا۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے عمر سے کہا کہ سبحان اللہ، ارے تو اس فرزند کے ساتھ کیا ظلم کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم اگر یہ صاحبزادہ مجھ پر اپنی تلوار لگائے تب بھی میں اس صاحبزادے پر کبھی ہاتھ نہ اُٹھاؤں دیکھ تو سہی کہ کس طرح اس لشکر نے اس فرزند کو گھیر لیا ہے مگر اس شقی نے نہ مانا، کہا ضرور میں شہید کروں گا۔ آخر کار یہی ہوا کہ وہ صاحبزادہ پلٹنے نہ پایا تھا کہ اس نابکار نے اس صاحبزادے کے سر مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ صاحبزادہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور اپنے چچا امام حسینؑ کو آواز دی کہ اے چچا میری خبر لیجیے۔ امام حسینؑ اپنے بھتیجے کی آواز سنتے ہی مانند شہباز کے صفوفِ لشکر شگافتہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچے اور مانند شیر حملہ آور ہوئے اور آپ نے ایک تلوار قاتلِ قاسمؑ پر لگائی۔ اس شقی نے اِس وار کو اپنے ہاتھ پر روکا اور اپنے لشکر کو آواز دی اور امام حسینؑ کے قریب سے بھاگا۔ اہلِ کوفہ کے سواروں نے حملہ کیا اور اس شقی کو امام حسینؑ سے بچا لے گئے۔ اس ہلچل میں گھوڑے لاشِ جناب قاسمؑ تک پہنچ گئے اور اس صاحبزادے کے جسمِ نازنین کو پامال کر ڈالا۔ یہاں تک کہ اس صدمے سے طائرِ روح آشیانۂ قدس کی طرف پرواز کر گیا۔ جب دامن گرد کا پھٹا تو امام حسینؑ نے اپنے کو لاشِ قاسمؑ پر پایا، اس

حالت میں کہ وہ شاہزادہ خاک پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تیرے چچا پر بہت دشوار ہے کہ تو اپنے چچا کو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے اور اگر جواب بھی دے تو مدد نہ کر سکے اور اگر مدد نہ کرے بھی تو تجھ کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا ہلاک کرے اس قوم کو جس نے تجھ کو قتل کیا اور تجھ کو مجھ سے چھڑا دیا''۔

اَلاَ لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظالمین٥

(معراج المجالس، صفحہ ۹۹۔۱۰۱)

نادرۃ الزّمن مولانا ابن حسن نونہروی اعلیٰ اللہ مقامہٗ:

نوجوانوں کی معلومات کے لیے یہ بھی بتاتا چلوں کہ لکھنؤ میں ''عقدِ قاسمؑ'' کے سلسلے میں دو الگ الگ گروہ تھے ایک گروہ عقد کا قائل تھا اور دوسرا ''عقدِ قاسمؑ'' سے انکار کرتا تھا۔ نونہروی صاحب کا تعلق اس گروہ سے ہے جو عقد قاسمؑ کا قائل نہیں تھا۔ اس لیے بظاہر ان کے لیے ذکرِ جناب قاسمؑ میں زیادہ گنجائش نہیں تھی لیکن وہ ہر سال نئے انداز سے مصائب پڑھتے تھے۔ ایک سال انہوں نے جناب قاسمؑ کی جنگ ازرق سے اس طرح پیش کی کہ مناظر نگاہوں کے سامنے نظر آنے لگے، ازرق کے چاروں بیٹوں کا قتل پھر ازرق کا واصل جہنم ہونا اس کمال سے پیش کیا کہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد پھر میں نے جناب قاسمؑ کی جنگ کسی ذاکر سے نہیں سنی جس سال نہروی صاحب حج کر کے آئے تھے اس سال مصائب اس طرح شروع کئے کہ مجمع حیران تھا کہ محرم کی ساتویں تاریخ اور جناب قاسمؑ کا تذکرہ کیوں نہیں کر رہے ہیں اور اب وقت میں گنجائش بھی نہیں لیکن جب تقریر ختم ہوئی تو لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے، ہر ایک حیران تھا کہ تقریر تو ذکرِ قاسمؑ پر ہی ختم ہوئی آخر کس طرح؟

آپ بھی سنیئے ۔(سید ضمیر اختر نقوی)

نونہروی صاحب فرماتے ہیں:-

''اس سال میں حج کرنے گیا (فضائل سے مربوط جملہ)، طواف کیا، مقام ابراہیمؑ پر نماز ادا کی، سعی کی جمرات پر کنکریاں ماریں، قربانی دی، اس کے بعد حج سے فراغت پا کر مکّے سے مدینے آیا، روضۂ رسولؐ کی عظمت دیکھی، روضہ کی جالیوں کو بوسہ دیا، روضہ کی عظمت، شان وشوکت سے دل سرشار ہو گیا، زیارت کر کے مسجد نبوی میں گیا وہاں بھی وہی شان نظر آئی، بلند محراب و در دیکھے زیارت کر کے باہر آیا اور سوچ رہا تھا کہ کیا زیارت مکمل ہوگئی، خیال آیا کہ جنت البقیع کی زیارت کروں جہاں رسولؐ کی بیٹی دفن ہے، جنت البقیع گیا جہاں چند بے سایہ قبریں دیکھیں، ایک گوشے میں چند سیاہ پوش بی بیوں کو سسکتے اور روتے ہوئے دیکھا۔ رسولؐ کی بیٹی کی قبر پر گیا۔ زیارت کی آنسو بہائے۔ زیارت کر کے باہر آیا اب خیال آیا کہ اسی مدینے میں ایک محلّہ ''بنی ہاشم'' بھی تھا جہاں حسین ابن علیؑ کا گھر تھا جہاں عباسؑ و علی اکبرؑ رہتے تھے۔ اشتیاق میں ایک ایک سے پوچھتا چلا، جب اس جگہ پہنچا تو دل تڑپ اٹھا چھوٹے چھوٹے کچے مکانات، ہائے کیسی اداسی ہے، کتنی ویران بستی ہے، ہاں کیوں نہ ویران ہو، کربلا میں سادات کی بستی ایسی اُجڑی کہ پھر یہ آباد نہ ہو سکی اور اس کے بعد بھی ہر دور میں سادات سکون سے نہ رہ سکے، مدینے کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ انھیں مظلوموں میں امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک فرزند بھی تھے، مدینہ چھوڑا اور حِلّہ چلے گئے، وہاں جا کر شادی کر لی اور وہیں آباد ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد ایک بیٹی کی ولادت ہوئی لیکن کسی کو یہ نہ بتا سکے کہ میں امام زادہ ہوں۔ زوجہ اور بیٹی بھی اس راز سے ناواقف رہیں کچھ دنوں کے بعد فرزند امام کا آخری وقت آیا تو زوجہ کو قریب بلایا اور کہا ''دیکھو میرے مرنے کے بعد شہر

مدینہ چلی جانا اور بحفاظت میری بیٹی کو وہاں پہنچا دینا۔ زوجہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اس شہر میں کس کے پاس جاؤں گی؟ امام زادے نے جواب دیا، میری بیٹی خود اپنا مکان تلاش کر لے گی بس تم محلّہ بنی ہاشم تک پہنچ جانا، شوہر کے انتقال کے بعد وہ بیٹی کو لے کر مدینے پہنچیں، کسی شخص سے محلّہ بنی ہاشم کا پتا پوچھا، محلّہ بنی ہاشم میں جب داخل ہوئیں تو بیٹی سے کہا کہ اب تم آگے آگے چلو، بیٹی ماں کے آگے آگے چلتی ہوئی ایک مکان کے دروازے پر رُک گئی، بیٹی نے ماں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اماں یہی میرے بابا کا مکان ہے۔ دروازے پر دستک دی اجازت لے کر دونوں ماں اور بیٹی گھر میں داخل ہوئیں، چہرے سے نقاب الٹی تو گھر کی تمام بی بیوں نے آ کر دونوں کو گھیر لیا اور ایک ایک نے پوچھنا شروع کیا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئی ہو دونوں کو اگر یہ معلوم ہوتا تو بتاتیں کہ ہم کون ہیں۔ اتنے میں ایک ضعیف بی بی عصا کا سہارا لیے ہوئے قریب آئیں اور فرمایا ذرا میں بھی تو دیکھوں، آگے بڑھ کر امام زادے کی بیٹی کا چہرہ اُٹھا کر دیکھا اور بے اختیار سینے سے لپٹا کر کہا...... ارے یہ تو میرے بیٹے قاسمؑ کی شبیہ ہے یہ تو میرا دل وجگر ہے......!!

بی بی! آپ کو بیٹا تو نہ مل سکا مگر اپنے بیٹے قاسمؑ کی نشانی تو مل گئی۔ مگر ہائے اُم فروہؑ جس کا بیٹا میدان کو سدھارا تو پھر واپس نہ آ سکا...... لاش آئی تو ماں پہچان بھی نہ سکی کہ یہ میرا لال قاسمؑ ہے۔

مصائب کے ابتدائی بیان سے ہی مجلس میں پیہم گریہ ہو رہا تھا لیکن آخری جملے پر قیامت ہو گئی۔ سامعین روتے ہوئے غفرانمآب کے امام باڑے تک گئے تھے۔ جب یہ مجلس ہوئی تھی اس وقت میری عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی تھی لیکن مجلس اب تک دل پر نقش ہے۔ (بیان ضمیر اختر نقوی.... صفحہ ۳۳۔۳۴)

علاّمہ حسین بخش دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

کتاب ''احسن الکبار'' میں شیخ حر عاملی سے منقول ہے چین کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی اور اس کے وزیر کا ایک بیٹا تھا۔ اتفاق سے شہزادی کا دل وزیر زادہ کی طرف مائل ہوا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ غضبناک ہو کر دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد محبتِ پدری کی وجہ سے وہ سخت پریشان اور نادم ہوا۔ آخر ایک دن اراکینِ سلطنت اور دانایانِ مملکت کو بلا کر کہا مجھے بیٹی کا غم کھائے جا رہا ہے اور وزیر زادہ کی موت پر بھی بے حد صدمہ ہوا ہے۔ اب کوئی تدبیر ہو سکتی ہے کہ یہ دونوں مقتول زندہ ہو جائیں۔ سب نے دست بستہ عرض کی یہ امر غیر ممکن ہے کہ کسی بشر کو مجال نہیں کہ کسی مردہ کو زندہ کر سکے، لیکن یہ سنتے ہیں کہ مدینہ میں ایک بزرگوار ہیں ان کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے اگر وہ خداوند عالم سے دعا کریں تو یقین ہے کہ ان کی دعا کی برکت سے یہ دونوں زندہ ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا یہاں سے مدینہ کتنی دور ہے۔ وزیر نے عرض کی چھ مہینے کی مسافت ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے ایک دین دار قاصد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ایک مہینے میں جا کر حسنؑ ابن علیؑ کو مجھ تک پہنچا۔ اگر تاخیر ہو گئی تو تجھ کو قتل کر دوں گا۔

قاصد شہر سے کچھ دور جا کر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز بجالایا اور سجدہ میں جا کر دعا کرنے لگا اے پروردگار بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہماری اس مشکل کو آسان کر۔ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام حسنؑ از راہ اعجاز قاصد کے سر کی طرف سے رونق افروز ہوئے اور پائے اقدس سے اشارہ کیا کہ اٹھ تیرا مطلب پورا ہو گیا۔ اس نے سجدہ سے سر اُٹھا کر دیکھا کہ ایک نوجوان خورشید تاباں کی مانند سامنے جلوہ گر ہے۔ عرض کی آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟ قَالَ اَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِي اَبِی طَالِبٍ۔ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا میں حسنؑ مجتبیٰ ہوں کہ جس کے لیے تو اپنے شہر سے نکلا

ہے۔ یہ سنتے ہی قاصد فرطِ مسرت سے جھومنے لگا اور قدم مبارک چومنے لگا۔ پھر جا کر بادشاہ کو حضرت کی تشریف آوری کی خبر دی وہ بادشاہ بڑے احترام سے حضرت کو لے گیا اور دونوں لاشوں کو منگوا کر دستِ بستہ عرض کی یا مولا ان کے مرنے سے میرا جگر چاک چاک ہے اور تمام دنیا نظروں میں خاک ہے، آپ دعا فرمائیں کہ یہ دونوں زندہ ہو جائیں۔ راوی کہتا ہے ادھر حضرت نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر محی الاموات کی بارگاہ میں دعا کی ادھر دونوں مُردوں کے جسموں میں جان آ گئی۔ فغفور چین نہایت مسرور و شاد ہوا اور ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی۔ کیوں مومنین! جس بزرگوار کی برکت سے پروردگار مُردوں کو دوبارہ خلعت حیات عطا کرے فلک کج رفتار کو کب مناسب تھا کہ اس کے فرزند کے ساتھ یہ سلوک کرے کہ قاسمؑ جو حد بلوغ کو نہ پہنچا تھا غم اقرباء میں رلائے، اس کو خلعت موت پہنائے اور اس کی بہن کو بھائی کے سلوک میں بٹھائے؟ افسوس حضرات روز عاشورا امام حسنؑ مجتبیٰ کہاں تھے کہ دیکھتے کہ ان کا بیٹا کس بے کسی سے شربت شہادت پی کر دنیا سے سدھارا۔ روایت میں ہے جب قاسمؑ آمادہ شہادت ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت اور سب عزیز و انصار اپنی جانیں نثار کر چکے۔ مجھے بھی میدان جنگ جانے کی اجازت دی جائے۔ یہ سن کر حضرت نے رو کر فرمایا پیارے بیٹے تجھے کیونکر مرنے کی اجازت دوں کہ تو میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہے۔ قاسمؑ نے عرض کی آپ سا سردار ایسی مصیبت میں گرفتار ہو تو ہم ایسے جانثار کس طرح آرام سے بیٹھے رہیں۔ مظلوم کربلا اپنے بھتیجے قاسمؑ کی گفتگو سُن کر بے تاب ہوئے اور بلند آواز سے رونے لگے۔ پھر ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ خیمہ میں لائے اور جناب زینبؑ سے فرمایا تبرکات والا صندوق لاؤ حسب والارشاد زینبؑ خاتون نے صندوق حاضر کیا امام حسینؑ نے قفل کھول کر امام حسنؑ مجتبیٰ کی قبا صندوق سے

نکالی اور فرمایا اے بیٹا ماں، بہنوں، پھوپھیوں سے رخصت ہو کر جہاد پر جاؤ۔ آہ جب قاسمؑ پردہ داروں سے رخصت ہونے کے لیے گئے تو تمام خیموں میں کہرام برپا ہو گیا۔ سب بی بیاں حسنؑ کے یتیم کی مظلومیت پر رونے پیٹنے اور ماتم کرنے لگیں الغرض جب قاسمؑ سب اہلِ بیتؑ کو روتا پیٹتا چھوڑ کر خیمہ سے باہر آئے تو پھر امام حسینؑ سے مرنے کی اجازت چاہی۔ فَبَکَی الحُسَینُ وضمه اِلٰی صَدرِہ حضرت پکار پکار کر رونے لگے اور بے اختیار سینہ سے لگالیا وَشَقَ جَیبَہٗ وَقَطَعَ عِمَامَتَہٗ کَعِمَامَتِہِ المَوتیٰ پھر پیراہن قاسمؑ کا گریبان بطور کفن چاک کر دیا اور عمامہ بطور عمامہ میت باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے اس کے بعد گود میں اُٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور سر سے پاؤں تک حسرت بھری نگاہ سے دیکھ کر کافی دیر تک دھاڑیں مار کر روتے رہے۔ آخر فرمایا بیٹا جاؤ ہم نے تمھیں خدائے عزوجل کے سپرد کیا۔ اپنی جدائی کا داغ بھی اپنے چچا کو دکھاؤ، ادھر امام کی بے کسی دیکھو۔ جناب قاسمؑ بھی دھاڑیں مار کر روئے اور چچا سے رخصت ہو کر فوج اشقیاء کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور عمر سعد بدنہاد سے فرمایا تجھے کیونکر گوارا ہے کہ خود اس نہر سے پانی پیئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے۔ وَتَمْنَعُ مِنْ ذٰلِکَ المَاءِ المباح اَوْلَادَ الرَّسُوْلِ وَعِترۃِ البتول اور اولادِ رسولؐ یوں پیاسی مرے اور تو انہیں ایک قطرہ پانی کا نہ دے۔ عمر سعد نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنے افسران لشکر سے کہنے لگا کہ تم جانتے ہو یہ لڑکا کس قوم و قبیلہ سے ہے۔ آگاہ ہو یہ قتال عرب کے خاندان سے ہے۔ حیدر کرار کا پوتا حسنؑ مجتبیٰ کا بیٹا ہے۔ اس کی صغرسنی پر خیال نہ کرنا اگر ایک ایک شخص علیحدہ علیحدہ اس سے لڑے گا تو یہ کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ لہٰذا تم سب کے سب چاروں طرف سے اسے گھیر کر ایک دفعہ اس پر حملہ کرو اور لڑنے کی مہلت بھی نہ دو، تلواروں سے ٹکڑے

ٹکڑے کر کے زمین پر گرادو۔

راوی کہتا ہے حضرت قاسمؑ کی شجاعت کا حال سن کر سارا لشکر خوف سے کانپنے لگا، ہر چند قاسمؑ نے مبارزہ طلبی کی مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آخر خود قلب لشکر میں قاسمؑ نے گھوڑا ڈال دیا اور ایک ہی حملہ میں ایک سوبیس سواروں کو واصل جہنم کیا۔ عمر سعد نے دیکھا کہ ساری فوج بھاگنا چاہتی ہے۔ ارزق شامی کو کہ تمام لشکر میں شجاع مشہور تھا آواز دی کہ تو کھڑا دیکھتا ہے اور یہ بچہ سب کو قتل کیے جاتا ہے۔ اس کا سر کاٹ لا وہ ملعون نہایت غضبناک ہو کر بولا اے عمر تعجب ہے کہ تو مجھے ایسے بچے کے مقابلہ میں جو تین دن کا بھوکا پیاسا ہے لڑنے کو بھیجتا ہے۔ اگر میں اسے قتل بھی کروں گا تو بھی میری ذلت کا باعث ہے۔ عمر سعد نے کہا اے نافہم اگر یہ شیر پیاس کی شدت اور کئی دن کے فاقوں سے مضمحل نہ ہوتا تو قسم بخدا ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا ارزق نے کہا تو یہ کیا کہتا ہے، میرے چار بیٹے ہیں ایک کو بھیجتا ہوں ابھی قاسمؑ کا سر کاٹ لاتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ایک بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتا ہے جونہی ارزق کا بیٹا شہزادہ قاسمؑ کے سامنے آیا، قاسمؑ نے چشم زدن میں اسے مار لیا جب وہ شقی واصل جہنم ہو چکا، اس کا دوسرا بھائی کہ فن سپہ گری میں لاثانی تھا آیا قاسمؑ نے اس ملعون ثانی کو پہلے کی طرح اور تیسرے کو دوسرے کی طرح اور چوتھے کو تیسرے کی طرح ایک ایک وار میں چُن کر واصل جہنم کیا۔ جب وہ چاروں بھائی ہلاک ہو چکے، ارزق کی نظروں میں دنیا سیاہ ہو گئی۔ خون آنکھوں میں اُتر آیا۔ خود آمادۂ پیکار ہوا، اس طرح اپنی جگہ سے چلا کہ معلوم ہوا کہ پہاڑوں کو جنبش ہوئی مومنین اولاد کا داغ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بیٹوں کے غم میں ارزق کا یہ حال ہوا کہ آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا۔ خیال کیجیے کہ جناب سیّدالشہداء کا کیا حال ہوگا کہ دیکھتے دیکھتے دوپہر میں گھر کا گھر صاف ہو گیا، سترہ لخت جگر کہ جن کا عالم میں نظیر نہ

تھا۔ آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ارزق ملعون جب شہزادہ قاسمؑ کے سامنے آیا، امام حسینؑ دور سے کھڑے دیکھتے تھے یہ خیال فرما کر ارزق تجربہ کار جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ آب و طعام سے آسودہ ہے اور میرا بھتیجا کم سن تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ بیتاب ہو گئے اور آسمان کی طرف سر اقدس اُٹھا کر دعا کی۔ خداوندا میں یہ نہیں عرض کرتا کہ قاسمؑ تیری راہ میں نثار نہ ہو مگر تیری رحمت سے اتنا امیدوار ہوں کہ قاسمؑ کو اس مغرور شامی پر فتح یاب کر ادھر حضرت یہ دعا کر رہے تھے۔ ادھر ارزق نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ حملہ آور ہو۔ قاسمؑ نے کہا او ملعون باوجود اس کے تو اپنی سپہ گری کا دعویٰ کرتا ہے اس قدر غافل ہے کہ تیرے گھوڑا کا تنگ ڈھیلا ہے اور تجھے پتہ ہی نہیں قریب ہے کہ تو گھوڑے سے زمین پر گرے یہ سُن کر وہ شقی نادم ہوا اور جھک کر تنگ کو دیکھنے لگا اس کے ساتھ ہی شہزادہ نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ اس کا سر بدن سے جدا ہو کر زمین پر آ گرا۔ جناب قاسمؑ اس ظالم کو ہلاک کر کے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

يَا عَمَّاهُ اَلْعَطْشُ لَوْكَانَ لِیْ شَرْبَةٌ مِنَ الْمَاءِ لَافْنَيْتُ جَمِيْعَ اَعْدَائِكَ۔ اے چچا پیاس کی شدت مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے اگر اس وقت تھوڑا سا پانی بھی مل جاتا تو آپ کے تمام دشمنوں کو فنا کر ڈالتا۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑتا امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا بیٹا تھوڑی دیر صبر کر عنقریب میرے نانا رسولؐ خدا تجھے ایسا سیراب کریں گے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ غرض وہ شہزادہ رخصت ہو کر دوبارہ میدان میں گیا اور ایسی جنگ کی کہ تمام لشکر تہ و بالا ہو گیا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ وہ شکست سے دوچار ہو رہے ہیں۔ سب نے مشورہ کر کے شہزادہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تلوار پر تلوار، نیزہ پر نیزہ، تیر پر تیر لگانے لگے۔ لکھا ہے کہ شہزادہ کے بدن پر

اس قدر تیر لگے کہ آپ کا جسم چھلنی ہو گیا۔ مومنین! مقامِ تصور ہے کہ وہ حضرت قاسمؑ سِن و سال کے لحاظ سے بچہ اور پہلے پہل کی لڑائی تین دن کی بھوک اور پیاس اور زخموں سے خون کا جاری ہونا کب تک طاقت رہتی۔ آخر اس قدر مضمحل ہو گئے کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہوا زین سے زمین پر آئے اس کے ساتھ شیث ابن سعد نے ایک ایسا نیزہ لگایا کہ شہزادہ تڑپنے لگا اور آواز دی کہ یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِی اے چچا میری خبر لیجئے۔ بھتیجے کی آواز سنتے ہی مظلوم کربلا بے تابانہ قتل گاہ میں پہنچے دیکھا شہزادۂ قاسمؑ زخموں سے چور چور ہو کر بے ہوش پڑے ہیں۔ گھوڑے پر رکھ کر خیمہ عصمت میں لائے سب بی بیاں سر و سینہ پیٹ کر رونے لگیں۔ قاسمؑ نے ماتم کی آواز سن کر غش سے آنکھیں کھولیں تو ایک طرف اپنی ماں اُم فروہؑ کو دیکھا کہ بے تاب ہو کر اپنا حال تباہ کر رہی ہیں۔ کہنے لگے اے اماں صبر کرو اللہ تعالیٰ صابروں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر ایک طرف دیکھا کہ امام حسینؑ کھڑے رو رہے ہیں عرض کی اے چچا شکر خدا کرتا ہوں کہ میں نے آپ پر اپنی جان نثار کی یہ کہتے کہتے موت کا پسینہ آیا اور طائر روح گلشن جنت کی طرف پرواز کر گیا۔ اہلِ بیتؑ رسالت میں شور ماتم برپا ہوا کہ زمین کربلا ہلنے لگی۔ (توضیح عزا صفحہ ۳۱۱ تا ۳۱۷)

علاّمہ حسین بخش دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَ ذُرِّیَّتَھُمَا لَمْ تَمَسَّ جِلْدَہُ النَّارُ۔ منقول ہے جب سب اصحاب باوفا درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور بعض عزیز بھی حضرت کی نصرت میں کام آئے اور اولاد حسنؑ کی باری آئی تو شہزادہ قاسمؑ کو کہ ابھی حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے اور ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمک رہا تھا۔ امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی اے عمِّ عالی قدر یہ ناچیز

حاضر خدمت ہے۔ اذنِ جہاد چاہتا ہوں تا کہ ان کفار سے لڑسکوں۔

فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ يَا ابْنَ أَخِي أَنْتَ مِنْ أَخِي عَلَامَتُه" وَلَا تَمْشِ بَرِجْلِكَ إِلَى الْمَوْتِ جناب امام حسینؑ نے فرمایا اے فرزند تو میرے بھائی کی نشانی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے کہ تیرے دیکھنے سے مجھے تسلی و تشفی ہوتی ہے۔ اے نورِ چشم تو صبر کر اور اپنے پاؤں سے موت کی طرف نہ جا اور حضرت نے اجازت نہ دی۔ راوی کہتا ہے جب اس شہزادہ نے رخصت نہ پائی تو محزوں وملول ایک گوشہ میں بیٹھ کر رونے لگے۔ ناگاہ یاد آیا کہ میرے پدر بزرگوار نے ایک تعویذ میرے بازو پر باندھ کر اپنی شہادت کے وقت فرمایا تھا کہ اے فرزند جب تو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو اس میں لکھا ہو اس پر ضرور عمل کرنا۔ اس وصیت کے مطابق شہزادہ قاسمؑ نے وہ تعویذ کھول کر جب پڑھا تو لکھا تھا اے قاسم! اے دلبند جب تو اپنے عمّ نامدار امام حسینؑ کو دیکھے کہ وہ روز عاشورہ زمین کربلا میں مجبور و ناچار، بے مونس اور بے یارو مددگار ہیں اور چارہ و تدبیر کی راہ بند ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اس وقت اپنی جان فرزند رسولؐ پر قربان کرنا۔ پس اس تعویذ کو پڑھ کر قاسمؑ بہ مسرور ہوئے اور فوراً اس تعویذ کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئے۔ جب حضرت نے اسے پڑھا تو اپنے بھائی کی شفقت یاد کر کے بہت شدت سے روئے اور فرمایا اے فرزند یہ وصیت تمہیں تمہارے بابا نے مرنے کی لکھی ہے۔ اب میں بھائی کی وصیت سے مجبور ہوں۔ پس خیمہ میں جا کر ماں، بہنوں، پھوپھیوں سے رخصت ہو۔ حسب الارشاد حضرت قاسمؑ خیمہ میں گئے اور طالب رخصت ہوئے۔

حضرات! وہ وقت کیا قیامت کا وقت تھا جب سب اہلِ بیتؑ نے قاسمؑ کو رونے پیٹنے اور آہوں، سسکیوں اور کراہوں کے ساتھ رخصت کیا، خیمہ میں کہرام برپا تھا۔ اس

کے بعد شہزادہ قاسمؑ امام حسینؑ کی خدمت میں آخری سلام کے لیے حاضر ہوئے۔تو حضرت نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور اس شدت سے روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے پیراہن قاسمؑ کفن کے طور پر چاک کر کے عمامہ کو عمامہ میت کی طرح باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے تو پیشانی چوم کر گھوڑے پر سوار کر دیا۔ اب ذاکر کی صاحب اولاد سے التماس ہے کہ اس وقت فرزند رسولؐ کا کیا حال ہوا ہوگا جب حضرت نے قاسمؑ کی نوعمری اور تین دن کی پیاس اور ادھر کافروں کی کثرت کو دیکھا ہوگا۔ ایک مرتبہ قاسمؑ کو سر سے پاؤں تک ملاحظہ کر کے فرمایا جاؤ میرے بھائی حسنؑ کی نشانی میں نے تجھے خدا کے سپرد کیا ہے۔ اس کے بعد دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ منقول ہے جب شہزادہ مسلح فوج کفار کے سامنے پہنچا تو تمام لشکر اس کی ہیبت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ جناب قاسمؑ نے عمر سعد کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا او بے حیا آیا تجھے سزاوار ہے کہ اس نہر سے پانی پیئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے اور اولادِ رسولؐ یوں پیاسی مرے، تو روز قیامت رسولؐ خدا کو کیا جواب دے گا جب آنحضرتؐ تجھ سے پوچھیں گے کہ میرے اہلِ بیتؑ کے ساتھ تم لوگوں نے کیا سلوک کیا؟ یہ کلام سن کر اس دشمنِ خدا نے جناب قاسمؑ کو تو کچھ جواب نہ دیا۔ مگر اپنے افسران فوج سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ بچہ کس خاندان عالی شان سے ہے۔ سب نے کہا واقعتاً نہ ایسا فصیح و بلیغ بچہ دیکھا ہے اور نہ ایسی تقریر فصحائے عرب سے سنی ہے۔ وہ بولا یہ قاسمؑ حسنؑ کا بیٹا ہے۔ اس نوجوان نے فصاحت و شجاعت اپنے آباء واجداد سے ورثے میں پائی ہے۔ خبردار اس سے تنہا کوئی مقابلہ نہ کرے کہ ہرگز فتح یاب نہ ہوگا، بلکہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرو۔

راوی کہتا ہے کہ شہزادہ کی یہ شجاعت سن کر کسی میں جرات نہ رہی کہ اس تین دن کے

بھوکے پیاسے کے سامنے آئے۔ جب عمر سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں کو حکم دیا تو باری باری کئی نامی پہلوان سامنے آئے اور قاسمؑ کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوئے۔ یہاں تک کہ ازرق شامی کے چاروں بیٹے بھی دوزخ میں جا پہنچے۔ ازرق کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہوگئی، آخر وہ ملعون خود کو فن سپہ گری میں شہرت رکھتا تھا، نہایت غضب ناک وغصہ کے ساتھ صف لشکر سے باہر نکلا۔ اس وقت امام حسینؑ سخت پریشان ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی خداوندا میں یہ نہیں مانگتا کہ یہ قاسمؑ تیری راہ میں قربان نہ ہو بلکہ میری اتنی عرض ہے کہ تو اس پہلوان پر قاسمؑ کو فتح اور غلبہ عطا فرما۔ ادھر حضرت دعا کر رہے تھے ادھر صاحب ذوالفقار کے پوتے نے زین سے بلند ہو کر ایک ایسی تلوار اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر سے کمر تک اتر گئی اور وہ مردار واصل جہنم ہوا۔ تین دن کا فاقہ، روز عاشور کی گرمی پھر تیرہ برس کی عمر میں کئی نامی پہلوانوں سے جنگ کی۔ پیاس نے قاسمؑ پر غلبہ کیا۔ بے چین ہو کر چچا کے پاس آئے اور عرض کی يَا عَمَّاه العَطَشُ اَلعَطَشُ اے چچا پیاس نے مجھے ہلاک کیا ہے۔ اگر ہو سکے تو تھوڑا سا پانی پلایئے۔ آپ شہزادہ کی حالت کو دیکھ کر بہت روئے اور انگشتری مبارک قاسمؑ کے دہن میں دی، شہزادہ کو قدرے تسکین حاصل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا قاسمؑ بیٹا! تمہاری ماں تمہارے فراق میں بہت بے قرار ہیں لہٰذا ایک بار پھر اُن سے مل لو غرض وہ صاحبزادہ خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ خیمہ کے قریب پہنچ کر ماں کے رونے کی آواز سنی۔ يَا قَاسِمُ فَارَقْتَنِی وَقَدْ طَارَ مِن فِرَاقِکَ عَيْنِی الْکُبْرىٰ بیٹا جیتے ہو کہ مر گئے۔ اس پر اپنی ضعیف ماں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں سدھارے۔ ماں کے دلخراش بین جب قاسمؑ نے سنے تو چلا چلا کر رونے لگے۔ حضرت اُم فروہؑ نے جو اپنے خیمہ میں یکا یک بیٹے کے رونے کی آواز سنی تو دل تڑپ

گیا، گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرطِ محبت سے قاسمؑ کے اردگرد طواف کرنے لگیں۔ قاسمؑ نے عرض کی اے ماں صبر کیجئے فقط میں ہی آپ سے جدا نہیں ہو رہا، بلکہ پھوپھی کو دیکھئے کہ دونوں بیٹے ایک وقت میں امام عالی مقام پر قربان کیے ہیں۔ جو امر مشیت ایزدی میں ہے ضرور ہوگا۔ ماں اور بیٹے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکا یک لشکر مخالف سے آواز آئی کہ اصحابِ حسینؑ سے کوئی باقی ہے کہ میدان میں آ کر مقابلہ کرے قاسمؑ نے فوراً میدان کی طرف باگ اُٹھائی اور فوجوں کے دل میں گھس کر وہ تلوار چلائی کہ دوسو ناریوں کو واصل جہنم کیا اور چاہا کہ لشکر یزید کے سپہ سالار کو بھی قتل کر دیں۔ لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں تیر انداز تیر برسانے لگے وہ شہزادہ اکیلا کیا کرتا۔ کہاں تک تیروں کو کاٹتا کس طرف سے اپنے آپ کو بچاتا سارا بدن چھلنی ہوگیا۔ آخر ایک تیر ایسا آ کر لگا کہ گھوڑے سے ڈگمگا کر زمین کی طرف جھکے، اسی اثناء میں شیث بن سعد شامی نے پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہوگیا اور وہ شہزادہ اس کے صدمہ سے گھوڑے سے زمین پر منہ کے بل گر پڑا اور اپنے خون میں لوٹنے لگا اور پکارا یَا عَمَّاہُ اَدرِکنی اے چچا جلد خبر لیجئے ظالموں نے مجھے مار ڈالا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب امام حسینؑ روتے روتے آواز کی سمت چلے کچھ فوج سد راہ ہوئی۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر ایسا حملہ کیا کہ تمام لشکر درہم برہم ہوگیا اور قاسمؑ کے قاتل کو ڈھونڈ کر جہنم واصل کیا۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس لڑائی میں قاسمؑ کا بدن نازک گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال ہوگیا۔ حضرت جب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے تو وہ حال دیکھا کہ خدا کسی چچا کو بھتیجے کا ایسا حال نہ دکھائے۔ وَھُوَ یَفْحَصُ بِرِجلَیہِ التُرَابَ کہ شہزادہ قاسمؑ زمین پر پڑے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب امام حسینؑ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے قاسمؑ تمہارے چچا پر بہت دشوار ہے کہ تو پکارے اور میں تجھے

دیکھوں اور کچھ مدد نہ کرسکوں راوی کہتا ہے کہ جناب امام حسینؑ غمِ قاسمؑ میں ایسے ضعیف وناتواں ہوگئے کہ ان سے لاشہ نہ اُٹھایا گیا، بڑی دشواری سے جو اُٹھایا تو کس طرح کہ سینۂ قاسمؑ کو اپنے سینہ سے لگایا لیکن قاسمؑ کے دونوں پاؤں زمین پر لٹکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس لاش کو شہداء کی لاشوں کے درمیان لٹا دیا۔ وبکی بکاء شدیدا پھر حضرت لاش قاسمؑ پر بہت شدت سے روئے اور فرمایا۔

یا بُنّی قَتَلُوْكَ الْكُفَّارُ وَلاَ عَرَفُوا مَنْ جَدُّكَ وَاَبُوكَ ہائے اے پارۂ جگر ہائے اے فرزند تجھے ان بے دینوں نے قتل کیا اور یہ نہ سمجھے کہ تیرے جد بزرگوار اور پدر عالی قدر کون تھے۔ یہ فریاد سُن کر بی بیاں در خیمہ پر رونے اور پیٹنے لگیں۔

(توضیح عزا صفحہ ۳۱۹ تا ۳۲۲)

مولانا سیّد محمد مجتبیٰ نوگانوی اعلی اللہ مقامہٗ:

آہ مادرِ قاسمؑ تڑپ تڑپ کر جان کھو رہی تھیں اور تن قاسم پامال ہو رہا تھا کیسی حسرت آمیز شہادت تھی کہ شوہر کی نشانی، اپنا سہارا، لختِ دل، پارۂ جگر ایسی بیکسی کے عالم میں جدا ہوگیا۔

چنانچہ کتب مقاتل و تاریخ میں لکھا ہے کہ جب روز عاشورا اولاد امام حسن علیہ السلام کی نوبت آئی تو جناب قاسمؑ چھوٹے سے ہاتھ میں ننھی سی تلوار لئے ہوئے پورے طور پر مسلح ہو کر خدمت عمِ محترم میں آئے جب آپ نے دیکھا کہ ننھا جاں نثار امت رسولؐ کے لیے معلم آداب واخلاق اور کفار کے لیے مجاہد صف شکن بن کر عزیز چچا پر اپنی جان قربان کرنے آرہا ہے تو آگے بڑھے دست مبارک گردن قاسمؑ میں حمائل کردیئے چچا بھتیجے مل کر بہت روئے گریہ سے فراغت ہوئی تو جناب قاسمؑ نے اجازت جنگ طلب کی سیّد الشہداءؑ نے فرمایا کہ بیٹا قاسمؑ تم تو میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہو میں

چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تا کہ مجھے تسلی رہے غرض حضرت نے اجازت نہ دی اُدھر سے شاہزادہ کا اصرار بڑھا لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ روتے جاتے تھے اور دست و پائے امام کو بوسہ دے دے کر اذنِ جہاد طلب کرتے جاتے تھے آخر کار سیّد الشہداء خموش ہو گئے یہ چاند کا ٹکڑا آسمان امامت و عصمت سے جدا ہو کر چلا تلوار دندانِ شیر سے زائد تیز اور چہرہ بدرِ منیر سے بڑھ کر روشن، گھوڑے پر سوار، تلوار، علم، میدان میں آئے، جنگ شروع کی، دیر تک لڑا کئے یہاں تک کہ پینتیس اور بروایتے ستّر سواروں کو باوجود کمسنی فی النار کیا ناگاہ پسر سعد نے ازرق شامی سے کہا کہ تو سپہ سالار لشکر شام ہے امیر کی طرف سے تنخواہ کثیر پاتا ہے اور تیری سپہ گری کا عراق و شام میں شہرہ ہے اب اس بچہ ہاشمی کا کام کیوں تمام نہیں کرتا ازرق نے کہا کہ اے پسر سعد اہلِ مصر و شام تو مجھے ہزار سواروں کے برابر سمجھتے ہیں اور تو ایک بچہ سے مقابلہ کراتا ہے ابنِ سعد نے کہا کہ اے ازرق کیا تو اس بچہ کو نہیں جانتا یہ شیر خدا کا شیر قاسمؑ ابنِ حسنؑ ہے وقت پیکار اس کی تلوار سے آگ برسے گی اگر یہ پیاسا نہ ہوتا تو ایک حملہ میں تمام فوج کو پریشان کر دیتا ازرق بولا کہ میں اس لڑکے سے لڑ کر اپنا نام بدنام نہ کروں گا البتہ اپنے چار بیٹوں میں سے ایک کو اس کا سر لینے بھیجتا ہوں یہ کہہ کر بڑے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ جا اس طفل ہاشمی کا سر کاٹ لا ازرق کا بیٹا میدان میں گیا گھوڑے کو جولاں کر رہا تھا کہ دفعتاً زمین پر گر پڑا ٹوپی سر سے الگ ہو گئی بال بڑے بڑے تھے جناب قاسمؑ بڑھے اور گھوڑے سے خم ہو کر اس کے بال ہاتھ میں لپیٹ لیے اور گھوڑا اُٹھا دیا تمام میدان میں گردش دے کر ایک مرتبہ پسر ازرق کو زمین پر دے مارا اور پھر اس پر گھوڑا دوڑا کر تمام جسم پاش پاش کر دیا یہ دیکھ کر اُس کا دوسرا بھائی میدان میں آیا اور وہ بھی کام آیا یہاں تک کہ چاروں فی النار ہوئے جب ازرق نے دیکھا کہ اس کے سب فرزند تمام ہو چکے تو دنیا اس کی نظر میں

سیاہ ہوگئی چیں بجبیں، گھوڑے پر سوار اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور جناب قاسمؑ سے کہا کہ تم نے میرے ایسے بے مثیل وعدیم النظیر بیٹوں کو قتل کیا ہے فرمایا کہ تجھے ان کا کیا غم ہے خود تو بھی انہیں کے پاس جانے والا ہے سید الشہداء کو اس دارو گیر میں جناب قاسمؑ سے غافل ہونے کی کب مہلت تھی برابر بھتیجے کی جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے جب ازرق کو جناب قاسمؑ کے مقابلہ پر دیکھا تو ہاتھ اُٹھا کر نصرت جناب قاسمؑ کے لیے دعا کی کہ بارالہا قاسمؑ کو اس پہلوان پر کامیاب فرما۔ یکا یک ازرق نے آپ کے اوپر نیزے کا وار کیا آپ اس کے وار کو رد کر کے خود حملہ آور ہوئے اُس نے بھی رد کیا یہاں تک کہ بارہ مرتبہ ردّ و بدل ہوئے تب تو ازرق غصہ سے جلنے لگا اور اس شیر بیشۂ شجاعت کے سامنے اپنے آپ کو مجبور پا کر آپ کے گھوڑے کے شکم میں ایک نیزہ مارا جس سے اسپ باوفا گر گیا حضرت قاسمؑ پا پیادہ ہو گئے، سید الشہداء یہ دیکھ کر اور زیادہ بیتاب ہوئے اپنا گھوڑا اس مجاہد راہ خدا کے لیے بھیجا جناب قاسمؑ یہ شفقت دیکھ کر کمال مسرور ہوئے اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت تیز دستی سے ازرق کی کمر پر ایک ایسی تلوار لگائی کہ اس دیو کا بدن دو ٹکڑے ہو گیا اس وقت لشکر یزید میں ایک خروش بلند ہوا جناب قاسمؑ ازرق کا سر لے کر اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے پیاس سے جاں بلب تھے آتے ہی عرض کیا کہ اے چچا اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو ان سب کو ہلاک کر دیتا آہ سیّد الشہداء تو بڑے غیور تھے یہاں تک کہ سر دینے میں بھی عذر نہ ہوا مگر میں صاحبان غیرت سے سوال کرتا ہوں کہ بھتیجے کے ایسے بے حقیقت سوال پر آپ کا کیا حال ہوا ہوگا لکھا ہے کہ آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اے بیٹا صبر کرو۔ عنقریب تم اپنے جد بزرگوار کے ہاتھ سے ایسے سیراب ہو گے کہ پھر کبھی پیاس نہ ہوگی چچا کی جان مجھ پر بہت دشوار ہے کہ تم پانی طلب کرو اور

مجھ سے نہ ہو سکے یہ فرما کر اپنی انگشتری دہن جناب قاسمؑ میں دی تا کہ فی الجملہ تسکین ہو حضرت قاسمؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کو منہ میں رکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے منہ میں پانی کا ایک چشمہ جوش مار رہا ہے عزادارانِ حسینؑ اس کے آگے عجیب پُر درد مضمون ہے، بخدا دل روتا ہے سیّد الشہداء نے جناب قاسمؑ سے فرمایا کہ بیٹا تمہاری ماں بہت بیقرار ہے اسے ایک مرتبہ اور صورت دکھا آؤ یہ سن کر شاہزادہ قاسمؑ خیمہ گاہ کی طرف چلے قریب پہنچ کر سنا کہ غمدیدہ ماں یہ کہہ کر رو رہی ہے کہ بیٹا قاسمؑ جیتے ہو کہ مر گئے جان مادر اس پر دیس میں ضعیفہ ماں کو چھوڑ کر کہاں سدھارے بیٹا کچھ ماں کی بھی خبر ہے کہ کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہے، نور نظر ایک مرتبہ تو اور چاند سی صورت دکھا جاؤ، جناب قاسمؑ یہ جگر خراش کلمات سن کر بآواز بلند رونے لگے حضرت اُمِ فروہ نے جو بیٹے کی آواز سنی گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرط محبت سے جناب قاسمؑ کے گرد پھرنے لگیں شاہزادہ نے کہا کہ اماں جان اب زیادہ نہ روئیے اور صبر کیجئے۔

غرض آخری رخصت اور تلقین صبر کرنے کے بعد حضرت قاسمؑ پھر میدان میں آئے فوجوں کے دَل میں داخل ہو کر ایسی جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے چاہا کہ علمدار لشکر کو بھی مار لیں تا کہ خاتمہ جنگ ہو جائے لیکن قضا نے مہلت نہ دی چاروں طرف سے دشمنوں نے مل کر حملہ کیا تیر پر تیر آ رہے تھے تلوار پر تلوار پڑ رہی تھی سارا بدن چھن گیا آخر ایک تیر ایسا آ کر لگا کہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور ڈگمگا کر زمین کی طرف جھکے اسی اثناء میں شیث بن سعد شامی نے ایک وار کیا جو سینے کے پار ہو گیا آپ خاک پر منہ کے بھل گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگے اور پکارے وَاعَمَّاهُ اَدْرِكْنِيْ اے چچا میری بھی خبر لیجئے سیّد الشہداء بیتابانہ دوڑے پہلے تلاش کر کے قاتل جناب قاسمؑ کو فی النار کیا پھر آپ کی لاش کی طرف بڑھے مگر غضب ہو گیا کہ آپ کے پہنچنے سے قبل ہی

سواروں کے اِدھر اُدھر دوڑنے سے لاش جناب قاسمؑ پامال ہوگئی اور آپ اس وقت پہنچے کہ جب گل باغِ حسنؑ مرجھا رہا تھا نشانی فرزند رسولؐ مٹ رہی تھی یعنی جناب قاسمؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے امام غریب بے اختیار رونے لگے حمید بن مسلم راوی ہے کہ اس غم میں امام حسین علیہ السلام ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ بھتیجے کی لاش نہ اُٹھا سکے بدشواری اُٹھائی تو اس طرح کہ سینہ اپنے سینہ سے لگا لیا اور دونوں پاؤں زمین پر لٹکتے جاتے تھے اسی شان سے خیمہ میں پہنچے اِدھر ماں اپنے فرزند کے انتظار میں کھڑی تھی کہ مظلوم کربلا نے ماں کے سامنے بیٹے کی میّت لا کر رکھ دی وہ معظّمہ سر پیٹنے لگی امام غریب بھی رونے لگے جناب قاسمؑ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور امر بہ صبر کر کے سفر جنت اختیار کیا۔ (ریاض الشہداء صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۴)

عمدۃ العلما مولانا سیّد کلبِ حسین اعلی اللہ مقامہٗ:

ہاں جناب میں خوش نہیں۔ اگر آج محرّم کی ساتویں نہ ہوتی تو میری خوشی کی حد نہ ہوتی مگر ہفتم محرّم نے دل توڑ دیا ہے۔ کہیے تو رسولؐ کی شادی کی خوشی کروں اور کہیے تو قاسمؑ کی عروسی کا ماتم کروں۔ یوں تو کربلا کے مصیبت انگیز میدان میں اصحاب نے، اہلِ بیتؑ نے، انصار نے، بنی ہاشمؑ نے جس فداکاری، ایمانداری، محبت، ایثار اور وفا شعاری کے نمونے پیش کیے وہ تمام دنیا پر اپنی آپ ہی نظیر تھے مگر امامِ مظلومؑ کے محترم بھائی کی اولاد نے جس محبت کا ثبوت دیا وہ امتیازی شان سے عالم کی نظر میں اپنی خاص منزلت حاصل کرتا رہا اور کرتا رہے گا۔ احمد ابن حسنؑ، عبداللہ ابنِ حسنؑ، قاسمؑ ابنِ حسنؑ، نسلِ امامِ حسنؑ کے وہ بے نظیر غنچے تھے جو پورے طور سے کھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ہوائے شہادت سے مرجھا گئے۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ہو بلوغ کی حد تک نہ پہنچا تھا کہ شہید ہو گیا۔ ان تینوں شہزادوں میں تاریخ نے عبداللہ ابن حسنؑ اور

جناب قاسمؑ ابن حسنؑ کو دنیا کے سامنے امتیازی صورت سے پیش کیا ہے۔ عبداللہ بن حسنؑ تو اس وقت شہید ہوئے جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور بیٹھنے کی بھی طاقت نہ تھی مگر جناب قاسمؑ اس وقت میدان جنگ میں آئے جب تمام انصار شہید ہو چکے تھے۔ بنی ہاشم میں جناب عقیلؑ کی اولاد اور جناب جعفرؑ کی یادگار دادِ شجاعت دے چکی تھی۔ لیکن ابھی علیؑ کے فرزند اور حسینؑ کا نورِ نظر علی اکبرؑ باقی تھا۔ جناب قاسمؑ چچا کی خدمت میں دستِ ادب باندھ کر حاضر ہوئے۔ عرض کرتے ہیں اب مجھ کو بھی اجازت میدان عطا ہو۔ حسینؑ نے سر سے پیر تک قاسمؑ کو نگاہِ حسرت سے دیکھا۔ بھائی یاد آئے، آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا کہ نہیں اے قاسمؑ نہیں تم میرے بھائی کی یادگار ہو۔ میں تم کو میدان کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہر چند جناب قاسمؑ نے اجازت مانگی مگر امام حسینؑ نے اجازت نہ دی۔ آخر جناب قاسمؑ سر جھکائے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ رنج و غم کے عالم میں سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ یاد آیا کہ آخری وقت میں پدرِ بزرگوار نے بازو پر تعویذ باندھ دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب کوئی سخت وقت آئے تو یہ تعویذ کھول کر پڑھنا۔ بس یہ خیال آنا تھا کہ جناب قاسمؑ نے بازو سے تعویذ کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا کہ قاسم! میں تو کربلا میں نہ ہوں گا مگر جب میرا بھائی دشمنوں میں گھر جائے تو تم اپنی جان عزیز نہ کرنا۔ بس یہ وصیتِ پدر دیکھ کر جناب قاسمؑ خوش ہو گئے۔ تعویذ لیے ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کرتے ہیں۔ چچا ملاحظہ فرمائیے۔ یہ باپ کی وصیت ہے مظلوم امامؑ نے بھائی کی تحریر پہچانی۔ جناب قاسمؑ کو گلے سے لگایا اور شدت سے روئے۔

روایت ہے کہ چچا بھتیجے روتے روتے غش کھا کر گرے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا کہ نورِ نظر اگر تم کو حسنؑ کی یہ وصیت تھی تو مجھ کو بھی ایک وصیت تھی یہ فرما کر قاسمؑ کو ساتھ لیے

ہوئے خیمہ میں تشریف لائے۔ بہن سے فرمایا کہ حسنؑ کی پوشاک لاؤ۔ بہن نے لباس حاضر کیا۔ امام حسینؑ نے بھائی کا لباس قاسمؑ کو پہنایا اور اپنی صاحبزادی جناب فاطمہ کبریٰ کا عقد جناب قاسمؑ سے کیا۔ صحن عالم میں یہ شادی اپنی نظیر آپ تھی جس میں دولہا مرنے پر تیار۔ دلہن اسیر ہونے پر آمادہ میدانِ جنگ میں لاشوں پر لاشیں اور ہر خیمہ میں کسی نہ کسی کے ماتم کی صف تین دن کی بھوک اور پیاس۔ سیّدانیوں کے بال پریشان، چہروں پر گرد وملال یک بیک میدان سے هَلْ مِنْ مُبَارِز کی آواز آئی اور جناب قاسمؑ بے چین ہو کر اُٹھے۔ دُلہن نے دامن پکڑا۔ قاسمؑ میدانِ حشر میں کس طرح پہچانو گے؟ قاسمؑ نے آستین پھاڑ کر دے دی۔ تمام اہلِ حرم کو روتا چھوڑا۔ میدان میں آئے۔ چچا سے اجازتِ جہاد لی۔ امام حسینؑ نے اپنے دستِ مبارک سے قاسمؑ کے سر پر عمامہ باندھا۔ دونوں سرے عمامہ کے سینے پر لٹکا دیے۔ گریبان مثل کفن چاک کر دیا۔ گود میں اُٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا۔ کربلا کے میدان میں کوئی ایسا مجاہد نہ تھا جس کے سر پر خود نہ ہو۔ جسم پر زرہ نہ ہو مگر یہ صرف اس کمسن مجاہد کی شان تھی کہ نہ سر پر خود نہ جسم پر زرہ۔ پورے طور سے رکابوں میں پیر بھی نہیں پہنچے تھے۔ اس لیے کہ ایک طرف جھک کر پٹڑی جمائی۔ گھوڑے کو ایڑ دی۔ لشکر کے سامنے آئے۔ رجز شروع کیا۔ ان تنکروفی فانا بن الحسن "اگر تم نہیں پہچانتے تو پہچان لو کہ میں حسنؑ کا لاڈلا ہوں۔ وہ حسنؑ جو رسولِ عالمیانؐ کے نواسے تھے۔ یہ رجز پڑھ کر حملہ کیا۔ اور ہاشمی تلوار نے لاشوں پر لاشیں گرانا شروع کیں۔ یہ عالم دیکھ کر عمرو ازدی گھوڑے کو کاوہ دے کر پشت پر آیا۔ اور غفلت کے عالم میں ایک تلوار ایسی ماری کہ شہزادہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکا۔ گرتے گرتے آواز دی۔ يَا عَمَّاهُ اَدْرِكْنِي۔ اے چچا میری خبر لیجئے۔ حسینؑ گھوڑا بڑھا کے چلے۔ سب سے پہلے قاتلِ قاسمؑ پر نگاہ پڑی۔ امام حسینؑ نے

تلوار ماری۔اس ملعون نے ہاتھ اُٹھادیا۔تلوار ہاتھ پر پڑی اور ہاتھ کٹ گیا۔دشمن نے فریاد کی کہ مجھ کو بچاؤ لشکر مدد کو دوڑا۔امام حسینؑ چاہتے ہیں کہ قاتلِ قاسمؑ بچنے نہ پائے۔ اور لشکر کی صفیں بیچ میں آگئیں۔جنگ ہونا شروع ہوئی۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جنگ کے عالم میں گھوڑوں کا کیا حال ہوتا ہے۔اِدھر کے سوار اُدھر اور اُدھر کے سوار اِدھر۔قاسمؑ کی لاش پامال ہوگئی۔امام حسینؑ نے سب کو مار کر ہٹادیا۔جناب قاسمؑ کے سرہانے پہنچے۔دیکھا رمقے جان باقی ہے۔سر زانوؤں پر رکھ کر بیٹھ گئے۔

ارشاد فرمایا کہ نورِ نظر یہ وقت مجھ پر بہت سخت ہے۔کہ تو نے مجھ کو مدد کے واسطے بلایا اور میں مدد نہ کر سکا۔

یقیناً جناب عباسؑ اس وقت موجود تھے۔جناب عباسؑ کے سب بھائی موجود تھے۔ جناب علی اکبرؑ موجود تھے مگر یہ محبت کی انتہا تھی کہ تن تنہا قاسمؑ کی لاش اُٹھائی۔سینہ سے سینہ لگایا۔پیر زمین پر کھنچتے جاتے تھے۔

عزادارانِ حسینؑ تمام شہدائے کربلا نے امام حسینؑ کا ساتھ ہر مصیبت میں دیا مگر پامالی میں حسنؑ کی اولاد کے سوا کسی نے ساتھ نہیں دیا مگر فرق یہ ہوا کہ امام حسینؑ کا جسم مبارک بعد شہادت پامال ہوا اور جناب قاسمؑ جب پامال ہوئے تو جان باقی تھی۔ نیزوں کے زخم تلواروں کے زخم، تیروں کے زخم، گھوڑوں کے سموں کے زخم خدا ہی جانے کہ قاسمؑ کے جسمِ نازک کا کیا حال ہوا ہوگا؟ جو ہمارے تصور کی حدوں سے بھی باہر ہے۔(مجالس الشیعہ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۴۰)

عمدۃ الذاکرین مولانا سیّد ریاض الحسن لکھنوی:

ذاکرین نے یہ معمول کیا ہے کہ آج ۷ محرم کو حضرت قاسمؑ کا حال پڑھتے ہیں۔لہٰذا

میں بھی اُن کا اِتباع کرتا ہوں، لوشیعو حسینؑ کے اصحاب و انصار شہید ہو چکے۔ نوبت اعزہ کی پہنچ گئی، فرزندانِ عقیلؑ اپنا حق ادا کر چکے۔ زینبؑ کے دونوں شاہزادوں کی لاشیں مقتل سے آ چکیں۔ اب حضرت قاسمؑ آگے بڑھے عرض کرتے ہیں کہ کیوں چچا جان ہمارا نام بھی محضر شہادت میں ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا یَـا بُـنَـیَّ کَیْفَ الْـمَـوْتَ عِـنْـدَكَ کیوں جانِ عمؑ تمھارے خیال میں موت کیسی ہے؟ عرض کیا حضرتِ قاسمؑ نے یَـا عَـمِّ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ چچا شہد سے زیادہ شیریں۔ جب امتحان لے لیا تو فرمایا۔ ہاں قاسمؑ تم بھی شہید ہو گے۔ اور تمھارا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ بھی قتل ہوگا۔ اب تو قاسمؑ بے چین ہو گئے، رگوں میں بنی ہاشم کا خون دوڑنے لگا، عرض کیا چچا یہ علی اصغرؑ کیونکر شہید ہوگا کیا یہ اشقیا عورتوں کے خیموں میں چلے جائیں گے۔ فرمایا قاسمؑ کیا مجال کسی کی جو میری زندگی میں ایسی جرأت کرے، میں خود پانی پلانے لاؤں گا اور علی اصغرؑ میرے ہی ہاتھوں پر ایک شقی کے تیرِ ظلم سے شہید ہوگا۔

غرض حضرتِ قاسمؑ نے میدان کی اجازت طلب کی، امام حسینؑ نے جوشِ محبت سے دونوں باہیں قاسمؑ کے گلے میں ڈال دیں۔ جنابِ قاسمؑ بھی چچا کے سینے سے لپٹ گئے اور اِس قدر روئے کہ دونوں بزرگوار بیہوش ہو گئے، جس وقت ہوش آیا اُس وقت امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے میرے بھائیؑ کی نشانی، تم کو مرنے کی اجازت کیونکر دوں۔ حضرت قاسمؑ مایوس ہو گئے، خیمے میں جا کر بیٹھ گئے اور زانو پر سر جھکا لیا، مگر یاد آیا کہ امام حسنؑ نے بازو پر ایک تعویذ باندھ دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ اے قاسمؑ جس وقت تجھ پر کوئی سخت وقت پڑے، اس وقت اُسے کھول کر پڑھنا اور اس کے مضمون پر عمل کرنا، حضرت قاسمؑ نے اُس تعویذ کو کھول کر دیکھا۔ اُس میں لکھا ہے۔ یَـا بُـنَـیَّ اُوْصِیْـکَ بِـرِعَـایَۃِ اَخِـی الْـحُسَیْنِ فِي الْـکَرْبَلَا۔ یعنی اے بیٹا! میں تم کو وصیت کرتا

ہوں کہ کربلا میں اپنے چچا حسین پر جان قربان کرنے میں دریغ نہ کرنا۔ حضرتِ قاسمؑ خوش خوش امام حسینؑ کے پاس آئے، حضرتؑ نے وہ تعویذ دیکھا، فرمایا اے بیٹا اگر تم کو بھائی کی یہ وصیت تھی کہ حسینؑ پر سے جان نثار کرنا تو مجھ کو بھی یہ وصیت کی تھی کہ فاطمہؑ کبریٰ کی شادی قاسمؑ کے ساتھ کر دینا، ہاتھ پکڑے ہوئے خیمہ میں آئے۔ کہا بہنؑ وہ صندوق تو لاؤ جس میں بھائی حسنؑ کی پوشاک رکھی ہے۔ جنابِ زینبؑ نے وہ صندوق لاکر رکھ دیا۔ حضرتؑ نے اپنے ہاتھ سے لباسِ فاخرہ پہنایا، اور قاسمؑ کا عقد فاطمہؑ کبریٰ کے ساتھ پڑھا۔ بعد عقدِ جناب امام حسینؑ نے قاسمؑ سے فرمایا، بیٹا لو یہ تمھاری امانت ہے۔ جنابِ قاسمؑ کی یہ حالت ہے کہ کبھی عروس کی طرف دیکھتے ہیں، کبھی گردن جھکا کے رونے لگتے ہیں کہ اسی عرصے میں آواز ھَلْ مِنْ مُبَارِز کی میدان سے بلند ہوئی۔ قاسمؑ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور خدا حافظ کہہ کر خیمہ سے برآمد ہوئے۔ خیمہ میں کہرام برپا ہو گیا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا بھرے گھر سے جنازہ نکل گیا ہے۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاسمؑ خود سے گھوڑے پر نہ چڑھ سکے۔ بلکہ حضرت عباسؑ نے آپؑ کو سوار کیا۔ حضرت قاسمؑ میدان میں آئے، رجز پڑھنا شروع کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم نہیں جانتے ہو مجھ کو تو جان لو کہ میں سبطِ رسولؐ امام حسنؑ کا فرزند ہوں، یہ چچا میرے تمھارے ہاتھوں میں اس وقت مثل قیدی کے ہیں۔ یہ فرما کر حضرتِ قاسمؑ نے لشکر پر حملہ کیا، قریب ۳۵، اشقیا کے واصل جہنم کیے۔ اس کے بعد عمر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیوں اے پسر سعد حسینؑ کو قتل کر کے روزِ قیامت رسولؐ کو کیا جواب دے گا، اب صرف حضرتؑ کے چند عزیز باقی رہ گئے ہیں، اگر اب بھی تو مانع نہ ہو تو وہ اپنے اہلِ بیتؑ کو لے کر مدینہ واپس چلے جائیں۔ اس کے بعد حضرت قاسمؑ نے دریافت فرمایا کہ کیوں اے پسر سعد تو نے اپنے گھوڑے کو

پانی پلایا یانہیں۔عمر سعد نے جواب دیا کہ ہاں، حضرت قاسمؑ بے چین ہو گئے اور فرمایا وائے ہو۔گھوڑے تک تو پانی سے سیراب ہوں اور رسولؐ کا نواسا پیاس سے ہلاک ہو ابن سعد نے سر جھکا لیا اور رونے لگا۔حضرت قاسمؑ نے پھر فوج پر حملہ کیا اور اشقیا نے چاروں طرف سے گھیر کر وار کرنا شروع کیے۔یہاں تک کہ جناب قاسمؑ کو گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہو گیا، آپؑ نے ضعیف آواز سے پکار کر فرمایا یَا عَمَّاهُ أَدْرِكْنِي اے چچا میری مدد کیجئے۔حضرتؑ مثل شیر غضبناک کے جھپٹے اور حضرت قاسمؑ کے قاتل کو واصل جہنم کیا۔اشقیا اس کے بچانے کو بڑھے، اور کچھ ایسا واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت لاش قاسمؑ پر پہنچے تو عجب قیامت دیکھی، دیکھا کہ شاہزادے کے خون کی عجب طرح تقسیم ہوگئی ہے، تلواریں سُرخ، نیزے اِس خون سے لال، مقتل کی زمین سرخ، قیامت یہ ہے کہ گھوڑوں کے قدم بھی خونِ قاسمؑ سے سُرخ پائے۔حضرتؑ لاش قاسمؑ پر کھڑے رو رہے تھے، اور فرماتے جاتے تھے، اے بیٹا مجھ پر سخت دشوار ہے کہ تم مجھ کو پکارو اور میں جواب نہ دوں۔

حضرتؑ نے قاسمؑ کی لاش کو زمین سے اُٹھایا، مگر کس طرح لے چلے کہ سینہ کو سینے سے چمٹا لیا، اور پیر حضرت قاسمؑ کے زمین پر کھنچے جاتے تھے، قریب خیمہ کے لا کے رکھا۔اہل حرم نے گرد لاش کے حلقہ کر لیا، اور آوازیں وَاقَاسِمَاهُ وَاثَمَرَةَ فُؤَادَهُ کی بلند ہوئیں۔ہاں شیعو! حضرت قاسمؑ کی لاش پر کچھ رونے والے تو تھے۔مگر حسینؑ کی لاش پر کون رونے والا تھا، ہاں تھے، مگر رونے کی ممانعت تھی۔چنانچہ سکینہؑ جس وقت اپنے باپؑ کی لاش سے لپٹی ہوئی رو رہی تھی، اس وقت شمر قریب آ گیا، اور وہ بے ادبی کی کہ اُس بچی نے باپؑ کی نعش کو چھوڑ دیا، اور زمین پر پچھاڑیں کھانے لگی۔

(ریاض المصائب صفحہ ۶۹ تا ۷۳)

خطیب آلِ محمد سیّد قائم مہدی بارہ بنکوی:

منقول ہے کہ جب سب وفادار صحابی اور جناب زینبؑ کے دونوں جگر بند شہید ہو چکے تو یتیم قاسمؑ خدمت امام میں آئے اور اجازتِ کارزار طلب کی مولا اپنے یتیم بھتیجے کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ کہا قاسمؑ! تمہیں میں کیونکر موت کے منہ میں بھیج دوں۔ تم میرے مرحوم بھائی حسن کی نشانی ہو۔ جب جناب قاسمؑ کا اصرار بڑھا تو مولا نے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا کہنا مان جاؤ۔ تمہیں اپنی دل شکستہ ماں پر رحم نہیں آتا جس کے لیے بیوگی کا داغ ہی بہت کافی ہے۔ تیرے بعد وہ کیسے زندہ رہے گی۔ جناب قاسمؑ نے ادب سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا چچا جان یہ تلوار میری ماں ہی نے کمر میں باندھ کر لڑنے کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ امام مظلوم نے کہا نہیں میرے لال ممکن نہیں کہ میں تمہیں قتل گاہ کی طرف بھیج دوں۔ جاؤ خیمہ میں پلٹ جاؤ۔ جناب قاسمؑ مجبور ہو کر خیمہ میں واپس آ گئے۔ سر جھکا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ دیر تک سوچتے رہے کہ چچا کو کیونکر راضی کروں اچانک بازو پر نظر گئی۔ مرتے وقت باپ کا باندھا ہوا تعویذ دیکھا فوراً وصیت یاد آ گئی کہ بیٹا قاسمؑ جب تم پر کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو اسے کھول کر پڑھ لینا دل میں سوچا میرے لیے اس سے زیادہ مصیبت کا کون سا وقت ہو سکتا ہے بازو پر سے تعویذ کھولا۔ لکھا تھا ''قاسمؑ! جب میرا بھائی حسینؑ دشمنوں میں گھر جائے تو تم میری جانب سے چچا کی نصرت کے لیے اپنا سر کٹا دینا''۔

جناب قاسمؑ دوڑتے ہوئے چچا کی خدمت میں آئے خط کھول کے حسینؑ مظلوم کے سامنے رکھ دیا۔ مرحوم بھائی کا خط نگاہوں کے سامنے آیا آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے کہا بیٹا! بھیّا حسن کی وصیت نے مجبور کر دیا۔ اچھا جاؤ خیمہ میں سب سے رخصت ہو آؤ۔ جناب قاسمؑ سب بی بیوں کو سلامِ آخر کر کے باہر آئے۔

چچا نے گھوڑا منگایا۔ تیرہ برس کا بھتیجا۔ چھوٹا سا قد۔ پیر رکاب تک کیسے پہنچیں۔ رکابوں کے تسمے کاٹ کر چھوٹے کیئے گئے اور پھر خود چچا نے اپنے یتیم بھتیجے کو گود میں لے کر زین پر بٹھادیا۔

حسنؑ کا لال شجاعت اور نصرت کے جوش میں ڈوب کر میدان کی طرف چلا۔

جناب قاسمؑ کا حُسن دیکھ کر فوج دشمن میں ایک غل ہوا۔

سب سے پہلے پسر سعد نے آگے بڑھ کر کہا اے حسنؑ کے لال اپنی کم سنی پر رحم کھاؤ۔ بھوک و پیاس سے تمہارا یوں ہی برا حال ہے۔ یہاں ہزاروں کے بیچ تم اکیلے کیا کرسکو گے۔ جاؤ پلٹ جاؤ اور اپنے چچا حسینؑ کو راضی کرو کہ ہمارے امیر کی بیعت کرلیں۔ تو تم سب سیر و سیراب کردیئے جاؤ گے۔ اپنی زندگی مفت میں نہ گنواؤ۔

بس یہ سننا تھا کہ جناب قاسمؑ کی پیشانی پر غصہ سے بل پڑ گئے اور کہا لاحول ولاقوۃ۔ او دشمنِ دین بے حیا کیا بک رہا ہے۔ ہٹ جا نگاہ کے سامنے سے کہیں امام بھی فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت کرسکتا ہے۔ تو دھمکی اور لالچ دے رہا ہے۔ تجھے مجھ پر رحم آرہا ہے اور میرے چچا کے خون کا پیاسا ہے۔

یہ کہتے ہی جناب قاسمؑ نے تلوار ہاتھ میں لی پھر اس تیرہ برس کے یتیم بچے نے بڑھ کر وہ سخت حملے کیئے کہ دشمن کی فوجیں اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں۔

دھوپ میں اتنے حملے کرنے سے پیاس کا غلبہ ہوا۔ میدان سے پلٹ کر حسینؑ مظلوم کے پاس آئے۔ کہا چچا جان پیاس سے زبان میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو ابھی ان کو موت کا مزہ چکھا دیتا۔ ادھر قاسمؑ یہ کلام کرہی رہے تھے کہ موقع پا کر بھاگتی ہوئی فوجیں سمٹ آئیں۔ قاسم تن تنہا ہزاروں خونخواروں کے درمیان گھِر گئے۔ تیروں کی اتنی بارشیں ہوئیں کہ کلیجہ اور سینہ چھلنی ہوگیا۔ ایک شقی نے پشت

سے چھپ کر ایک گرز ایسا مارا جو سر میں اُتر گیا۔ منہ پر بے شمار تلواروں کے وار ہوئے۔ عمامے کے پیچ کٹ کٹ کر زمین پر گرنے لگے۔ جسم پر اتنے زخم لگے کہ خون رکابوں سے ٹپکنے لگا۔ جسم کی طاقت نے جواب دے دیا ہاتھ سے لگام سرکنے لگی۔ گھوڑے کی زین سے ڈھلک کر زمین پر تشریف لے آئے۔

دشمنوں نے زندگی میں ہی قاسمؑ کے پھول سے جسم کو گھوڑوں سے پامال کرنا شروع کر دیا۔ اِدھر جناب قاسمؑ گھوڑوں کے سموں کے نیچے چلاّ رہے تھے کہ چچا جلد خبر لیجیے۔ چچا جان جلدی آیئے بھتیجے کی یہ آواز سنتے ہی امام میدان کی طرف دوڑے ہر طرف گھوڑوں کی ریل پیل سے اتنی گرد اُڑ رہی تھی کہ راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مولا پکار پکار کر کہہ رہے تھے قاسمؑ کدھر ہو قاسمؑ کدھر ہو۔؟ اُدھر سے دم توڑتا ہوا بھتیجا جواب دے رہا تھا اِدھر آیئے ارے جلدی آیئے۔ میں جا رہا ہوں۔

افسوس مولا جب قاسمؑ کے پاس پہنچے تو نازک جسم گھوڑوں کے سُموں سے اتنا کچلا جا چکا تھا کہ شہزادہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا حسینؑ مظلوم نے بڑھ کر بھتیجے کا سر اُٹھایا اور زانو پر رکھا۔ ادھر چچا کی گود میں سر پہنچا ادھر موت کی ہچکی آئی قاسمؑ نے آخری بار منہ کھول کر اپنی سوکھی زبان دکھائی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہونٹ بند کر لیے۔

مولا نے ٹکڑے ٹکڑے لاش کو سمیٹا اور روتے ہوئے خیمہ میں لائے۔ بی بیوں نے اُم فروہ کے یتیم کی لاش آتی دیکھی تو سر سے چادریں پھینک دیں۔ بیوہ ماں نے اپنے بچے کے ٹکڑے ٹکڑے جسم کو دیکھا تو کلیجہ پکڑ لیا کچھ دیر چہرہ تکتی رہی۔ بس ایک دفعہ غش کھا کر وہیں گر پڑی خیام میں ہر طرف ماتم برپا تھا۔ سیدانیاں وا قاسماہ۔ وا قاسماہ کے ایسے دل خراش بین کر رہی تھیں کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے۔

(ذکرِ مظلوم صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳)

مولانا سیّد کلبِ عابد اعلیٰ اللہ مقامہٗ:

جب قربانیوں کی منزل میں دیکھتا ہوں تو نسل حسنؑ اور نسل حسینؑ برابر نظر آتی ہے۔ ذرا توجہ فرمائیں کربلا میں حسینؑ کے تین فرزند ایک علی اکبرؑ جو میدان جنگ میں آئے، تلواریں تیر نیزے۔ زخم کھائے، اتنا زخمی ہوئے کہ "قطعوہ ارباً اربا" روایت کی لفظیں ہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ایک وہ فرزند جو ہاتھوں پر بلند جس کے لیے فرمارہے ہیں کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ جو تیر حرملہ کا نشانہ بنا یہ دو فرزند کربلا میں شہید ہوئے۔ اور ایک فرزند وہ جو بستر بیماری پر کربلا کے سب مصائب جھیلے مگر شہید نہیں ہوا۔ بھوکا بھی رہا پیاسا بھی رہا مظالم بھی جھیلے، مگر نسل امامت کو بچانا تھا لہٰذا امام زین العابدینؑ بخار میں مبتلا، بیماری میں مبتلا، تپ میں مبتلا، شہید نہیں ہوئے۔ تو حسنؑ کے بھی تین فرزند تھے کربلا میں۔ ذرا توجہ فرمائیں ایک حسن مثنیٰ۔ جناب امام حسنؑ کے بڑے فرزند یہ بھی کربلا میں۔ اکثر ذکر نہیں سنا ہوگا آپ نے یہ بھی کربلا میں حسینؑ کے ساتھ انھوں نے بھی چچا پر جان نثار کرنا چاہی اجازت لی۔ میدان میں آئے جنگ کی۔ تیر پڑے تلواریں پڑیں نیزے پڑے خون بہا۔ زخمی ہوئے گر گئے بے ہوش ہو گئے بے ہوشی میں پڑے رہے جب زمین کربلا ہل رہی تھی ہوش نہ آیا جب آواز آرہی تھی "الاقتل الحسین بکربلا" اس وقت بے ہوش رہے جب خیمے جلے اس وقت بے ہوش رہے جب بی بیوں کے سروں سے چادریں چھنیں تب بھی بے ہوش۔ ہوش کب آیا جب بنی اسد دفن کرنے آئے اور انھوں نے لاشوں کو اُٹھانا چاہا تو دیکھا کہ سانس آرہی ہے لے کر گئے علاج کیا گیا صحت مند ہوئے آج جو حسنؑ کی اولاد ہے ان ہی حسنؑ مثنیٰ کے ذریعہ سے۔ تو قدرت نے چاہا کہ اگر حسینؑ کی نسل قائم رہے تو حسنؑ کی نسل بھی قائم رہے۔

اور حسینؑ کا ایک فرزند تیر سے نشانہ بنا تو حسنؑ کا بھی ایک فرزند اس وقت نکلا خیمے سے جب حسینؑ غش میں پڑے تھے جب ہر طرف سے دشمن گھیرے ہوئے کوئی تلوار لگا رہا ہے کوئی نیزہ لگا رہا ہے ایک کم سن بچہ گھبرایا ہوا خیمے سے باہر نکلا اِدھر اُدھر دیکھا چچا پر نظر پڑی دیکھا ایک ظالم تلوار تولے ہوئے بڑھ رہا ہے کہ حسینؑ پر وار کرے۔ بچہ دوڑتا ہوا آیا قبل اس کے کہ وہ تلوار چھوڑے بچے نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ ظالم کی تلوار پڑی دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ لوگ کہتے ہیں بچہ کم سن تھا جانتا نہ تھا کہ تلوار کا وار ہاتھ پر نہیں رُک سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ نہیں بنی ہاشم کے نو دس برس کے بچے یہ نہ جانیں کہ تلوار سپر پر رکتی ہے، ارے یہ حسنؑ کے لعل کا جذبۂ قربانی تھا۔ میرے ہاتھ کٹ جائیں مگر میرے چچا پر زخم نہ آئے۔ ہاتھ کٹے اب عبداللہ بن حسنؑ نے آواز دی "یا اماہ ادرکنی" مادر گرامی میری خبر لیجیے لوگ پھر یہاں پر کہتے ہیں کہ کم سنی کی بنا پر ماں کو پکارا کیوں کہ کم سن بچے ماں ہی کو آواز دیتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں اس خاندان کا یہ ادب تھا۔ ارے دیکھ رہے تھے کہ چچا غش میں پڑے ہیں کیسے آواز دوں۔ ارے علی اکبرؑ کا لاشہ اُٹھالیا تھا قاسمؑ کو گلے سے لگا لیا تھا اب میرے چچا میں اتنا دم نہیں ہے۔ ماں کو پکارا تھا، آواز حسینؑ کے کان میں گئی حسینؑ نے آنکھیں کھولی، دونوں ہاتھ بلند کیے، بچے کو گلے سے لگایا، ارے یہ یتیم حسنؑ حسینؑ کے گلے سے لپٹا ہوا تھا کہ ایک مرتبہ ایک تیر آیا اور بچے کے گلے کے پار ہو گیا یہ آخری قربانی تھی جو حسینؑ کی آغوش میں ہوئی۔

ہاں حضرات آج ساتویں محرم، چوں کہ عبداللہ بن حسنؑ کا ذکر نہیں ہوتا تھا میں نے کہا اس آخری قربانی کا بھی ذکر کر دوں۔ آج اے دوستو۔ آج دو چیزیں ہیں ایک تو حسنؑ کا پرسہ دینا ہے جانتے ہیں آپ کہ آج ہی کا دن وہ ہے کہ ابن زیاد کا حکم آ گیا کہ

دریا پر پہرے بٹھا دیے جائیں۔ اب حسینؑ کے خیموں میں ایک قطرۂ آب نہ پہنچنے پائے۔ ارے دوستو! دل تڑپ جاتا ہے کل سے بارش کا سلسلہ۔ ارے لکھنؤ میں جل تھل بھرے ہوئے ہیں اور حسینؑ کے بچے العطش العطش ہائے پیاس ہائے پیاس۔ ''العطش قد قتلنی'' ہائے پیاس ہمیں مارے ڈالتی ہے۔ ہاں دوست داران اہلِ بیتؑ مصائب میں پڑھ چکا لیکن ذکر کیا کرتا تھا یتیم حسنؑ قاسمؑ کا۔ اگر ذکر نہ کروں تو شاید اُم فروہ کو شکوہ ہو جائے ارے آج میرے بچے کا ذکر نہیں کیا۔ کیا میرا قاسمؑ یتیم ذکر کے قابل نہیں تھا، اور شاید حسینؑ کہیں کہ ارے تو نے یہ نہ دیکھا کہ میرے بیٹے کا تو ذکر کیا مگر یہ بھول گیا کہ یہ بھی تو میرا داماد تھا۔ ارے اُمِ فروہ کے لعل کا ذکر نہ کیا۔ تجھے پتہ نہیں کہ میری بیٹی رنڈ سالے میں تھی۔ ارے کیا تو بھول گیا کہ جب قاسمؑ آئے ہیں اور کہا اے آقا اے چچا آپ تو مرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ذرا بابا کی وصیت تو دیکھیے۔ وصیت تھی کہ اے قاسمؑ ارے کربلا میں میں تو نہ ہوں گا تم میری طرف سے حسینؑ پر جان نثار کرنا۔ کہا بیٹا تمھیں وصیت کی تھی تو مجھے بھی وصیت کی تھی مجھے وصیت کی تھی کہ اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کا عقد قاسمؑ سے کر دینا۔ ہاں معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کو پورا نہیں کر رہے ہیں بلکہ مصیبتوں کو بڑھا رہے ہیں۔ ارے کوئی ایسی مصیبت رہ نہ جائے جو کربلا میں پڑی نہ ہو اگر کہیں نئی دلہنیں بیوہ ہوتی ہیں تو میری بچی بھی وہ نظر آئے کہ جس کے سر سے اس کے وارث کا سایہ اُٹھ رہا ہے۔ بس عرض کر چکا۔ ارے یہ قاسمؑ وہ ہیں کہ میدان میں جب آئے ہیں اور گھوڑے سے گرے ہیں اور آواز دی کہ چچا میری مدد کیجیے۔ حسینؑ آئے سرہانے لاشہ اُٹھایا۔ بس آخر کلام میں عرض کر رہا ہوں مگر کیوں کر لے چلے سینہ سینے سے ملا ہوا پیر زمین پر کھنچتے جاتے ہیں ذرا سنو دوستو میری سمجھ میں نہیں آیا ارے ابھی میں نے شہادت قاسمؑ کے سلسلے میں مَیں نے پڑھا تھا جب

گھوڑے پر سوار کرنے کا موقع آیا تو بچہ اتنا کم سن تھا کہ حسینؑ نے گود میں لے کر گھوڑے پر بٹھایا تھا۔ ارے جس کا قد اتنا چھوٹا کہ گود میں لے کر بٹھایا یہ کیا ہوا کہ سینے سے سینہ ملا ہے پیر زمین پر کھنچتے جا رہے ہیں ارے معلوم ہوتا ہے گھوڑوں کی ٹاپوں سے قاسمؑ کا جسم اس طرح سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کہ اب سینے سے سینہ ملا ہے پاؤں زمین پر نشان بناتے جاتے ہیں۔ (مجالس عظیم صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۶)

علاّمہ سید محمد یار شاہ نجفی:

آج مجھے پرسہ دینا ہے امام حسنؑ کو، اُن کے بیٹے قاسمؑ کی میں شہادت پڑھتا ہوں۔ کون قاسمؑ، حسنؑ کا یتیم، علیؑ کا پوتا، حسینؑ کا لاڈلا بھتیجا۔ آ کر چچا سے کہتا ہے:

چچا جان! مجھے اجازت دیجئے میں میدان جنگ میں جاؤں اور آپؑ پر جان قربان کروں۔

امام حسینؑ تڑپ کر کہتے ہیں: تم میرے بڑے بھائی کی نشانی ہو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے میدانِ جنگ میں بھیج دوں۔ نہیں، یہ میرے لیے ناممکن ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ، تم یہیں رہو۔

قاسمؑ سوچ رہے ہیں کہ کیا کریں، چچا کے پاؤں پر گر گئے۔ پاؤں کو چوما، ہاتھوں کو پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔ ہاتھوں کو چوم کر اجازت مانگی۔

امامؑ فرماتے ہیں: قاسمؑ یہ کسی صورت میں ممکن نہیں کہ میں تمہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت دوں۔ جاؤ، شاباش۔

قاسمؑ واپس پلٹ آئے۔ ماں کو بتایا۔ قاسمؑ کی ماں آئیں، فرماتی ہیں: امام وقت میرے بیٹے کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: میں اپنے بھائی کی نشانی کو میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت

نہیں دے سکتا۔ قاسمؑ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں۔ قاسمؑ مجھے میرے سب بیٹوں سے زیادہ پیارا ہے۔

قاسمؑ سوچ میں پڑ گئے۔ پریشان ہیں کہ اجازت کیونکر حاصل کریں۔ خیال آیا کہ بابا نے ایک رقعہ دیا تھا اور فرمایا تھا جب حد سے زیادہ مجبور ہو جاؤ تو یہ رقعہ پڑھ لینا، تھوڑا سا سکون محسوس ہوا۔ دائیں بازو سے تعویذ نما رقعہ اُتارا، کھولا، لکھا تھا:

قاسمؑ بیٹے! جب چچا پر مصیبت آئے تو جان قربان کر دینا۔

قاسمؑ خوش ہو گئے۔ چچا کے سامنے رقعہ کر کے کہتے ہیں یہ آپ کے بڑے بھائی کا فرمان ہے۔ امام حسینؑ رو کر فرماتے ہیں: جاؤ قاسمؑ بیٹا! اجازت ہے۔

جناب قاسمؑ زیادہ سے زیادہ عمر ۱۴، ۱۵ سال ہے یعنی یہ سمجھ لیجئے کہ نابالغ تھے کیونکہ بالغ ۱۵ سال کا ہوتا ہے۔ حضرت قاسمؑ کی عمر کہیں ۱۰ سال، کہیں ۱۲ سال، کہیں ۱۳ سال لکھی ہوئی ہے۔ ایسا نوجوان ہے، خوبصورت ہے، چہرہ نورانی ہے۔ عرب کا مشہور جنگجو عمرو بن سعد ازدی کھڑا ہو گیا۔ تلوار اُٹھائی اور میدان میں قاسمؑ کے مقابلے پر آیا۔ آ کر کہتا ہے عمر ابن سعد سے کہ جس کے منہ سے دودھ کی بو آ رہی ہے میں اس کے مقابلے میں آؤں۔ میں تو ہزاروں مردوں کا مقابلہ کرنے والا ہوں۔ عمر ابن سعد کہتا ہے جاؤ۔ جب زیادہ تنگ کیا تو کہتا ہے اس کا سر قلم کر کے لے آؤ۔ وہ ملعون تلوار لے کر آیا، اور سر کے دو ٹکڑے کرنے کے لیے وار کیا۔ ہاتھ زخمی ہو گیا۔ پگڑی سے کپڑا اپھاڑ کر ہاتھ کے زخم پر باندھا۔ پھر قاسمؑ تلوار اُٹھا کر مقابلے پر آئے۔ کھینچ کر جو تلوار ماری تو ملعون زمین بوس ہو گیا۔ اس کا دوسرا بھائی آیا۔ اسے فی النار والسقر کیا۔ اب تھک گئے ہیں۔ چار دلیروں کا مقابلہ کیا ارادہ کیا کہ اب کہیں تھوڑا سا خیمے میں آرام کروں۔ اس ملعون نے جب یہ دیکھا کہ قاسمؑ جانے کا سوچ رہے ہیں۔ آیا کہتا ہے میرے بیٹے کو

ذبح کر کے خود جا رہے ہو۔ آؤ میں تمہیں بھی اپنے بیٹوں کی طرح ذبح کرتا ہوں۔ وہ جب آیا اس نے وار کیا، گھوڑا زخمی ہو گیا۔ حسینؑ نے جلدی سے دوسرا گھوڑا بھجوا دیا۔ قاسمؑ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ چچا کی مہربانی پر خوش ہوئے۔ پھر جو اس ملعون نے وار کیا تو آپ نے اسے اپنی تلوار پر برداشت کیا اور فرمایا تم تو خود کو بہت بڑا دلیر سمجھتے تھے اب تم معصوم جانور گھوڑے پر حملہ کر رہے ہو۔ حملہ کرنا ہے مجھ پر کرو۔ پھر جو آپ نے حملہ کیا تو وہ ملعون دور اُڑتا ہوا جا گرا۔ پھر پورا لشکر حملہ آور ہو گیا۔ کسی کے ہاتھ میں پتھر تھے کسی کے ہاتھ میں نیزے تھے کسی کے ہاتھ میں تلواریں تھیں۔ کسی کے ہاتھ میں تیر تھے۔ چار ہزار تیر انداز تھے اور دوسری طرف تن تنہا قاسمؑ۔ حسنؑ کی نشانی کو زخموں سے چور کر دیا، بے انتہا مجبور ہو گئے۔ کسی ظالم نے پشت سے نیزہ مارا یا تلوار ماری، حسنؑ کی نشانی، زہراؑ کا لعل، حسینؑ کا لاڈلا، علیؑ کا پوتا زمین پر گر گیا۔ زمین پر گر کر قاسمؑ فرماتے ہیں:

اے چچا! میں گر گیا، مجھ تک پہنچیے۔

حسینؑ اس طرح آئے جیسے باز شکار پر آتا ہے۔ سارے ظالم بھاگ گئے۔ حسینؑ بیٹھے دیکھا، زخموں سے چور بے انتہا مجبور چچا کو دیکھ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: حسرت ہے، ارمان ہے میں تمہاری وقت پر مدد نہ کر سکا اور اب آیا ہوں تو تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ قاسمؑ کو اُٹھایا۔ گود میں لیا، پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ اُٹھا کر خیمے میں لائے۔ آ کر بڑی مشکل سے لاش کو رکھا۔ بھاوج کو تسلی و تشفی دی، روتے گئے اپنے بھائی کی نشانی کو خاک و خوں میں غلطاں دیکھ کر۔ بیٹی کی شادی طے کر دی تھی۔ بیٹی کو بھی صبر کی تلقین کی۔ (معیار مودت، صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۳)

مولانا سیّد علی نقی مجتہد لکھنوی:

آج کی تاریخ آپ اُسی شاہزادہ کا تذکرہ سننے کے منتظر بھی ہیں۔ اُمِّ فروہؑ کی

مرادوں کی دنیا قاسم بن الحسنؑ۔ اس شاہزادہ کا سن کیا تھا؟ بس اتنا کہ روایت میں ہے
لَمْ يَبْلُغَ الْحُلُمْ ''ابھی حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے''۔ سمجھ لیجئے بارہ تیرہ برس۔ اس
چھوٹے سے سن وسال میں موت کا کتنا اشتیاق تھا۔ ملاحظہ کیجئے ناسخ کی روایت۔
شبِ عاشور جب امامؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور سب کو شہادت کی اطلاع دی تو قاسمؑ
خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی چچا جان! ہمارا بھی نام دفترِ شہداء میں ہے؟ ہم بھی
قتل ہوں گے؟ امام کو شاید قاسمؑ کا امتحان منظور ہوا یا وہ دنیا کو اپنے خاندان کے ہر بچہ
تک کے زاویۂ نظر سے واقف بنانا چاہتے تھے۔ فرمایا كَيْفَ الْمَوْتُ عِنْدَكَ؟
اے قاسمؑ تمہارے نزدیک موت کیسی ہے؟ عرض کیا اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ ''اے
چچا شہد سے زیادہ شیریں'' یہ ہے ایک بے ساختہ جواب جس میں بچپنے کا بھولا پن بھی
نمایاں ہے۔ حضرتؑ نے قاسمؑ کا اطمینان دیکھ کر فرمایا ہاں تم بھی شہید ہو گے اور تمہارا
چھوٹا بھائی علی اصغرؑ بھی۔ قاسمؑ نے اپنی شہادت کی خبر کو تو بہت اطمینان سے سُنا، مگر علی
اصغر کا ذکر سنتے ہی بے چین ہو گئے۔ غیرتِ ہاشمی کو جوش آ گیا۔ کہنے لگے چچا! یہ علی
اصغرؑ کیسے شہید ہو گا کیا اشقیا عورتوں کے خیموں میں چلے جائیں گے؟ امامؑ نے فرمایا نہیں
میری زندگی میں تو ایسا نہیں ہو گا مگر اُس وقت کہ جب اُس پر پیاس کا غلبہ ہو گا یہاں
تک کہ اُس کی روح شدتِ عطش سے خشک ہو گئی ہو گی اُس وقت میرے ہاتھوں پر وہ
تیرِ ستم کا نشانہ بنے گا۔

دیکھا آپ نے۔ قاسمؑ کے لیے موت کوئی چیز نہ تھی مگر اہلِ حرم کی بے پردگی کا تصور
وہ تھا جس نے شاہزادہ کو مضطرب کر دیا۔ یہ طاقت سیّد سجادؑ کے نفس کی تھی جو حسینیؑ مقصد
کی خاطر انہوں نے اس ضبط وتحمل سے کام لیا کہ ماں، بہنوں، پھوپھیوں کے ساتھ قید
ہو کر شہر بہ شہر پھرنا گوارا کر لیا۔

امامؑ نے تسکین دی اور قاسمؑ کو تسکین ہوگئی کہ علی اصغرؑ کی شہادت کے موقع پر اعدا خیموں میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ مگر کیا خبر تھی جناب قاسمؑ کو کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اُن خیموں میں دشمنوں کا ہجوم ہوگا۔ مال واسباب غارت ہو رہا ہوگا اور انتہا ہے کہ مخدّراتِ عصمت کے سروں پر چادریں نہ رہیں گی۔ انتہا ہے کہ نامراد دلھن تک کے سر سے چادر چھین لی گئی، اور پشت پر نیزہ کی نوک سے اذیت بھی دی گئی جس سے وہ شاہزادی منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور غش آ گیا۔ غش سے افاقہ ہوا تو چاہنے والی پھوپھی کو سرہانے دیکھا کہہ رہی تھیں کہ اے بیٹی اُٹھو، خیمہ میں چلو دیکھیں تمہارے بھائی پر کیا گزری۔ فاطمہ نے غش سے آنکھیں کھولیں۔ عرض کیا پھوپھی جان میں کیسے چلوں میرے تو سر پر چادر نہیں۔ جناب زینبؑ نے حسرت سے فرمایا عَمَّتُکِ مِثْلُکِ۔ ''اے بیٹی! تیری پھوپھی تیری ہی طرح سر برہنہ ہے۔ دشمنوں کے ظلم نے میرے سر پر بھی چادر نہیں چھوڑی ہے''۔

وہ تھا قاسمؑ کا ولولہ اور جوش جو عاشور کے دن سے پہلے ان کے سینہ میں تلاطم برپا کیے تھا۔ پھر عاشور کے دن کیا ممکن تھا کہ وہ جہاد کے لیے بے چین نہ ہوتے۔ مگر امامؑ نے کسی شہید کے طلبِ رخصت پر اجازت دینے میں اس کے پہلے اِتنا توقف نہیں فرمایا تھا کہ جتنا قاسمؑ کے اجازت دینے میں آپ نے توقف فرمایا یہاں تک کہ شبیہ پیغمبر علی اکبرؑ جب میدانِ جہاد کی طرف جانے لگے تو امامؑ نے روکا نہیں۔ مگر قاسمؑ کو حضرتؑ کسی طرح اجازت دیتے ہی نہ تھے۔ ممکن ہے یہ سمجھتے ہوں کہ یہ حسنؑ مجتبیٰ کی نشانی اور اُن کی امانت ہیں یا یہ کہ قاسمؑ بیوہ ماں کا خیال دامن گیر ہو، یا اس لیے کہ یہ شاہزادہ ابھی حدِّ تکلیف تک نہیں پہنچا ہے اور جہاد کا فرض عائد نہیں ہوا ہے۔ اور ممکن ہے امام حسنؑ کی وصیت جس کے بظاہر اسباب اس وقت پورا ہونے کا موقع نہ تھا آپ

کو اجازت دینے سے مانع ہو رہی ہو۔ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ امامؑ نے قاسمؑ کو انتہائی اصرار کے باوجود کسی طرح اجازت نہ دی اس حد تک کہ قاسمؑ کو مایوسی ہوگئی اور وہ محزون و مغموم ہو کر خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ ایک مرتبہ خیال آیا کہ میرے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا ہے۔ یہ امام حسنؑ نے اپنی وفات کے موقع پر قاسمؑ کے بازو پر باندھ دیا تھا اس لیے کہ قاسمؑ کا سن اُس وقت تک حد تمیز تک نہیں تھا۔ قاسمؑ نے اس تعویذ کو کھول کر پڑھا، دل کو ڈھارس ہوئی۔ اس میں آج ہی کے دن کی پیشینگوئی تھی، اور قاسمؑ کو اپنی جان نثار کرنے کی ہدایت تھی۔

قاسمؑ یہ تعویذ لیے ہوئے خدمتِ امام میں حاضر ہوئے۔ لیجئے سیّد الشہداءؑ مجبور ہو گئے۔ آپ اس وقت تک قاسمؑ کو حضرت امام حسنؑ کی ایک وصیت کے نفاذ ہی کے خیال سے روک رہے تھے مگر اب قاسمؑ خود حضرت حسنؑ مجتبیٰ کی وصیت سے جاں نثاری پر مامور تھے۔ حسینؑ اب بھتیجے کو کس طرح روکیں۔ مگر پھر بھی آپ چاہنے والے بھائی کی اُس وصیت کو جو خود آپ سے تھی رائیگاں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اچھا تم اپنے پدر بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو مگر مجھے بھی تو بھائی کی ایک وصیت ہے اُس کو مجھے پورا کرنا چاہیئے۔

یہ فرما کر قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ کے اندر لائے۔ تبرکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسمؑ کو پہنا کر اُس صاحبزادی کا جو قاسمؑ کو منسوب تھیں عقد قاسمؑ کے ساتھ پڑھ دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عقد کوئی تقریب خوشی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اس نے مصیبت کی عظمت میں اضافہ کر دیا۔

اندازہ تو کیجئے ماں کے دل کی حسرت کا، وہی جو ابھی ابھی دولھا بنا ہے ابھی ابھی مرنے جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ایک رات کا داماد اور فاطمہ کبریٰ کو ایک رات کی دلھن

کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ وہاں ایک رات کہاں تھی وہ تو چند لمحوں کا رشتہ تھا جو موت کے ہاتھوں قطع ہو رہا تھا۔

قاسمؑ کو شہادت کا شوق تھا اس لیے وہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ سب سے رخصت ہوئے اور عروس سے رخصت ہو کر خیمہ سے برآمد ہوئے اور آخری بار سلامِ وداع کے لیے چچا کی خدمت میں گئے۔ اب تو کوئی انتظار نہیں رہا اب تو مجھ کو اجازتِ جہاد دیجئے امامؑ نے اس وقت شاید بھائی کو یاد کر کے بہت گریہ فرمایا۔ قاسمؑ کے عمامے کو اپنے ہاتھ سے باندھا اور اُس کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے اور اُن کے پیراہن کو بصورتِ کفن چاک کر دیا۔

یہ تھا خلعت جو حضور اپنے ہاتھ سے پہنا رہے تھے۔ قاسمؑ میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ انصاف کیجئے جب رخصت کے وقت حسینؑ کی بے چینی کا یہ عالم تھا تو کیا حال ہوا ہوگا اُس وقت جب یہی عزیز بھتیجا منہ کے بل زمین پر گرا، اور حسینؑ بھتیجے کی مدد کے لیے پہنچے اور شیر غضب ناک کی طرح حملہ کیا۔ جب مجمع منتشر ہوا تو امام قاسمؑ کے سرہانے کھڑے ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ کے جسم سے روح مفارقت کر چکی تھی۔ مدد کا وقت باقی نہ تھا۔ جب ہی تو امام حسرت واندوہ کے ساتھ یہ مرثیہ پڑھنے لگے۔ عَزَّ وَاللّٰہِ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوْہُ فَلَا یُجِیْبُکَ ثُمَّ لَا یَنْفَعُکَ "اے بیٹا قاسم! بڑا ناگوار ہے تیرے چچا پر یہ امر کہ تُو اُسے پکارے اور وہ تیری خبر نہ لے سکے یا تیری آواز پر آئے مگر تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے"۔

اس کے بعد آپ نے خود قاسمؑ کی لاش کو اُٹھایا اور وہیں کہ جہاں علی اکبر کی لاش موجود تھی قاسمؑ کی لاش کو بھی لا کر لٹا دیا۔ (ذاکری کی دوسری کتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۰)

علاّمہ رشید ترابی:

حسینؑ منائے کربلا پہ آئے اور اپنی قربانی کو پیش کیا اور صرف اپنی تنہا قربانی نہیں دی بلکہ بہتر قربانیاں پیش کیں۔ اگر سیرتِ پیغمبر کو سمجھنا ہے تو پہلے کربلا کو سمجھو جہاں حسینؑ نے واضح کر دیا کہ شاہی نہیں نبوت چاہتے ہیں۔ ابوسفیان کو دھوکہ ہوا تھا کہ ملک حاصل کر رہے ہیں۔ وہی ذہنیت مسلسل چلتی رہی۔ یزید نے بھی یہی کہا۔

اگر ذکر اسمٰعیل حیاتِ ابراہیم میں داخل ہے تو حسینؑ بھی ذکرِ محمدؐ میں شامل ہیں۔

آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے۔ پانی بند ہے العطش کی صدائیں خیمے سے بلند ہو رہی ہیں۔ آج کی تاریخ مخصوص ہے اس شہزادے سے کہ جو یتیم ہے۔ ہمارا طریقہ ہے کہ ہم سات محرم کو قاسمؑ ابن حسنؑ کا ماتم کرتے ہیں کون قاسمؑ، حسن کا لختِ جگر، حسینؑ کا بھتیجا قاسمؑ جس وقت روز عاشورہ تمام اصحاب و انصار باری باری درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو عزیزوں کی باری آئی اس وقت خیمہ گاہ میں بیبیوں میں کہرام بپا ہو گیا کیونکہ صبح سے اب تک ایک لاش خیمے میں آتی تھی تو دوسرا مرنے پر کمر بستہ ہوتا تھا۔ بیبیاں سمجھتی تھیں کہ اب جو جائے گا زندہ واپس نہیں آئے گا۔ ایسے میں قاسمؑ ابنِ حسنؑ چچا کی خدمت میں آئے زیادہ سے زیادہ تیرہ یا چودہ کا سن ابھی شاید بالغ بھی نہ ہوئے تھے آ کر چچا سے اجازت کارزار طلب کی تو امام نے قاسمؑ کو بغور دیکھا اور کہا کہ بیٹا تو میرے بھائی کی نشانی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم محفوظ رہو اے بیٹا ابھی تو تم پر جہاد بھی واجب نہیں۔ جناب قاسمؑ نے عرض کی کہ چچا جان یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جان کو عزیز رکھوں اور آپ کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ دوں یہ سُن کر حسینؑ شدت سے رو پڑے اور شاہزادہ قاسمؑ کو سینے سے لگا لیا۔

مقاتل میں ہے کہ کسی مجاہد کو اجازت حاصل کرنے میں اتنی دیر نہیں لگی جتنی جناب

قاسمؑ کو کیونکہ بار بار قاسمؑ اصرار کر رہے تھے اور امام انکار، یہاں تک کہ کسی نے اطلاع دی جناب قاسمؑ کو خیمہ میں مادرِ گرامی یاد کر رہی ہیں۔ قاسمؑ گردن جھکائے ہوئے خیمہ کی طرف چلے۔ ماں کی نظر پڑی تو بے ساختہ کہا کہ بیٹا قاسمؑ مجھے تم سے یہ تو امید نہ تھی کہ اس طرح شرمندہ کرو گے۔ جناب قاسمؑ ماں کے یہ جملے سن کر رونے لگے عرض کی مادرِ گرامی بار بار اجازت طلب کر رہا ہوں، چچا جان اجازت نہیں دیتے جناب اُمِّ فروہؑ نے کہا کہ بیٹا مجھے ایک بات یاد آئی اور وہ یہ کہ جب تمہارے بابا تمہارے پدر گرامی دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو مجھ سے کہا تھا کہ جب میرے بچے پر مصیبت کا کوئی سخت وقت آئے تو اس وصیت پر عمل کرنا جو بصورتِ تعویذ قاسمؑ کے بازو پر ہے۔ بیٹا اس سے زیادہ مصیبت کا اور کون سا وقت ہوگا۔ تعویذ کھولا تو تحریر تھا۔ امام حسنؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ بیٹا قاسمؑ جب میرا بھائی میدانِ کربلا میں اپنی قربانی پیش کرنے لگے تو تم میری نیابت میں اپنے چچا پر قربان ہو جانا۔ خوشی خوشی اس تحریر کو لیا اور چچا کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ چچا جان اب آپ ضرور اجازت دیں گے۔ امام نے فرمایا کہ بیٹا اب کس کی سفارش لائے ہو تو فوراً تحریر سامنے کر دی اب جو بھائی نے بھائی کی تحریر کو دیکھا تو بے ساختہ حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹا خدا حافظ۔

عزیزو قاسمؑ چلے مگر اس طرح کہ نہ زرہ جسم پر تھی اور نہ خود سر پر بلکہ حمید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک چاند سا بچہ میدان میں آیا جس کے جوتے کا تسمہ لٹک رہا تھا۔ ابھی سن و سال ہی کیا تھا اس پر تین دن کی بھوک مگر کیا کہنا اس جری کا۔ ستّر اشقیاء کو فی النار کیا ازرق شامی جیسے پہلوان کو مارا اس کے چاروں بیٹوں کو واصلِ جہنم کیا مگر کب تک لڑتے چاروں طرف سے اشقیائے بے دین نے گھیر لیا مسلسل تلواروں کے اور

نیزوں کے وار ہونے لگے اتنے میں عمر سعد ازدی نے سرِ قاسمؑ پہ ایسی تلوار ماری کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہوگیا۔ زین سے زمین پر آتے ہوئے آواز دی یَا عَمَّاہُ ادرکنی چچا جان میری خبر لیجئے۔ یہ آواز سُن کر حسینؑ بے تاب ہوگئے تلوار کھینچ کے دوڑے اشقیاء پر حملہ کیا۔ فوجوں میں کھلبلی مچ گئی۔ گھبراہٹ میں لشکر دوڑا مگر افسوس کہ اسی افراتفری میں قاسمؑ کا جسم نازنین گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوگیا۔ جب کسی گھوڑے کا قدم جسم قاسم پہ پڑتا تو بے ساختہ آواز دیتے چچا جان میری خبر لیجئے۔ مگر افسوس امام اس شاہزادے کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ وہ مظلوم خاک وخوں میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ حضرت یہ حالت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا کہ اے فرزند تمہارے چچا پر یہ بہت ناگوار ہے کہ تم پکارو اور تمہاری مدد بھی نہ کرسکوں۔ قاسمؑ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ حسینؑ لاش کو لے کر چلے مگر اس طرح کہ لاش کے قدم کھنچتے جاتے تھے۔ افسوس اور شہداء کی لاشیں تو بعد شہادت پامال ہوئیں مگر ہائے قاسمؑ تمہارے لاش زندگی ہی میں پامالِ سُم اسپاں ہوگئی خیمے میں لاش آئی عورتوں نے حلقہ کیا اُمِّ فروہؑ کو پرسہ دینا شروع کیا گریہ وبکا سے کہرام بپا ہوگیا۔ سیدانیوں نے سر کے بال کھول دیئے قاسمؑ کا ماتم شروع ہوا اواقاسما کی آوازیں بلند ہوئیں۔ عزادارو تم بھی حسنؑ کو قاسمؑ کا پرسہ دو ماتم حُسین۔ (گلزارِ خطابت حصہ دوم صفحہ ۲۸ تا ۳۱)

مولانا سیّد غلام عسکری:

جب سب جانیں دے چکے تو عونؑ ومحمدؑ نے جان دی۔ اس کے بعد ایک خیمے سے ایک خوبصورت نوجوان نکلا جسے ماں نے بڑی مامتا سے پالا تھا۔ نام بتا دوں امام حسنؑ کی تصویر قاسمؑ۔ قاسمؑ چچا کے سامنے آئے۔ حسینؑ نے کہا کیسے آئے۔ کہا چچا مجھے بھی مرنے کی اجازت دے دو۔ کہا بیٹا تیرے باپ نے تجھے میرے حوالے کیا تھا۔ تجھے

بچپنے سے میں نے پالا ہے۔ میں تجھے مرنے کے لیے نہیں بھیجوں گا اے قاسم حسینؑ سینے میں وہ دل کہاں سے لائے جو تیرا جنازہ اُٹھائے اے بیٹا زندہ رہو کہ جب میں دم توڑوں تو تم میرے سرہانے آنا۔ قاسمؑ نے بہت اصرار کیا۔ مگر امام نے فرمایا ممکن نہیں ہے کہ چچا تم کو اجازت دے دے۔ قاسمؑ مجبور ہو کر خیمے میں واپس آئے۔ آ کے مایوس بیٹھے۔ کیا کروں۔ چچا سے کیسے اجازت لوں۔ یاد آیا کہ بابا نے ایک تعویذ بندھوایا تھا۔ دل نے کہا قاسمؑ وہ تعویذ تو کھولو۔ جو بابا نے باندھا تھا۔ تعویذ کھولا دیکھا، لکھا تھا۔ بیٹا قاسمؑ کل کربلا میں جب میرا بھائی دشمنوں میں گھِر جائے تو تم جان دے دینا۔ وہ خط لے کے حسینؑ کے پاس آئے حسینؑ نے کلیجے سے لگایا۔ روئے اور اتنا روئے کہ دونوں غش کھا کر گرے۔ زینبؑ و عباسؑ نے آنسو چھڑک چھڑک کے حسینؑ اور قاسمؑ کو بیدار کیا۔ گھوڑا آیا۔ قاسمؑ نے سوار ہونا چاہا تو وہ گھوڑا اونچا تھا۔ چچا عباسؑ نے بڑھ کر گود میں لیا۔ قاسمؑ کو گھوڑے پر بٹھلایا۔ رکابوں میں جو پیر ڈالے تو رکابوں تک پیر نہ پہنچے۔ تسمے کاٹ کر رکابیں چھوٹیں کی گئیں۔ رکابوں میں پیر ڈالے۔ ہاتھ میں گھوڑے کی لجام لی۔ اور ایک چھوٹی تلوار لے کر میدانِ جنگ کی طرف چلے۔ مگر کیسے۔ کُرتا پہنے جس کا گریبان کھلا۔ چمکتا سینہ سامنے۔ میدان میں آ کر حیدری آواز سے پکارے۔ میں ہوں حسنؑ کا فرزند۔ دشمن کا لشکر بھی کہنے لگا کہ کربلا کے میدان میں قاسمؑ آئے یا صفین کے میدان میں علیؑ آئے۔ پہلوان کا سامنا ہوا۔ دو ٹکڑے کیے۔ جس جوان کا سامنا ہوا دو ٹکڑے کیے۔ جب یزید کی فوج دیر تک لڑنے میں تھکتی رہی تو ایک مرتبہ کسی نے کہا۔ اس نوجوان کو میں قتل کروں گا۔ کہا کیسے۔ کہا جب یہ دستے کی طرف حملے کے لیے بڑھے گا تو میں چھپ کے آڑ لے کر حملہ کروں گا۔ حسنؑ کا بیٹا حیدری جلال میں حملہ کے لیے بڑھا تو تلوار چمکی اور سر پر پڑی۔ سر دو ٹکڑے ہوا۔ زمین پر قاسمؑ سے سنبھلا نہ گیا۔

زمین پر گرے۔ جب زمین پر گرے تو آواز دی۔ چچا آیئے۔ قاتل نے چاہا کہ دوسرے مرتبہ قاسمؑ پر تلوار لگائے کہ حسینؑ گھوڑے پر سوار للکارتے ہوئے بڑھے۔ ارے قاتل ٹھہر تو جا میں آتا ہوں۔ اور اتنا تیز آئے حسینؑ کہ عمر سعد ازدی کو نہ ہٹنے دیا۔ اُس پر جو تلوار لگائی۔ تو وہ ہاتھ کٹ گیا جس سے قاسمؑ پر تلوار لگائی تھی۔ جب ہاتھ کٹا تو ملعون چیخنے لگا۔ ساتھیوں کو آواز دی۔ ارے میرے دستے والو آؤ۔ مجھے بچاؤ۔ دستہ بچانے کے لیے بڑھا۔ اس بھگدڑ میں زمین پر قاسمؑ زندگی میں کچلے جانے لگے۔ اِدھر کے گھوڑے اُدھر گئے اور قاسمؑ تڑپ تڑپ کر پکار رہے تھے۔ ارے چچا، ارے چچا، ارے چچا۔ جب غبارِ جنگ بیٹھا تو لوگوں نے دیکھا۔ قاسمؑ زندہ تو ہیں مگر ٹکڑے ٹکڑے۔ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ اور حسینؑ جھکے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ بیٹا چچا تجھ سے شرمندہ ہے۔ تیری مدد نہ کرسکا۔ مدد کرنے تب آیا۔ جب میری مدد تیرے کام نہ آسکی۔ حسینؑ لپٹ گئے۔ قاسمؑ میرے لال قاسمؑ۔ میرے بھائی کی نشانی قاسمؑ، قاسمؑ نے بس ایک مرتبہ کہا بابا۔ دنیا سوچے گی۔ چچا کے بجائے بابا کو کیوں پکار رہے ہیں۔ شاید جب روح پرواز کرنے لگی ہوگی تو سرہانے باپ نظر آئے ہوں گے۔ جب باپ نظر آئے تو کہا ہوگا بابا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کردی۔ مگر بابا اب میرے چچا پر کون جان دے۔ الغرض روح پرواز کرگئی۔ حسینؑ نے میت اُٹھائی، سینے سے سینہ لگایا۔ پیر زمین پر کھنچتے جارہے ہیں۔ قتل گاہ سے خیمہ تک لائے۔ میت لٹائی۔ سکینہ نکلی میت دیکھی، دوڑ کے خیمہ میں گئی۔ ارے بھیا قاسمؑ آگئے۔ مگر جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ زینبؑ نکلیں۔ واقاسماہ، واعلیاہ، وامحمداً، پیچھے پیچھے روتی ہوئی ماں نکلی بیٹا تم نے مجھے سرخرو کردیا۔ لال ماں تجھ پر نثار۔ اب تک تم میری کمائی تھے قاسمؑ۔ آج تمھاری میت میرا سرمایہ ہے قاسمؑ۔ (دس مجلسیں... صفحہ نمبر ۲۰۶ تا ۲۰۸)

علّامہ طاہر جرولی:

اے آقا آج آپ کو آئے ہوئے ساتواں دن ہے۔ آقا ہم روز ایک ایک شہید کو یاد کر کے روتے ہیں تا کہ آپ کی مہمان نوازی ہو سکے۔ اے آقا آج ہم آپ کے بھتیجے کو روئیں گے۔ قاسمؑ ابنِ حسنؑ کو روئیں گے۔ کون قاسمؑ۔ نبیؐ کے بڑے نواسے کا بڑا بیٹا شہزادہ قاسمؑ جس نے شبِ عاشور پوچھا تھا۔ بابا کیا میرا نام فہرستِ شہداء میں نہیں ہے۔ جواب ملا قاسمؑ تمہارے نزدیک موت کیسی ہے۔ کہا چچا آج کے دن شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ کہا تمہارا نام بھی ہے، تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے۔ جنابِ قاسمؑ تڑپ گئے۔ ہاشمی خون رگوں میں جوش مارنے لگا۔ کہا چچا علی اصغرؑ کا نام۔ کیا اشقیاء خیمے میں آجائیں گے۔ کہا نہیں میں علی اصغرؑ کو میدان میں لے جاؤں گا۔ ایک مرتبہ جناب قاسمؑ مطمئن ہوئے۔ صبح عاشور سے اصحاب نے جانا شروع کیا۔ حسینؑ نے جنازے لانا شروع کیے۔ جنابِ زینبؑ نے ایک خیمہ خالی کیا تھا۔ اس میں ایک مسند بچھائی تھی۔ جب آل رسولؐ کے جنازے آتے تھے اس مسند پر رکھے جاتے تھے۔ بیبیوں کو پُرسہ دیا جاتا تھا۔ لیکن ہائے کچھ جنازے نہیں آسکے جس میں ایک جنازہ قاسمؑ کا بھی ہے جو اس مسند تک نہیں آیا۔ کیوں۔ اس لیے کہ صبح سے قاسمؑ کہہ رہے تھے۔ چچا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجیے۔ چچا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجیے۔ حسینؑ کیا فرماتے تھے۔ میرے لعل قاسمؑ تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ میرے لعل جب بھیا کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے تو تمہیں دیکھ لیتا ہوں۔ ٹھہر جاؤ۔ لکھا ہے کہ اُمِّ فروہؑ خیمے میں داخل ہوئیں تو کیا دیکھا کہ جناب قاسم زار و قطار رو رہے ہیں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے قاسمؑ، ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں۔ کہا بیٹا کیوں رو رہے ہو۔ میرے لعل یہ گریہ کس لیے ہے۔ کہا اماں کیاں بتاؤں چچا اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ بڑی مشکل میں

ہوں۔کون میری مشکل کو حل کرے۔ ماں نے کہا قاسمؑ تمہارے باپ نے کہا تھا جب کوئی ایسی مشکل آئے جو حل نہ ہو تو بازو پر سے تعویذ کھول لینا۔ کہاں ہاں ماں آپ نے یاد دلایا تعویذ کھولا تو نہ قرآن کی آیتیں تھیں، نہ رسولؐ اللہ کی حدیثیں تھیں، نہ کوئی نقش تھا، لکھا تھا میرے بھیا حسینؑ جب عاشور کا دن آئے گا تو میں نہیں ہوں گا۔ میری طرف سے قاسمؑ کو قبول کر لینا۔ ہاں انشاء اللہ آپ بہت روئیں گے کیونکہ چند راتیں رہ گئیں۔ قاسمؑ نے خط پڑھا۔ مسکرائے، آئے، چچا نے کہا قاسمؑ میں نے ابھی تمہیں سمجھایا تھا کہ جلدی نہ کرو۔ کہا چچا میں اجازت لینے نہیں آیا ہوں۔ کہا پھر؟ کہا ایک خط لایا ہوں، ایک تحریر لایا ہوں۔ حسینؑ نے جو تحریر دیکھی، رونے لگے۔ اے بھیا اجازت دی۔ قاسمؑ آئے خیمے میں بیبیوں سے رخصت ہوئے۔ یہ کمسن بچہ خالی ایک کرتا پہن کر میدان میں پہنچا۔ نامی پہلوان آنے لگے۔ ازرق شامی کے بیٹے قتل ہوئے۔ خود ازرق بل کھاتا ہوا آیا۔ اسے بھی واصل جہنم کیا۔ عمر سعد نے آواز دی کس سے لڑ رہے ہو کس سے لڑ رہے ہو۔ علیؑ کا پوتا ہے۔ شام ہو جائے گی۔ گھیر کے قتل کرو۔ حکم ملنا ہی تھا کہ چاروں طرف سے رسالے دوڑے۔ تیر چلنے لگے، پتھر آنے لگے۔ جب فوج قریب آ گئی تو نیزے چلنے لگے۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو زین پر سے فرشِ زمین پر آئے۔ بس حضور مجلس تمام ہے، سن لیجئے۔ جو بھی گھوڑے سے گرا، اس نے آواز دی۔ آقا میرا اسلامِ آخر قبول کیجئے مگر مقاتل لکھتے ہیں کہ جب حضرت قاسمؑ گھوڑے سے گرے تو ماں کو آواز دی اماں میرا اسلامِ آخر قبول ہو۔ (ریاض المجالس.... صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۲)

علاّمہ نصیر الاجتہادی اعلیٰ اللہ مقامہٗ:

''چچا! آپؑ کو نہیں پتہ کہ مجھے پیاس بہت لگ رہی ہے''۔

ہاں دوستو! آج ساتویں ہے اور آج آپ کو امام حسنؑ کو پرسہ دینا ہے۔ ابھی سے

آپ لوگ بے تاب ہو گئے۔آج جابجا ہمارے عزا خانوں میں مہندیاں اُٹھتی ہیں، رسم نوشاہ پوری ہوتی ہے۔

یہ کون ہے ...؟ یہ اُمِّ فروہؑ کا بیٹا قاسمؑ ہے۔عمر چودہ سال کی ہے۔جب باپ شہید ہوئے تھے، جب امام حسنؑ شہید ہوئے تھے تو جناب قاسمؑ کی عمر چار سال کی تھی۔ چار سال سے حسینؑ کی گود میں قاسمؑ پل رہے تھے اور ہر وقت امام حسینؑ کو جناب قاسمؑ کا خیال رہتا تھا۔ذرا نظروں سے اوجھل ہوئے اور آواز دی:

''قاسمؑ!''

اور قاسمؑ آجاتے تھے۔کہا:

''قاسمؑ! دور نہ جایا کرو، چچا کے قریب رہا کرو''۔

دس سال تک قاسمؑ کو ہر وقت یہ احساس ہوتا تھا کہ میرا باپ شہید ہو گیا، پتہ نہیں وہ ہوتا تو مجھے کتنا چاہتا۔جب چچا اتنے چاہتے ہیں تو بابا کتنا چاہتے؟ مجھے تو باپ کی صورت بھی یاد نہیں۔یہ احساس قاسمؑ کو یتیمی کا تھا۔صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ شب عاشورہ خیمے کے باہر جناب علی اکبرؑ اور جناب عباسؑ کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور جناب عباسؑ، اکبرؑ سے کہہ رہے تھے کہ

''بیٹے کل ہم پہلے لڑیں گے''۔

اور اکبرؑ کہہ رہے تھے:

''نہیں چچا جان! پہلے میں جاؤں گا''۔

کہا: ''نہیں بیٹے ہم سے تمہارا مرنا نہیں دیکھا جاتا، پہلے ہم جائیں گے''۔

اکبرؑ کہتے تھے:

''نہیں چچا پہلے میں جاؤں گا، اتنا سکھایا آپؑ نے، اتنی تعلیم دی ... میری

جنگ دیکھئے آپؑ!

اکبرؑ کہتے تھے میں جاؤں گا، عباسؑ کہتے تھے میں جاؤں گا تو پھر جناب عباسؑ نے کہا:

''اکبرؑ بیٹے! تم جاؤ گے تو آقا کا نورِ نظر چلا جائے گا۔''

تو اکبرؑ نے کہا:

''چچا! آپؑ جائیں گے تو بابا کی کمر ٹوٹ جائے گی''۔

اور ..... راوی کہتا ہے کہ جب یہ بیان ہو رہا تھا تو ایک مرتبہ پردہ اُٹھا اور ایک چودہ سال کا نوجوان آیا اور اس نے ہاتھ جوڑے، کہا:

''چچا! نہ آپؑ جائیں گے اور بھیا اکبرؑ نہ آپؑ جائیں گے۔ اکبرؑ بھائی آپ جائیںؑ گے تو نورِ نظر چلا جائے گا، چچا آپؑ جائیں گے تو کمر ٹوٹ جائے گی، میں چونکہ یتیم ہوں، میرا باپ شہید ہو گیا ہے، میرے جانے سے کچھ نہیں ہوگا''۔

راوی کہتا ہے کہ پردہ اُٹھا اور حسینؑ نکلے اور ایک مرتبہ قاسمؑ کو اپنی بانہوں میں لیا:

''میرے قاسمؑ! میں تجھے اکبرؑ سے زیادہ چاہتا ہوں، یہ تم نے کیا کہا؟''

دو جملے، بس دو جملے ہاں، ہاں دن گزرتا جا رہا ہے۔ قاسمؑ آئے:

''چچا! اجازت دیجئے ..لڑنے کی اجازت دیجئے''۔

کہا:

''نہیں قاسمؑ بھائی کی نشانی ہو، میں اجازت نہیں دوں گا''۔

تو روایت میں ہے کہ قاسمؑ بڑھ کے چچا کے ہاتھ اور پیر چومنے لگے:

''چچا! اجازت دیجئے، چچا اجازت دیجئے۔''

حسینؑ نے کہا:

''بھائی کی نشانی ہو، اجازت نہیں دوں گا۔''

قاسمؑ روتے ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے:

''اماں! چچا اجازت نہیں دیتے ''

تو ایک مرتبہ حسینؑ نے دیکھا کہ سفید چادر اوڑھے ہوئے بھابھی چلی آرہی ہیں، بھاوج چلی آرہی ہیں۔ آکر سر جھکایا اور کہا:

''اے کشتی اسلام، اے امام زمانہؑ!! کیا تیرے دادا کی شریعت میں بیوہ کی قربانی جائز نہیں؟''

کہا:

''ٹھیک ہے بھابھی! آپ کہتی ہیں تو میں راضی ہوں''۔

روایت میں ہے کہ اتنے کم سِن تھے کہ خود گھوڑے پر بیٹھ نہیں سکے۔ تو حسینؑ نے گھوڑے پر بٹھایا۔ قاسمؑ چلے ....!

جب قاسمؑ چلے تو روحِ حسنؑ بڑھی ہوگی:

''بیٹا تیرے باپ کے لیے مشہور ہے کہ وہ لڑنا نہیں جانتا تھا،
میرے چاند آج ایسی جنگ دکھا کہ دنیا سمجھ لے کہ حسنؑ کا لہو کیسا ہوگا؟''

قاسمؑ چلے، لڑنا شروع کیا۔ جدھر گئے فوج کی فوج صاف ہوتی گئی، یہاں تک کہ ساری فوج پر ہیبت چھا گئی۔ ایک مرتبہ جو بہت بڑا پہلوان جنابؑ قاسمؑ کے سامنے آیا۔ جناب امام حسینؑ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور... اُمِ فروہؑ حسینؑ کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ دیکھا کہ حسینؑ کے چہرے کا رنگ بدلا، تو کہا:

جنگ دیکھئے آپؑ!

اکبرؑ کہتے تھے میں جاؤں گا، عباسؑ کہتے تھے میں جاؤں گا تو پھر جناب عباسؑ نے کہا:

''اکبرؑ بیٹے! تم جاؤ گے تو آقا کا نورِ نظر چلا جائے گا۔''

تو اکبرؑ نے کہا:

''چچا! آپؑ جائیں گے تو بابا کی کمر ٹوٹ جائے گی''۔

اور ..... راوی کہتا ہے کہ جب یہ بیان ہو رہا تھا تو ایک مرتبہ پردہ اُٹھا اور ایک چودہ سال کا نوجوان آیا اور اس نے ہاتھ جوڑے، کہا:

''چچا! نہ آپؑ جائیں گے اور بھیا اکبرؑ نہ آپؑ جائیں گے۔ اکبرؑ بھائی آپ جائیںؑ گے تو نورِ نظر چلا جائے گا، چچا آپؑ جائیں گے تو کمر ٹوٹ جائے گی، میں چونکہ یتیم ہوں، میرا باپ شہید ہو گیا ہے، میرے جانے سے کچھ نہیں ہو گا''۔

راوی کہتا ہے کہ پردہ اُٹھا اور حسینؑ نکلے اور ایک مرتبہ قاسمؑ کو اپنی بانہوں میں لیا:

''میرے قاسمؑ! میں تجھے اکبرؑ سے زیادہ چاہتا ہوں، یہ تم نے کیا کہا؟''

دو جملے، بس دو جملے ..... ہاں، ہاں دن گزرتا جا رہا ہے۔ قاسمؑ آئے:

''چچا! اجازت دیجئے لڑنے کی اجازت دیجئے''۔

کہا:

''نہیں قاسمؑ بھائی کی نشانی ہو، میں اجازت نہیں دوں گا''۔

تو روایت میں ہے کہ قاسمؑ بڑھ کے چچا کے ہاتھ اور پیر چومنے لگے:

''چچا! اجازت دیجئے، چچا اجازت دیجئے۔''

''آقا! کیا بات ہے؟''

کہا:

''کوئی بات نہیں اُمِ فروہؑ ..... میرا قاسمؑ بہت بہادر ہے، مگر ... تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ اُمِ فروہؑ! میرے جد کی حدیث ہے کہ بیٹے کے حق میں ماں کی دعا قبول ہوتی ہے، میرے قاسمؑ کا مقابلہ ہے، تم دعا کرو''۔

اُمِ فروہؑ خیمے میں گئیں کہ:

''آو زینبؑ، آو سکینہؑ، آو ربابؑ میں بال کھولتی ہوں، دعا کرو۔

''بارِ الہا! میری چودہ سال کی کمائی ''

قاسمؑ بچ گئے، کامیاب ہوئے، مگر تھوڑی دیر میں آواز آئی:

السلام علیک یا ابا عبداللہ

حسینؑ دوڑے حسینؑ چلے تو ادھر کی فوجیں ادھر آ گئیں، ادھر کی فوجیں ادھر آ گئیں۔ قاسمؑ کا لاشہ زمین میں پامال ہوتا رہا۔ حسینؑ پہنچے کہا:

''قاسمؑ! چچا بہت اداس ہے تو پکارتا رہا اور میں جواب نہ دے سکا''

(نصیر المجالس، صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۹)

حضرت مولانا سیّد قائم مہدی صاحب قبلہ مجتہد لکھنوی:

آج کی تاریخ اُفق مشرق سے بلند ہوتے ہوئے آفتاب کی زمین عطش پر تڑپتی ہوئی شعاعیں مظلومی، بیکسی بے وطنی کے نام پر احساس انسانیت جذبہ رحم دلی اصول جہانداری کی پائمالی کی یاد دلاتی گزر گئیں اور ایک عظیم المرتبت خاندان کے نامور عبادت گزار خدا پرست مبلّغ توحید صبر آزما سورما اور اس کے چند رفقا اس کے اہل و عیال اور چھوٹے چھوٹے بچوں پر عین شبابِ موسم گرما میں دہکتے ہوئے بیابان کی آتشین فضا میں پانی

بند ہو جانے کی دل سوز داستان دُہرا چکیں کیوں بیکسوں پر قحط آب کیا گیا؟ انھوں نے کسی پر پانی بند کر دیا تھا؟ کسی کو پیاسا مارا تھا؟ کوئی ایسا جرم کیا تھا جس کی پاداش میں پانی بند کیا جانا ضروری تھا؟ نہیں تاریخ عالم کا کوئی ورق کوئی صفحہ کوئی سطر کوئی لفظ کوئی حرف بلکہ کوئی نقطہ ایسا نہیں ملتا جو اس نسل ابراہیمی اور خاندانِ مصطفوی کی کسی نقل و حرکت سے ظلم و ستم کے دائرہ میں خطوطِ ظلم کھینچ سکے۔ اس خاندان کے سلسلے میں خلیل خدا ابراہیم سے لے کر ۶۱ھ تک تاریخ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ہر فرد نے ان میں کی مظلوموں کی ہمدردی مجبوروں کی رفاقت اور اعانت و دوستی میں بڑے بڑے مغرور ظالموں کے آہنی پنجوں کو توڑ مروڑ ڈالا بلکہ اپنے خاص دشمنوں سے بھی ہمدردی وایثار کا حیرت خیز مظاہرہ کیا ہے۔

انھی حسینؑ کے نامور اور عالی قدر باپ نے اپنے قاتل کی سراسیمگی بدحواسی اور خوفزدہ حالت کو دیکھ کر انتقام لینے کے بجائے رحم و کرم کی بارش سے اس کے دھڑکتے ہوئے دل کو ٹھہرا دیا اور اپنے بڑے بیٹے حسنؑ سے سفارش کر کے اس کی کسی ہوئی مشکیں کھلوا دیں اور اس دنیائے فانی سے سفر کرنے سے کچھ پہلے اپنے قاتل کو پھر ویسا ہی پیالہ شیر پینے کو دیا جیسا خود نوش کیا تھا۔ اسی باپ کے بیٹے حسینؑ بھی تو تھے حسینؑ نے بھی اپنے دشمنوں سے یعنی حُر کے لشکر سے ایسا ہی برتاؤ کیا جو حسینؑ کے سوا کسی سے ممکن نہ تھا بہر حال اس خاندان کی پاکیزہ نسل کے دامن پر ظلم و ستم کا دھبہ کبھی نہیں پڑا۔ بلکہ ہمیشہ مظلوموں اور بے بسوں کی مدد کرنے میں اپنی قیمتی زندگی صرف کی جب بھی سرمایہ داری اور دولت کی نخوت سے سرکشی اور طغیانی نے اپنا سیاہ علم بلند کیا اور ظلمت افگن پھریرا کھولا تو اس شجرۂ طیبہ کی مساوات پسندی اور قوم پروری نے کسی نہ کسی فرد کو تن تنہا خدا کے بھروسے پر نقش ظلم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آمادہ کر دیا اور

ظالموں سے مظلوموں کو بچایا اوران کی طوفانی کشتی کو ساحل نجات پر پہنچانے کے لیے ہوائے انقلاب کو ساز گار بنادیا حسینؑ پر بھی ساتویں تاریخ سے کم سے کم تیس ہزار کے لشکر نے ابنِ زیاد کے حکم سے اسی لیے پانی بند کر دیا تھا کہ حسینؑ اُن افراد کی مدد کرنے اپنے جد ابراہیم خلیل اور نانا محمد مصطفیٰؐ کی طرح اُٹھ کھڑے ہوے تھے۔ جو دولت تکبر نخوت واقتدار کے بے پناہ تیروں سے چھلنی چھلنی کیے جارہے تھے تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے نازک موقع پر حسینؑ نے عزم ابراہیمی جرات محمدیؐ شجاعت حیدری کو اپنی بیش قیمت بلکہ انمول گوہر حیات کا دستور العمل بنا کر یزید کے سے جابر کے مطالبہ بیعت کو اُس فطری اور روحانی قوت سے بے لاگ ٹھوکر ماری ہے کہ آج تک قہر وغلبہ جماعت بندی تسلط واقتدار تھراتا ہے خزانوں اور زر وجواہر کے بل بوتے پر اکڑنے والے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں حسینؑ کی ہمدردی سے انکار کے بعد اپنے عزیز وطن مدینے سے ہجرت کی اور اُس مقدس سرزمین پر تشریف لے آئے جس کو قرآن مجید نے ہر ذی روح کا ماویٰ مامن قرار دیا ہے لیکن یزید کی شیطنت نے اس کو نچلا نہ بیٹھنے دیا اور انتہائی بزدلی سے اس نے لختِ دل نبوت حسینؑ کے قتل کی یہ اوچھی تدبیر کی کہ چند سفاک خوشامدیوں کو حجاج حرم کے بھیس میں خون بہانے کے لیے معین کر دیا حسینؑ کی گہری نظر ظلم واستبداد کی ہر کروٹ ہر بدلے ہوئے چولے کو خوب اچھی طرح دیکھ بھال رہی تھی یزید کی اس مخفی سازش کا بھی حسینؑ کی اُس نگاہ دور بین نے پردہ چاک کر دیا کوفہ سے ۲ ہزار خطوط طلبی کو آچکے تھے جن میں دوستوں کے علاوہ ان سرمایہ داروں اور دنیا طلبوں کے بھی دعوت نامے تھے جو ہوا کے رخ پر پینترا بدلتے ہیں۔ خیر حسینؑ حسبِ طلب کوفہ جارہے تھے کہ ابنِ زیاد کا لشکر گھیر کر کربلا کی بے آب وگیاہ زمین پر لے آیا اور دسویں محرم کو حسینؑ کے دوستوں اور خاص عزیزوں نے حق نمک حق محبت اور حق

وفا ادا کرنے میں تیروں نیزوں تلواروں کے پھل کھا کر جام موت کا مزا چکھا جب قاسمؑ ابنِ حسنؑ کے مرنے اور چچا پر نثار ہونے کی باری آئی تو عجب دل ہلا دینے والا سماں تھا۔ حسینؑ اپنے بھتیجے کو کسی طرح لڑنے مرنے کی اجازت نہ دیتے تھے قاسمؑ خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے اپنی بدقسمتی پر اشک افشانی کر رہے تھے کہ پرواز فکر نے عقدہ کشائی کی ذہن رسا نے مدد کی قوی حافظہ نے مشکل حل کی یاد آیا مسموم باپ نے مجسمہ اخلاق پدر نے بارگاہ خدا میں جاتے وقت فرمایا تھا کہ اے قاسمؑ میں تو دنیا سے جاتا ہوں تو اس تعویذ کو اپنے بازو پر سے اس وقت کھول کر دیکھنا جب تیرا چچا حسینؑ مشکلوں کی فوجوں میں دشواریوں کے لشکروں میں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہو قاسمؑ نے جلدی جلدی تعویذ کھولا گوہر مقصود ملنے کی تمنا میں شمع نگاہ سے جستجوں کی دیکھا کہ مظلوم و مسموم باپ نے لکھا تھا کہ اے قاسمؑ جب حسینؑ کربلا کے میدان میں مجبور و بیکس بنا دیئے جائیں دشمن قتل پر آمادہ ہوں تو میرے بجائے تم اپنی جان میرے بھائی پر فدا کرنا اب تو قاسمؑ کو امید بر آنے کا وسیلہ مل گیا خوشی کی سرخی گورے گورے رخساروں پر جھلکنے لگی آنسوؤں کا مینہ تھم گیا رگوں میں خون شجاعت دوڑنے لگا۔ دوڑتے ہوئے چچا کی خدمت میں آئے چچا تو اب تو مرنے کی اجازت دیجئے دیکھئے تو میرے باپ اور آپ کے بڑے بھائی کی وصیت یہی ہے۔ اب حسینؑ مجبور ہوئے اور شاہزادہ قاسمؑ اپنے باپ کی وصیت پوری کرنے چلے۔ کیا خود سے گھوڑے پر سوار ہوئے؟ نہیں نہیں بہت کم سن تھے۔ اس کمسن دولھا کو جس کے جسم نازک پر شہانی پوشاک بھی نہ تھی خود حسینؑ نے گھوڑے پر سوار کیا۔ گریباں چاک کر دیا عمامہ کے دونوں سرے دونوں جانب سینہ کے لٹکا دیئے اور فرمایا کہ بیٹا تو اپنی موت کی طرف خود اپنے پیروں سے جا رہا ہے دشمن بھی اس بھولے بھالے پیارے پیارے بچہ کے حسن و جمال کی تعریف میں کہنے لگے یہ تو چاند کا ٹکڑا

بادل سے نکل آیا یہ تو ہم کو تلواریں بھی مارے تو بھی ہم کچھ نہ بولیں گے۔

قاسمؑ نے رسم شجاعان عرب کے مطابق نہایت دلیری سے پہلے اپنا نام ونشان بتایا اور فرمایا کہ تم نہیں پہچانتے ہو تو جان لو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں اور کیوں تم نے میرے چچا کو اس جنگل میں مثل قیدیوں کے گرفتار کرلیا ہے؟ یہ کہہ کے چھوٹی سی تلوار کھینچ کر برس پڑے اور سر بوندیوں کی طرح گرنے لگے۔

ہاں ہاں قاسمؑ بھی شہید کیے گئے مگر اس طرح کہ ایک بزدل نے پسِ پشت آ کر اس بچے کے سر پر تلوار کا وار کیا اور وہ تیرہ سال کا کمسن بچہ گھوڑے سے تیورا کے سر سے پیر تک خون میں نہلا دیا گیا لاش تک گھوڑوں سے روند ڈالی گئی بیوہ ماں دل مسوس کر رہ گئی مگر قاسمؑ نے اپنے چچا پر اپنی ضد سے جان نثار کر کے یہ بتلا دیا کہ حقوق ادا کرنے والے اپنی کمسنی اور تین دن کی پیاس کا لحاظ نہیں کرتے بہر حال اپنے فریضہ کی ادائیگی سے کسی وقت غافل نہیں رہتے۔

(اخبار سحاب لکھنؤ ۱۹۴۹ء از حضرت مولانا سیّد قائم مہدی صاحب قبلہ مجتہد)

جناب مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی (آغا روحی صاحب لکھنوی)

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے واقعۂ کربلا سُنا ہو اور حضرت قاسمؑ بن الحسن علیہ السلام سے واقف نہ ہو یہ صاحبزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند تھے ۶۱ھ میں ان کا سن تقریباً بارہ برس کا تھا۔ اس کمسنی کے باوجود مقصدِ حسینی کی تکمیل میں بہت نمایاں حصّہ لیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دنیا پر یہ واضح کر دینا چاہتے تھے کہ یزید سے اُن کی جنگ ملک گیری یا ذاتی عداوت کی بناء پر نہیں بلکہ ظلم وجور، فسق وفجور، سرمایہ پرستی ونفس پروری کے مقابل میں ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے نانا پیغمبر اسلام اُس دین کو لے کر آئے تھے جو تکمیل اخلاق، ارتقائے بشریت، عدل وکرم، اخوت ومساوات کا مُعلّم تھا۔ اُن کی تعلیم تھی کہ ''المسلمۃ من سلمہ النّاس عن یدہ و لسانہ'' مسلمان وہ ہے جن کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہوں اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے کبھی حفاظتِ خود اختیاری کے علاوہ کسی جارحانہ اقدام کے لئے تلوار نہیں اُٹھائی لیکن اُن کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں نے رفتہ رفتہ اُن کی تعلیمات کو فراموش کر دیا نتیجے میں یزید کا ایسا بے دین، فاسق و فاجر عیش پسند، سرمایہ پرست اور دشمنِ دیانت، خلافتِ رسولؐ کا دعویدار بن کر امام حسین علیہ السلام کے ایسے دین پناہ محافظ اسلام بلکہ نمونہ تعلیمات نبیؐ سے بیعت کا طالب ہوا۔ اگر یزید دنیوی جاہ وجلال اور حکومت حاصل کر کے مقصد اسلام کی حفاظت بھی کرتا تو امام حسین علیہ السلام ممکن تھا اُس سے جنگ نہ کرتے لیکن یزید کے اعمال و کردار تو اسلام کو دنیا میں رسوا کر رہے تھے اور وہ اسلام کے نام پر دنیا میں خونریزی اور ظلم وجور برپا کرنا چاہتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے لئے دو ہی راستے تھے یا تو اُس کی بیعت کر کے خود محفوظ ہو جاتے مگر اسلام کے مفہوم کو بدل جانے دیتے یا اسلام کو بچانے کے لئے اپنی جان ودل اولاد واقربا کی قربانی پیش کر دیتے۔ یزید کی بیعت کرنے والوں میں بہت سے ایسے بھی تھے جو اُس کو پسند نہیں کرتے تھے مگر اُن کے ضمیر کی کمزوری اس کے اعلان کی جرأت نہیں کرنے دیتی تھی امام حسین علیہ السلام بھی اگر یہی راستہ اختیار کرتے تو پھر وہ حسینؑ نہ ہوتے۔ انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بظاہر اپنی دنیا تج دی مگر یزیدیت کی کمر توڑ کے اسلام میں ہمیشہ کے لئے چار چاند لگا دیئے۔

نہ صرف حضرت سید الشہدا بلکہ اُس خاندان کے کمسن بچوں نے بھی ایسا ہی کیا جن

میں حضرت قاسم علیہ السلام ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

عاشور کا دن ہے۔زوالِ آفتاب کا وقت اور تپتا ہوا کربلا کا ریگستان۔حضرت امام حسین علیہ السلام کے اکثر عزیزوں اور ساتھیوں کے لاشے پڑے ہوئے ہیں۔بقیہ یکے بعد دیگرے لڑنے جاتے ہیں اور لاشے واپس آتے ہیں۔تیروں کا مینھ برس رہا ہے جو میدان میں جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا ہے عام طور پر ایسی حالت میں بچّے کیا جوان بلکہ جوانمرد بھی پریشان ہوجاتے ہیں لیکن خاندانِ نبوت کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا عنوان ہی اور تھا چنانچہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے امام حسن السلام کا بارہ برس کا نوجوان فرزند قاسمؑ اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ چچا مجھ کو بھی میدان کی اجازت دیجئے امام مظلوم نے یتیم بھتیجے کو بڑی مایوسی سے دیکھا ظاہر ہے کہ ہر شخص کے لئے بھائی کی یادگار نوجوان بھتیجے کا آنکھوں کے سامنے تین دن کی بھوک پیاس میں شہید ہونا گوارا کرنا آسان نہ تھا لیکن مقصد کی عظمت پر نظر کرتے ہوئے مظلوم امامؑ اس کو بھی برداشت کرنے پر آمادہ تو ہو گئے لیکن اجازت دینے سے پہلے قاسمؑ کی حق شناسی وحق پرستی و جرأت و ہمت وشجاعت نمایاں کرنے کے لئے ایک سوال کرتے ہیں کہ اے نورِ نظر قاسمؑ موت کو کیسا سمجھتے ہو؟ قاسمؑ نے عرض کیا کہ چچا جان آج تو موت شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔اس کمسنی میں حضرت قاسمؑ کا یہ جواب اسی گھرانے کے بچوں کے شعور احسان فرائض کو ظاہر کرنے کے علاوہ نوخیزوں کے لئے ایک درس عمل ہے۔امام حسین علیہ السلام پھر خاموش ہوگئے۔شاہزادہ نے دیکھا کہ اجازت نہیں ملتی ہے تو ایک سوال اور کرلیا چچا جان کیا مرا نام فہرست شہدا میں درج نہ ہوگا۔اب حضرت سید الشہداء کو ہاں یا نہیں میں جواب دینا ہی تھا تو فرمایا کہ ہاں قاسمؑ تم بھی شہید ہوگے اور تمھارا چھ مہینہ کا بھائی علی اصغرؑ بھی شہید

ہوگا۔ جواب کے آخری حصہ نے شاہزادہ کو پریشان کردیا۔ عرض کی چچا جان کیا دشمن کی فوج کے لوگ ہمارے خیموں کے اندر گھس جائیں گے۔ شاہزادہ قاسمؑ جانتے تھے کہ چھ مہینے کا بچہ میدان جنگ میں تو جا نہیں سکتا پھر بغیر اس کے کہ دشمن خیموں میں گھس جائیں کیسے شہید کرسکتے ہیں ہونے والا یہ بھی تھا کہ دشمن خیموں میں درآئیں لیکن مظلوم امام نے یہ پسند نہیں کیا کہ غیرت دار بھتیجا جو حق کی فتح کے لئے اس کمسنی میں مرنے پر تیار ہے اور چند لمحے حیات کے اور باقی ہیں۔ اس ذہنی تکلیف سے بھی دوچار ہوا لہٰذا آپ نے فرمایا کہ نہیں قاسمؑ میں خود علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر میدان میں لاؤں گا اور فوج کو اس کی پیاس بجھانے کی ترغیب دوں گا وہ پانی دینے کے عوض بچہ کو تیر سے شہید کردیں گے۔

اس کے بعد دل شکستہ چچا نے اپنے ہاتھ سے قاسمؑ کے سر پر عمامہ باندھا پیراہن کو کفن کی طرح چاک کیا اور میدان کی اجازت دی۔ شاہزادہ قاسمؑ اس شان سے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ کو چلے جیسے مراد دلی برآئی اور مقصد حیات حاصل ہوگیا بلکہ کسی قسم کا خوف نہیں ہراس نہیں فوج مخالف سے کوئی التجا نہیں آزمودہ کار بہادروں کی طرح عرب کے قاعدہ کے موافق رجز پڑھا۔ بہادرانِ عرب کا قاعدہ تھا کہ وہ میدانِ جنگ میں جب نبرد آزما ہونا چاہتے تھے تو حریف کے مقابلہ میں اپنا فخر نظم میں ظاہر کرتے تاکہ حریف اپنے مقابل کو پہچان کرلڑے اور کوئی کمی نہ کرے۔ شاہزادہ قاسمؑ نے بھی اپنے حسب ونسب کی برتری اور خاندانی جرات وہمت کا اس طرح اعلان کیا کہ اے یزیدی فوج والو اگر تم مجھ کو نہ پہچانتے ہو تو پہچان لو۔ میں امام حسنؑ کا فرزند اور تمھارے پیغمبرؐ کی اولاد سے ہوں کیا غضب ہے کہ رسولؐ کا نواسہ اور اُس کی اولاد تمھارے نرغہ میں قیدیوں کی طرح گھری ہوئی ہے۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے اتمام حجت کے بعد دعوت جنگ دی اور مبارز طلب

کیا۔ فوج یزیدی میں اتنی اخلاقی پستی آچکی تھی کہ عرب کی خصوصیتِ خاصہ مشہور معروف غیرت کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا چنانچہ ایک بارہ برس کے بچہ کے مقابلہ کے لئے اگر اس کا برابر والا نہ بھیجتے تو کم از کم ایک ہی مقابلہ کرتا مگر ہوا کیا کہ شاہزادہ قاسمؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تلواریں چلنے لگیں، نیزوں سے وار ہونے لگے اور تیروں کی بارش ہوگئی۔ شاہزادہ قاسمؑ نے باوجود کمسنی کے خاندانی شجاعت وہمت و جرأت کے جوہر دکھائے لیکن کمسنی اور تین دن کی بھوک پیاس میں ٹڈی دَل فوج سے کہاں تک مقابلہ کرتے۔ عمر بن سعد بن نفیل ازدی کی تلوار سر پر بھرپور پڑگئی بچہ تیورا کر گھوڑے سے زمین پر گرا چچا کو بظاہر مدد کے لئے آواز دی لیکن دراصل مطلب یہ تھا کہ چچا جان میں نے آپ کی جنگ کے مقصد کی اہمیت کو سمجھ کر اپنا فرض ادا کر دیا اور اپنی قربانی پیش کر کے حمایت حق کو اپنی حد تک مکمل کر دیا ہے۔ اب دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ آپ نے امت کو گمراہی سے بچانے اور اسلام کی روح کو باقی رکھنے میں کسی چیز سے بھی دریغ نہیں کیا اور ایسی قربانی پیش کی جس کی مثال دنیا میں نہ ملے گی۔

شاہزادہ قاسمؑ کی آواز سُن کر امام حسین علیہ السلام فوراً شیرِ غضبناک کی طرح میدان کی طرف چلے۔ فوج والوں نے قاتلِ حضرت قاسمؑ کو بچانے کے لئے چاہا کہ اُس کو اپنے حلقہ میں لے لیں۔ چنانچہ چاروں طرف سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے جس سے شاہزادہ قاسمؑ کا جسم نازک زندگی ہی میں پامال ہوگیا۔ جب میدان صاف ہوا تو حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اپنے کمسن یتیم بھتیجے کی پارہ پارہ لاش کو حسرت و اندوہ کے ساتھ دیکھا اور اُٹھا کر دیگر بنی ہاشمؑ کی لاشوں کے پاس لا کر رکھ دیا۔

(ہفتہ وار ''سرفراز'' لکھنؤ، محرم نمبر اپریل ۱۹۶۶ء)

روکے ہوئے تھی موت وہ گو بھاگ چلے تھے
کیا بچتے کہ گرتی ہوئی بجلی کے تلے تھے

ہر غول پہ ہر صف پہ برستی تھی وہ شمشیر اک برق پئے خرمنِ ہستی تھی وہ شمشیر
گہ اوج پہ گاہے سوئے پستی تھی وہ شمشیر بجلی سی ہر اک باگ پہ کستی تھی وہ شمشیر
جانیں نہیں بچنے کی یہ سب جان گئے تھے
اُس تیغ کے لوہے کو عدو مان گئے تھے

رُکتی تھی نہ مغفر پہ نہ بکتر پہ نہ سر پر کہسار پہ آہن پہ شجر پر نہ حجر پر
گھوڑے پہ نہ زیں پر نہ زرہ نہ تبر پر گردن پہ نہ سینہ پہ نہ ساعد نہ کمر پر
وہ سیل فنا مرحب و عنتر سے نہ رُکتی
چار آئینہ کیا سدِ سکندر سے نہ رُکتی

جس فرق پہ وہ ماہی بحرِ ظفر آئی پیری سروگردن میں تو سینہ میں در آئی
غوطہ جو لگایا تو قریب کمر آئی وہ ڈوب گیا خون میں اور یہ ابھر آئی
نکلی تو ستم گر کا لہو چاٹ کے نکلی
چار آئینہ و دامِ زرہ کاٹ کے نکلی

جناب قاسمؑ کے ان دلیرانہ حملوں نے فوج مخالف پر کچھ ایسی ہیبت طاری کر دی کہ کسی کو مقابلے کی جسارت نہ ہوتی تھی بڑے بڑے نامی و نامور نبرد آزما اپنی جان بچاتے پھرتے تھے۔

بھوکا پیاسا لڑ رہا تھا سیکڑوں سے وہ دلیر
حملہ ور تھا فوج دشمن پر دلاور مثلِ شیر
کوندتی تھی برق سی شمشیر اُس جرّار کی

روح حیدر تھی ثنا خواں جس کے ہر ہر وار کی

جب جناب قاسمؑ نے بہت سے نابکار داخل جہنم کیے تو اس فوج بد سیر نے متفق ہو کر آپ پر حملہ کیا۔ کہاں ایک تشنہ و نیم جاں کجا ہزار ہا بے ایمان پھر بھی:-

ہو کے جب سر مکھ نہ وہ بد عہد اس سے لڑ سکے
پشت پر آ آ کے سفاکوں نے تب حملے کیے

یہاں تک کہ جب اُس بھوکے پیاسے کم سِن مظلوم پر تمام فوج ٹوٹ پڑی اور اس کے پھول سے جسم کو تیغ و تیر و تبر سے چھلنی کر دیا تو:-

زخموں کا لگا خون رکابوں سے ٹپکنے　　طاقت گئی لڑنے کی لگا ہاتھ بہکنے
پانی کے لیے تن میں لگی روح پھڑکنے　　مُڑ مُڑ کے سوئے خیمہ لگے یاس سے تکنے
سینے پہ سناں گرز لگا کاسۂ سر پر
تیورا کے جھکے تھے کہ پڑی تیغ کمر پر

عمّو کو صدا دی کہ چچا جان خبر لو　　ہوتا ہے غلام آپ پہ قربان خبر لو
دُنیا میں کوئی دم کا ہے مہمان خبر لو　　پہنچا ہے دم آخر مرا اس آن خبر لو
ذرّیت حیدر کی یہ توقیر ہوئی ہے
پامال ہمیں کرنے کی تدبیر ہوئی ہے

حسینؑ بے کس و مظلوم بچے کی صدا سُن کر بے تاب ہو گئے اور سر و پا برہنہ ہاتھوں سے دل تھامے ہوے دوڑے اور:-

اعدا کو بھگا کر جو لگے ڈھونڈھنے سرور　　پامال ملے قاسمِ رنجور سراسر
گودی کا پلا پاؤں رگڑتا تھا زمیں پر　　رو کر پسرِ فاطمہؑ نے پیٹ لیا سر
روتے ہوئے بس وہ تن صد پاش سے لپٹے

چلّا کے حسینؑ ابنِ علیؑ لاش سے لپٹے

فرمایا کہ صدقہ ہو چچا منہ سے تو بولو   کیا حال ہے اے ماہِ لقا منہ سے تو بولو
بیٹا میں تڑپتا ہوں ذرا منہ سے تو بولو   کیا اُٹھ نہیں سکتے ہو ذرا منہ سے تو بولو
مادر کو بڑا داغ دیئے جاتے ہو بیٹا
سب حسرتیں دل میں ہی لیے جاتے ہو بیٹا

یہ کہتے تھے جو موت کی ہچکی انھیں آئی   منہ کھول کے حضرت کو زباں خشک دکھائی
مخدومۂ عالم نے یہ آواز سُنائی   میں ساغر کوثر ہوں ترے واسطے لائی
پی لے اسے اے لال کہ تر خشک گلا ہو
دادی ترے سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ فدا ہو

لب بند کیے قاسمؑ ذی جاہ نے اکبار   یعنی نہ پیوں گا، ہیں پیاسے شہ ابرار
دنیا سے سفر کر گیا پیاسا ہی وہ دلدار   لاش اس کی چلے لے کے شہ بیکس و لاچار
ڈیوڑھی پہ جو پہنچے تو کہا رو کے یہ سب سے
لو مر گئے ارماں تھا جنھیں مرنے کا شب سے

(سراج الغم صفحہ ۴۰ تا ۴۳)

علّامہ سیّد محمد مہدی بھیک پوری اعلی اللہ مقامہٗ :- (وفات ۱۹۲۹ء)

اولادِ امام حسنؑ میں سب سے پہلے حضرت قاسمؑ ابنِ حسنؑ جہاد کے قصد سے خیمہ سے نکلے یہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ خیمہ سے نکل کر سیدھے اپنے چچا کے پاس آئے اور عرض کی چچا جان اجازتِ جہاد مرحمت ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند تُو تو میرے بھائی کی نشانی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو محفوظ رہے اور مجھے فی الجملہ تسکین ہو۔ اے فرزند تم کیوں اپنے پاؤں سے موت کی طرف جاتے ہو؟ شاہزادۂ

پڑا۔ اس کے بعد جناب قاسمؑ امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کرنے لگے یَا عَمَّاهُ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ (چچا جان پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے اگر ممکن ہو تو تھوڑا سا پانی پلا دیجئے) حضرات پانی کہاں میسّر تھا جو آپ پلاتے۔ حضرتؑ نے اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا اس کو منہ میں رکھ لو اور چوسو شاید کچھ تسکین ہو۔ جناب قاسمؑ نے وہ انگوٹھی اپنے منہ میں رکھ لی۔ جب کچھ تسکین ہوئی تو پھر میدانِ قتال میں آئے اور لڑنا شروع کیا اور بہت سے اشقیاء کو داخلِ جہنم کیا۔ مگر مومنین خیال کیجئے وہ حضرت قاسمؑ کا سن و سال وہ پہلے پہل کی لڑائی وہ تین دن کی بھوک پیاس آخر کہاں تک لڑتے۔ اشقیائے بے دین نے چاروں طرف سے آگھیرا اور تلوار پر تلوار، نیزہ پر نیزہ لگانے لگے۔ اتنے میں عمر بن سعد ازدی نے سر مبارک پر ایسی تلوار لگائی کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہو گیا۔ زین سے زمین پر آئے اور آواز دی یَا عَمَّاهُ اَدْرِکْنِیْ (چچا جان میری خبر لیجئے) یہ آواز سنتے ہی امام حسینؑ بے تاب ہو گئے تلوار کھینچ کے اُن اشقیاء پر حملہ کیا۔ اور عمر بن سعد ازدی کو جو قاتل جناب قاسمؑ تھا ایسی ضرب لگائی کہ وہ شقی گھوڑے سے گر پڑا۔ کوفیوں نے حملہ کر کے چاہا اُسے بچا لے جائیں اس ارادے سے اُن اشقیاء نے اپنے گھوڑے دوڑائے۔ آہ آہ اُن سواروں کی اس تاخت و تاز سے حضرت قاسمؑ کا جسم زندگی ہی میں پامالِ سُمِ اسپاں ہو گیا۔ جب امام حسینؑ اُس شہزادے کے پاس پہنچے تو یہ دیکھا کہ خاک و خون میں آلودہ ریگ گرم پر پڑے ہیں اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ حضرتؑ یہ حالت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا اے فرزند خدا نفرین کرے اس قوم کو جس نے تمہیں قتل کیا۔ قسم بخدا تمہارے چچا پر بہت ہی گراں ہے کہ تم نصرت کے واسطے پکارو اور چچا سے تمہاری امداد نہ ہو سکے۔ اتنے میں اُس شاہزادے کی رُوح نے مفارقت کی۔ امام حسینؑ نے اُن کی لاش اُٹھا کے اپنے سینہ

سے لگائی اور خیمہ کی طرف لے چلے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے دیکھا کہ حضرتؑ سے اُس فرزند کی لاش سنبھل نہ سکتی تھی اور اُس کے پاؤں زمین پر کھنچتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ خیمہ میں لے آئے اور سب لاشوں کے پاس لٹا دیا۔ مومنین امام حسینؑ کی لاش کو تو اشقیاء نے بعد آپ کی شہادت کے پامال کیا مگر حضرت قاسمؑ کے جسم کو زندگی ہی میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔(لواعج الاحزان...صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۴)

ادیبِ اعظم مولانا سیّد ظفر حسن امروہوی:۔

جب انصار حسین درجہ بدرجہ جام شہادت نوش کر چکے اور بنی ہاشم کی باری آئی تو ہر بی بی کی خواہش یہ تھی کہ میری اولاد سب سے پہلے فدیہ راہ خدا بنے جب جناب زینبؑ کے دونوں صاحبزادے میدان جنگ میں کام آ چکے تو جنابِ اُم فروہؑ مادر جناب قاسمؑ نے فضہ سے کہا ذرا قاسمؑ کو میرے پاس بلا دو کیا غضب آ گیا۔ وہ ابھی تک زندہ ہے میری نظر شہزادی کونین ثانی زہراؑ کے سامنے نیچی ہے۔ ہے ہے ان کے دونوں بچے شہادت پا چکے ہیں، اور قاسمؑ ابھی تک چچا کے پہلو میں کھڑے نظر آ رہے ہیں۔ فضہ درِ خیمہ پر آئیں اور جناب قاسمؑ کو بلایا خیمہ میں آئے تو ماں کی تیوری پر بل دیکھے۔ لرزنے لگے۔ بیوہ ماں نے عتاب آمیز لہجے میں کہا کیا تم مرنے سے جان چرا رہے ہو کیا جب آگے بڑھو گے کہ چچا کی لاش خاک و خون میں تڑپتی نظر آئے گی جس چچا نے تم کو باپ کی طرح پالا تھا۔ کیا اس کی محبت و شفقت کا بدلا یہی ہے۔ ہے ہے عونؑ و محمدؑ تو مر نے کو جائیں اور تم کھڑے منہ دیکھو۔ تم نے مجھے اس قابل نہ رکھا کہ ثانی زہراؑ سے آنکھ ملا سکوں۔ آہ! میں ان کو دونوں بیٹوں کا پرسا دوں چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ مجھے تمہارے مرنے

پر پرسا دیتیں۔

قاسمؑ نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔اے مادرِ گرامی اس میں میرا قصور نہیں میں تو کئی بار چچا جان کی خدمت میں اذن حاصل کرنے کے لیے گیا۔مگر کیا کروں حضور اجازت نہیں دیتے۔آپ چچا جان سے سفارش کریں۔

انہوں نے کہا تم جاؤ اور فرزند رسولؐ سے اجازت مانگو اور یہ تعویذ جو تمہارے بازو پر ہے اس کو کھول کر چچا جان کو دکھاؤ اس میں تمہارے باپ کی وصیت ہے۔قاسمؑ یہ بات سُن کر حضرت کی خدمت میں آئے اور اجازت طلب کی۔امام مظلومؑ نے حیرت سے یتیم بھتیجے کی طرف دیکھا۔آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔اور فرمایا بیٹا کس دل سے اجازت دوں تم میرے مرحوم بھائی کی یادگار ہو۔جب تم کو دیکھتا ہوں بھائی جان یاد آجاتے ہیں۔قاسمؑ نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ تمام جوانانِ بنی ہاشم باری باری شرف شہادت حاصل کر کے راہی جنت ہو چکے ہیں۔کیا یہ غلام اس سعادت سے محروم رہے گا میری والدہ گرامی اس بات پر مجھ سے ناراض ہیں کہ مرنے میں کیوں تاخیر کر رہا ہوں۔

ابھی چچا بھتیجے میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خیمے سے کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی امام علیہ السلام درِ خیمہ پر آئے اور فضہ سے پوچھا کون رو رہا ہے۔عرض کی شہزادے آپ کی بھابھی رو رہی ہیں۔امام یہ سن کر خیمے میں داخل ہوئے۔دیکھا کہ اُمِّ فروہ ستونِ خیمہ سے لپٹی ہوئی زار زار رو رہی ہیں۔حضرت بے چین ہو گئے پوچھا بھابھی جان آپ کے اس قدر بے چینی سے رونے کا سبب کیا ہے۔اس غم دیدہ اور ستم رسیدہ بی بی نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ مجھ دکھیا کو ندامت سے بچایئے اور اپنی مادر گرامی سے شرمندہ نہ کیجئے۔کیا بیوہ کا لال فدیہ راہِ خدا بننے کا اہلِ نہیں یا ابن رسول اللہ ایک قاسمؑ کیا اگر ایسے ہزار بیٹے ہوں تو آپ کے قدموں پر نثار کر دوں۔یہ سُن کر امام سر

نہوڑائے آنکھوں میں آنسو بھرے خیمے سے نکل آئے اور دیر تک خاموش کھڑے رہے۔

قاسمؑ نے بازو سے تعویذ کھول کر خدمتِ امام میں پیش کیا۔ حضرت نے بھائی کی تحریر دیکھ کر ایک آہ سرد کھینچی۔ اس میں لکھا تھا قاسمؑ یہ میری وصیت ہے کہ کربلا میں تمہارے چچا نرغۂ اعدا میں گھر جائیں تو تم ان پر جان نثار کرنے میں پس و پیش نہ کرنا۔

بھائی کی یہ وصیت پڑھ کر امام مظلوم مجبور ہو گئے اور فرمایا اچھا بیٹا! تم بھی جاؤ۔ آہ حسینؑ پر کیا وقت آ گیا ہے کہ گود کے پالے گھر کے اجالے آنکھوں کے آگے دم توڑ رہے ہیں اور کچھ بس نہیں چلتا۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے تبرکات امام حسن علیہ السلام منگوائے اور اپنے ہاتھوں سے یتیم بھتیجے کو موت کے منہ میں بھیجنے کے لیے سجایا، سر پر عمامہ امام حسن علیہ السلام کا باندھا۔ پٹکے سے کمر کسی۔ ہتھیار بدن پر سجے اس کے بعد جناب قاسمؑ کو چھاتی سے لگا کر دیر تک روتے رہے پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر رکاب پکڑ کر گھوڑے پر سوار کیا جب جناب قاسمؑ چلے تو کلیجہ پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے دوڑے۔ اے جانِ عم ذرا دیر ٹھہرو۔ قاسمؑ نے گھوڑے کی باگ روک لی۔ فرمایا گھوڑے سے اُترو کہ مرحوم بھائی کی طرف سے ایک بار پھر تمہیں رخصت کرلوں۔

الغرض جناب قاسمؑ اُترے۔ امام نے سینے سے لگایا پیار کیا اور پھر گھوڑے پر سوار کر کے فرمایا پروردگار گواہ رہنا کہ اب بھائی کی نشانی بھی حسینؑ سے جدا ہو رہی ہے۔

جناب قاسمؑ نے میدان میں آکر ہاشمی انداز میں ایسا رجز پڑھا کہ میدان کربلا گونج اُٹھا۔ پھر فرمایا جو اپنی جان سے بیزار ہو وہ میرے سامنے آئے۔ میں شیر کردگار کا پوتا امام حسن علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔ یہ سُن کر ازرق شامی کا ایک بیٹا جو اپنے کو رستم زماں سمجھتا تھا۔ بڑے طمطراق سے گھوڑا اکڑاتا سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے نوجوان! تو

میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے وار کیا حضرت قاسمؑ نے اس کا وار سپر پر روکا۔ جب وہ پے در پے چند وار کر چکا تو آپ نے فرمایا او بد بخت اب شمشیر حیدری کا وار روک یہ کہہ کر ایک تلوار ایسی ماری کہ خود اور سر کو کاٹتی سینہ تک اُتر آئی اور وہ نابکار بے قابو ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ جناب قاسمؑ نے اس کا سر کاٹ کر پسر سعد کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ یہ حال دیکھ کر ازرق شامی کے تین بیٹے باری باری لڑنے آئے۔ جناب قاسمؑ نے ان کو بھی مار گرایا اور ازرق ملعون جس کے سامنے اس کے چار بیٹے واصل جہنم ہو چکے تھے۔ مار سیاہ کی طرح پیچ و تاب کھاتا فوج کی صفوں سے نکلا۔ جناب قاسمؑ نے بہت جلد اس کا بھی کام تمام کیا۔ جب پسر سعد نے یہ حال دیکھا تو اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ سب یکبارگی اس جوان پر ٹوٹ پڑو۔ چنانچہ یکایک بادل کی طرح چاروں طرف سے فوج سمٹ آئی اور ہر طرف سے وار پر وار ہونے لگے۔

شہزادہ قاسمؑ کا تمام بدن تیروں اور نیزوں سے چھلنی ہو گیا۔ ہر بُن مُو سے فوارہ کی طرح خون پھوٹ نکلا جب گھوڑے پر بیٹھنے کی تاب باقی نہ رہی اور چکر آنے لگے تو آواز دی۔ یا عماہ ادرکنی

امام مظلومؑ جناب عباس اور علی اکبرؑ کو لے کر قتل گاہ میں پہنچے۔ مگر آہ حضرت کے پہنچنے سے پہلے جناب قاسمؑ کی روح راہی جنت ہو چکی تھی۔ امام مظلومؑ نے قریب جا کر دیکھا کہ تمام بدن گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا ہوا ہے اور اعضائے بدن جدا ہو چکے ہیں۔ فقطعوہ اربأ اربا ایک ایک عضو ظالموں نے جدا کر دیا تھا۔

غرض جس طرح بنا جوان بھتیجے کی لاش کو خیمہ گاہ تک لے آئے جب بی بیوں کو خیمہ میں معلوم ہوا کہ قاسمؑ کی لاش آ رہی ہے تو کہرام بپا ہو گیا۔ ہر طرف سے وا قاسماہ واثمرۃ فوادہ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مادر جناب قاسمؑ سجدہ میں گر پڑیں اور رو رو کر عرض کرنے

لگیں۔ خداوندا تیرا شکر ہے کہ آج بیوہ کی کمائی ٹھکانے لگی۔

سجدے سے سر اُٹھایا تو بیٹے کی لاش سے لپٹ گئیں۔ قاسمؑ بیٹا! تم ماں کو چھوڑ کر جنت کو سدھارے۔ آہ! اب بیوہ ماں کس کے سہارے جئے گی۔ اے میرے نونہال اے میرے گیسوؤں والے، اے میری تمناؤں کے مرکز، میری آرزوؤں کے خزانے۔ میں تیری جاں نثاری کے صدقے تم نے ماں کی آبرو رکھ لی۔ ندامت سے بچالیا۔ دادی جان کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ رانڈ بہو کے پاس جو کچھ دولت تھی وہ فرزندِ رسولؐ کے قدموں پر نثار کردی۔ (مصباح المجالس جلد چہارم صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۳)

عمدۃ الواعظین مولانا سیّد غلام مرتضیٰ لکھنوی:

امام حسنؑ کا نونہال جب ضبط نہ کرسکا تو چچا سے بڑھ کے پوچھ لیا کہ چچا میرا نام بھی محضر شہدا میں ہے امام حسینؑ نے کمسنی کو دیکھتے ہوئے ایک سوال کیا یا بُنّیا کیف الموت عندك کیوں بیٹا تمہارے نزدیک موت کیسی ہے تو جناب قاسمؑ جواب دیتے ہیں یا عم اَحلیٰ مِنَ العَسل۔ اے چچا شہد سے زیادہ شیریں۔ جواب کا انداز بتا رہا ہے کہ اگر حق پر جان دینے کا موقع آجائے تو آلِ محمدؐ کے بچے موت سے کڑوی چیز بھی شہد سے زیادہ شیریں سمجھتے ہیں۔ حسینؑ نے بڑھ کے بھتیجے کو گلے سے لگایا اور فرمایا ہاں بیٹا تم بھی شہید ہو گے اور تمہارا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ بھی تعجب نہیں جو شیر خوار کی خبر شہادت سن کر ہاشمی غیرت کی تیوری پر بل ڈال دیے ہوں اور پوچھ بیٹھے ہوں کہ چچا کیا اشقیا خیموں میں گھس آئیں گے اور آقا نے جواب دیا ہو کہ نہیں بیٹا میرے ہوتے ہوئے کس میں دم ہے کہ خیمہ کی طرف نظر اُٹھا سکے میں خود علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لاؤں گا اور اصغرؑ تیر کھا کے دم توڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ہاشمی شجاعوں کی جنگ آزما شمشیروں کی موجودگی میں کون یہ وہم بھی کرسکتا ہے کہ حضرت ابوالفضل العباس کی

بہنیں علی اکبرؑ سے بہادر کی ماں اور قاسمؑ ابن حسنؑ سے نوجوان غازی کی ماں اور چچیاں کوفہ وشام کے بازاروں میں سر برہنہ بازو بندھے ہوئے بے مقنعہ و چادر اونٹوں کی برہنہ پشت پر شہر اور بشہر اور کوچہ بکوچہ پھرائی جائیں گی ہاں عزادارو وہ قیامت کا وقت بھی آ ہی گیا جب شاہزادہ ہاتھ جوڑے کھڑا ہوا چچا سے اذن جہاد مانگ رہا ہے اور ماں اپنی عمر بھر کی کمائی اپنے آقا پر نثار کرنے کے لیے کبھی بچہ کو اور کبھی آقا کو دیکھتی ہے حسینؑ قاسمؑ کو دیکھتے ہیں اور بھائی یاد آجاتا ہے گلے لپٹ کے رونے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی کی نشانی میں تجھے کیسے مرنے کی اجازت دے دوں بھتیجا اصرار کر رہا ہے یہاں تک کہ امام نے اذن دیا اور ساتھ ہی سر پکڑ کے بیٹھ گئے جناب قاسمؑ خیمہ میں رخصت آخر کے لیے تشریف لائے ماں نے دوڑ کے چہرے کی بلائیں لیں پھوپھیوں نے سر سے پاؤں تک بھائی کی نشانی کو دیکھا بہنیں دامن سے لپٹ گئیں مگر شہزادہ عزم نصرت کیے ہوئے دادا کی شان سے خیمہ سے باہر آیا چچا نے بڑھ کے گلے لگایا دیر تک روئے اس کے بعد خود گھوڑے پر سوار کیا شاہزادہ نے لگام ہاتھ میں آتے ہی گھوڑے کو ایڑ دی گھوڑا اُڑا اور ماں نے اپنے چاند کو فوج کے بادلوں میں چھپتے ہوئے دیکھ کے آخری بار نگاہِ حسرت ڈال کے ایک آہ کی آپ ضرور سوچتے ہوں گے کہ ایک تین دن کا پیاسا ہزاروں کی فوج سے کیا لڑے گا مگر ازرق کی کٹی ہوئی گردن اور فوج کے پڑے ہوئے کشتے اور کربلا کا بولتا ہوا رن اور قاسمؑ کی چلتی ہوئی تلوار پکار پکار کے کہہ رہی تھی کہ علی کے پوتے اگر آستین اُلٹ لیں تو یوں لڑتے ہیں کہ بہادر ٹھہر نہ سکیں بیشک چچا اور بھائی کمسن بھتیجے کی جنگ دیکھ دیکھ کے خوش ہو رہے ہوں گے ماں کا کلیجہ ہاتھوں بڑھ گیا ہوگا جب سنا ہوگا کہ میرے بچے نے ازرق سے بہادر کو مار لیا ہے کیوں کر کہوں کلیجہ پھٹتا ہے جب یہ خیال آتا ہے کہ دکھیاری ماں کے دل پر اس وقت کیا

گذر گئی ہو گی جب قاسمؑ نے پکار کے کہا ہو گا کہ چچا میری خبر لیجئے اور رخصت ہو کے جانے والا نونہال جب اس شان سے حسینؑ کے ہاتھوں پہ خیمے میں آیا ہو گا کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے لاش تک سالم نہیں ماں کے بین پھوپھیوں کے نالوں سے خیمے میں کہرام مچا دیا ہو گا مگر جی چاہتا ہے کہوں بیبیوں رو لو۔ ابھی حسینؑ زندہ ہیں ارے جب حسینؑ نہ ہوں گے تو رونے پر نیزے چبھو دیئے جائیں گے سکینہؑ کے طمانچے لگائے جائیں گے اور کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ (تبلیغی مجالس۔ صفحہ ۳۶ تا ۴۷)

مولانا سیّد ظفر حسن امروہوی:

منقول ہے کہ جب امام مظلوم کے تمام انصار میدان میں کام آ چکے اور عزیز بھی درجہ بدرجہ شہادت پانے لگے تو جناب قاسمؑ حاضر خدمت ہو کر اذن کارزار طلب کرنے لگے۔ حضرت یتیم بھتیجے کو چھاتی سے لگا کر رونے لگے۔ اور فرمایا اے میرے فرزند تو میرے مرحوم بھائی کی یادگار ہے تجھے دیکھ کر بھائی حسن یاد آ جاتے ہیں۔ اے فرزند تو ابھی کم سِن ہے میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ تجھ جیسے نازوں کے پالے خوش رَو اور خوش سیرت جوان کو ان خونخوار درندوں میں تیغ و نیزے کھانے کو بھیج دوں۔ بیٹا! تیری جدائی تیری دکھیا ماں سے برداشت نہ ہو گی۔ اس کا کلیجہ اس صدمے سے پھٹ جائے گا۔ آہ! ان کے دل میں بہت سے ارمان ہیں۔ ابھی تو ان بیچاری نے تیری جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی۔ یہ سُن کر جناب قاسمؑ آبدیدہ ہوئے اور عرض کی چچا جان میں آپ کو اپنے پدر بزرگوار کی روح کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ کو شرف شہادت سے محروم نہ رکھئے۔ یہ ضرور ہے کہ میرا سن ابھی کم ہے لیکن مجھے بھی بحمد اللہ یہ فخر حاصل ہے کہ علی جیسے شجاع کا پوتا ہوں! اور عباس جیسے غازی کا بھتیجا ہوں میدان میں جا کر ہاشمی شجاعت کے وہ جوہر دکھاؤں گا کہ یہ نابکار سکتہ میں رہ جائیں گے۔ ابھی چچا بھتیجے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں

کہ درِ خیمہ سے کسی کے رونے کی آواز آئی امام مظلوم اس طرف متوجہ ہوئے پوچھا یہ کون روتا ہے کسی نے کہا حضور کی بھابی اُم فروہؑ ہیں حضرت یہ سنتے ہی خیمہ میں تشریف لائے اور پوچھا بھابھی جان آپ کے اس قدر پھوٹ پھوٹ کر رونے کا کیا سبب ہے کہنے لگیں۔ یا بن رسولؐ اللہ کیا بیوہ کی اولاد فدیۂ راہِ خدا بننے کے قابل نہیں ہوتی۔ یا بن رسولؐ اللہ آپ نے قاسمؑ کو اگر اجازت جنگ عطانہ فرمائی تو مجھے روز حشر آپ کے پدر بزرگوار اور مادرِ عالی وقار اور برادر والا تبار سے سخت ندامت ہوگی۔ یا بن رسولؐ اللہ خدا کے لیے قاسمؑ کو نہ روکیے ورنہ عرصہ حیات میرے اوپر تنگ ہو جائے گا اور زنان اہلِ حرم کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گی۔

دُکھیا بھاوج کی تقریر سُن کر امام مظلوم کے دل پر غم کا آرہ چل گیا دیر تک سر جھکائے زار زار روتے رہے اس کے بعد خیمہ سے برآمد ہوئے اور صبر کی سِل کلیجہ پر رکھ کر اجازت کارزار مرحمت فرمائی اس کے بعد آپ نے تبرکات امام حسن علیہ السلام خیمے سے طلب فرما کر جناب قاسمؑ کو اپنے ہاتھ سے آراستہ کیا۔ عمامہ امام حسن علیہ السلام سر پر باندھا زرہ بَر میں پہنائی پٹکے سے کمر کسی چھوٹی سی تلوار حمائل کی۔ جب اچھی طرح آراستہ کر لیا تو بھتیجے کی صورت دیکھ دیکھ کر زار زار رونے لگے۔ امام حسن علیہ السلام کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی چھاتی سے لگا کر پیار کیا اور فرمانے لگے۔ قاسمؑ موت کو کیسا پاتے ہو۔ عرض کی یا عمّی احلیٰ من العسل اے چچا شہد سے زیادہ میٹھا۔ فرمایا بیٹا! اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ پھر گھوڑا طلب فرمایا اور قاسمؑ کا بازو پکڑ کر سوار کیا اور نہایت غم ناک لہجہ میں فرمایا اچھا بیٹا سدھارو۔ خدا حافظ۔

منقول ہے کہ ابھی جناب قاسمؑ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ ایک مرتبہ امام مظلوم بے تاب ہو کر دوڑے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔ اے جانِ عمّ ذرا دیر کے لیے ٹھہر جا کہ

حسینؑ ایک بار تجھے اور چھاتی سے لگا لے جناب قاسمؑ رک گئے اور گھوڑے سے اُتر کر عرض کی چچا جان میں تو آپ کو رخصت کر آیا تھا۔ فرمایا بیٹا کیا کروں۔ میرا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ بیٹا آ تجھے ایک بار مرحوم بھائی کی طرف سے اور پیار کر لوں۔ فرطِ محبت سے چھاتی سے لگایا بوسے لیے اور بسم اللہ کہہ کر پھر گھوڑے پر سوار کر دیا۔ قاسمؑ ہمہمہ کرتے ہوئے میدان میں آئے۔ اور دلیرانہ انداز میں رجز پڑھا اور پھر دشمن سے مبارز طلب کیا ازرق شامی کا ایک بیٹا نکل کر آیا۔ جناب قاسمؑ نے چند لمحوں میں اسے واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد دوسرا بیٹا آیا آپ نے اسے بھی مار گرایا یہاں تک کہ اس کے چاروں بیٹوں کو آپ نے واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد خود ازرق مارِ سیاہ کی طرح پیچ و تاب کھاتا ہوا نکلا۔ جناب قاسمؑ نے بہت جلد اس کا بھی کام تمام کیا یہ حال دیکھ کر پسر سعد گھبرایا اور سرداران لشکر سے کہنے لگا یہ بنی ہاشم کے شیر ہیں ان سے ایک ایک کر کے نہ لڑو۔ بلکہ چاروں طرف سے گھیر کر یک بار سب حملہ کرو۔ چنانچہ سب نابکار سمٹ آئے۔ جناب قاسمؑ کو جلال آ گیا۔ شیر غضب ناک کی طرح درآئے۔ اور وہ شجاعانہ جنگ کی کہ دشمن کے ہوش باختہ ہو گئے جناب عباسؑ حضرت علی اکبرؑ و امام مظلوم علیہ السلام ہر ہر وار پر نعرہ تحسین و آفرین بلند کر رہے تھے کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ نے بیالیس نابکاروں کو تہ تیغ کیا۔

آخر کہاں تک لڑتے دشمن کی فوج ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھی نیزہ و شمشیر خنجر و تیر کے وار پر وار کر رہی تھی حضرت قاسمؑ کا تمام بدن زخموں سے چُور ہو گیا۔ جب گھوڑے پر نہ رُک سکے تو آواز دی یا عم ادرکنی یہ صدا سنتے ہی امام مظلوم علیہ السلام کی نظر میں دنیا تیرہ و تار ہو گئی حضرت عباس و حضرت علی اکبرؑ کو ہمراہ لے کر مقتل کی جانب روانہ ہوئے۔ آہ! آہ! حضرت کے پہنچنے سے پہلے وہ جفا کار لاشۂ قاسمؑ کو پامال کر چکے

تھے۔ حضرت نے اپنے اس پارۂ جگر کو اس حال میں پایا فقطعوہ ارباً اربا یعنی دشمنوں نے اس جسم نازک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ آہ یہ حال دیکھ کر امام مظلوم علیہ السلام پر کیا گذری ہو گی۔ بھتیجا بھی وہ بھتیجا جو شہید ظلم و جفا بھائی کی یادگار تھا۔ اس طرح کچلا ہوا اور خاک وخون میں بھرا بے دم پڑا تھا بے اختیار حضرت نے اس تن پاش پاش کو چھاتی سے لگا لیا اور رو رو کر فرمانے لگے۔ بیٹا قاسمؑ کاش اس سے پہلے تمہارے بے کس وستم رسیدہ چچا کو موت آ جاتی اور تم کو اس خراب حالت میں نہ دیکھتا۔ بیٹا اس عالم غربت ویاس میں تم کو بھی جدا کرنا قسمت میں لکھا تھا۔ اے یادگار برادر اے میری گود کے پالے مظلوم حسینؑ کس منہ سے تیری دکھیا ماں کے پاس جائے اور کس زبان سے تیرے مرنے کی خبر اس غم کی ماری کو سنائے۔

آہ آہ! مومنین جب حضرت نے چاہا کہ جناب قاسمؑ کی لاش کو اُٹھا کر خیمے میں لے جائیں تو وہ جسدِ اطہر کسی طرح اس قابل نہ تھا کہ خاک سے اُٹھ سکے۔ ایک ایک عضو جدا ہو رہا تھا جس طرح بنا امام مظلوم جناب عباس اور حضرت علی اکبرؑ کی مدد سے اس جسم پاش پاش کو اُٹھا کر خیمہ گاہ تک لے آئے۔

آہ! آہ! جب کچلی ہوئی لاش خیمہ میں آئی تو سیدانیوں کا غم سے بُرا حال ہوا۔ خدا کسی ماں کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھائے۔ خیام حسینی میں اس وقت عجب کہرام بپا تھا ہر طرف سے واقاسماہ! واقاسماہ کی صدائیں آ رہی تھیں۔ اہلِ حرم کے نوحہ وشیون اور مادرِ قاسمؑ کے دل خراش بین سے زمین وآسمان ہل رہے تھے فلک ستائی ماں بار بار اس تن پاش پاش کو چھاتی سے لگاتی اور اپنے شہید پسر کا شانہ ہلا کر کہتی۔ بیٹا قاسمؑ کیسی گہری نیند سو رہے ہو کہ دکھیا ماں پکارتی ہے اور نہیں چونکتے۔ آہ! میں کربلا میں لٹ گئی میرے ارمان خاک میں مل گئے آہ! میرے چاند تجھے کس کی نظر کھا گئی کاش یہ دکھیا ماں تجھ سے

پہلے مرجاتی۔

الا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلمو ای منقلب ینقلبون (مصباح المجالس جلد اوّل...صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۱)

مولانا غلام حسین نعیمی:

انصارِ حسینؑ اپنی شہادت کی خبریں سُن کر خوش ہوئے کہ محفل سے ایک بارہ تیرہ سال کا بچہ اُٹھا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ چچا جان کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے حسینؑ نے حسرت بھری نگاہ سے معصوم کو دیکھا اور خاموش ہوگئے۔ قاسمؑ نے پھر عرض کی چچا جان کیا میرا نام بھی شہید ہونے والوں کی فہرست میں ہے۔

عزادارو! مظلومِ کربلا نے آبدیدہ ہوکر قاسمؑ کو دیکھا اور فرمایا بیٹا علی اصغرؑ کا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ قاسمؑ نے تڑپ کر عرض کی کیا اشقیاء خیموں میں آجائیں گے۔ میرے مولا نے فرمایا بیٹا میں خود اصغرؑ کو اشقیا کے سامنے لے جاؤں گا اور پانی کے عوض حرملہ کے تیر سے تیرا بھائی علی اصغرؑ شہید ہوجائے گا۔ حضرت سجادؑ فرماتے ہیں اس تقریر کو سُن کر سیدانیوں میں کہرام بپا ہوگیا۔ امامؑ اُٹھے اور سیدانیوں میں آکر فرمایا محمدؐ کی بیٹیو کوفہ وشام کی قید کے لیے تیار ہوجاؤ۔

روایت میں ہے کہ قاسمؑ کی ماں نے جنابِ قاسمؑ کو بلا کر فرمایا بیٹا! میرے پاس صرف ایک تُو ہی ہے۔ بیٹا قاسمؑ جاؤ اور اپنے عمؑ بزرگوار پر قربان ہوجاؤ۔ میرے لختِ جگر آخر میں بھی ماں ہوں۔ مگر کیا کروں محمدؐ کی بیٹی زینبؑ نے دونوں بچے امامؑ پر فدیہ دے کر سرخروئی حاصل کرلی ہے۔ بس اتنا سُن کر جنابِ قاسمؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت مانگی۔ عزادارو! منقول ہے کہ امامؑ نے دونوں باہیں جنابِ قاسمؑ کے گلے میں ڈال دیں اور دونوں چچا بھتیجے دیر تک روتے

رہے۔ پھر سیّد الشہداؑ نے فرمایا قاسمؑ تو میرے ماں جائے حسنؑ کی نشانی ہے۔ بیٹا تجھے میدان میں بھیجنے کے بعد تیرا مظلوم چچا کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ اِدھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مادرِ قاسمؑ نے فضّہ سے فرمایا۔ فضّہ ایک مرتبہ قاسمؑ کو تم خیمہ میں بلا کر لے آؤ۔ اب جو قاسمؑ خیمہ میں تشریف لائے تو جناب اُمِّ فروہؑ نے فرمایا۔ بیٹا قاسمؑ مجھے بروزِ قیامت جنابِ بتولؑ سے شرمندگی ہوگی۔ جنابِ قاسمؑ سمجھ گئے اور عرض کی امی جان میں جب بھی اجازت کے لیے عرض کرتا ہوں تو فرزندِ رسولؐ رونے لگتے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا بازو کا تعویذ کھول کر چچا کے حوالے کر دو۔ بس فوراً قاسمؑ نے تعویذ کھول کر اور اس کی تحریر کو پڑھ کر خوشی سے عرض کی مادرِ گرامی اب میدان میں جانے کی اجازت مِل جائے گی۔ لکھا ہے کہ اس تعویذ کو لے کر جنابِ قاسمؑ امامؑ کے پاس حاضر ہوئے اور سلام عرض کر کے تعویذ کا پُرزہ امامؑ کے حوالے کیا۔ جب امامؑ نے تحریر کو پڑھا تو ایک مرتبہ منہ مدینہ کی طرف پھر گیا اور رو کر فرمایا بھائی حسنؑ آپ کو اس اولاد کا حسینؑ ممنون ہے ماں جائے آپ میری بے کسی کا خیال رہا۔

عزادارو! جب اُمِّ فروہؑ نے دیکھا کہ ابھی تک میرے بیٹے کو میدان میں جانے کی اجازت نہیں ملی تو اُمِّ فروہؑ نے زار زار رونا شروع کیا امامؑ نے فضّہ سے دریافت فرمایا کہ خیمہ میں کون رو رہا ہے۔ فضّہ نے عرض کی آپ کی بیوہ بھاوج اُمِّ فروہؑ رو رہی ہیں۔ منقول ہے کہ یہ سُن کر امام خیمہ میں تشریف لائے اور بھاوج سے دریافت کیا کہ آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ جنابِ اُمِّ فروہؑ نے رو کر عرض کی حسینؑ میں اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ آج اگر امام حسنؑ موجود ہوتے تو میں بھی سرخروئی حاصل کرتی۔ اتنا سُن کر امامؑ نے فرمایا بھابھی آپ مضطرب نہ ہوں۔ میں آپ کے قاسمؑ کو میدانِ کارزار کی اجازت دے چکا۔ بس یہ کہہ کر امامؑ باہر تشریف لائے اور جنابِ قاسمؑ کو اپنے

ہاتھوں سے تیار فرمایا۔ سعادۃ الدارین میں بھی تحریر ہے کہ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے گریبان کو چاک کردیا اور عمامہ کے دو حصے کر کے چہرے پر لٹکا دیئے اور کفن کی طرح لباس پہنا کر اپنی تلوار ان کی کمر میں لٹکائی اور پھر معرکۂ جنگ کی طرف روانہ کیا۔

عزادارو! ابھی جنابِ قاسمؑ چند قدم چلے ہی تھے کہ پیچھے سے آواز آئی بیٹا ٹھہرو جنابِ قاسمؑ نے مُڑ کر دیکھا تو امام حسینؑ پیچھے روتے آرہے ہیں فرمایا بیٹا اپنے غریب مظلوم چچا کو ایک بار پھر سینہ سے لگالو جب امام قاسمؑ سے مِل چکے تو دریافت کیا بیٹا موت کو کیسا پاتے ہو۔ عرض کی چچا اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ یعنی شہد سے بھی شیریں۔ امامؑ نے بیٹے کو شاباش دی اور قاسمؑ کی جنگ دیکھنے کے لیے ایک اونچے مقام پر کھڑے ہوگئے۔ جنابِ قاسمؑ نے میدانِ کارزار میں آکر رجز پڑھ کر حملہ کردیا اور اس طرح حیدرِ کرارؑ کے پوتے نے جنگ کیا کہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے خندق وخیبر کا نقشہ پھر گیا۔ عمر بن سعد نے ساری فوج سے ایک بہادر شخص جو ایک ہزار جوانوں کی طاقت رکھتا تھا اُسے مقابلہ کو بھیجا۔ جنابِ قاسمؑ نے اس ملعون پر ایسا وار کیا کہ ضربِ حیدریؑ کی یاد تازہ ہوگئی اور وہ شقی واصلِ جہنم ہوا۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ازرق شامی کو بلایا کہ اس معصوم کو قتل کردے۔ ازرق نے ازراہِ غرور کہا کہ بچوں سے لڑنا میری توہین ہے۔ میں اپنے ایک لڑکے کو بھیج کر اس کا سر منگواتا ہوں۔ اِدھر ازرق کا لڑکا میدان میں آیا اُدھر حسنؑ کے لال نے اس حُسن وخوبی سے وار کیا کہ گھوڑے سمیت دو ہوگیا یہ دیکھ کر ازرق کو غصہ آیا اور دوسرے بیٹے کو بھیجا۔ حضرت قاسمؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے اُسے بھی جہنم رسید کیا۔ پھر ازرق کا تیسرا بیٹا آیا اور فوراً ٹھکانے لگا دونوں طرف کے لوگ دیکھ رہے تھے کہ ازرق کا چوتھا بیٹا میدان میں نکلا۔ حیدرؑ کے حیدرؑ بیٹے نے اسے بھی دوزخ کا پروانہ عطا کیا۔

جب ازرق شامی کے چاروں بیٹے قتل ہو گئے تو ازرق کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور تڑپ کر خود میدان میں نکلا۔ اِدھر ازرق پر میرے امامؑ کی نگاہ پڑی تو امامؑ نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ پالنے والے میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ میں قاسمؑ کی لاش اُٹھاؤں گا مگر میرے اللہ اس ملعون کا غرور میرے قاسمؑ کے ہاتھوں سے توڑ دے۔ لکھا ہے کہ جب ازرق حضرت قاسمؑ کے قریب آیا تو آپ نے اس دلیری سے وار کیا کہ جسم خاک پر بعد میں پہنچا اور روح جہنم میں پہلے چلی گئی۔ اس قوت وشجاعت کو دیکھ کر شامی حیران رہ گئے اور کسی کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ساری فوج کو حکم دیا کہ یکبارگی ٹوٹ پڑو اور اس بچے کو گھیر کر قتل کر دو۔

مقاتل کی معتبر کتابوں میں منقول ہے کہ جنابِ قاسمؑ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ستّر نابکار قتل کیے۔ اس کے بعد قاسمؑ صفوں کو چیرتے ہوئے امامؑ کے پاس آئے اور عرض کی چچا جان العطش بس اتنا سننا تھا کہ امام تڑپ گئے اور اپنی انگوٹھی اُتار کر قاسمؑ کو دی کہ اُسے منہ میں رکھ لو مدینۃ المعاجز کی روایت ہے کہ انگشتری کا منہ میں جانا تھا کہ پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اس کے بعد جنابِ قاسمؑ پھر میدان کارزار میں تشریف لائے تو اشقیاء کی ساری فوج جنابِ قاسمؑ پر ٹوٹ پڑی۔ کوئی تیر مارتا تھا کوئی پتھر مارتا تھا کوئی نیزہ مارتا تھا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے چھپ کر وار کیا اور قاسمؑ کا سر شگافتہ ہو گیا۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو جنابِ قاسمؑ نے استغاثہ بلند کیا یَـا عَـمَّـاهُ اَدْرِکْـنِـی ۔ روایت میں ہے کہ جس طرح امام حسینؑ جنابِ قاسمؑ کے استغاثہ پر جلدی پہنچے اس طرح کسی شہید کی لاش پر نہیں آئے اور آتے ہی عمر بن سعد بن نفیل ازدی کو واصلِ جہنم کیا۔ امامؑ کی آمد کو جو دیکھ کر اشقیاء کی فوج بھاگی تو اس میں

لاش جنابِ قاسمؑ کی پامال ہوگئی۔

عزادارو! امامؑ جب بھتیجے کی لاش پر پہنچے تو جنابِ قاسمؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ روایت میں ہے کہ فَقَطَعُوْہُ اِرْباً اِرْباً کہ تمام عضو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔ لکھا ہے کہ امامؑ نے قاسمؑ کی لاش کو اُٹھایا۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے ہوئے آ رہے تھے۔ جب خیمہ کے قریب آئے تو فرمایا بہن زینبؑ اُمِّ فروہؑ کو تھام لو۔ میں ان کی خاطر قاسمؑ کی لاش لایا ہوں۔ بس سیدانیوں نے سر کے بال کھول دیئے اور قاسمؑ کی لاش پر پہنچ کر قاسمؑ کے خون سے خضاب کرنا شروع کیا۔

عزادارو! جنابِ اُمِّ فروہؑ نے قاسمؑ کے منہ پر منہ رکھ دیا اور رو کر فرمایا بیٹا دادی زہراؑ سے کہنا کہ بی بی تیری بیوہ بہو کے پاس یہی کمائی تھی جو فدیہ دے چکی۔ (اصحاب الیمین ۱۳۳) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (نعیم الابرار... صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۳)

مولانا سیّد صفدر حسین نجفی:

موت کا بازار گرم ہے حسینؑ کے ساتھی اپنی اپنی قربانیاں پیش کر رہے ہیں کہ قاسمؑ ابن حسنؑ چچا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں یہ شہزادے ابھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور جناب سکینہؑ انہی کے ساتھ منسوب تھیں عرض کرتے ہیں چچا جان میدان میں جانے کی اجازت دیں۔ فرمایا بیٹا! تم تو بھائی حسنؑ کی نشانی ہو کس طرح تمہیں جانے کی اجازت دوں۔ یہ کہہ کر بھتیجے کو گلے سے لگا لیا۔ اتنا روئے کہ چچا اور بھتیجے پر ایک قسم کی غشی طاری ہوگئی۔ شہزادہ اجازت چاہتا ہے حسینؑ نہیں دیتے۔ بعض روایات میں ہے کہ بچہ مایوس ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ یاد آیا کہ باپ نے ایک تعویذ بازو پر باندھا تھا کہ جب کوئی مصیبت کا وقت آئے تو اسے کھول کر دیکھنا۔ اسے کھولا دیکھا تو اس میں

تحریر تھا جب تمھارے چچا نرغۂ اعدا میں گھر جائیں تو اپنی جان ان پر قربان کر دینا۔ خط چچا کے سامنے پیش کیا حسینؑ مجبور ہو گئے۔ خود گھوڑے پر سوار کیا۔ شہزادہ میدان میں آیا رجز پڑھنے شروع کیئے۔ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو کہ میں حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا بیٹا ہوں جو کہ سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جنگ شروع کی۔ حمید ابنِ مسلم کا بیان ہے کہ ایک شہزادہ میدان میں نکلا اس کا چہرہ مثل ماہِ شب چہاردہم نظر آ رہا تھا۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اس نے قمیص اور چادر پہن رکھی تھی۔ پاؤں میں نعلین تھی۔ اس نے تلوار کے جوہر دکھانے شروع کیئے تو اس کے بائیں پاؤں کے جوتے کے تسمے ٹوٹ گئے۔ عمر ابنِ سعد ابن نفیل میرے قریب کھڑا تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس پر سختی سے حملہ کروں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! تجھے اس سے کیا حاصل ہوگا؟ خدا کی قسم اگر یہ مجھ پر تلوار سے وار کرے تب بھی میں اس کے اوپر ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔ یہ لوگ جنھوں نے اسے گھیرا ہوا ہے تیری کفایت کریں گے وہ ملعون بولا نہیں میں تو حملہ کروں گا۔ چنانچہ اس خبیث نے اس بچے پر حملہ کیا۔ اس کی تلوار شہزادہ کے سر پر لگی۔ بچہ منہ کے بل زمین پر گرا۔ اور آواز دی چچا جان! حسینؑ پہنچے اور ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کیا آپ نے قاسمؑ کے قاتل کو تلوار ماری اس نے اپنا بازو آگے کر دیا۔ اس کا بازو کٹا۔ وہ ملعون چیخنے لگا۔ اس کی آواز سارے لشکر نے سُنی۔ حسینؑ ایک طرف ہٹ گئے۔ اہلِ کوفہ نے مظلوم پر حملہ کیا کہ قاتل قاسمؑ کو چھڑائیں لیکن وہ ملعون گھوڑوں کے سموں کے نیچے روند کر فی النار والسقر ہوا۔ غبار چھٹا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ شہزادہ کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ حسینؑ کہہ رہے تھے رحمتِ خدا سے دور ہوں وہ لوگ جنھوں نے تجھے قتل کیا اور قیامت کے دن تیرے نانا اور بابا ان سے مخاصمت کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم یہ بات تیرے چچا کے لیے بری

جانگسل ہے کہ تو اپنے چچا کو پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے یا جواب تو دے لیکن تیری مدد کو نہ پہنچ سکے۔ خدا کی قسم تیرے چچا کے دشمن زیادہ ہو گئے ہیں اور مددگار کم ہیں۔

پھر آپ نے شہزادہ کو اس طرح اُٹھایا کہ اس کا سینہ آپ کے سینہ کے اوپر تھا۔ اور پاؤں زمین پر خط دیتے جا رہے تھے۔ شہزادہ کو لا کر وہاں لٹایا جہاں آپ کا کڑیل جوان علی اکبرؑ آرام فرما تھا۔ پھر حسینؑ نے کہا اے میرے اہلِ بیتؑ صبر کرو اب تمہارے مصیبت کے دن ختم ہو جائیں گے۔ حسینؑ ایک ایک شہید کی لاش پر پہنچے اسے تسلّی دیتے اور اس کی لاش اُٹھا کر لے آتے ہیں لیکن جب حسینؑ اکیلے رہ گئے تو ایک ایک کا نام لے کر پکارتے تھے میرے بہادرو تمہیں کیا ہو گیا ہے میں تمہیں آواز دیتا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے۔ (عرفان المجالس.... صفحہ ۶۱۔۶۲)

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

علیؑ سے بڑھ کے شجاع کائنات میں کوئی نہیں گذرا تو نسل میں یہ شجاعت جائے گی چاہے وہ ۱۴ سال کا بچہ قاسمؑ ہی کیوں نہ ہو کوئی کمی نہیں ہے۔ فاتح خیبر کا پوتا ہے چھ مہینے کا گرمی کا سفر۔ جب مکّے سے قافلہ چلنے لگا تو دھوپ اور تیز ہو گئی۔ اس لیے کہ ذوالحج کا مہینہ آ گیا۔ گرمی اور بڑھ گئی، تو کہا عباسؑ قاسمؑ کو اب گھوڑے پر نہ بیٹھنے دینا، قاسمؑ کو عماری میں بٹھاؤ، کہتے ہیں کہ قاسمؑ کا رنگ ایسا تھا کہ ہلکی سی دھوپ لگتی تھی تو رنگ سنولانے لگتا تھا۔ اتنا حسین رنگ تھا قاسمؑ کا۔ کہا عماری میں بٹھاؤ پردہ الٹ دو تا کہ ہوا کا گذر رہے، اس قدر چچا بھتیجے کو چاہتا تھا اُمّ فروہ جب مدینے سے چلی تھیں تو جب قاسمؑ ۴ یا ۵ برس کے تھے جب سے ماں کو ایک ہی ارمان تھا کہ قاسمؑ کو ہمیشہ نئے کپڑے پہنائیں جائیں۔ اب جب قد نکالا قاسمؑ نے تو ماں نے مختلف قسم کے کرتے سی کر رکھے اور جب کوئی پوچھتا اتنے کرتے بنائے ہیں اتنی قبائیں۔ کہا ارمان ہے کہ میرا قاسمؑ دولہا

بنے اس لیے بہت سے لباس بنائے، اب یہ سفر ہے۔ جانے کہاں ٹھہریں کہاں قیام ہو، سارے کُرتے تہہ کر کر کے، ماں نے ساتھ میں رکھ لیے جتنے کُرتے اور قبائیں ماں کے ہاتھ کی سی ہوئی تھیں سب رکھ لیں عجیب بات یہ ہے، کہ دس محرم کو قاسمؑ نے صبح جو کپڑے بدلے تو سب سفید اور اب جو ماں کے سامنے آئے تو کہا قاسمؑ ہم نے تو تم سے کبھی نہیں کہا کہ سفید لباس پہنو یہ تم نے سادہ لباس کیوں پہنا کہا اماں آج کا دن ایسا ہے ہاں آپ کا اگر ارمان ہے کہ میں دولہا بن جاؤں تو یہی لباس شاہانہ بھی ہو جائے گا اماں میں اس لباس کو شاہانہ کر دوں گا، ماں بیٹے کی باتیں۔ ۱۴ سال کے قاسمؑ، عباسؑ و علی اکبرؑ جیسے شجاع خیمے کے پہرے پر ہیں، تو ساتھ ساتھ قاسمؑ بھی کبھی دائیں جاتے ہیں کمر میں تلوار لگائے یا کبھی بائیں جاتے ہیں، عباسؑ و علی اکبرؑ گفتگو کر رہے ہیں۔ عباسؑ کہتے ہیں آپ شہزادے ہیں آقا زادے ہیں علی اکبرؑ ہم میدان جنگ میں پہلے جائیں گے، تو علی اکبرؑ نے کہا نہیں چچا، بابا آپؑ کو بہت چاہتے ہیں اور آپ سے بڑی ڈھارس ہے آپ تو لشکر کے علمدار ہیں عمّو پہلے ہم جائیں گے، پہلے ہم جان دیں گے، جہاں پر دونوں چچا اور بھتیجے کھڑے تھے اس قنات کو تلوار سے پھاڑ کر دونوں کے بیچ میں قاسمؑ آ گئے کہا سنیئے عمّو نہ پہلے آپ جائیں گے اور نہ بھیا علی اکبرؑ پہلے آپ جائیں گے پہلے قاسمؑ جائے گا، پہلے میں جاؤں گا۔ صرف اتنا سا اندازہ کریں کہ چودہ سال کے بچے کا جذبہ یہ ہے، دین پیغمبرؐ حسینؑ، نصرت، شجاعت اور اس پر سے یہ کہ یتیمی۔ قاسمؑ سا یتیم اس سے بڑھ کر قیامت کہ بیوہ ماں کا سہارا، کم سنی، کم عمری تقریریں ہو رہی ہیں ہیں زہیر نے تقریر کی، عابس نے کی، شبیب نے حبیب نے سب نے تقریر کی۔ حسینؑ سے کہا کہ دیکھو بیعت تو اُٹھالی دن کا سفر تمھارے لیے مشکل ہے رات کا سفر آسان ہے جسے جسے نکلنا ہے وہ نکل کر چلا جائے۔ لو میں نے چراغ گل کر دیا اگر تمھیں شرمندگی محسوس

ہو رہی ہو تو اسی اندھیرے میں چھپ کر چلے جانا، آوازیں آئیں، ستّر (۷۰) بار مار کر جلایا جائے اور کہا جائے کہ حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دو، آقا ہم آپ کے قدم نہیں چھوڑیں گے کوئی نہیں جائے گا، جب سب کا جذبہ دیکھ لیا تو اب محضر پڑھا کہا حبیب تمھیں اس طرح مارا جائے گا، زہیر تم اس طرح قتل ہو گے عابس تمھیں اس طرح قتل کیا جائے گا ایک ایک کی شہادت کی خبر سُنائی۔ کہا کوئی بچے گا نہیں سب مارے جائیں گے سب کے نام پڑھ دیئے، اور محضر کو لپیٹ کر رکھ لیا، قاسمؑ کھڑے ہوئے اور کہا چچا جان اس پوری فہرست میں میرا نام کیوں نہیں آیا۔ کہا قاسمؑ یہ بتاؤ آج تمھارے لیے موت کیسی ہے۔ کسی نے علیؑ سے پوچھا موت کیا ہے کہا ابوطالبؑ کے بیٹے کے لیے موت کیا ہے وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آپڑے۔

ابوطالبؑ کا بیٹا موت سے اس طرح مانوس ہے جس طرح بچہ شیر مادر سے مانوس ہوتا ہے۔ صاحب نہج البلاغہ کا پوتا ہے قاسمؑ، کچھ اضافہ کرے گا قولِ علیؑ پر، شجاعت علیؑ میں۔ اس بات کو تھوڑی دہرا دے گا ۱۴ سال کے تھے شیریں زبان تھے، فصاحت اور بلاغت ابوطالبؑ اور علیؑ کی ملی ہوئی تھی جواب ایسا ہو کہ قیامت تک کے لیے یادگار ہو، کہا موت کیسی ہے قاسمؑ آج، کہا شہد سے زیادہ شیریں سمجھتے ہیں۔ کربلا میں چھ مہینے کا بچہ بھی ضخیم کتاب لکھوا جاتا ہے۔ اب جو بچہ چلنے لگا تو حسینؑ نے عمامہ باندھا شملہ لٹکایا، زینبؑ نے کہا بھیا اس طرح تو کسی کو نہیں سجایا، کہا ہم نے قاسمؑ کو دولھا بنا دیا اُسے جو دولھا بن کے گیا تھا بارات یوں آئی کہ گھوڑوں کی ٹاپیں تھیں اور قاسمؑ کا لاشہ.........

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

جب قاسمؑ کو تیار کر چکے تو سینے سے لپٹا لیا کہ آج قاسمؑ حسنؑ لگ رہے ہیں۔ میمون گھوڑے پر قاسمؑ کو بٹھایا قاسمؑ جب میدان میں پہنچے تو حسینؑ نے عباسؑ سے کہا اور علیؑ

اکبرؑ سے کہا کہ دنیا کہتی ہے ہم نے حسنؑ کو لڑتے نہیں دیکھا اے عباسؑ آج قاسمؑ لڑیں گے تو بھیا حسنؑ کی جنگ نگاہوں میں آجائے گی۔

سب مل کر قاسمؑ کی لڑائی دیکھو۔ اللہ اللہ قاسمؑ نے ۱۴ سال کی عمر میں وہ جنگ کی کہ لشکر یزید ہل کر رہ گیا، نہ معلوم کتنے اشقیا کو قتل کر دیا۔ عمر سعد نے کہا جاؤ ازرق شامی کو بلالاؤ۔ لوگوں نے کہا چل اب تیری ضرورت ہے۔ اس نے کہا کیا عباسؑ آگئے۔ میں تو اس لیے لایا گیا تھا کہ جب عباسؑ حملہ کریں گے تو میں مقابلے پر آؤں گا۔ کہا نہیں عباسؑ تو نہیں آئے حسنؑ کا ۱۴ سال کا بیٹا آیا ہے۔ کہا میرے لیے باعثِ شرم ہے کہ میں ایک بچے کے مقابلے پر جاؤں میں اپنے لڑکوں کو بھیجے دیتا ہوں ازرق کے چار بیٹے تھے باری باری قاسمؑ کے مقابل آئے۔ لیکن قاسمؑ نے چاروں کو قتل کر دیا غصے میں پھر ازرق آیا۔ ازرق آیا تو اس کو بھی قاسمؑ نے قتل کیا اور پھر لشکر پر حملہ کیا۔ لشکر پیچھے ہٹنے لگا، عمر سعد نے کہا یہ بچہ کسی سے اب ختم نہیں ہوگا وہ جو نیزے والے ہم لائے تھے کوفے اور شام سے لے کر آئے ہیں۔ ان سے کہو اس کے گرد حلقہ ڈال کر نیزے لے کر آگے بڑھتے جائیں، کئی ہزار اشقیاء قاسمؑ کی طرف بڑھتے گئے اور اس دائرے کو تنگ کرتے گئے۔ جب نیزے والے قاسمؑ سے قریب ہوئے تو چاروں طرف سے جب قاسمؑ پہ وار ہوا تو امام زمانہؑ زیارت ناحیہ میں کہتے ہیں اس پر سلام جس پر چاروں طرف سے نیزے مارے گئے جب قاسمؑ پر نیزہ پڑا، ایک آواز آئی علما نے لکھا ہے کہ جتنے بھی شہید گھوڑے سے گرے سب نے یہ پکارا آقا حسینؑ میرے امام ادرکنی لیکن علماء نے لکھا ہے قاسمؑ جب چلے تھے۔ جب حسینؑ نے قاسمؑ کو رخصت کیا تھا تو چونکہ بچہ اپنی ماں سے بہت مانوس تھا۔ قاسمؑ سب سے چھوٹے تھے تو بیوہ ماں قاسمؑ کو رخصت کرنے خیمے کے در تک آئی۔ پردے کو پکڑ کر اُمّ فروہؑ کھڑی ہوگئیں جب قاسمؑ نے اپنا گھوڑا بڑھایا تو مڑ

کر ایک بار ماں کی طرف دیکھا، کہ ماں پس پردہ موجود ہے تو جب قاسمؑ گئے تھے تو تصور میں ماں تھی علماء نے لکھا کہ قاسمؑ جب گھوڑے سے گرے تو تین بار پکارا امّاں امّاں امّاں، چھوٹا بچّہ ماں کو پکارتا ہے۔ جب یہ آواز آئی تو ایک بار جلال میں حسینؑ نے عباسؑ کی طرف دیکھا اور ایک جملہ کہا عباسؑ میرا قاسمؑ گھوڑے سے گر گیا تلوار نکالو عباسؑ اور حسینؑ دونوں بھائی تلوار نکالے ہوئے ایک طرف عباسؑ ایک طرف حسینؑ اِدھر کا لشکر اُدھر ہوا اُدھر کا لشکر اِدھر ہوا، بس ایک آواز آئی چچا بچایئے، چچا بچایئے۔ قاسمؑ گھوڑوں کی ٹاپوں میں........

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

یہ ہے خدائی نظام کہ سب مظلوموں سے کہا جائے گا ظالموں سے اپنا بدلہ لے لو۔ تمام کربلا والے مظلوموں سے کہا جائے گا آج دربارِ الٰہی میں دعویٰ پیش کرو۔

ایسے میں سیاہ چادر میں ایک بی بی داخل ہوگی اور اس کے ہاتھوں پر کوئی چیز ہوگی اور وہ لا کے نبیؐ کے سامنے رکھ دے گی تو نبیؐ چہرہ اُٹھا کے کہیں گے خدیجہؑ کس کا بچہ ہے یہ کس بچّے کی لاش ہے؟ خدیجہؑ کہیں گے یہ میرا نواسہ محسنؑ ہے یہ میری بیٹی کا مقدمہ ہے فیصلہ کیجئے تو کہیں گے خدیجہؑ فاطمہؑ خود کیوں نہیں اس بچّے کو لائیں کہ اتنی دیر میں خدیجہؑ مڑیں گی اب دوسری بی بی آئے گی اور خدیجہ کہیں گی یا رسولؐ اللہ اس کی گود کہاں خالی ہے اس کی گود میں تو علی اصغرؑ ہیں اور ایک ننھا سا لاشہ بی بی بھی لاکر رکھ دیں گی، آج ۷ محرم ہوگئی، پانی بند ہوگیا خیموں سے العطش کی صدائیں آرہی ہیں، بچّے پیاسے ہیں ۴ برس کی سکینہؑ پیاسی ہیں ۵ برس کے محمد باقرؑ پیاسے ہیں شور ہے بچّوں میں اور عباسؑ بچّوں کا شور سن رہے ہیں اور آنکھ سے آنسو جاری ہیں کہ ہم بچّوں کو پانی نہیں پلا سکے۔

علی اکبرؑ ۱۴ سال کے قاسمؑ اور ایک طرف اژدھام ہے لشکر اور فوجوں کا اور ھل من

مبارز کا شور ہے حسینؑ کسی اور کو بھیجو اور لاشوں پر لاشے آرہے ہیں، زینبؑ کے لاڈلوں کے لاشے آئے ابرو بھی کٹے تھے شانے بھی کٹے تھے ماں نے بچوں کے لاشے دیکھے خون بہتا چہروں سے دیکھا لیکن شکر کا سجدہ کیا ایسے میں اُمِّ فروہ نے آواز دی بیٹا قاسمؑ! زینبؑ کے لاڈلوں کی لاشیں آئیں کیا تم اپنے چچا کی مدد نہیں کرو گے۔ (ابھی مہندی آئے گی) قاسمؑ نے کہا اماں کئی بار کوشش کی چچا اجازت نہیں دیتے، کہا تم جاؤ چچا کی خدمت میں جاؤ۔ گئے، کہا چچا جان میدان کی اجازت دیجیے کہا قاسمؑ تمھیں کیسے جانے دوں تم میرے بھائی حسنؑ کی یادگار ہو تمھیں دیکھتا ہوں تو گویا بھیّا حسنؑ کی زیارت کرتا ہوں، میں تمھیں کیسے بھیج دوں تم یادگارِ حسنؑ ہو، بہت مشکل تھا کہ قاسمؑ کو حسینؑ اجازت دیتے لیکن مقتل کہتا ہے کہ کسی بھی شہید نے حسینؑ سے اس طرح اجازت نہیں لی جیسے قاسمؑ نے اجازت لی اور آخر میں اجازت مل ہی گئی طریقہ وہ اختیار کیا، کیا کیا قاسمؑ نے۔ ایک بار حسینؑ کے دونوں ہاتھ لیے اور چُومنا شروع کیا، ہاتھوں کو چُومتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں چچا اجازت دیجیے، حسینؑ رونے لگے بچے کا یہ پیار دیکھ کر حسینؑ رونے لگے اور کہہ رہے ہیں قاسمؑ نہیں ہم تمھیں نہیں جانے دیں گے اب کیا کرے بچہ۔ ایک بار بچہ قدموں پر گر گیا حسینؑ کے پیر چومنے لگا، دونوں پیروں کو چوما چچا جانے دیجیے قاسمؑ کو جانے دیجیے، قاسمؑ کو حسینؑ نے اٹھایا گلے سے لگایا اور چچا بھتیجے لپٹ کر اتنا روئے کہ لگتا تھا غش کھا کر گر جائیں گے اب مجبور ہو گئے، قاسمؑ کا ہاتھ پکڑ کر صحن خیمہ میں آئے، اب جو صحن خیمہ میں لائے تو ایک طرف جناب زینبؑ کھڑی تھیں ایک طرف اُمِّ فروہ اور فضہ سے کہا لاؤ حسنؑ کا لباس لاؤ زرد عمامہ آیا، سبز قبا آئی، حسنؑ کا لباس۔ حسنؑ کا لباس پہنایا، کمر کو باندھا نیا کرتا پہنایا بس ایک کُرتا تو زینبؑ نے کہا بھیّا زرہ نہیں، کہا علیؑ کا پوتا ہے علیؑ نے کبھی زرہ نہیں پہنی، قاسمؑ بھی کُرتے ہی میں جائیں گے

تا کہ دنیا کو معلوم ہو قاسمؑ کتنے بہادر ہیں لیکن ہاں جب عمامہ باندھا تو دونوں سرے شانوں پر چھوڑ دیئے، شملے لٹکا دیئے، کیا لگ رہے تھے قاسمؑ کہ پھوپھی نے بلائیں لے لیں ماں نے بلائیں لے لیں اور بے اختیار زینبؑ نے کہا اس طرح آپ نے کسی کو نہیں سجایا کہا زینبؑ ہم نے قاسمؑ کو دولہا بنایا ہے بڑا ارمان تھا کہ قاسمؑ کا بیاہ ہو جائے۔ ابھی قاسمؑ کو تیار کیا تھا کہ میدان جنگ سے آواز آئی اور ایک بار کہا قاسمؑ وقت آ گیا اور یہ کہہ کر حسینؑ آگے بڑھے اور قاسمؑ کے کُرتے کے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر پھاڑ دیا گریبان پھاڑ دیا۔ بہن رونے لگی، کہا بھیّا یہ کیا، کہا تا کہ یہ سب دیکھ لیں کہ بچّہ یتیم ہے میرا بچّہ یتیم ہے اور زیادہ تلواریں نہ چلیں قاسمؑ پر۔ قاسمؑ کو گھوڑے پر بٹھایا، قاسمؑ وہ خوش قسمت شہید ہیں کہ جب جنگ کی تو عباسؑ جیسا بہادر، علی اکبرؑ جیسا بہادر اور خود حسینؑ قاسمؑ کی لڑائی دیکھ رہے ہیں خوب لڑے قاسمؑ بڑی شجاعت سے لڑے اور اس کے بعد ایک آواز آئی کہتے ہیں کہ جو شہید گھوڑے سے گرا کہتا تھا آقا سلام میرے آقا آپ پر سلام لیکن جب قاسمؑ گر گئے تو کہا امّاں آپ کا بیٹا گھوڑے سے گر گیا۔ ماں درِ خیمہ پر آ گئی اور جب حسینؑ پہنچے اور لشکر کو ہٹایا عباسؑ اور حسینؑ تو بس اتنا کہا اے میرے لعل قاسمؑ ارے تو پکارتا رہا اور چچا نہ آسکا چچا نہ آسکا۔ راوی کہتا ہے میں یہ دیکھ رہا تھا کہ یہ لاش کو لے جا کر کہاں رکھیں گے۔ ہم نے دیکھا کہ قاسمؑ کے لاشے کو اُٹھا کر حسینؑ لائے اور در خیمہ کے سامنے نہیں رکھا تو اُم فروہ نے آواز دی اے حسینؑ سب کے لاشے لائے مگر میرے قاسمؑ کا لاشہ کیوں نہیں لائے تو اپنے کاندھے پر سے ایک گٹھری اُتار کر کہا بھابی اُمّ فروہؑ یہ آپ کے لعل قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے.........

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

ہر ماں کی عادت اور فطرت میں یہ بات اللہ نے رکھ دی کہ وہ بچّہ پالتی ہے تو اُسے

بچانے کے لیے، اِدھر کپڑے بدلوائے اُدھر کنگھی کی بالوں میں، ادھر نہلایا دُھلایا، فوراً ٹیکا لگا دیا ماتھے پر، یعنی نظرِ بد سے بچانا ہے۔ کیوں بچا رہی ہے تا کہ اسے جوان کرے کیوں کرے گی جوان تا کہ اسے دولھا بنائے، کیوں دولھا بنائے گی تا کہ میری نسل چلے، باپ کو اتنی پرواہ نہیں ہے جتنی ماں کو یہ پرواہ ہے کہیں نظر نہ لگے، جواں ہو جائے کہ بیمار نہ پڑے، قتل نہ کیا جائے، ایکسیڈنٹ میں نہ مارا جائے، جوان ہو جائے دولھا بنا، شادی ہو نسل چلے، یہ پوری زندگی کا ارمان ماں کا ہوتا ہے ہم نے کائنات کی کہیں کوئی ماں نہیں دیکھی کہ جو اُٹھ کر یہ کہے زہرؑا بی بی! نام تیرے بیٹے کا رہے۔ بس بات ختم ہوگئی۔ قاسمؑ کی نسل چلے یا نہ چلے۔ ارے ایسا نہیں ہے کہ اُمّ فروہؑ کا ارمان نہیں تھا۔ لکھنا پڑا تاریخ کو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نفی کر دو، نفی نہ کرنا، انکار نہ کرنا اس لیے جب کبھی بھی کوئی اچھا کپڑے کا تھان خرید کے آیا تو ہمیشہ اُمِ فروہؑ سے حسینؑ نے پوچھا۔ بھابھی یہ کپڑے کا تھان آپ کو چاہیئے؟ چونکہ بڑے بھائی کی بیوہ تھیں اس لیے چھوٹا بھائی ہمیشہ پوچھتا تھا بھابھی یہ کپڑے کا تھان آپ کو چاہیئے کہتی تھیں ہاں حسینؑ مجھے چاہیئے! اب کسی کی مجال نہیں کہ پوچھے کہ تم تو بیوہ ہو اتنا اچھا خوبصورت کپڑے کا تھان کیوں لے رہی ہو؟ لیکن حسینؑ کو معلوم ہے کہ بھابھی اپنے لیے نہیں لے رہیں۔ یعنی جو بھی خوبصورت کپڑے کا تھان آیا اُمّ فروہؑ نے کہا ہاں مجھے چاہیئے۔ فوراً لے لیا۔ اور یہ صرف زینبؑ و اُم کلثومؑ کو ہی معلوم ہے کہ وہ کپڑے کا تھان کاٹا جاتا قاسمؑ کو بلا کر لباس کی پیمائش کرتیں اور لباس سل جاتا۔ کبھی کرتا بنا دیا کبھی قبا بنا دی اور سیا، تہہ کیا، صندوق میں رکھ دیا۔ کبھی کسی نے پوچھ لیا کتنے کُرتے قاسمؑ کے بنا چکیں۔ کہا اب تو بہت ہو گئے، جب قافلہ چلنے لگا تو اُمّ فروہؑ نے کہا اے حسینؑ میرا ایک صندوق ہے اس کو بھی اونٹ پر رکھوا دو اور کہتے ہیں کہ جب قاسمؑ نکلے تو تمام قافلے میں جتنے جوان تھے سب سے بہترین لباس

قاسمؑ کا تھا کہ لوگوں کی نظر نہیں ٹھہر رہی تھی ایسا لباس تھا اور کم سے کم مقاتل کی گواہی تو میں دے سکتا ہوں، مقاتل اور تاریخ کی کتابوں کی جن میں ''نہر المصائب''، ''بحر المصائب''، ''خلاصۃ المصائب''، ''مجالس الشیعہ''، ''مجالس العلویہ'' یہ سارے مشہور مقتل، ''لہوف''، ''مقتل شیخ مفید''، ''ابومخنف'' وغیرہ یہ سارے مقاتل جمع کیجیے اور یہ سطر پڑھ لیجیے کہ جب قاسمؑ کی رخصت کا وقت آیا تو حسینؑ نے کہا زینبؑ جو قاسمؑ کا صندوق آیا تھا وہ لانا، کچھ یاد آیا کب سے وہ کپڑے سل رہے تھے۔ جناب زینبؑ نے صندوق لا کے رکھ دیا، سب سے بہترین عمامہ سب سے بہترین کرتہ، بہترین قیمتی لباس، نکالا، پہنایا۔ اب بھی آپ نے آگ کا ماتم دیکھا ہو تو ظاہر ہے کہ آپ نے دولھا کو صرف آتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ لیکن میں نے آگ کے ماتم سے پہلے اندر روضے میں امام باڑے میں جس میں دولھا تیار کیے جاتے ہیں تو میں نے وہاں بھی دیکھا ہے لکھنؤ میں۔ وہ کئی گھنٹے کا ایک عمل ہوتا ہے۔ تو آگ کے ماتم کے جو دولھا ہوتے ہیں انھیں ایک ڈھائی گز کا کپڑا پہنایا جاتا ہے جسے بیچ میں سے پھاڑ دیا جاتا ہے اور اسے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا ایک ٹکڑا پہلے پھاڑ لیتے ہیں اور جب گلے میں ڈال لیتے ہیں تو وہ ٹکڑا کمر سے باندھ دیا جاتا ہے، ایک دامن آگے لٹکا ہوتا ہے، ایک دامن پیچھے لٹکا ہوتا ہے۔ اس میں سے ایک پٹی نکال کے سر کے اوپر باندھتے ہیں۔ اس لباس کو ہمارے یہاں اردو میں بولتے ہیں ''کفنی'' ارے! کہیں دولھا بھی کفنی میں سجایا جاتا ہے، آج بھی یہ رسم ہے۔ یہ کیسی بات ہے۔ حسینؑ نے اس طرح کپڑے کو بیچ میں سے پھاڑا۔ گلے میں ڈالا، کمر کو باندھا، اور عمامے کا جو کپڑا تھا اس کے شملے الگ الگ کیے، ایک سرا دائیں طرف لٹکایا، ایک سرا بائیں طرف لٹکایا، اور جب باندھ چکے تو ایک شملے کو لے کے چہرے پر سے لے جا کے گردن سے حمائل کیا، کہتے ہیں کہ ایسا تو عرب

میں میدان جنگ میں کوئی جوان سجایا ہی نہیں گیا۔ بڑی محنت کی حسینؑ نے، تھوڑی سی دیر کے لیے..... تھوڑی سی دیر کے لیے۔ امام حسنؑ کی سب سے خوبصورت نعلین جو تھی یعنی علیؑ نے بنوائی ہو شاید، کتنی پرانی نعلین ہوگی، کم سے کم ۳۰ برس پرانی نعلین تو ہوگی، حسنؑ کی جوانی کی، ۴۷ برس کے تھے تو شہادت ہوئی تو جب امام حسنؑ چودہ برس کے رہے ہونگے تین پینتیس برس پہلے تو یہ نعلین پہنی ہوگی، عید کے دن پہنی ہوگی، وہی نعلین حسینؑ نے اپنے ہاتھ سے قاسمؑ کو پہنائی، کہتے ہیں کہ وہ نعلین زربفت کی تھی یعنی اس میں ستارے چمک رہے تھے، یعنی پورا لباس یہ لگتا تھا کہ جیسے دولھا کا ہے نعلین سے لے کر عمامے تک۔ اب میرا ایک جملہ جو رونے کے لیے کافی ہے وہ یہ کہ میں نے اصرار کیا، اس جملے پر کہ پینتیس برس پرانی نعلین باپ کی۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اب جو میں نے دیکھا تو یہ دیکھا حسینؑ کے لشکر سے ایک چاند کا ٹکڑا نکلا، علّامہ مجلسی نے بحارالانوار میں یہاں پر ایک جملہ لکھا کہ لگتا تھا چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور اس کی درخشانی سے پورا میدان روشنی سے بھر گیا، یہاں پر جو جملہ میں نے لکھنؤ کے بڑے بڑے ذاکرین سے سنا اور سوا لکھنؤ والوں کے یہ جملہ میں نے دنیا میں کہیں نہیں سنا اور اس جملے کی گہرائی کو وہی سمجھ سکتا ہے جو شاعر ہے۔ مولانا ابنِ حسن نونہروی، مولانا کلبِ حسین، مولانا محسن نواب صاحب بڑے بڑے ذاکر جو گذرے یہاں پر یہ جملہ کہتے تھے کہ حسینؑ کے لشکر سے ایک چاند نکلا اور شام کے بادل میں ڈوب گیا۔

حسینؑ نے قاسمؑ کو اپنے ہاتھ سے امام حسنؑ کی نعلین پہنائی، راوی کہتا ہے کہ جب بچہ میدان میں آیا اور میری نظر اُس کی نعلین پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک نعلین کا تسمہ ٹوٹا ہوا ہے ارے پینتیس برس پرانی نعلین ہے تو کیا کوئی اور نعلین نہیں تھی کہ وہ قاسمؑ کو پہنا دی جاتی نہیں بلکہ حسنؑ کی وراثت بتانی تھی، پورا لباس علیؑ کو خندق میں پہنایا خیبر میں

پہنایا:-

آج ہم اپنے سپاہی کی کمر باندھیں گے

اولاد حسین للّن صاحب کا مصرعہ ہے، کمر باندھنا یعنی تیار کرنا، پورا لباس اپنا پہنایا اور جب تیار کر چکے تو محمدؐ نے اپنی نعلین علیؑ کو پہنائی اور تسمے لگانے شروع کیے اور جب باہر نکلے تو اپنے سر کا عمامہ اُتارا اور علیؑ کے سر پر رکھا، سلمان نے کہا یا رسولؐ اللہ پورا لباس خیمے میں پہنایا حد یہ ہے کہ نعلین بھی آپ نے اپنی پہنا دی اور عمامہ باہر آ کے مجمع میں پہنایا، کہا عمامہ ہی تو ہم انبیاء کا تاج ہے آج ہم اپنے تاج کو علیؑ کے سر پر رکھ رہے ہیں تا کہ مجمع دیکھ لے چھپا کے تاج نہیں دیا، خیمہ میں نہیں دیا، مجمع میں تاج دیا ہے، گویا حسنؑ کو زندہ کر رہے تھے حسینؑ قاسمؑ کی صورت میں کہ دیکھو یہ ہے حسنؑ کا بیٹا، تم کہہ رہے تھے صلح کر لی اب غور سے دیکھو تا کہ نظریں جمی رہیں قاسمؑ پر، اتنا سجایا ہے کہ نظر نہ ہٹے تو میدان کے کسی آدمی کی نظر نہیں ہٹی، آتے ہی قاسمؑ نے پینتیس آدمیوں کو قتل کیا، ازرق کے چار بیٹوں کو قتل کیا، پھر ازرق کو بھی قتل کر دیا، قاسمؑ اگر جنگ کرتے رہتے تو کربلا ختم ہی نہ ہوتی، علیؑ کے پوتے تھے، محمدؐ کا لہو رگوں میں تھا اگر ''امر'' کر لیتے قاسمؑ کہ مجھے مارتے رہنا ہے، تو عمر سعد تک سب کو قتل کر کے لشکر کا صفایا کر دیتے اب سمجھ میں آیا کہ حسنؑ کی ٹوٹی ہوئی جوتی کیوں پہنائی تھی جب ازرق کو قتل کر چکے تو اپنے گھوڑے میمون سے اُترے ازرق کے گھوڑے کی لجام کو پکڑا اور ازرق کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے سے کہا حسینؑ کی طرف جا اور پھر گھوڑے کو کاوا دیا کہ دیکھو فاتح کسے کہتے ہیں، تھوڑی دیر کا تصرف، بھئی تھوڑی دیر کے لیے تو عباسؑ نے فرات پر قبضہ کیا تھا۔ قبضہ تو تھوڑی دیر کا ہے، بتانا بات قیامت تک ہے لیکن جیسے ہی کاوا دیا ایک بار ٹوٹی جوتی پر نظر گئی، جیسے ہی ٹوٹے تسمے پر نظر گئی ایک بار گھوڑے سے جھک کر

تسمے باندھنے لگے، بس تسمے کا باندھنا تھا کہ تلوار آئی، نیزے آئے، قاسمؑ گھوڑے سے گرے اب سمجھ میں آیا کہ یہ ٹوٹی نعلین کیوں پہنائی تھی۔ ارے چودہ سال کا بچّہ، آج اس دور میں بچے کو جوتے پہناؤ اگر اس کا فیتا کھل جائے تو جیسے ہی بچے کی نظر کھلے فیتے پر پڑ جاتی ہے تو وہیں بیٹھ کے فیتا باندھنے لگتا ہے۔ ارے قاسمؑ چودہ برس کے تھے، میدانِ جنگ کی شجاعت تو رگوں میں تھی لیکن بچّہ بھی تو ہے۔

عمیر بنِ سعید ابنِ نفیل نے تلوار ماری اس لیے کہ اس کے باپ کو قاسمؑ نے آتے ہی قتل کیا تھا اور اس نے حمید بن مسلم سے کہا دیکھ میں اس بچے کو قتل کروں گا، حمید نے کہا خدا کی قسم اگر یہ بچّہ میرے اوپر ہاتھ بھی اُٹھادے تو میں اس کا ہاتھ نہیں روکوں گا یہ اتنا خوبصورت ہے اور تو اس کو قتل کرے گا۔ کہتے ہیں مقتل نگار کہ جو شہید گھوڑے سے گرا بس ایک بار کہتا تھا حسینؑ آپ پر سلام، آقا آپ پر سلام ایک بار، علیؑ اکبر نے ایک بار آواز دی، عباسؑ نے ایک بار آواز دی، یہ واحد شہید ہے کربلا کا جو مسلسل پکار رہا تھا۔ ’’چچا جلدی آیئے، چچا جلدی آیئے‘‘۔ دیکھئے بھتیجے کا یہ کہنا کہ چچا جلدی آیئے اور حسینؑ کے لیے یہ لکھا ہے کہ شہباز کی طرح جیسے باز پرواز کرتا ہے، شیر غضبناک کی طرح، شیر جو غصے میں ہو، غضب میں ہو، اس کی طرح بپھرے ہوئے تلوار نکال کے، یعنی کسی شہید کی لاش پر حسینؑ تلوار نکال کر اس طرح نہیں دوڑے، لیکن غیظ میں جس وقت ذوالجناح پر بیٹھ کر حسینؑ نے تلوار کھینچی، تو اس وقت جملہ یہ ملتا ہے کہ جاتے جاتے گھوڑے کی لجام کھینچ کر حسینؑ نے کہا ’’عباسؑ تم نے دیکھا قاسمؑ گھوڑے سے گر گئے ایک طرف تم حملہ کرو ایک طرف میں حملہ کروں‘‘۔ دو چچا ہیں اور دونوں غیظ میں ہیں اور دونوں نے حملہ کر دیا اور ایک مقتل میں یہ بھی ہے کہ تیسرے چچا عون بن علیؑ بھی تھے انھوں نے بھی حملہ کیا یعنی قاسمؑ کے تین چچاؤں نے۔ کسی شہید پر یہ نہیں ہوا، حمید بن مسلم نے لکھا ہے

کہ حسینؑ حضرت قاسمؑ کے قاتل کی طرف گئے اور جاتے ہی حملہ کیا اور حملہ کر کے اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا جیسے ہی اس کے ہاتھ کو کاٹا لشکر نے اس کو پکڑ لیا کہ حسینؑ سے چھڑا لے اور حسینؑ یہ چاہتے ہیں کہ یہ زندہ نہ رہے لشکر گھٹ رہا ہے اور حسینؑ تنہا ہیں اور جب تک حسینؑ نے قاسمؑ کے قاتل کو قتل نہیں کر دیا تب تک حسینؑ کو چین نہیں آیا وہیں پر مارا اس کو۔ وہ سارے قاتل اور اشقیاء جو قاتل کو بچا رہے تھے جب وہ چاروں طرف سے آئے تو ایک آواز آتی تھی چچا مجھے۔ بچایئے، چچا مجھے بچایئے، اس لیے حسینؑ نے یہ جملہ بعد میں کہا ''ہائے خاک ہے اس دنیا پر کہ قاسمؑ تم پکارو اور چچا تمھاری مدد نہ کر سکے''۔ اب جو جملہ کہنے جا رہا ہوں کائنات کی کسی ماں میں مَیں نے یہ عظمت نہیں پائی کہ لاشیں آئیں، مقتل میں رکھی گئیں۔ اُمّ فروہؑ کو پتہ چل گیا، عباسؑ بھی آگئے، حسینؑ بھی آگئے اور درِ خیمہ سے پکار کے کہا کیوں حسینؑ جب بھی آتے ہو ہر شہید کی لاش لے کے میدان سے آتے ہو میرے بچے سے کیا خطا ہوگئی کہ اس کا لاشہ میدان میں چھوڑ دیا۔ حسینؑ نے کہا بھابھی لاشہ لایا ہوں۔

پہلے ایک جملہ سنا دوں کہ ''قاسمؑ کی لاش کا قد بڑھ گیا تھا'' ایسے کسی کی لاش کا قد نہیں بڑھا تھا، اب جملہ سنیے حسینؑ نے کہا ہاں اُمّ فروہؑ بیٹے کی لاش لایا ہوں، کون سی ماں ہے، کون سا جگر زہراؑ نے عطا کر دیا تھا کربلا کی ماؤں کو۔ آسان نہیں ہے بھائی ہماری اور آپ کی مائیں جب تک مجالس میں ان ماؤں کا ذکر نہ سنیں تو اس طرح اپنے بچوں کو نہیں پال سکتیں کہ آج بیٹھے آپ کیسے رو رہے ہیں، یہ ماؤں کی گودیوں کا اثر ہے کہ چودہ سو سال پہلے کا مقتل آپ ایسے سن رہے ہیں جیسے آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ ان ماؤں کو دعائیں دو جن کی زندہ ہیں مائیں ان کے لیے دعا کرو کہ سلامت رہیں تمھارے سروں پر اور جن کی مائیں مر گئیں ان کے لیے ایصالِ ثواب کرو کہ وہ مائیں کیسی تھیں کہ

جو ہمیں پال گئیں کربلا کی محبت میں۔ پال گئیں، ولایتِ علیؑ پر پال گئیں، اس سے بڑی عظمت آپ کے لیے اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کی ماں کا ذکر منبر پر ہو، کائنات کی کوئی ماں اپنا ذکر منبر پر لا سکتی ہے، سوا زہراؑ کی کنیز کے۔ جب تک کربلا کی مائیں سامنے نہ ہوں، ہاں یہ کہہ کر حسینؑ نے پشت سے عبا اُتاری،'' اور یہ کہہ کر عبا کو خیمے کے سامنے رکھا اور عبا کو کھولا، کہا ''بھابھی لاشِ قاسمؑ دیکھو''۔ کہتے ہیں اُمِّ فروہؑ درِ خیمہ سے باہر آ گئیں اور سر سے پیر تک سراپا دیکھ کے بس اتنا کہا ''قاسمؑ دولھا بن کے گئے تھے جب تم گئے تھے تو ایسے تو نہیں تھے جیسے آئے ہو''۔ اللہ اکبر ماں، ہو تو اُم فروہؑ جیسی۔ ایک بیٹا ہوتا تو چلو ٹھیک ہے دو بچ گئے لیکن چار بیٹے ایک ہی ماں کے، احمد بن حسنؑ، عبداللہ اکبر بن حسنؑ، قاسمؑ بن حسنؑ، طٰہٰ بن حسنؑ، چار بیٹے۔ سب سے بڑا بیٹا اٹھارہ برس کا احمد سولہ برس کے قاسمؑ چودہ برس کے، عبداللہ بارہ برس کے، ہائے ہائے، کافی تھا احمد کی لاش آئی، عبداللہ اکبر کی لاش آئی، قاسمؑ کی لاش آئی واہ ری ماں۔ کہتے ہیں یہ بھی مقتل میں میں نے پڑھا کہ امام حسنؑ کے جو سب سے چھوٹے بیٹے تھے، جو عبداللہ اصغر کہلاتے تھے ان کے لیے حکم یہ تھا امام حسینؑ کا کہ کبھی باہر نہ آنے دیا جائے۔ ہمیشہ بی بیوں میں رہنا، اور کان میں ایک خوبصورت دُر پڑا رہتا تھا۔ اس کے معنی خاندانِ اہلِ بیتؑ میں یہ ہوتے تھے کہ جب تک کان میں دُر ہے بچہ باہر نہیں آئے گا، سیدانیوں میں رہے گا، یہ ایک اہتمام تھا۔ علی اکبرؑ، عباسؑ، سب کے لیے لکھا ہوا ہے کہ ایک موقع آتا تھا کہ جب دُر اُترے گا تو میدان جنگ میں سپاہی بن کے جائیں گے، جیسا کہ عباسؑ سولہ برس کی عمر میں صفّین میں آئے، علی اکبرؑ سولہ برس کی عمر میں باہر لائے گئے۔ اور اس بچے کا تو ابھی میدان میں آنے کا سِن ہی نہیں آیا۔ ابھی تو ماں کے پاس ہی سوتا تھا بارہ برس کا سِن تھا۔ اور کہتے ہیں بہت خوبصورت تھا حسنؑ کا یہ بیٹا عبداللہ بن حسنؑ، جس کے

کان میں دُر تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے حسینؑ ذوالجناح سے گر گئے اور زمین پر جو گرے تو اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھ گئے چاروں طرف سے حملے ہوئے، نیزے کے حملے تھے، تلوار کے حملے تھے اور وہ منزل آ گئی، کہ جب خولی نے اور سنان ابن انس نے چاہا کہ سر پر تلوار مارے ایک بار خیام ملنے لگے ایک بچّہ بھی دوڑ کے اِدھر جاتا، کبھی اُدھر جاتا، حمید بن مسلم کہتا ہے میں نہیں بھولوں گا کہ وہ جب دوڑتا تھا تو اس کے کان کا ہیرا چمکتا تھا، سورج کی روشنی میں، اور میں غور سے دیکھنے لگا۔ یہ ہو کیا رہا ہے تو میں نے غور سے دیکھا کہ بچہ باہر آنا چاہتا ہے اور بی بیاں اس کے دامن کو پکڑ کر کہتیں ہیں کہ عبداللہ مت جاؤ، عبداللہ مت جاؤ، حد یہ ہے کہ جب اُمِّ فروہؑ نے تین بیٹوں کو بھیج دیا وہ بھی دامن پکڑ کر کہتی ہیں کہ عبداللہ میرے لعل مت جاؤ، ایک بار کہا امّاں آپ نے نہیں دیکھا ارے میرا چچا تلوار کے سائے میں ہے، دامن چھڑا کے بچہ دوڑا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا ارے شمر کیا کرتا ہے کیا میرے چچا کو مار ڈالے گا تلوار چلی بچے کے دونوں ہاتھ کٹ کے حسینؑ کی گود میں گرے بچہ گود میں آیا، حسینؑ نے کہا عبداللہ تم تو بچپن ہی میں عباس بن گئے ...

علّامہ حکیم سیّد غلام حیدر کرار:

ایک طرف بہتر ۷۲ تھے اور دوسری طرف ساری سلطنت کا زور تھا۔ بچوں تک کے حوصلے کا یہ عالم ہے کہ جس وقت پیارے بھائی امام حسنؑ کی نشانی، جناب قاسمؑ نے جنگ کے لئے اجازت کو کہا تو آپ نے بھتیجے سے پوچھا

”کَیفَ الموت عندكَ یا بُنیا۔“

”اے بیٹا! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے“؟

جناب قاسمؑ نے خوش ہو کر برجستہ کہا:

"یاعمّاہ الموت عندی احلی من العسل"

"چچا جان! موت تو میرے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے"

امام نے قاسمؑ کو سینے سے لپٹا لیا۔ ہائے بھائی حسنؑ کی نشانی تھی کس طرح اجازت دیتے۔ رونے لگے اور جناب قاسمؑ کو سمجھا کر واپس کر دیا کہ تیری بیوہ ماں کو تیرے باپ کا ہی غم کافی ہے۔ جناب قاسمؑ واپس آتا دیکھ کر جناب اُم فروہؑ پریشان ہو گئیں۔ پوچھا قاسمؑ! کیوں واپس آ رہے ہو۔ کیا موت سے ڈرتے ہو اور ماں کو شرمندہ کرو گے؟ جناب قاسمؑ نے بتایا کہ اماں جب اجازت لینے جاتا ہوں، چچا مجھے سینے سے لگا کر رونے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہو۔

اُدھر حال یہ تھا کہ ہر ایک عورت اپنی اپنی قربانی دینے کے لئے بچوں کو ساتھ لے کر امام کے پاس جا رہی تھی اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے میرے بچے فدا ہو جائیں۔ امام چاہتے تھے کہ سب سے پہلے اپنے بیٹے علی اکبرؑ کا داغ اُٹھائیں۔ جناب عباسؑ بار بار سامنے آ جاتے تھے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے تھے۔ مولا! پہلے غلاموں کا مرنے کا حق ہوتا ہے۔ امام فرماتے تھے بھائی عباسؑ تمہارے دم سے تو سب کو ڈھارس ہے۔ جناب اُم فروہؑ حضرت قاسمؑ کو لے کر امام حسینؑ کی خدمت میں چلیں، پہلے جنابِ عباسؑ سے کہا۔ اے مشکل کشا کے فرزند! میری لاج رکھ لیجئے۔ امام حسینؑ میرے بیٹے کو اجازت نہیں دیتے۔ یہ یتیم ہے، اس کا باپ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے، ہائے کس کو سفارش کے لئے لاؤں۔ اے عباسؑ تم ہی میرے قاسمؑ کو اجازت دلوا دو۔ جناب عباسؑ نے غم میں ڈوب کر اپنا سر جھکا لیا۔ قاسمؑ وہ تھے جنہیں حضرت عباسؑ نے فنونِ جنگ سکھائے تھے۔ جناب قاسمؑ حضرتِ عباسؑ کے شاگرد تھے، آخر مجبور ہو کر جناب عباسؑ نے جناب قاسمؑ کو امام حسینؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ ماں ساتھ ساتھ

جناب قاسمؑ کے کھڑی ہیں۔ جناب عباسؑ نے کہا۔آقا! عجب مصیبت میں گرفتار ہوں مرنا میں چاہتا ہوں۔ مگر اس بچے کی ماں نے مجبور کر دیا۔شاہزادہ قاسمؑ کی سفارش لے کر آیا ہوں۔امام حسینؑ نے جناب قاسمؑ کو سینے سے لگا لیا اور رو کر کہا۔ بیٹا! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تیرا چچا زندہ رہے اور تجھے مرنے کی اجازت دے دے؟

کھڑی ہوئی ماں نے قاسمؑ کے بازو کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک تعویذ کھول کر امام کو پیش کیا۔امام نے کھول کر پڑھا۔لکھا تھا''حسنؑ اپنا یہ ناچیز ہدیہ پیش کرتا ہے شرفِ قبولیت بخشیے''امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔کبھی خط کی طرف دیکھتے تھے کبھی قاسمؑ کے چہرے پر حسرت کی نظر ڈالتے تھے۔آخر رو کر فرمایا۔میری قسمت میں ہی لکھا ہے کہ گود کے پالے ہوؤں کو روؤں اور خاک وخون میں غلطاں دیکھوں۔

جب جناب قاسمؑ کو جنگ کی اجازت مل گئی تو خوشی میں دوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔جناب قاسمؑ گھوڑے کی سواری بھی بہت عمدہ جانتے تھے فوراً گھوڑے کو مہمیز کیا اور بڑے کروفر سے میدان میں تشریف لائے۔جنگ دیکھنے کے لئے ایک طرف جناب عباسؑ آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے اور دوسری طرف امام حسینؑ کھڑے ہوئے جناب قاسمؑ نے مقابلے کے لئے رجز پڑھا اور پہلوانوں کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ پسرِ سعد نے اپنے پہلوانوں کو مقابلے کے لئے بھیجا۔اور کہا جو اس لڑکے کا سر لائے گا وہ بہت انعام پائے گا۔کئی پہلوان اپنے زعم میں آئے کہ معمولی کام ہے۔مگر آتے ہی ایک دو وار میں ''قتل'' ہوگئے۔

یہ دیکھ کر فوج اشقیا میں کھلبلی مچ گئی۔عمر سعد نے ارزق شامی پہلوان کو مقابلے کے لئے جانے کا حکم دیا۔ارزق عرب کا ایک مشہور شہسوار اور فیل تن پہلوان تھا۔اس نے ہتک سے کہا۔ہوں! اس بچے کے مقابلے کے لئے مجھے کیوں بھیجتا ہے۔میرے چار

لڑکے ہیں، ان میں سے ایک کو بھیجے دیتا ہوں وہ ابھی اس کا سر لے آئے گا۔

واقعی ارزق نے یہ سچ کہا تھا کہ یہ بچہ ہے۔ کیونکہ جناب قاسمؑ جب مدینے سے چلے تھے تو ماں کے ساتھ زنانہ محمل میں سوار ہو کر آئے تھے۔ وہ ماں اب درِ خیمہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور جناب قاسمؑ لاکھوں خونخواروں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ارزق کا لڑکا مقابلے کے لئے آیا۔ دونوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ جناب عباسؑ اپنے شاگرد کو دیکھ رہے ہیں اور ارزق کا لڑکا وار کرتا ہے تو جناب قاسمؑ روکتے ہیں اور جب جناب قاسمؑ وار کرتے ہیں تو ارزق کا لڑکا کانواں کاٹ کر اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جناب قاسمؑ کا ایک وار پڑا۔ تلوار کے زناٹے کی آواز آئی اور ارزق کے لڑکے کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ فوراً جناب عباسؑ نے داد دی۔ ''مرحبا، مرحبا'' یا قاسمؑ! شاباش، شاباش اے قاسمؑ! جناب قاسمؑ نے پھر اشقیا کو للکارا۔ ''ہے کوئی جو مقابلے کے لئے آئے''۔

اب ارزق کا دوسرا لڑکا مقابلے کے لئے نکلا۔ آخر بھائی کے انتقام کا جوش ہوتا ہی ہے۔ اس نے پورے جوش سے مقابلہ کیا مگر تھوڑی ہی دیر میں جناب قاسمؑ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ تیسرے لڑکے کو جوش آیا۔ بھائیوں کا بدلہ لینے کے لئے للکارتا ہوا نکلا اور شروع ہی میں جناب قاسمؑ پر سخت وار کیا۔ مگر شیرِ خدا کے پوتے نے نہایت آسانی سے وار رو کر دیا۔ اور پھر فوراً ایک تلوار ایسی لگائی کہ واصلِ جہنم ہوا۔ چوتھا لڑکا بھائیوں کے انتقام میں مخمور شیرِ غضبناک کی طرح جھپٹا۔ مگر جناب قاسمؑ نے ایک ہی وار میں اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ اب کیا تھا ارزق کی نظر میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ چار بیٹے مارے گئے۔ غصّے سے آنکھوں میں خون اُتر آیا تلوار اُٹھائی، نیزہ بھی سنبھالا، اپنی شان اور غرور سب کچھ بھول گیا۔ قاسمؑ پر خوفناک دیو کی طرح دانت پیستا ہوا حملہ آور ہوا۔

امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی ماں کی طرف دوڑے ہوئے آئے اور گھبرا کر کہا۔ بھابھی ، بھابھی! ماں کی دعا اولاد کے حق میں جلد قبول ہوتی ہے۔ابھی ابھی قاسمؑ کے مقابلے میں عرب کا ایک مشہور قوی ہیکل پہلوان آیا ہے۔ بھابھی! قاسمؑ کے لئے جلد بال کھول کر دعا کرو۔ ماں نے سر کے بال کھود یئے اور بارگاہِ الٰہی میں جناب قاسمؑ کی سلامتی کے لئے دعائیں کرنے لگیں۔ بارِالٰہا! میرے دودھ کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ میرا قاسمؑ ماں کا سر بلند کرے۔ یا اللہ قاسمؑ کو اس پہلوان پر فتح دے دینا پھر چاہے اپنے پاس بلا لینا۔ امام حسینؑ نے بھی دعا مانگی۔ یا اللہ صدقہ حسنؑ کی بیکسی کا، قاسمؑ کو امان میں رکھنا۔ یا اللہ! اسکی ماں پہلوان کے خوف سے رو رہی ہے تو قاسمؑ کو فتح دے کر اس کی روتی ہوئی ماں کو ہنسا دے۔ پروردگار ہنسا دے۔

جنگ شروع ہوئی۔ ارزق نے غصے میں بے آپے ہو کر جناب قاسمؑ پر پہلے نیزے سے وار کیا۔ جناب قاسمؑ نہایت پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئے اور اس کا وار خالی گیا۔ ارزق نے دُوبارہ پیچھے ہٹ کر نیزہ تول کر وار لگایا۔ جناب قاسمؑ نے ارزق کا وہ وار بھی رد کر دیا۔ دشمنِ خدا غصے کے عالم میں بار بار نیزہ قاسمؑ کو مارتا تھا اور وہ ہر بار اس کے وار کی کاٹ کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جناب قاسمؑ نے ایک تلوار اس کے نیزے پر اس زور سے لگائی کہ نیزہ دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب ارزق نے فوراً تلوار سنبھالی اور دونوں میں ردّ و بدل ہونے لگے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ کی تلوار ارزق کے سر پر پڑی اور بعض نے لکھا ہے کہ جناب قاسمؑ نے ارزق کو نیزے کی انی پر اُٹھا کر گھوڑے سے اتنا بلند کیا کہ ساری فوج نے دیکھا اور پھر اُسے زمین پر پٹخ کر مار دیا۔ جناب عباسؑ نے جوش میں بھر کر جناب قاسمؑ کو داد دی۔ مرحبا مرحبا، شاباش قاسمؑ شاباش! اور عمر سعد کو پکار کر کہا کہ اب بھی کوئی اور پہلوان تیرے پاس مقابلے کے لئے ہے؟ اس

موقع پر کیا خوب شعر کہا ہے۔

کیوں پھر کوئی اُس فوج سے نکلے گا اکڑ کے
دیکھ او پسرِ سعد! کہ یوں لڑتے ہیں لڑکے

جب ارزق مارا گیا تو پہلوانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور حضرتِ قاسمؑ کے مقابلے میں آنے سے گھبرانے لگے۔ عمر سعد نے حکم دیا کہ سب فوج مل کر حملہ کرے اور اِس لڑکے کو چاروں طرف سے گھیر لے۔ فوج حرکت میں آگئی اور جناب قاسمؑ کو نرغے میں لے لیا۔ جناب قاسمؑ مثلِ شیرِ غضبناک کے جنگ کر رہے تھے اور لڑائی شدید ہو رہی تھی۔ جس طرف کو حضرت قاسمؑ رُخ کرتے تھے، پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے فوج میں بھگدڑ مچ جاتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب قاسمؑ فوج کے دریا میں تیر رہے ہیں۔ ہر طرف فوجیں تھیں اور درمیان میں قاسمؑ تھے۔ لڑتے لڑتے بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اور رکاب میں پاؤں رکھنا مشکل ہو گیا۔ لہٰذا آپ تسمہ ٹھیک کرنے کے لئے جھکے کہ ایک شقی نے موقع پا کر تلوار ماری۔ جناب قاسمؑ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ آخری آواز دی۔

"یَاعَمَّاہُ اِدرِکنِی چچا جان"! امداد کے لئے آیئے۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حمید ابنِ مسلم کربلا میں موجود تھا، وہ کہتا ہے کہ اس آواز پر امام حسینؑ ایسے جھپٹ کر آئے جیسے شاہین شکار پر آتا ہے اور شیرِ غضبناک کی طرح فوج پر حملہ کیا اور لاکھوں میں ڈھونڈ کر جناب قاسمؑ کے قاتل عمرو بن سعد ازدی کے تلوار ماری۔ اُس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ اس کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ کر جدا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اہلِ کوفہ کے سوار اس کی طرف دوڑے کہ حسینؑ کے ہاتھ سے بچا کر اُسے لے جائیں۔ امام نے گھڑ سواروں پر حملہ کر دیا اور انھیں بھگا دیا۔ لیکن ادھر کے گھوڑے اُدھر

اور اُدھر کے گھوڑے اِدھر دوڑنے سے جناب قاسمؑ کا لاشہ پامال ہوگیا۔ جب غبار فرد ہوا تو دیکھا کہ امام حسینؑ اس طفل کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ آپ نے حسرت سے فرمایا۔ بیٹا! خدا کی قسم چچا پر یہ امر بڑا شاق ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے۔ گھوڑوں کے دوڑنے سے جناب قاسمؑ کی اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں اِدھر آ گئی تھیں۔ ہڈیاں چور چور تھیں۔ لاش اس قابل ہی نہ تھی کہ اُٹھا کر لائی جا سکے۔ امام حسینؑ نے زمین پر چادر پھیلائی اور اس میں جناب قاسمؑ کی لاش کو رکھا۔ اس طرح گٹھری میں باندھ کر لاش خیموں میں لائے، ماں نے دیکھا تو چیخ کر لاشے پر گر پڑی۔ ہائے قاسمؑ، ہائے قاسمؑ دولہا قاسمؑ کی صدائیں عورتوں میں بلند تھیں۔ امام حسینؑ سر جھکائے کھڑے تھے۔ ذخیرۃ المجالس (حصہ دوم)

عمدۃ الذاکرین مولانا سیّد جمیل احمد نقوی:۔

ارشاد ہے کہ یہ کفار اور مشرکین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکیں مار کر بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا خواہ کفار اور مشرکین کے دلوں پر جبر کیوں نہ گزرے۔

روایت میں ہے کہ یزید پلید کے پندرہ اولادیں تھیں۔ مگر آج دشمنِ خدا کی نسل منقطع ہوگئی اور کوئی بنی امیہ کا نام لینے والا روئے زمین پر باقی نہیں۔ مگر آج بھی بحمد اللہ سادات کی نسل دنیا میں موجود ہے اور حسینؑ مظلوم کے خونِ ناحق کا انتقام لے گا۔

کربلا میں بھی روزِ عاشورہ لوگوں کا گمان یہی تھا کہ آج نسلِ رسولؐ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آج رسولؐ کا نام دنیا سے مٹ جائے گا ملاعین کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

چنانچہ جب امام حسینؑ نے شبِ عاشورہ اپنے عزیز و انصار سے فرمایا کہ کل ہم سب کے سب قتل کیے جائیں گے۔ کوئی زندہ نہ بچے گا۔ میں تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی

بیعت اٹھائے لیتا ہوں۔ اور تم سب کو اختیار دیتا ہوں کہ جس طرف تمہارا دل چاہے چلے جاؤ۔ یہ صرف میرے خون اور سر کے طالب ہیں۔ جب مجھے پالیں گے تو تمہارے متعلق کوئی نہ پوچھے گا۔ حبیب ابن مظاہر نے رو کر فرمایا، مولا! آپ کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے اور زہیر قین نے بھی فرمایا' مولا! یہ تو ایک مرتبہ کا مرنا ہے اگر ہم ستّر ہزار مرتبہ بھی قتل کیے جائیں اور ہماری لاشوں کو جلا کر خاکستر کر کے ہوا میں منتشر کر دیا جائے اور پھر اللہ اپنی قدرت کاملہ سے ہمیں زندہ کرے تب بھی ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

امامؑ نے سب کو دعائے خیر دی۔ پھر فرمایا، حبیب کل تم بھی قتل ہو جاؤ گے۔ زہیر کل تم بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو گے۔ عباسؑ کل تمہارے بھی شانے فرات کے کنارے قلم ہوں گے۔ بیٹا علی اکبرؑ کل تمہارے بھی چاند سے سینے پر برچھی لگے گی۔

امامؑ یہ کہہ کر خاموش ہوئے تو ایک گوشے سے یتیم حسنؑ کھڑے ہوئے عرض کرتے ہیں۔ کیوں چچا جان کیا فہرست شہداء میں میرا نام نہیں ہے؟ امامؑ نے سر اٹھایا اور بھائی کی نشانی کو بانگاہِ محبت دیکھ کر فرمایا۔

''یا بُنَیَّ کَیفَ المَوتُ عِندَكَ''

اے بیٹا قاسمؑ موت تمہارے نزدیک کیسی ہے؟

جناب قاسمؑ عرض کرتے ہیں ''یا عَمِّ احلٰی مِنَ العَسَل''

''چچا جان موت میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے''

جناب قاسمؑ کے اس جواب پر امامؑ نے اشکبار ہو کر فرمایا کہ بیٹا کل تم بھی شہید ہو گے اور تم ہی پر کیا موقوف ہے تمہارا ششماہا بھائی علی اصغرؑ بھی شہید ہو گا۔

اپنی شہادت کا مژدہ سن کر تو جناب قاسمؑ مسرور ہوئے تھے مگر جب جناب علی اصغرؑ کی

شہادت کا ذکر سن کر بے چین ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ کیوں چچا جان، کیا اشقیاء خیموں میں بھی گھس آئیں گے جو بھیّا علی اصغرؑ کو شہید کر دیں گے وہ تو ابھی اس لائق بھی نہیں کہ اپنے پیروں سے چل کر میدانِ جنگ میں جاسکیں۔

امامؑ نے اشکبار ہو کر فرمایا کہ بیٹا یہ رموزِ امامت ہیں۔ علی اصغرؑ کی شہادت میدانِ جنگ میں باپ کے کانپتے ہوئے ہاتھوں پر ہوگی میں اس کے لیے اشقیا سے دو گھونٹ پانی طلب کروں گا اور میرے معصوم لال کی پیاس اشقیا کے پیکانِ ستم سے بجھائی جائیگی

عزادارانِ حسینؑ! عاشور کی رات تمام ہوئی صبح عاشورہ نمودار ہوئی جنگ کا بازار گرم ہوا۔ جناب قاسمؑ نے دیکھا کہ جو مجاہد امامؑ سے اِذنِ جہاد لے کر جاتا ہے وہ زندہ نہیں پلٹتا۔ امامؑ اس کی لاش لے کر مقتل سے واپس آتے ہیں۔ ایک ایک کر کے انصار حسینؑ اپنی جانیں مولا پر نثار کر گئے۔ تو اولادِ عقیل کی باری آئی۔ جب وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو چاہنے والی بہن کے لال آگے بڑھے۔ جب چاہنے والی بہن کے لاڈلے اپنی جان ماموں پر نثار کر چکے تو اب جناب قاسمؑ آگے بڑھے۔ آقا کی خدمت میں دست بستہ عرض کرنے لگے کہ مولا مجھے مرنے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ امام نے سر اُٹھا کر قاسمؑ کی طرف دیکھا۔ فرمایا بیٹا! تم کو کیسے اجازت دوں۔ اس لیے کہ تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔

جناب قاسمؑ مرنے کی اجازت پر اصرار کر رہے ہیں مگر مولا کسی طرح اجازت نہیں دیتے۔ جناب قاسمؑ مجبور ہو کر خیمۂ عصمت وطہارت میں چلے آئے۔ اچانک جناب اُمِّ فروہؑ کی نظر قاسمؑ پر پڑی۔ بیتاب ہو کر فرمایا کیوں قاسمؑ بیٹا، کیا تم اپنی جان اپنے چچا پر فدا نہ کرو گے۔ بیٹا کل قیامت میں اگر خاتونِ محشر مجھ سے یہ سوال کریں گی کہ اُمِّ فروہؑ تیرا بیٹا زیادہ عزیز تھا یا میرا فرزند حسینؑ؟ تو میں کیا جواب دوں گی۔

جناب قاسمؑ نے سارا ماجرا اپنی دکھیاری بیوہ ماں کو سنایا، کہ چچا جان مجھے کسی طرح مرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ سن کر جناب اُمِّ فروہؑ اپنے نورِ نظر کو سینے سے لگا کر رونے لگیں اور قاسمؑ بھی ماں سے لپٹ کر خوب روئے۔ روتے روتے اُمِّ فروہؑ کو کچھ یاد آیا سر اُٹھا کر فرمانے لگیں کہ بیٹا! تمہارے بابا نے وقتِ وفات ایک تعویذ لکھ کر تمہارے بازو پر باندھا تھا اور مجھ سے فرمایا تھا کہ انتہائی مصیبت کے وقت اسے کھول کر پڑھنا اور اس کے مضمون پر عمل کرنا۔

بیٹا! اس سے زیادہ قیامت کی گھڑی اور کیا آئے گی جبکہ مشکل کشا کا لاڈلا نرغۂ اعدا میں گھرا ہوا ہے۔ لاؤ دیکھیں کہ تمہارے بابا نے تعویذ میں کیا لکھا ہے۔ جناب قاسمؑ نے بازو پر بندھا ہوا تعویذ کھولا، اسے بوسہ دیا، تحریرِ امامؑ کی زیارت کی مضمون کو پڑھ کر شفیق ماں کی طرف بڑھایا۔ جناب اُمِّ فروہؑ نے پڑھا۔ امامؑ مسموم نے لکھا تھا کہ بیٹا قاسمؑ! جب تم تعویذ کھول کر پڑھو گے تو میرا بھائی نرغۂ اعدا میں گھرا ہوگا۔ اگر میں زندہ ہوتا تو سب سے پہلے اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرتا۔ اگر میں نہیں تو تم اور تمہارے بھائی اپنی جانوں کو میرے مظلوم بھائی پر ضرور قربان کر دینا تمہاری بیوہ ماں اس سلسلہ میں تمہاری مدد کریں گی گھبرانا نہیں وقت شہادت میں تمھارے سرہانے موجود ہوں گا۔

جناب قاسمؑ وہ خط لے کر مولا کی خدمت میں آئے عرض کی کیوں چچا جان کیا آپ اب بھی ہمیں اجازت نہ دیں گے۔ یہ کہہ کر بھائی کی تحریر بھائی کی خدمت میں پیش کر دی۔ مظلوم کربلا نے حسنؑ مجتبٰے کی تحریر کو بوسہ دیا، آنکھوں سے مس کیا اور اسے پڑھا رو کر فرمایا۔

بھیا حسنؑ! کیا اپنی نشانی کو بھی مجھ سے چھڑاتے ہو۔ یہ کہہ کر قاسمؑ کو سینے سے لپٹا کر

رونے لگے۔روتے روتے دونوں چچا بھتیجے غش کھا کر گر پڑے۔جب غش سے افاقہ ہوا تو جناب قاسم نے چچا کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور پائے اقدس پر آنکھیں ملنا شروع کیں۔امامؑ مجبور ہو کر اُٹھے۔قاسمؑ کو ہمراہ لے کر خیمہ میں تشریف لائے اور اُمِّ فروہؑ سے فرمایا۔بھابھی یہ بھی مرنے کے لیے جاتے ہیں ان کا آخری دیدار کر لیجیے اُمِّ فروہؑ نے عرض کی کہ آپ کے جدامجد نے عورتوں پر جہاد ساقط کیا ہے ورنہ میں بھی اپنی جان آپ پر فدا کرتی۔

عزادارانِ حسینؑ!امام مظلوم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے نورِ نظر کو میدانِ جنگ کے لیے آراستہ کیا۔خود بہ نفسِ نفیس گھوڑے پر سوار کیا اور اس شان سے میدان جنگ میں بھیجا کہ ایک جانب امامؑ مظلوم دوسری جانب علمدارِ لشکر حسینؑ اور عقب میں ہمشکل پیغمبر۔

کچھ دور پہنچا کر امام مظلوم نے فرمایا، بیٹا جاؤ خدا حافظ نورِ نظر گھبرانا نہیں، بھیا حسنؑ میدانِ جنگ میں موجود ہیں۔جناب قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے، رجز پڑھا، ملاعین نے رجز کے جواب مین یتیم حسنؑ پر تیروں اور تلواروں کی بارش شروع کر دی۔اب علیؑ کے پوتے کو غیظ آ گیا اور نیام سے تلوار کھینچ کر سیکڑوں بے دینوں کو دارِ جہنم میں پہنچا دیا، خدا لعنت کرے ایک ملعون پر کہ عقب سے ایسا وار کیا کہ مظلوم نینوا کا تیرہ سالہ بھتیجا گھوڑے پر سنبھل نہ سکا فرس سے گرتے گرتے سیکڑوں وار یتیم پر چل گئے۔ ''یا عمّاہُ ادر کنی'' کی صدا کے ساتھ جناب قاسمؑ پشتِ فرس سے زمین گرم پر تشریف لائے۔

جناب قاسمؑ کی صدا سنتے ہی ایک طرف سے جناب عباسؑ اور دوسری طرف سے مظلوم کربلا گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے۔لشکرِ عمر سعد نے جب علیؑ کے شیروں کو آتے

دیکھا تو ڈر کر بھاگنا شروع کیا۔سواروں میں بھگدڑ پڑی جس کے نتیجے میں حسنؑ کا پھول سمِ اسپاں سے پائمال ہوگیا۔

جب جناب قاسمؑ سواروں کو دیکھتے تو آواز دیتے۔ چچا جلدی آیئے۔جب قاسمؑ نے دیکھا کہ چچا کے آنے میں دیر ہو رہی ہے تو آپ نے اپنی مادرِگرامی کو آواز دی "یا اُمّاہ ادر کنی"۔مادرِگرامی آپ ہی میری مدد ونصرت کے لیے تشریف لایئے۔

لیکن افسوس صد افسوس اے عزادارانِ قاسمؑ! امام مظلوم، لاشۂ یتیم حسنؑ پر کب پہنچے، جبکہ قاسمؑ نوشاہ کا پھول جیسا جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائمال ہو چکا تھا اور لاشہ اس قابل نہ رہا تھا کہ امام مظلوم اُٹھا کر خیمہ گاہ میں لے آتے۔امامِ مظلوم نے لاشۂ قاسمؑ پر اپنے آپ کو گرا دیا۔اور فرمایا، بیٹا تیرے چچا پر یہ شاق ہے کہ تو اُسے اپنی نصرت کے لیے بلائے اور وہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ناچار امام مظلوم نے لاشۂ قاسمؑ کے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو جمع کیا اور ایک چادر میں نوشاہ کا لاشہ خیمۂ مادرِ قاسمؑ میں پہنچا دیا۔

خیمہ سے واقاسماہ واقاسماہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

(مخزن المجالس)

مولانا سید افسر حسین رضوی المشہدی:-

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم قال رسول اللّٰہ الحسن والحسین سیدالشباب اھل الجنتہ وابوھما خیر منھا"

"جناب سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں اور اِن کے باپ ان سے بہتر ہیں"

دوسری حدیث میں فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں۔ خواہ وہ بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو جائیں۔ ہر حالت میں ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ بیٹھ جانے اور کھڑے ہونے سے مقصد صلح کرنا اور جنگ کرنے سے مراد ہے۔ یعنی جب حضرت امام حسنؑ نے دنیا کی بے وفائی اور ان کے سلوک کو دیکھا۔ کوفہ میں بابا کی شہادت اور سازشوں کو اپنے پورے عروج پر دیکھا اور خود اپنی جان کے دشمن دیکھے تو کوفہ کو چھوڑ کر پھر مدینہ واپس آ گئے اور دینِ الٰہی کی حفاظت اور امت کی رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

لیکن معاویہ جو اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے سیاسی ریشہ دوانیاں کر رہا تھا اور اپنے اقدار کو مستحکم کرنے کے لئے اِن کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا وہ سمجھ رہا تھا کہ جب تک اِن کے وقار اور عظمت کو دنیا مانتی رہے گی۔ میرا ہر حربہ ناکام رہے گا اور کامیابی ناممکن ہے اس مقصد کے حصول کے لئے کوفہ ہی میں کئی مرتبہ زہر دلوایا لیکن مرضیِ الٰہی نہیں تھی اس لئے زہر نے اپنا اثر نہیں کیا۔ خلقِ عظیم کے مالک نے اس سلسلے میں کسی سے باز پرس بھی نہیں کی اور مدینہ منتقل ہو گئے۔ لوگ امام حسنؑ سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ اور ہدایت کا سلسلہ مدینہ میں شروع ہو گیا۔

چوں کہ معاویہ کی سازش بدستور جاری تھی خبر ملتے ہی اُس نے چراغِ ہدایت کو بجھانے کی کوشش شروع کر دی زمانہ کا امام ان حالات سے اچھی طرح واقف تھا اور ایک وقت معین کا انتظار تھا کہ لوگ کھل کر مذہب کی مخالفت کرنے لگیں۔ کفر سے اسلام کو جدا کرنے کا کام اور حفاظت دین کی خاطر معرکہ آرائی امام حسینؑ کے ذمہ مقدر ہو چکا تھا اس لئے اس کی تیاری کے لئے پورا موقع دیا یعنی جو بچے محضرِ حسینیؑ میں ہیں وہ دنیا میں آ جائیں۔ پھر کھل کر ایک میدان حق و باطل کا فیصلہ ہو اور دین ہمیشہ کے لئے مستحکم

ہو جائے۔

اسی لئے امتِ مسلمہ کو خونِ ناحق بہانے سے بچایا اور معاویہ سے ظاہری طور پر دنیاوی معاہدہ کرلیا۔ اور حکومت کو ٹھکرا دیا۔ جو وارثِ انبیاء ہو۔ پوری کائنات پر تصرف رکھتا ہوا پنے زمانے کا امام اور مالک ہو۔ اس کے اختیار کو دنیا والے کیا چھین سکتے ہیں۔

معاویہ کو پھر بھی خلش رہی کہ لوگ اب بھی ان کی طرف جھک رہے ہیں بجائے میری اطاعت کے سب کے سر انہیں کے در پر سجدہ ریز ہیں۔ تو اس نے مدینہ کے بڑے بڑے اصحابِ رسولؐ کا ایمان چند سکوں میں خرید لیا۔ یہاں تک کہ آئمہ مساجد کو لالچ دے کر اس امر پر راضی کرلیا کہ وہ اپنے خطبوں اور وعظ میں اعلانیہ اہلِ بیت کے اوپر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ امام حسنؑ کے لئے یہ بڑا نازک دور تھا لیکن بڑے صبر سے دن گزارتے ہوئے حجت کو پورا کیا آخر کار معاویہ نے جعدہ بنتِ اشعث کے ذریعہ سے امام حسنؑ کو زہر دلوا دیا۔ زہر نے اپنا پورا کام کیا۔ حالت زیادہ بگڑنے لگی تو امام حسینؑ سے خاص وصیتیں کیں اور رازِ امامت سپرد کردیا۔

مادرِ قاسمؑ جناب اُم فروہؑ کو بلا کر فرمایا کہ اب امام زمانہ حسینؑ ہیں۔ اُن کی اطاعت کرنا۔ اور میرے بچوں سے خبردار رہنا جناب قاسمؑ کو کہ جن کی عمر تقریباً ۳ سال تھی گود میں لے کر چمٹالیا۔ اور دیر تک گریہ کرتے رہے ایک نوشتہ لکھ کر بطور تعویز جنابِ قاسمؑ کے بازو پر باندھ دیا اور مادر قاسمؑ سے فرمایا کہ جب میرے بھائی پر کوئی سخت وقت پڑے تو میری طرف سے قاسمؑ کو نثار کردینا اور اگر کوئی دشواری محسوس ہو تو میری یہ تحریر بھائی کو دکھلا دینا۔

مومنین! وقت تیزی سے گزر گیا اور قافلہ حسینیؑ کو کربلا کے میدان میں لشکر یزید نے چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا شبِ عاشور سب کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ موت

یقینی ہے تو عزیز و انصار اور اصحابِ حسینؑ نے شوقِ شہادت میں سبقت کرنا شروع کر دی اور رات بھر شہادت کے اصحابِ حسینؑ میں چرچے ہوتے رہے ہر کوئی ایک دوسرے کو ترغیب دیتا تھا کہ امام پر یا اعزّہ پر آنچ نہ آنے پائے ایک طرف عبادت میں ہر لحہ گزر رہا تھا تو شوقِ شہادت میں یہ بھی تمنا تھی کہ پہلے ہم لوگ اپنی جانیں قربان کریں گے تا کہ امامؑ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

اِدھر خیام اہلِ بیت میں خواتین میں یہ جوش تھا کہ ہر بی بی اپنی اپنی اولاد کو بہادری کا جوش دلا رہی تھی اور آقا پر پہلے جان قربان کرنے کی ہدایت کر رہی تھی ایک خیمے میں جناب اُمِّ فروہؑ حضرت قاسمؑ کو لئے بیٹھی تھیں اور فرما رہی تھیں۔ بیٹا! تمہارے بابا نے مجھ سے وصیت کی تھی کہ جب میرے بھائی پر سخت مصیبت کا وقت پڑے تو میری طرف سے قاسمؑ کو نثار کر دینا۔ بیٹا باپ کی وصیت پر عمل کرنا ہے ہر عورت اپنے بیٹے کی بہادری پر ناز کر رہی ہے اور پہلے قربان کرنے کی کوشش کر رہی ہے اے قاسمؑ تم سبقت کرنا اور بزرگوں کی بہادری کے جوہر دکھلاتے ہوئے آقا پر اپنی جان قربان کر دینا تا کہ میں اہلِ حرم میں سرخرو ہو سکوں ورنہ لوگ مجھ کو برا کہیں گے کہ ماں غیر خاندان کی تھی بیٹا میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔

جناب قاسمؑ ماں کی باتیں غور سے سنتے رہے ایک مرتبہ جوش میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے مادرِ گرامی چچا عباسؑ میرے استاد ہیں انہوں نے مجھ کو فنونِ سپہ گری میں ماہر کر دیا ہے انشاء اللہ! آپ کل میری بہادری دیکھئے گا کہ کس طرح اپنے بزرگوں کی عظمت و شجاعت کو روشن کرتا ہوں۔ اماں! آپ اتنا احسان کیجئے گا کہ مجھ کو سب سے پہلے آقا سے جنگ کی اجازت دلوا دیں۔

یہ الفاظ قاسمؑ نے اس جوش سے کہے کہ امام نے باہر سن لئے اور حضرت عباسؑ سے

فرمایا کہ تم شوق شہادت کو سن رہے ہو۔ عباسؑ یہ میرے بھائی کی نشانی ہے اس کی جدائی کیسے برداشت کرونگا۔

صبح عاشور جنگ شروع ہوئی اور اصحاب باوفا نے اپنی اپنی جان قربانی کے لئے پیش کرنا شروع کردی جو شہید ہو جاتا امام اس کی لاش اُٹھا کر خیام تک لے آتے جناب قاسمؑ صبح سے تمام حالات کو دیکھ رہے ہیں۔ جب اصحاب اور انصار شہید ہو چکے تو عزیزوں کی باری آئی۔ اب جناب قاسمؑ کی بے چینی بڑھی بار بار امام کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے! چچا جان مجھ کو بھی اجازت دے دیجئے لیکن امام مظلوم جناب قاسمؑ کو گلے سے لگا لیتے اور گریہ کرتے ہوئے فرماتے بیٹا! قاسمؑ تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ کس دل سے اجازت دوں۔

جب زینبؑ کے دلارے شہید ہو گئے اور امام ان کی لاشیں خیام تک لے آئے تو حضرت قاسمؑ پھر چچا کے پاس گئے اور اجازت طلب کی امام نے قاسمؑ کی طرف نظر کی اور خاموش ہو گئے عزادارو! قاسمؑ نے عجیب سوال کیا۔ پوچھا! چچا جان کیا فہرست شہدا میں میرا نام ہے؟ امام نے غور سے چہرۂ قاسمؑ کو دیکھا۔ ہاں یا نہیں کے بجائے فرماتے ہیں۔ قاسمؑ! جھولے میں لیٹے ہوئے تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ تک کا نام ہے۔ جناب قاسمؑ کی غیرت اور حمیت نے جوش مارا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ عرض کیا۔ آقا! کیا دشمن خیام اہلِ بیت کے اندر گھس آئیں گے۔ امام نے فرمایا! نہیں قاسمؑ تمہاری زندگی میں کسی کی کیا مجال ہے جو ایسا ہو سکے۔

جنابِ قاسمؑ نے پھر جنگ کی اجازت چاہی امام نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے فرمایا بیٹا! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے؟ قاسمؑ نے عرض کیا۔ چچا جان موت میرے لئے شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ یہ جواب سُن کر امام نے حضرت قاسمؑ کو گلے سے لگا لیا

اور دیر تک روتے رہے۔ فرمایا۔ قاسمؑ تم بیوہ ماں کے سہارے ہو۔ اپنی ماں کے پاس جاؤ۔

جناب قاسمؑ روتے ہوئے جناب اُمِّ فروہؑ کے پاس پہنچے اور عرض کیا۔ مادر گرامی! میں نے ہر چند کوشش کر لی۔ لیکن آقا مجھ کو اجازت نہیں دیتے۔ مادرِ قاسمؑ نے کہا بیٹا حضرتِ عباسؑ کو یہاں لے آؤ جناب عباسؑ خیمہ کے اندر آئے جنابِ اُمِّ فروہؑ نے ان کو دیکھ کر فرمایا عباسؑ تم مشکل کشا کے فرزند ہو میری مشکل کو حل کر دو۔ قاسمؑ یتیم ہے اس کا باپ نہیں میں کس سے سفارش کراؤں۔ عباسؑ! تم آقا سے سفارش کر کے قاسمؑ کو جنگ کی اجازت دلوا دو! میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔

جنابِ عباسؑ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور واپس امامؑ کی طرف چل دیئے ان کے پیچھے مادرِ قاسمؑ جناب قاسمؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ ہو لیں۔ کسی نے امام سے کہا بیوہِ حسنؑ آ رہی ہیں! جناب امام حسینؑ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا! بھابھی کیوں تکلیف کی مجھ کو وہیں طلب کر لیا ہوتا۔ اُمِّ فروہؑ نے حسینؑ کے چہرے پر نظر ڈالی فرمایا زمانے کے امام ایک بات عرض کرنا ہے۔ امام نے فرمایا کہیئے۔ اُمِّ فروہؑ نے کہا! کیا بیوہ کا ہدیہ قبولیت کے لائق نہیں ہے یہ سننا تھا کہ امام نے جناب قاسمؑ کو چمٹا لیا اور گریہ کرنے لگے۔ فرمایا! کیا میری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ میں گود کے پالے ہوؤں کی لاشیں اٹھاؤں،

مادرِ قاسمؑ نے جنابِ قاسمؑ کے ہاتھ سے تعویذ کھولا اور نوشتۂ جناب حسنؑ امام مظلوم کے ہاتھ میں دے دیا۔ بھائی نے بھائی کی تحریر کو پہچانا اور بوسہ دینا شروع کیا اس میں تحریر تھا ''حسنؑ'' اپنا یہ ناچیز ہدیہ پیش کرتا ہے اس کو قبول کر لو۔ امام حسینؑ کبھی خط کو دیکھتے اور کبھی قاسمؑ کی طرف نظر کرتے۔ حضرت نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے خیمے میں لے گئے اور جناب زینبؑ کو آواز دی اور خط دکھا کر کہا۔ بہن مجھ سے بھائی نے ایک وصیت

کی تھی اس کو پورا کرنا ہے فاطمہ کُبرا کو بلاؤ۔ بھائی حسنؑ کے تبرکات منگوائے۔ جناب حسنؑ کا عمامہ حضرت قاسمؑ کے سر پر باندھ دیا۔ اور اس کے پیچ دونوں طرف لٹکا دیئے اور فاطمہ کُبرا کو پاس بٹھا کر جناب قاسمؑ کا نکاح پڑھا اور ایک آہِ سرد بھر کر مادرِ قاسمؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا تم لوگ گواہ رہنا میں نے بھائی کی وصیت کو پورا کیا ہے۔ اس کے بعد جناب قاسمؑ کو حضرت عباسؑ نے اسلحہ سے آراستہ کیا امامؑ نے گھوڑے پر سوار کراتے ہوئے فرمایا بیٹا قاسمؑ دل نہیں چاہتا لیکن بھائی کے حکم سے مجبور ہو گیا جاؤ قاسمؑ خدا حافظ! حکم ملتے ہی جناب قاسمؑ نے گھوڑے کی باگ کو صفِ اعدا کی جانب موڑا۔ چوں کہ قاسمؑ گھوڑے کی سواری بخوبی جانتے تھے۔ چشم زدن میں فوج اشقیا کے سامنے پہنچ گئے اور رجز پڑھنا شروع کیا۔ مبارز طلبی کرتے ہوئے اس پھرتی اور بہادری سے جنگ کی کہ تھوڑی دیر میں کئی پہلوان واصلِ جہنم کر دیئے ابنِ سعد نے غصے میں چلا کر ارزق شامی پہلوان کو حکم دیا کہ تو مقابلہ کے لئے جلد جا اور اس طفل کو قتل کر دے ارزق شامی عرب کا مشہور شہسوار اور فیل تن پہلوان تھا۔ ابنِ سعد سے کہنے لگا۔ اس لڑکے سے مقابلہ کرنا میرے لئے توہین ہے اس لئے میں اپنے ایک لڑکے کو بھیجتا ہوں۔ وہ اس کا کام تمام کر دے گا۔

ارزق کا بڑا لڑکا جناب قاسمؑ کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا اور دونوں میں نیزہ آزمائی شروع ہو گئی۔ جناب قاسمؑ نے اس کے کئی وار خالی جانے دیئے۔ ایک مرتبہ پینترا بدل کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا ارزق نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ جلد جا کر بھائی کا بدلہ لے وہ غصے میں بپھرا اور پیچ و تاب کھاتا ہوا آیا اور آتے ہی جناب قاسمؑ پر وار کیا۔ جناب قاسمؑ ایک جانب ہٹ گئے چوں کہ اس نے پورے زور سے وار کیا تھا۔ اپنے بدن کو نہ سنبھال سکا۔ اور وار خالی جانے سے جھک

گیا۔ جناب قاسمؑ نے زور سے تلوار ماری۔ ملعون دوٹکڑے ہوکر گرا۔

حضرت قاسمؑ نے بہ آواز بلند نعرہ مارا۔ جناب عباسؑ اور امام مظلوم حضرت قاسمؑ کی بہادری اور جنگ دیکھ کر جوش شجاعت کی تعریف کرر ہے تھے ارزق غصہ سے بے قابو ہورہا تھا اپنے تیسرے اور چوتھے لڑکے کو بھیجا کہ تم دونوں مقابلہ کرو لیکن دونوں اِدھر اُدھر کترا کر بچتے ہوئے وار کرر ہے تھے کہ اتنے میں جناب قاسمؑ نے ان دونوں کا بھی سفایا کر دیا۔ اب تو ارزق کی نظر میں دنیا اندھیر ہوگئی غصہ سے آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ مست ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا ہوا نیزہ تانے ہوئے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہوا آیا اور آتے ہی دور سے نیزہ مارنے کی کوشش کی۔ جنابِ قاسمؑ نے وار کو خالی کر دیا۔ پھر ملعون نے زور سے نیزہ مارا تو جناب قاسمؑ نے نیزہ پر تلوار ماری اور نیزے کے دوٹکڑے ہو گئے۔

ارزق ملعون نے فوراً تلوار کھینچ لی۔ لیکن جناب قاسمؑ نے وار کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور الگ ہٹ گئے دونوں ایک دوسرے پر وار کرر ہے تھے کہ ایک مرتبہ ارزق نے پورے زور سے حملہ کیا جناب قاسمؑ پیچھے ہٹے۔ معلون اپنے بھاری جسم کو نہ سنبھال سکا۔ جناب قاسمؑ نے فوراً تلوار سے وار کر کے اُس کو گھوڑے سے گرا دیا اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا اِدھر حضرت قاسمؑ نے نعرہ بلند کیا۔ جواباً حضرت عباسؑ نے اللہ اکبر کہا۔

فوج اشقیا کو ارزق شامی کی وجہ سے بڑا گھمنڈ تھا۔ اس کے قتل ہوتے ہی سب کی ہمت پست ہوگئی۔ جناب قاسمؑ نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلا کر یہ ثابت کر دیا کہ جس کا بیٹا چھوٹی سی عمر میں اتنا بہادر ہے اس کا باپ اپنے زمانے میں کس قدر شجاع ہوگا۔ جناب عباسؑ نے قاسمؑ کی جنگ کی تعریف کرتے ہوئے ابنِ سعد کو آواز دی کہ اور کسی پہلوان کو مقابلے کے لئے کیوں نہیں بھیجتا ہے۔ ابنِ سعد لعین غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا اور پوری فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ جناب قاسمؑ غیض میں آکر بھپرے

ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور وہ گھسان کی جنگ کی کہ فوج اشقیا میں بھگدڑ مچ گئی جو سامنے آتا جنابِ قاسمؑ اس کو قتل کر دیتے لوگوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش شروع کر دی۔

لیکن ایک بھوکا پیاسا کب تک جنگ کرتا۔ تسمہ ٹوٹا اور پیر رکاب سے نکل گیا۔ حضرت قاسمؑ نے چاہا کہ جھک کر دُرست کر لیں کہ ایک شقی نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر پوری طاقت سے تلوار کا وار کیا۔ جنابِ قاسمؑ شدید زخمی ہو گئے اور گھوڑے پر نہ سنبھل سکے گھوڑے سے زمین پر آئے زخموں میں اضافہ ہوتا گیا۔ آواز دی۔

یا عماہ ادرکنی چچا جان میری مدد کیجئے۔ اس آواز کا سُننا تھا کہ امام مظلوم نے حضرت عباسؑ سے کہا بھائی جلد چلو قاسمؑ پکار رہا ہے۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی کی نشانی کو بچانے کی خاطر فوج اشقیا پر حملہ کر دیا۔

عزادارو! کس زبان سے عرض کروں کہ حملہ کی شدّت سے فوج اشقیا نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اور اِدھر کی فوج اُدھر اور اُدھر کی فوج اِدھر بھاگی۔ جس کے نتیجے میں جنابِ قاسمؑ کا جسم نازک گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا جب امام قریب پہنچے تو جنابِ قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے جگہ جگہ بکھرے ہوئے ملے۔ امام مظلوم پاس بیٹھ گئے اور گریہ کرنے لگے اپنی عبا کو زمین پر بچھایا اور لاش کے ٹکڑوں کو یکجا کر کے گٹھری کی طرح باندھ لیا اور خیامِ اہل حرم کی طرف رُخ کیا۔ تمام بیبیاں درِ خیمہ پر کھڑی ہوئی تھیں۔ جیسے ہی امام نے لاش لا کر رکھی۔ ایک دم کہرام بپا ہو گیا۔ تمام اہلِ حرم دلخراش بین کر رہے تھے۔۔ ہائے مادرِ قاسمؑ کو کن الفاظ میں پرسا دوں۔ بی بی آپ بڑی منّت اور مرادوں سے پالا تھا۔ لیکن جب قاسمؑ کی پامال شدہ لاش دیکھی ہوگی تو دل پر کیا گزری ہوگی۔

ادھر ماں پچھاڑیں کھا رہی تھی اُدھر جناب فاطمہ کُبرا کی عجب حالت تھی۔ زینبؑ کبھی مادرِ قاسمؑ کو صبر کی تلقین کرتی ہیں اور کبھی کبرؑا کو سینے سے چمٹا لیتی ہیں۔ امام مظلومؑ نے تمام بیبیوں کو صبر کی تلقین کی اور حضرت قاسمؑ کی لاش کو اُٹھا کر جناب علی اکبرؑ کی لاش کے برابر رکھ دیا اور درمیان میں اس قدر جگہ رکھی کہ خود بیٹھ گئے ایک ہاتھ جنابِ قاسمؑ کی لاش پر دوسرا ہاتھ جناب اکبرؑ کے سینہ پر رکھا۔ رُخ آسمان کی طرف کر کے ایک آہِ سرد لے کر فرمایا۔ ''واغربتاو امصیبتا'' ''پالنے والے تو گواہ رہنا۔ میں نے اپنی عزیز ترین ہستیوں کو تیری راہ میں قربان کر دیا ہے اِن کی جدائی سے آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اب وعدۂ طفلی پورا کرنے کی تیاری ہے فرمایا اے اللہ۔

کوئی ہدیہ ترے قابل نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ

(تحفۃ الذاکرین)

مولانا سیّد علی حسن صاحب اختر امروہوی:-

بیوہ حسنؑ نے اِشارہ سے قاسمؑ کو بلایا۔ بیٹا بھائیوں کو دیکھ کر کیوں رو رہے ہو۔ دیکھو پھوپھی جان کے بچوں نے اپنی ماں کے دودھ کا حق کس طرح ادا کیا۔ دیکھو خدا کے دین پر، رسولؐ کی شریعت پر، بابا کی امانت پر۔ چچا کی امامت پر برا وقت آپڑا ہے باطل حق مٹانا چاہتا ہے۔ امامت پھر شہادت کی طلبگار ہے۔ آؤ میرے لعل میں تمھیں اپنے ہاتھ سے دولھا بناؤں۔ عروسِ شہادت سے ہمکنار ہو کر دادی فاطمہؑ کی خدمت میں جب دولھا بن کر جاؤ گے۔ رسولؐ کی بیٹی۔ حسینؑ کی ماں خوش ہو کر گلے لگالیں گی۔ دادا شجاعت کی داد دیں گے۔ بابا بڑھ کر اپنے دولھا کا منہ چوم لیں گے۔ آؤ بیٹا! میں تمھیں دولھا بناؤں گی۔ ماں نے چھوٹی سی عبا پہنائی۔ کمر سے تلوار لگائی۔ سر پر امامؑ کا عمامہ رکھا

جس کے دونوں کنارے کاکل رخ کی طرح دولھا کے چہرے کی بلائیں لے رہے تھے۔قاسمؑ نے مسکرا کر ماں کے نورانی آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا۔اور ہنستے ہوئے خیمہ سے نکلے۔چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عمِ محترم۔قاسمؑ لڑنے جارہا ہے۔نہیں۔ بیٹا۔میرے بھائی کی نشانی۔ماں کا سہارا۔حسینؑ سے یہ سوال نہ کرنا۔تمھیں اور حسینؑ مرنے بھیج دے۔بھائی کی تصویر کو ہاتھوں سے مٹادے جاؤ بیٹا ماں کے پاس جاؤ اور اُن سے ہماری طرف سے کہو کہ وہ تمھیں ہرگز اجازت نہ دیں۔کہ پس پردہ سے آواز آئی حسینؑ کیاتمہاری شریعت میں بیوہ کی قربانی قابلِ قبول نہیں ہے زینبؑ کے بچوں کو تو اجازت مل جائے اورایک بیوہ کا بچہ آج محروم رہ جائے۔جناب قاسمؑ ایک طرف گوشہ میں مغموم بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے کہ ایک مرتبہ یاد آیا کہ والدہ نے میرے بازو پر کبھی یہ کہہ کہ ایک تعویذ باندھا تھا کہ قاسمؑ یہ تمھارے باپ کی وصیت ہے۔قاسمؑ نے فوراً تعویذ بازو سے کھولا اور پڑھا۔لکھا تھا کہ بیٹا قاسمؑ تمہارے چچا پر ایک بڑا سخت وقت آنے والا ہے میں نے نانا رسولؐ خدا اور بابا علی مرتضٰی دونوں سے سنا ہے۔دیکھو جب وہ وقت آئے تو تم اپنی جان کو عزیز نہ رکھنا۔میری یہ تمنا ہے کہ علی اکبرؑ سے پہلے میری قربانی اماں فاطمہؑ کے حضور میں جائے۔قاسمؑ یہ دیکھ کر فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائے۔خط دونوں ہاتھوں پر رکھ کر ہنستے ہوئے چچا جان کی خدمت میں پیش کیا۔حسینؑ خط کو پڑھ کر رو دیئے۔بھتیجے کو سینے سے چمٹا لیا،اور دیر تک روتے رہے،اور فرمایا۔قاسمؑ ہمیں بھی بھائی کی ایک وصیت یاد آگئی۔آؤ بیٹا ذرا خیمہ میں چلو۔حسینؑ خیمہ میں داخل ہوئے بی بیاں جمع ہوگئیں۔حسینؑ نے بیٹی کو آواز دی۔ہاتھ پکڑا اور قاسمؑ کے ہاتھ میں بیٹی کا ہاتھ دے دیا۔شرم وحیا کا پسینہ قاسمؑ کی پیشانی سے موتیوں کی لڑی بن کر ٹپکا۔ماں نے بلائیں لے کر کہا۔بیٹا مبارک۔خدا ان موتیوں کے سہرے کو سُرخ پھولوں کے

سہرے سے تبدیل کرے۔خدا حافظ سدھارو۔میرے دولھا سدھارو۔حسینؑ نے قاسمؑ کو خود سوار فرمایا۔چند قدم خود ساتھ گئے۔ برابر سے جنابِ عباسؑ نے فرمایا بھتیجے میں نے آج ہی کے دن کے واسطے تمھیں فن سپہ گری سکھایا تھا۔قاسمؑ سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھکے اور عرض کی عمِ محترم۔میرے بابا کو مصلحتاً شجاعت دکھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔آج قاسمؑ دنیا کو دکھلائے گا کہ میں کس شجاع باپ کا بیٹا ہوں۔یہ کہا اور رجز پڑھتے ہوئے صفوفِ اعداء میں در آئے۔جس طرف جاتے کشتوں کے پشتے نظر آتے۔ماں قریبِ در کھڑی ہوئی حسینؑ کے آئینہ رُخ میں قاسمؑ کی جنگ دیکھ رہی تھیں کہ عمرِ سعد نے لشکر کا بگڑا ہوا حال دیکھ کر ارزقِ شامی کو جو عرب کا مشہور ترین پہلوان تھا مقابلہ کا حکم دیا۔اس طرف ارزق بڑھا۔اُدھر حسینؑ خیمے کی طرف بڑھے فرمایا۔اُمِّ فروہؑ ایک بڑے پہلوان سے قاسمؑ کا مقابلہ ہے۔اپنے بال کھول دو۔مصلّے پر جا بیٹھو اور خدا سے دعا کرو کہ میرے بیٹے کو اس پہلوان پر ظفر یاب فرما۔ماں کی دعائیں بیٹے کے حق میں ضرور مستجاب ہوتی ہیں۔ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ جنابِ عباسؑ کی مرحبا کی صدا بلند ہوئی۔ارزق فی النّار ہوا اور ہر طرف سے قاسمؑ بے شمار فوج میں گھر گئے۔تیروں کی بارش میں آواز آئی۔ یـا عـمّـاه ادر کنی۔چچا جان میری مدد کو پہنچیے۔ایک طرف سے حسینؑ اور دوسری جانب عباسؑ عقاب کی طرح جھپٹے۔لشکر یہ دیکھ کر بھاگا اور پورا لشکر لاشِ قاسمؑ پر سے گزر گیا۔حسینؑ نے دیکھا کہ قاسمؑ کے اعضا زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔رو دیئے اور سوچا کہ دیدار کی متمنی ماں کو کس طرح لے جا کر دکھاؤں۔اپنا عمامہ سر سے اُتارا۔قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے اُٹھاتے جاتے تھے اور عمامے میں رکھتے جاتے۔فرماتے۔قاسمؑ۔ چچا بڑا اشر مسار ہے۔تو پکارے اور چچا بروقت نہ پہنچے۔عمامے کو لپیٹ کر قاسمؑ کی صد پارہ لاش حسینؑ لے چلے در خیمہ پر آواز دی۔اُمِّ فروہؑ۔قاسمؑ ملنے آئے ہیں۔کیا تم قاسمؑ کو

دیکھ سکوگی۔ ماں نے عمامہ کھول کر اپنی بکھری ہوئی دولت پر نظر ڈالی۔ سرخ پھولوں کے سہرے سے ڈھکے ہوئے چہرے کی بلائیں لیں۔ قاسمؑ کا چھوٹا بھائی قریب ہی کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ دل میں ایک ٹیس اُٹھی۔ جذبہ شہادت پہلو میں کروٹیں لینے لگا۔ ماں سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی اماں ہمیں بھی بھائی سے ملا دو۔ چچا سے جہاد کی اجازت دلا دو۔ حسینؑ نے فرمایا بیٹا ابھی وقت نہیں آیا۔

حسینؑ کا چاند وقت کا منتظر تھا کہ ایک وہ قیامت خیز وقت بھی آیا کہ حسینؑ زینِ فرس کے فرش زمین پر تشریف لائے۔ خیمے میں ایک شور برپا ہوا۔ زینبؑ کے ساتھ سب اہلِ حرم ننگے سر باہر نکل آئے۔ یہ بچہ بھی ماں کے ہمراہ تھا۔ چچا پر نظر جا پڑی۔ بے چین ہو کر ہاتھوں سے نکل کر مقتل کی طرف دوڑا۔ اشقی چاہتا تھا کہ سرِ حسینؑ پر تلوار کا وار کرے بچّے نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پر تلوار کا وار روکا اور وہیں پہلوئے امام میں زخمی ہو کر چچا پر قربان ہوا۔ حسینؑ نے ننھے بچّے کو آغوش میں لے لیا۔ منہ چوما اور فرمایا۔ بیٹا اب حسینؑ تمھیں خیمے میں نہیں پہنچا سکتا۔ اب یہیں چچا کی ہی آغوش میں آرام کرو۔

(فاطمہ کا چاند)

علاّمہ بیباک ماملی:

مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ حسنین کو جناب سرور کائنات کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ حسنینؑ آپ کے دونوں فرزند ہیں ان کو اپنی میراث میں سے کچھ مرحمت ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ سیادت و ہیبت حسنؑ کو دی اور بہادری وسخاوت حسینؑ کو دی۔

جس عطا کے بعد جس طرح امام حسین علیہ السلام کی بہادری میں شک نہیں کیا جا سکتا اسی طرح امام حسن علیہ السلام کی سیادت بھی نا قابل انکار ہے۔

لیکن اس کے لیے جسے معرفت ہو اور یہاں معرفت کا یہ عالم ہے کہ ارتقاء کی منزل میں نہ جمادات کی رسائی عالم نباتات کی معرفت تک ہے نہ نباتات کی حیوانات تک، نہ حیوانات ہی انسان کی کہنہ وحقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ عام انسان مافوق البشر نوع انسانی کی حقیقی معرفت اور واقعی پہچان حاصل کرے۔ یہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے، وہ کماحقہ رسولؐ یا امام کی حقیقی عظمت اور ہمہ گیر قدوسیت کو نہیں پا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم فرماتے ہیں کہ "مجھے کسی نے نہیں پہچانا مگر خدا نے اور علیؑ نے اور علیؑ کو کسی نے نہیں پہچانا مگر میں نے اور خدا نے اور خدا کو کسی نے نہیں پہچانا مگر میں نے اور علیؑ نے جس کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ حسن علیہ السلام بھی اس نور کے ایک جُز ہیں پھر بھی سیاست حسنؑ کا مسئلہ عام انسانوں کے نزدیک اُلجھا ہوا ہے حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ پست درجہ کی مخلوق کا اپنے سے بلند درجہ کی مخلوق کا تعارف کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مثلاً ایک اَن پڑھ عالم کی پہچان سے، ایک سائنس کا نہ جاننے والا سائنس دانوں کی ایجادات کے تصورات سے دور ہے۔ البتہ اس تعارف کو وزن دیا جاسکتا ہے جو اس کی مثل یا اس سے بلند تر ذات کی طرف سے ہو جیسا کہ حدیثِ رسولؐ میں گزرا ہے۔

بہرحال سیادت حسنؑ کا فیصلہ خدا و خدا کے رسولؐ کی طرف سے ہے پڑھئے آئینہ "مَاینطقُ عن الھویٰ ان ھُوالّا وحیٌ یوحیٰ" (سورۂ النجم آیت ۳ اور ۴)۔ اس لیے اس تعارف کا وزن کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! فدا ہو جائیں ہماری اس سیادت پر۔

چنانچہ باپ کی اسی سیادت کا عکس، بیٹے کا وہ رجز تھا جو جناب قاسمؑ نے تیس ہزار انسان نما درندوں کے سامنے کربلا میں پڑھا تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

میں ہوں فلک صبر و شرافت کا ستارا روشن ہے نسب صورتِ خورشید ہمارا
دادی شرف آسیہ و مریم و سارا خود نور سے اپنے جسے خالق نے سنوارا
حیدرؑ سے جدا ہیں نہ پیمبرؐ سے جدا ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ ہم نورِ خدا ہیں
دادا ہے ہمارا اسداللہ یداللہ عمو ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ سیّدِ ذیجاہ
میں لختِ دل فاطمہؑ کا لختِ جگر ہوں پانی میں جسے زہر دیا اس کا پسر ہوں

لکھا ہے کہ شب عاشور جب امام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور سب کو شہادت کی اطلاع دی تو جناب قاسمؑ خدمت امام میں حاضر ہوئے۔ عرض کی چچا جان ہمارا بھی نام دفتر شہداء میں ہے؟ ہم بھی کل قتل ہوں گے۔

امام کو شائد قاسمؑ کا امتحان منظور ہوا۔ فرمایا "كيف الموت عندك" اے قاسمؑ تمھاری نظر میں موت کیسی ہے؟ کہا "احلی من العسل" اے چچا! شہد سے زیادہ شیریں۔ اللہ اکبر! یہ ہے بارہ تیرہ برس کے بچے کی خاندانی عظمت کی تفسیر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں بھی دادا و دادی کے ورثہ دار ہیں۔

بہر طور جناب قاسمؑ نے محسوس کیا کہ چچا مجھے اپنے بھائی کی نشانی اور ان کی امانت سمجھتے ہوئے میدان کی اجازت نہیں دیتے اور باوجود میرے انتہائی اصرار کے مانع جنگ ہیں تو مایوس ہو کر محزوں و مغموم ماں کے پاس تشریف لائے اور عرض کی۔

"مادر گرامی! مجھے اجازت جنگ نہیں ملتی"۔

ماں: (بلائیں لے کر) تمھارے چچا جان کیا کہتے ہیں؟

قاسمؑ: مجھے دیکھتے ہیں اور پدر بزرگوار کا نام لے کر رونے لگتے ہیں۔

ماں: بیٹا! تمھیں جاں نثاری کا ولولہ و شوق ہے، انھیں اس پُر آشوب وقت میں بھائی یاد آتا ہے۔ سخت مرحلہ ہے۔

قاسمؑ: آپ چل کر رخصت دلا دیجئے۔

ماں: (دہن مبارک پر اُنگلی رکھ کر) بیٹا! میری کیا مجال جو میں آقا کے سامنے کچھ کہہ سکوں۔ امام وقت ہیں۔ مصلحت الٰہی سے واقف ہیں۔

قاسمؑ: (گھبرا کر) اماں کیا ہمیں یہ سعادت نہ ملے گی۔ ہمارا نام ڈوب جائے گا۔ باپ کا نام بلند نہ ہوگا اور دنیا بھی کہے گی کہ حسنؑ کی اولاد حسینؑ کے کام نہ آئی۔ زندگی تلخ ہو جائے گی ہم تو اس جینے سے مرنا اچھا سمجھتے ہیں (کہہ کر رونے لگے)

ماں: (آنسوؤں کو پاک کرتی ہوئی) گھبراؤ نہیں۔ دیکھو تمھارے بازو پر ایک تعویذ تمھارے باپ نے مرتے وقت باندھ دیا تھا۔ اس میں کیا لکھا ہے۔

قاسمؑ نے فوراً تعویذ کھولا۔ پڑھ کر ماں کو سنایا۔ ''اس میں لکھا تھا کہ جب میرے بھائی حسینؑ نرغہ اعدا میں گھر جائیں تو تم اپنی جان اپنے چچا پر نثار کر دینا''۔

ماں۔ بس اسی کو لے جا کر ادب سے چچا کے سامنے رکھ دو۔ وہ جو مناسب سمجھیں گے آپ حکم دے دیں گے ان کے بھائی کی وصیت ہے۔

جناب قاسمؑ خوش خوش چچا کے حضور میں آئے اور سامنے تعویذ رکھ دیا۔

حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ قلب کی بے چینی بڑھ گئی اور بھتیجے کو سینہ سے لگا کر خوب روئے اور یہ کہتے ہوئے بھتیجے کو جنگ کی اجازت دے دی کہ اچھا جاؤ میری لاش کا اُٹھانے والا کوئی نہ رہے گا۔

پھر گھر میں آئے۔ اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھا دونوں گوشے سینوں پر لٹکائے پیراہن کو بصورت کفن چاک کر کے گھوڑے پر سوار کر دیا۔ بی بیوں میں کہرام بپا ہو گیا۔

باتقاضا سن و سال ناریوں میں ہراس نہ تھا۔ اضطراب نہ تھا۔ بے چینی نہ تھی۔

کمانداربے فکر تھے، نیزہ دارمطمئن تھے۔فوج کے نامی گرامی پہلوان خواب خرگوش میں پڑے تھے اور سب اپنی اپنی جگہ پر یہی کہتے تھے کہ عون ومحمدؑ دو تھے۔جعفر وعلیؑ کے ورثہ دار تھے قاسمؑ گلگوں قبا کی جنگ اس قدر شدت نہیں اختیار کرسکتی۔ قاسمؑ ابھی نورس کلی ہے۔بس میدان میں آنے کی دیر ہے ہماراایک جوان کافی ہے۔ابھی بچے کونوک نیزہ پر اُٹھالے گا اور وہ زندہ گرفتار کرلائے گا کہ اس اثناء میں شاہزادہ میدان جنگ میں پہنچ گیا اور نعرہ اسد الٰہی کے ساتھ چچا عباسؑ اور بھائی علی اکبرؑ سے سیکھے ہوئے فن حرب کے جوہر دکھانے لگا۔درخیبر کی چول ہلا دینے والا خون رگ وپے میں دوڑا۔مرحب وعنتر سے پہلوان روپوش ہونے لگے۔کمان داروں نے کمان پھینکی، نیزہ دار بھاگے۔ ڈھالوں کے بادل چھٹے۔تلواریں کند ہوئیں،فوج میں ہلچل مچی۔خبرداروں نے خبر دی۔عمر سعد گھبرایا۔اُس نے ازرق شامی کو بلوایا اور کہنے لگا۔

عمر سعد! تجھے کچھ خبر ہے ابنِ حسنؑ مسموم کے پسر کی جنگ سے فوج کا کیا حال ہے۔

ازرق: پھر ایسی بودی فوج لے کر کیوں آیا!

عمر سعد: اچھا تو ہی بہادر بن جلد جا اور لختِ دلِ حسنؑ کا کام تمام کر۔

ازرق: پر میرے لیے اس بچے سے لڑنا ننگ کا باعث ہوگا تمام عرب میں بدنام ہوجاؤں گا۔حسینؑ بن علیؑ ہوتے تو جنگ کرتا۔

عمر سعد: پھر

ازرق: میرے بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے ابھی اس بچے کا سر تیرے سامنے آیا جاتا ہے۔

عمر سعد: اچھا یوں ہی سہی جلدی کر۔

مغرور نے یکے بعد دیگرے اپنے چاروں فرزندوں کو جناب قاسمؑ کے مقابلہ کے

لیے بھیجا۔ ہر بار طبل بجے، نقارے پٹے قرنا پھکی، فوج میں اُچھل کود ہوئی، شور و غل مچا، کمان کڑکی، تیر برسے، نیزے چلے، تلوار چلی لیکن غرور نخوت کا سر یہاں تک نیچا ہوا کہ بقول انیسؔ مرحوم:

چاروں پسر ازرق کو نظر آئے جو بے دم　　اک آگ عناصر میں بھڑکنے لگی اس دم
طاری ہوا غصہ نہ ملی فرصتِ ماتم　　باندھا کمر نحس کو زنجیر سے محکم
بیٹے ہوئے سر بر جو نہ قتالِ عرب سے
آنکھیں ہوئیں دو کاسۂ خوں جوشِ غضب سے

شاہزادہ قاسمؑ کے سامنے آ کر کہنے لگا:۔

کس شخص نے بیٹوں کو مرے جان سے مارا
قاسمؑ نے صدا دی کہ یہ ہے کام ہمارا
الفت ہے جو بیٹوں کی تو ہو معرکہ آرا

جسے سنتے ہی ماہی بے آب کی طرح تڑپ اُٹھا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا۔ لاف و گزاف بکتا ہوا آگے بڑھا۔

شاہزادہ بھی سنبھل بیٹھا۔ معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ وار پر وار کرنے لگا۔ مگر ہر وار کی رَد کے بعد شاہزادہ کی حسین مسکراہٹ نے اس کی تعلّی و ہرزہ سرائی کے تار پود کو بکھیر دیا۔ جل اُٹھا جھنجھلا کر نیام سے تلوار نکال لی۔ حسینؑ سربسجود ہو کر درگاہ معبود میں عرض کرنے لگے۔ بارِ الٰہا! میں یہ نہیں چاہتا کہ تیری راہ رضا میں بھائی حسنؑ کی نشانی مجھ سے جدا نہ ہو لیکن ازرق شامی پر اسے فتح نصیب ہو۔

جناب عباسؑ نے بڑھ کر بھتیجے سے فرمایا:

بیٹا! حریف کوہ گراں پیکر ہے۔ دُہری زرہیں جسم پر لدی ہیں، چوٹیں کڑی رہیں،

بڑھے نہ جاؤ:-

زد پر دمِ شمشیر کے آنے دو لعیں کو
جاتا ہے کہاں مار لیا دشمن دیں کو

یکایک گرد نمودار ہوئی اور نعرۂ تکبیر کی صدا کان میں آئی۔

دی بڑھ کے صدا فوج کو عباسِ علیؑ نے
کیوں کیا ہوا اس وار کو روکا نہ کسی نے

زہرؑا کی صدا آئی کہ بیٹا تیرے واری   اور گرد پھری روح حسنؑ کی کئی باری
ماں ڈیوڑھی سے لے لے کے بلائیں یہ پکاری   قاسمؑ ترے قربان یہ ماں درد کی ماری
میں کر چکی تھی سیّد ذیجاہ کے صدقے
پھیرا تمھیں قسمت نے یداللہ کے صدقے

حسینؑ نے سجدہ الٰہی سے سر اُٹھایا۔ شاہزادہ علی اکبرؑ کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بی بیاں مادرِ قاسمؑ کو تہنیت دینے لگیں۔

سچ ہے دنیا کی خوشی کو قیام نہیں، دھوپ چھاؤں کی طرح آتی ہے اور چشم زدن میں موردِ رنج و آلام بنا کر چلی جاتی ہے۔ یہاں بھی وہی ہوا۔ عمر سعد نے بھاگی ہوئی فوج کا دل بڑھایا۔ شمر ملعون سامنے آیا اور کہنے لگا۔ تم نہیں جانتے یہ شیر بیشہ شجاعت ہے۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کے دلبند کا جگر بند ہے۔ اس سے ایک ایک لڑ کر کبھی سرسبز نہیں ہو سکتا۔ اسے گھیر کر تیر برساؤ۔ تیر چلاؤ۔ پتھر پھینکو آگ برساؤ اور ایک ساتھ سب کے سب ٹوٹ پڑو۔

شاہزادہ نرغہ اعدا میں گھر گیا۔ شاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کسی کا تیر چلا۔ کسی کا گرز پڑا، تلوار سے گھائل ہو کر زمین پر آیا اور

عمو کو صدا دی کہ چچا جان خبر لو ہوتا ہے غلام آپ پر قربان خبر لو
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان خبر لو تکلیف نہ دیتا مگر اس آن خبر لو
ذُریت حیدرؑ کی یہ توقیر ہوئی ہے
پامال ہمیں کرنے کی تدبیر ہوئی ہے

اعدا کو بھگا کر جو لگے ڈھونڈھنے سرور پامال ملے قاسمؑ ذیجاہ سراسر
گودی کا پلا پاؤں رگڑتا تھا زمیں پر رُو کر پسر فاطمہؑ نے پیٹ لیا سر
دیکھا جو حسنؑ کو تن صد پاش سے لپٹے
چلّا کے حسینؑ ابنِ علیؑ لاش سے لپٹے

فرمایا! بیٹا! ہم آئے ہیں۔ کچھ تو بولو۔ حال کہو!

''منھ کھول کے حضرت کو زبان خشک دکھائی'' حضرت رونے لگے یکا یک ہچکی آئی قاسمؑ ناشاد سفر کر گئے۔ حسینؑ خیمہ میں لائے دُکھ کی ماری ماں نے بیٹے کا سرتا قدم خون میں بھرا ہوا لاشہ دیکھا۔

بی بیوں نے بین کرنا شروع کیا اور ماں نے سب کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ ''شکر خدا کا کہ شاہزادہ حسینؑ پر نثار ہو گیا اور میں والی کی روح سے سرخرو ہو گئی۔

باب ۲۴

زیارات

زیارتِ حضرت امام حسن علیہ السلام

بِسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَقِیَّۃَ اَلْمُؤمِنِیْنَ وَابْنَ اَوَّلِ اَلْمُسْلِمِیْنَ وَکَیْفَ لَا تَکُوْنُ کَذَالِکَ وَاَنْتَ سَبِیْلُ الْھُدیٰ وَحَلِیْفُ التُّقیٰ وَ رَابِعَ اَصْحَابُ الْکِسَآءِ غَذَّتْکَ یَدُالرَّحْمَۃِ وَرُبِّیْتَ فِی حِجْرِ الْاِسْلَامِ وَرُضِعْتَ مِنْ تُدِیِ الْاِیْمَانِ فَطِبْتَ حَیًّا وَ طِبْتَ مَیِّتاً غَیْرَاَنَّ الْاَنْفُسَ غَیْرَ طَیِّبَۃٍ بِفِرَاقِکَ وَلَاشَاکَۃٍ فِی الْحَیٰوۃِ لَکَ یَرْحَمُکَ اللّٰہ۔

ترجمہ:- سلام ہو آپ پر اے مومنوں میں باقی رہنے والے اور سب سے پہلے رسالت کی گواہی دینے والے کے فرزند پر سلام ہو۔ اے امام حسن مجتبیٰ آپ ہدایت کا راستہ ہیں، معصوم ہیں اور صاحبانِ تطہیر کے ساتھی ہیں، آپ صاحبانِ کسا کے چوتھے فرد ہیں۔

رحمت کے ہاتھ نے آپ کو غذا دی، اسلام کی گود میں آپ کی پرورش

ہوئی اور آپ نے ایمان کے سینے سے دودھ پیا، پس آپ کی حیات وشہادت پاکیزہ رہی ہے بے شک مومنین آپ کی جدائی سے غم زدہ ہیں اور آپ کی حیاتِ جاویداں پر کسی کو شک نہیں ہے، اللہ کی رحمتیں آپ کے لیے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی دوسری زیارت

السّلام اے صاحبِ خُلقِ حسنؑ

السّلام اے موردِ رنج و محن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِكْ عَلَى السَّيِّدِ الْمُجْتَبٰى وَالْاِمَامِ الْمُرْتَجٰى سِبْطِ الْمُصْطَفٰى وَابْنِ الْمُرْتَضٰى عَلَمِ الْهُدٰى اَلْعَالِمِ الرَّفِيْعِ ذِي الْحَسَبِ الْمَنِيْعِ الشَّفِيْعِ ابْنِ الشَّفِيْعِ الْمَقْتُوْلِ بِالسَّمِّ النَّقِيْعِ الْمَدْفُوْنِ بِاَرْضِ الْبَقِيْعِ الْعَالِمِ بِالْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْمِنَنِ دَافِعِ الْمِحَنِ وَالْفِتَنِ اَلَّذِيْ عَجَزَ عَنْ عَدِّ مَدَائِحِهٖ لِسَانُ اللِّسَنِ الْاِمَامِ بِالْحَقِّ اَبِيْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ صَلَوٰةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ يَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ اَيُّهَا الْمُجْتَبٰى يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَابْنَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ يَا سَيِّدَنَا

وَمَولَانَا اِنَّا تَوَجَّهنَا وَاُستَشفَعنَا وَتَوَسَّلنَا بِکَ
اِلَی اللّٰهِ وَقَدَّ مَنَاكَ بَينَ يَدَیٰ حَاجَاتِنَا فِی الدُّنيا
وَالْاٰخِرَة يَا وَجِيهاً عِندَاللّٰهِ اِشفَعْ لَنَا عِندَاللّٰهِ

ترجمہ:- اے خدا۔ سیّد و سردار حسنؑ مجتبیٰ جو تیری بارگاہ میں مقبول اور تیرے منتخب کیے ہوئے امام ہیں، اُن پر درود اور سلام بھیجنے میں زیادتی فرما، وہ سردار جنھیں تو نے مومنین کی امیدوں کے لیے واسطہ قرار دیا ہے، جو رسولؐ خدا کے محبوب نواسے ہیں اور علیؑ مرتضیٰ کے فرزند ہیں جو ہدایتوں کا نشان ہیں، وہ علیؑ جن کا علم تمام مخلوق سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ خاندانی شرافت و نجابت میں آپ اپنے آبا و اجداد کا فخر ہیں، صاحبِ بزرگی ہیں، آپ وہ غالب و قوی ہیں کہ جس پر کوئی قادر نہ ہو سکا، آپ وہ بلند و مضبوط قلعہ ہیں جس پر پہنچنا دشمن کے لیے ناممکن تھا۔ آپ شفاعت کرنے والے کے بیٹے اور خود بھی صاحبِ شفاعت ہیں، آپ کو زہرِ قاتل سے شہید کیا گیا اور آپ جنّت البقیع میں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ فرائض و سنّت کے عالِم ہیں، آپ مخلوقِ خدا کو عطا کرنے والے فیاض ہیں اور خلقِ خدا پر احسان کرنے والے محسن ہیں۔

آپ مصیبت و فتنے کو دفع کرنے والے ہیں۔

زبان آوروں کی فصیح زبانیں آپ کی تعریفیں شمار کرنے سے عاجز ہو گئیں۔

امامِ حق ابو محمد حسنؑ پر درود اور سلام ہو، رحمتِ خدا اُن پر ہر آن نازل

ہو، اے ابو محمد حسنؑ، اے فرزند علیؑ، اے مقبولِ خدا اور رسولؐ اللہ کے فرزند، اے امیر المومنینؑ کے فرزند اور تمام خلقِ خدا پر حجّتِ خدا کے فرزند اور اے ہمارے سیّد و سردار اور آقا بتحقیق ہم نے برائے شفاعت آپ کی طرف رجوع کیا۔ ہم نے اپنے اور خدا کے درمیان آپ کو وسیلہ گردانا اور دنیا و آخرت کی تمام حاجات کو آپ کے روبرو پیش کیا۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ صاحبِ رُتبہ ہیں اور اختیاراتِ الٰہی کے مالک ہیں، آپ ہماری شفاعت کیجئے۔

زیارتِ حضرت امام حسن علیہ السّلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صِفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِينَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُورَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صِرَاطَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَيَانَ حُكْمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاصِرَ دِينِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا السَّيِّدُ الزَّكِيُّ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْبَرُّ الْوَفِيُّ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْقَآئِمُ الْاَمِينُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَالِمُ

بـالِتَّأْوِيلِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْهَادِى الْمَهْدِيُّ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الطَّاهِرُ الزَّكِيُّ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ اَيُّهَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا
اَلْحَقُّ اَلْحَقِيقُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الشَّهِيدُ
الصِّدِيقُ اَلسَّلَام عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَلْحَسَنَ
بْنَ عَلِيّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

ترجمہ:- سلام ہو آپ پر اے پروردگار عالم کے رسولؐ کے فرزند، سلام ہو آپ پر اے امیرالمومنینؑ کے فرزند، سلام ہو آپ پر اے فاطمہ زہراؑ کے فرزند، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے حبیب، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے خاص بندے، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے راز کے امین، سلام ہو آپ پر اے خدا کے صراطِ مستقیم، سلام ہو آپ پر اے نور خدا، سلام ہو آپ پر اے راہِ خدا، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے حکم کے واضح کرنے والے، سلام ہو آپ پر اے دین خدا کے ناصر و مددگار، سلام ہو آپ پر اے سردار و نیکوکار، سلام ہو آپ پر اے بزرگوار اور وفادار، سلام ہو آپ پر اے دین خدا کے قائم کرنے والے امین، سلام ہو آپ پر اے قرآن کی تاویل جاننے والے، سلام ہو آپ پر اے ہدایت کرنے والے ہدایت یافتہ سلام ہو آپ پر اے پاکیزہ و منزہ، سلام ہو آپ پر اے پرہیزگار اور متقی، سلام ہو آپ پر اے حق و حقیقت والے، سلام ہو آپ پر اے شہید و صدیق، سلام ہو آپ پر اے ابو محمد حسن بن علی اور اللہ کی رحمت و برکات آپ پر۔

ناحیہ مقدسہ میں زیارتِ فرزندانِ امام حسن علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی احمد بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ الزَّکِیِّ الْوَلِیِّ، الْمَرْمِیِّ بِالسَّهْمِ الرَّدِیِّ، لَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَهُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُقْبَةَ الْغَنَوِی۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ الزَّکِیِّ، لَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَهُ وَرَامِیَهُ حَرْمَلَةَ بْنَ کَاهِلِ الْاَسَدِیَّ

اَلسَّلَامُ عَلَی الْقَاسِمِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ الْمَضْرُوْبِ عَلٰی هَامَتِهِ الْمَسْلُوْبِ لَامَتُهُ، حِیْنَ نَادَی الْحُسَیْنَ عَمَّهُ، فَجَلاَ عَلَیْهِ عَمُّهُ کَالصَّقْرِ وَهُوَ یَفْحَصُ بِرِجْلَیْهِ التُّرَابَ، وَالْحُسَیْنُ یَقُوْلُ بُعْداً لِقَوْمٍ قَتَلُوْكَ وَمَنْ خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جَدُّكَ وَاَبُوْكَ، ثُمَّ قَالَ عَزَّ وَاللّٰہِ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوَهُ فَلَا یُجِیْبُکَ، وَاَجَابَکَ وَاَنْتَ قَتِیْلٌ" جَدِیْلٌ فَلَا یَنْفَعُکَ، هٰذَا وَاللّٰہِ یَوْمٌ "کَثُرَ وَاتِرُهُ وَقَلَّ نَاصِرُهُ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ مَعَکُمَا یَوْمَ جَمْعِکُمَا، وَبَوَّاَنِیْ مُبَوَّاَکُمَا، وَلَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَکَ عُمَرَ ابْنَ سَعْدِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ نُفَیْلِ الْاَزْدِیَّ، وَاَصْلَاهُ جَحِیْماً وَاَعَدَّ لَهُ عَذَاباً اَلِیْماً۔

ترجمہ:- سلام ہو ولیٔ کردگار پاکیزہ خصال حضرت حسنؑ مجتبٰی ابنِ علیؑ کے

فرزند احمد پر جن کو تیر ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی پر۔

سلام حسنؑ پاکیزہ خصال کے فرزند عبداللہؑ پر۔ ان کے قاتل اور تیر ظلم لگانے والے حرملہ بن کاہل اسدی پر اللہ لعنت کر۔

سلام قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ پر جن کے سر اقدس کو زخمی کیا گیا۔ جن کا جسم زندگی میں پامال کیا گیا۔ جنہوں نے اپنے چچا حسینؑ کو جس وقت پکارا تو وہ جناب شکار کرنے والے باز کی طرح اپنے بھتیجے کی طرف دوڑے دیکھا کہ قاسمؑ خاک پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حسینؑ کہنے لگے خدا اس قوم کو برباد کرے جس نے جانِ عم تمہیں قتل کیا۔

تمہارے جد و پدر قیامت کے روز ان لوگوں کے مقابلہ میں دادخواہ ہوں گے پھر فرمانے لگے اے قاسمؑ بہت شاق ہے تمہارے چچا پر کہ تم مجھے بلاؤ اور میں وقت پر نہ پہنچ سکوں اور پہنچا تو اس وقت جب تم قتل ہو کر زمین پر پڑے ہو میرا آنا تمہیں نفع نہ پہنچا سکا۔ خدا کی قسم وہ دن تھا ہی ایسا کہ امام کے دشمن جس قدر زیادہ تھے اتنے ہی مددگار کم تھے۔ اللہ مجھے آپ دونوں حضرات کے ساتھ قرار دے۔ جس روز کہ آپ دونوں ایک جگہ ہوں اور میرا مسکن و مقام آپ دونوں کے قیام گاہ کے قریب ہو۔ خدا لعنت کرے آپ کے قاتل عمر بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی پر اور اس کو آتشِ جہنم میں تپائے۔ اور اس کے لیے دردناک عذاب مہیا کرے۔

زیارتِ حضرت قاسم علیہ السّلام:

اس طویل زیارت میں ہے کہ جس کے ساتھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے زیارت کی ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

" اَلسَّلامُ عَلَی الْقَاسِمِ بنِ الْحَسَنِ بنِ عَلیٍّ وَّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ السّلامُ عَلیکَ یَا بْنَ حَبِیبِ اللّٰہِ السّلامُ عَلیکَ یَابْنَ رَیْحَانَۃَ اَلرَّسولِ اللّٰہِ السّلامُ عَلیکَ من یُجیبَ لَمْ یَقْضِ مِنَ الدّنیا وطرا۔ وَلَمْ یَشْفِ عَنْ اَعْداءِ اللّٰہِ صَدْرًاحتّٰی عَاجِلَہُ اَلاجل وَفَاتَہُ الاَمَلُ فَھَنیئاً لَکَ یَا حَبِیْبَ رَسُولِ اللّٰہِ مَا اَسْعَدُ جَدَّكَ وَاَفْخَرُ مَجْدِكَ وَاَحْسَنُ مُنْقَلِبُكَ "

ترجمہ:- اے قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں اے اللہ کے حبیب کے فرزند اے رسولؐ اللہ کے پھول کے فرزند آپ پر سلام ہو اے وہ کہ جس کی دنیا سے کوئی حاجت پوری نہیں ہوئی اور جو اللہ کے دشمنوں سے اپنے سینہ کو شفا نہیں دے سکا کہ جلدی سے اسے اجل آ گئی اور اس کی امید فوت ہو گئی پس خوشگوار ہو آپ کے لیے اے رسولؐ اللہ کے حبیبؑ کے حبیبؑ کس قدر سعید و مبارک ہے آپ کی کوشش اور قابلِ فخر ہے آپ کی بزرگی اور کس قدر بہترین ہے آپ کے پلٹنے کا مقام۔

باب ﴾.....۲۴

واقعۂ کربلا کے بعد لفظ ''قاسمؑ'' کی مقبولیت

''قاسمؑ'' نام رکھنے کے قواعد:

اب تک ''قاسمؑ'' نام جن تراکیب کے ساتھ سُننے میں آیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔
بعض اشخاص ''قاسمؑ'' نام کے بہت مشہور ومعروف بھی ہیں۔
محمد قاسم، قاسم علی، قاسم حسن، قاسم حسین، علی قاسم، ابوالقاسم، ضمیر قاسم، ظہور قاسم۔

''قاسمؑ'' نام کی جگہوں کا پتہ چلا ہے:-

عراق کے ایک قصبے کا نام ''قاسم'' (حِلّہ) ہے۔ ہندوستان، ایران اور پاکستان میں بعض جگہوں کے نام مشہور ہیں۔ قاسم آباد (کراچی)، قاسم گنج، قاسم نگر، ضلع فتحپور یو پی میں ایک جگہ کا نام ''قاسم پور'' ہے۔

قاسم یونیورسٹی: جمہوریہ لائبیریا میں۔ قیام۔ ۱۹۹۱ء

القاسم: صوبہ سعودی عربیہ.... رقبہ ۶۵،۰۰۰ کلو میٹر.. آبادی ۱۹۹۹ء تک ۹۳۳،۱۰۰ تھی۔ ملک کے وسط میں واقع ہے۔ اس کا دارالخلافہ بُرائدہ ہے۔

''قاسمؑ'' نام کے مشہور اشخاص:

ا۔ قاسم: نواب قاسم علی خاں۔ عظیم آباد کے مشہور رئیس تھے جن کی دعوت پر

میر انیسؔ عظیم آباد (پٹنہ) گئے تھے۔

۱۲۷۹ھ میں نواب قاسمؔ علی خاں کا انتقال ہوا میر مونسؔ نے تاریخ کہی۔

جو کی فکر تاریخ مونسؔ نے اس جا

ندا آئی ہے قبر قاسم علی خاں

(انیسؔ، سوانح:- ڈاکٹر نیر مسعود)

۲۔ قاسمؔ: میر قدرت اللہ قاسمؔ دہلوی: ایک تذکرہ ''مجموعہ نغز'' تالیف کیا۔ غزل، سلام مرثیے کہتے تھے۔ دیوان موجود ہے۔

۳۔ قاسمؔ: نواب قاسمؔ علی خاں بہادر: فیض آباد کے رئیس تھے، آصف الدولہ کے عہد میں شہرت پائی، میر حسنؔ کے سرپرست و مربّی تھے۔

۴۔ قاسم: اشرف الدولہ قاسم خاں بہادر سہراب جنگ: دہلی کے نواب

۵۔ قاسم: محمد قاسم فرشتہ، اس کی تالیف دو جلدوں میں ''تاریخ فرشتہ'' مشہور ہے۔

۶۔ قاسم: ابوالقاسم خاں قاسمؔ: شاعرِ اردو

۷۔ قاسم: مرزا قاسمؔ علی ممتاز: شاعرِ اردو

۸۔ قاسم: قاسم لکھنوی، ناسخؔ کے شاگرد تھے، ہمارے کتب خانے میں قاسمؔ لکھنوی کے مرثیے و سلام موجود ہیں۔

۹۔ قاسم: حکیم صاحب عالم لکھنوی سیّد محمد قاسم: لکھنؤ کے مشہور حکیم تھے۔

۱۰۔ قاسم: قاسم اسدی، صحابی امام صادق علیہ السلام، شیخ طوسی کے رجال میں ہیں۔

۱۱۔ قاسم البرسی: ابن ابراہیم طبا طبا ابن اسماعیل ابن ابراہیم بن حسن بن امام حسن ابن علی ابن ابی طالبؑ امام صادقؑ اور امام موسیٰؑ کاظم کے اصحاب میں سے ہیں۔

۱۲۔ قاسم ابن اسحاق ان سے کلینی نے اصولِ کافی کتاب معیشت میں اور شیخ طوسی نے تہذیب میں روایت کیا ہے۔

۱۳۔ قاسمؑ ابنِ اسحاق ابن ابراہیم۔ کافی اور تہذیب کے راویوں میں ہیں۔

۱۴۔ قاسمؑ ابنِ اسحاق ابن عبداللہ ابن جعفر طیارؑ، حضرت امام صادقؑ کے صحابی اور شیخ طوسی کے رجال میں سے ہیں، یہ داؤد (ابو ہاشم جعفری) کے والد ہیں۔

۱۵۔ قاسمؑ ابن اسماعیل انباری۔ کافی کے راوی ہیں حسنین علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں۔

۱۶۔ قاسم ابن اسماعیل قرشی (ابو محمد المنذر)

۱۷۔ قاسم ابن اسماعیل ہاشمی، تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر کے راوی ہیں قَالَ يَآابِلِيْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَلِمَا خَلَقْتُ بِيَدَیَ (سورۂ ص آیت ۷۵)

اللہ نے کہا اے ابلیس جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے خلق کیا تجھے اس کو سجدہ کرنے میں کیا شے مانع ہوئی۔

۱۸۔ قاسم ابن برید بن معاویہ عجلی، ثقہ، من رجالِ شیخ طوسی، صحابی امام صادق علیہ السلام، کم و بیش ۳۵ روایت مروی ہیں۔

۱۹۔ قاسم ابن بہرام، ابو ھمدان، صحابی امام صادقؑ علیہ السلام شیخ طوسی کے رجال میں سے ہیں۔

۲۰۔ قاسم ابن حارث الکاھلی، شہید کربلا، زیارت رجبیہ کی رو سے۔

۲۱۔ قاسم ابن حبیب ابی بشر اُلازدی۔ شہید کربلا (زیارت ناحیہ و رجبیہ)

۲۲۔ قاسم ابن حسن بن علی بن یقطین بن موسیٰ (ابو محمد) بنی اسد کے غلام، صحابی امام علی نقی علیہ السلام۔

۲۳۔ قاسم ابنِ حسین (کافی اور تہذیب کے راوی)

۲۴۔ قاسم ابنِ حسین بزنطی، نویں امامؑ کے صحابی، شیخ طوسی کے رجال میں سے۔

۲۵۔ قاسم ابن حسین ابن معیۃ (سید ابوجعفر، حسنی) شیخ صدوق نے روایت کیا ہے۔

۲۶۔ قاسم ابن عروۃ: روضہ میں ایک حدیث ان سے ہے۔

۲۷۔ قاسم الخزاز قدروی: کتاب تہذیب کے راوی ہیں، شیخ صدوق نے بھی ان سے روایات کیں ہیں۔

۲۸۔ قاسم ابن خلیفہ، کوفی، ثقہ، قلیل الحدیث

۲۹۔ قاسم ابن الذّیال الھمد انی المشرقِ کوفی: صحابی امام صادق علیہ السلام، شیخ طوسی کے رجال میں سے ہیں۔

۳۰۔ قاسم ابن ربیع: کتب اربع کے علاوہ کامل الذیارات۔ باب ۸۲ میں اور تفسیر قمی میں ''فی بیوت اذن اللہ ان ترفع (النور) کی تفسیر روایت کی ہے۔

۳۱۔ قاسم ابن سالم: امام صادق علیہ السلام سے کافی اور تہذیب میں روایت کی ہے۔

۳۲۔ قاسم بن سالم: (ابوخالد کوفی)، صحابی امام صادق علیہ السلام

۳۳۔ قاسم ابن سلیمان: (کوفی و بغدادی) شیخ طوسی کے رجال میں، صحابی امام صادقؑ علیہ السلام کامل الذیارات میں اور تفسیر قمی میں وَعَلامَاتٍ وَبِالنَّجمِ هُمْ يَهتَدُونَ (اور علامتیں مقرر کیں اور ستاروں سے بھی وہ راہ پالیتے ہیں، سورہ نحل) اس آیت کی تفسیر روایت کی ہے۔ شیخ صدوق نے بھی روایت کی ہے، کافی اور تہذیب کے علاوہ۔

۳۴۔ قاسم ابن سوید کوفی: ـــــ غلام تھے، صحابی امام صادقؑ من رجال الشیخ

۳۵۔ قاسم ابن صیقل: کلینی اور طوسی کے راوی۔

۳۶۔ قاسم ابن عامر: کلینی اور طوسی کے راوی۔

۳۷۔ قاسم ابن عبدالرحمان ابوالقاسم: صحابی امام زین العابدین علیہ السلام (من رجال طوسی)

۳۸۔قاسم ابن عبدالرحمان خثعمی ،صحابی امام صادق علیہ السلام(من رجال طوسی)

۳۹۔ قاسم ابن عبدالرحمان صیرفی: صحابی امام صادقؑ (من رجال طوسی)

۴۰۔ قاسم ابن عبدالرحمان مقری: صحابی امام صادقؑ (من رجال طوسی)

۴۱۔ قاسم ابن عبداللہ حضرمی کوفی: (من رجال طوسی)

۴۲۔ قاسم ابن عباد: (سید عزالدین القاسم ابن عباس حسنی)، فاضل، ثقہ، ادیب اور شاعر۔

۴۳۔ قاسم ابن عبدالرحمان: زیدیہ تھے امام محمد تقیؑ کے دو معجزے دیکھ کر عدول کیا اور صحیح العقیدہ ہو گئے، کشف الغمہ میں ذکر ہے۔

۴۴۔ قاسم ابن عبداللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب: صحابی امام صادق علیہ السلام، شیخ طوسی کے رجال میں سے۔

۴۵۔ قاسم ابن عبدالملک: صحابی امام محمد باقر علیہ السلام

۴۶۔ قاسم ابن العلاء بن فضیل: صحابی امام صادقؑ

۴۷۔ قاسم بن العلاء مدائنی ھمدانی

۴۸۔ قاسم ابن عبید: (ابوکھمس) کافی اور تہذیب کے راوی

۴۹۔ قاسم ابن عبداللہ قمی: امام صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

۵۰۔ قاسم ابن عروہ: الفقیہ کے راوی

۵۱۔ قاسم بن علی عریضی حسنی: شیخ صدوق نے ''عیون الاخبار الرضا'' میں ان سے روایت کی ہے۔

۵۲۔قاسم ابن عمارة: ازدی کوفی ،صحابی امام صادقؑ علیہ السلام(من رجال شیخ طوسی)

۵۳۔ قاسم ابن عوف الشیبانی: صحابی امام زین العابدین علیہ السلام (من

رجال شیخ طوسی)

۵۴۔ قاسم ابن الفضیل: امام صادقؑ سے روایت لی ہے، کلینی اور طوسی کے راوی۔

۵۵۔ قاسم ابن الفضیل ابن یسار هندی بصری: (ابو محمد) ثقہ امام ششمؑ کے صحابی

۵۶۔ قاسم ابن الفضیل: (بنی سعد کے غلام)، صحابی امام صادقؑ علیہ السلام (من رجال الشیخ)

۵۷۔ قاسم ابن محمد: ان سے تفسیر قمی میں ''اھد نا الصراط المستقیم'' کی تفسیر روایت ہوئی ہے، ان کی روایات کی تعداد ۱۰۰ سے تجاوز کرتی ہے، کتب اربعہ، بصائر الدرجات، تفسیر قمی، وافی میں روایات موجود ہیں۔

۵۸۔ قاسم ابن محمد ازدی: عیاشی کے اصحاب میں ہیں شیخ کے رجال میں۔

۵۹۔ قاسم بن محمد اصفہانی المعروف بہ کاسولا

۶۰۔ قاسم ابن محمد ابن ابان:

۶۱۔ قاسم ابن محمد ابن ابی بکر: صحابی امام زین العابدینؑ وامام محمد باقرؑ امام زین العابدینؑ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ ان کی والدہ گیہان بانو بنتِ یزدجرد شاہِ ایران

۶۲۔ قاسم بن محمد بن احمد: مشائخ صدوق میں سے ہیں۔

۶۳۔ قاسم ابن محمد ابن ایوب

۶۴۔ قاسم ابن محمد ابن جعفر طیّار، ان کا کربلا میں مقتول ہونا ثابت نہیں (الخوئی)

۶۵۔ قاسم ابن محمد ابن حسین جعفی: تہذیب کے راوی

۶۶۔ قاسم ابن محمد ابن سلیمان: کافی اور تہذیب کے راوی

۶۷۔ قاسم ابن محمد ابن علی ہمدانی: کامل الزیارات میں روایت ہے

۶۸۔ قاسم ابن محمد الجوہری کوفی بغداد: امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کیا ہے، امام

صادقؑ وامام موسیٰ کاظمؑ کے صحابی ہیں۔(صحابی ہونا ثابت نہیں اور یہ واقفی تھے) (الخوئی)

کامل الذیارات میں یہ روایت آپ ہی سے ہے کہ ''جو حقِ حسینؑ کی معرفت کے ساتھ زائر ہو اس کی تشیع ملائکہ کرتے ہیں''

۶۹۔ قاسم ابن محمد حسینی الشجری: عالم فقیہ، صالح

۷۰۔ قاسم ابن محمد الخلقانی: کوفی

۷۱۔ قاسم ابن محمد الرازی: کافی میں مولد زہرا سلام اللہ علیھا کی روایت ان سے ہے۔

۷۲۔ قاسم ابن محمد الزیات: کلینی طوسی کے راوی ہیں

۷۳۔ قاسم ابن محمد طبا طبائی حسنی حسینی الزواری القھبائی: جلیل القدر، عظیم الشان، رفیع المنزلت، ثقہ، فاضل کامل۔

۷۴۔ قاسم ابن محمد القمی اصبہانی:

۷۵۔ قاسم ابن محمد الکاظمی: صاحب شرح استبصار

۷۶۔ قاسم بن محمد المنقری:

۷۷۔ قاسم ابن مسلم: امیر المومنینؑ کے آزاد کردہ غلام، صحابی امام صادقؑ، شیخ طوسی کے رجال میں ہے۔

۷۸۔ قاسم ابن معن: صحابی امام صادقؑ، ابن عبدالرحمان ابن عبداللہ ابن مسعود کوفی۔

۷۹۔ قاسم ابن موسیٰ: من اھل الری

۸۰۔ قاسم ابن موسی ابن جعفر علیہم السلام

۸۱۔ قاسم بن الولید غسانی الغفاری: امام صادقؑ سے روایت کیا تہذیب واستبصار کے راوی۔

۸۲۔ قاسم ابن الولید القرشی العماری کوفی۔امام صادقؑ کے صحابی

۸۳۔ قاسم بن ہشام: صحابی امام حسن عسکری علیہ السلام

۸۴۔ قاسم ابن یحییٰ: شیخ الصدوق نے زیارت امام حسین علیہ السلام ان سے روایت کی ہے،امام صادق علیہ السلام کا دور پایا مگر صحابی نہیں ہیں۔ براہِ راست روایت نہیں۔۸۳روایات ہیں۔

باب ۲۵

سلام در حال حضرتِ قاسمؑ

۱۔ میر عبداللہ مسکین دہلوی

اے بادِ صبا سہرا بندھا خون میں ڈوبا
کہہ جا کے سلام اُس کو جو ہے قاسمؑ بے پر

۲۔ میر محمد شاکر ناجیؔ دہلوی

عازمِ جنت تھا کیوں پہلے نہ ہو تم پر نثار — شام قاسمؑ سا خلف تیرے حسنؑ کا یا حسینؑ

پیش از حسینؑ سرور قاسمؑ نے دل جلایا — خیمے سیں نکلے باہر سب کے تئیں رُلایا

۳۔ مرزا فصیحؔ

سلامی کربلا میں جب بنا ابنِ حسنؑ دولھا
جو دیکھا آرسی مصحف بہت روئے دلھن دولھا

دلھن نے آستیں پکڑی کہا گر رن کو جاتے ہو
وصیت کیوں نہیں کرتے مرے اے کم سخن دولھا

اے ابنِ عم نہ شرماؤ مجھے کچھ حکم کر جاؤ
تمہاری قبر پر بیٹھوں کہ میں جاؤں وطن دولھا

نشانی دو مجھے ایسی کہ محشر میں تمہیں ڈھونڈوں

طلب کرتی ہوں تم سے آستیں پیرہن دولھا

لٹے گا گھر کھلے گا سر پھروں گی قید میں در در

تمہارے بعد سہنے ہیں مجھے رنج و محن دولھا

مجھے مت بھول جانا تم بلانا جلد خدمت میں

تمہاری لاش جب آئے تو ہونگی نالہ زن دولھا

مری شادی کا ہونا اور تمہاری موت کا آنا

کہیں گے بدقدم مجھ کو جہاں کے مرد و زن دولھا

تمہاری لاش آئے گی تو کن آنکھوں سے میں دیکھوں گی

تمہارا خون میں ڈوبا ہوا زخمی بدن دولھا

ہمارے ہاتھ میں کنگنا بندھا ہے آج شادی کا

تمہارے بعد ظالم اس میں باندھیں گے رسن دولھا

یہ سن کر دی دلھن کو بس نشانی آستیں اپنی

چلا میدان کو روتا کر کے برہم انجمن دولھا

ہوا اسوار تازی پر علم کی تیغ خوں افشاں

دھنسا فوج ستم میں مثلِ حیدرؑ صف شکن دولھا

ہوا زخمی گرا گھوڑے سے جب آواز یہ آئی

فدا تم پر ہوا اب رن میں یا شاہ زمن دولھا

جب آئی لاش خیمہ میں دلھن یہ بین کرتی تھی

مرے مجروح تن دولھا مرے زخمی بدن دولھا

مرے رعنا جواں دولھا مرے سروِرواں دولھا

میرے حیدرؑ نشاں دولھا مرے ابن حسنؑ دولھا

فصیح آگے نہیں طاقت بیانِ درد کی سچ ہے

نہ ہوئیں گے جہاں میں نامراد ایسے دلھن دولھا

مجرئی آکر پکارے در پہ سرورؑ الوداع　　ہم چلے مرنے کو اے آلِ پیمبرؐ الوداع

لاش بھی قاسمؑ بنے کی گاڑنے پائے نہ ہم　　تم سے شرمندہ ہیں اے قاسمؑ کی مادر الوداع

لاشۂ نوشہ پڑا ہے ریت پر اس دھوپ میں　　دفن کی فرصت نہیں دیتے ستمگر الوداع

گر پڑا آ کر وہ قدموں پر چچا کے اور کہا　　مجھ سے کیوں کہتے ہو تم اے بندہ پرور الوداع

تم پہ میں قربان ہوں گا پہلے یا سبطِ نبیؐ　　میں کہوں گا آپ سے اے ابنِ حیدر الوداع

دیکھ لینا اے چچا ہووے گا یہ فدوی نثار　　اور پکارے گا لہو میں ہو کے احمر الوداع

یہ نہ ہوگا میرے جیتے جی تمھیں ماریں لعیں　　مت کہو بہرِ خدا اے شیرِ صفدر الوداع

میں نہیں رہنے کا گھر میں رن میں مرنے جاؤنگا　　میں پکاروں گا مرے مولا و رہبر الوداع

جو کہا تھا وہ کیا ابنِ حسنؑ نے اے فصیح

جب کٹیں باہیں کہا عمِ دلاور الوداع

کیسا روندا گیا گھوڑوں کے سُموں سے قاسمؑ　　نوگلِ گلشنِ شبرؑ مجھے یاد آتا ہے

ہاتھ کٹوا کے ہوا شہؑ پہ فدا عبداللہ　　کیا حسنؑ کا وہ گُلِ تر مجھے یاد آتا ہے

باپ کا اپنے نوشتہ جوں ہی لایا قاسمؑ　　روئے شبیرؑ لگا کر وہ رقم آنکھوں سے

بنے کو شوقِ مردن تھا بنی کو ڈر رنڈاپے کا

کریں باتیں حواس اتنے کہاں دولھا دلھن میں تھے

مُجبّو بیاہ میں دستور ہے شربت پلانے کا

مگر پیاسے براتی شادیِ ابنِ حسنؑ میں تھے

لڑا جو قاسمؑ، حسنؑ کا پیارا تو آنِ واحد میں سب نے دیکھا
اِدھر کو بیٹے تڑپ رہے ہیں اُدھر کو ازرق پھڑک رہا ہے
کفن میں لپٹا ہوا ہے قاسمؑ، نہ لال سہرا نہ زرد کنگنا
سپید تحت الحنک بندھی ہے، سیاہ شملہ لٹک رہا ہے

۴۔ دلگیرؔ کے سلاموں سے انتخاب

سَم نے کیا دل ٹکڑے جو اکبار حسنؑ کا — پھر مجرئی جینا ہوا دشوار حسنؑ کا
شبیرؑ کو بلوا کے کہا جانِ برادر — اب دیکھ لو تم آخری دیدار حسنؑ کا
بھائی تو مرے بعد امام دو جہاں ہے — اب تیرے حوالے ہے یہ گھربار حسنؑ کا
اے بھائی غلام اپنا سمجھیو اِسے ہر دم — یہ قاسمؑ مہرو ہے جو دلدار حسنؑ کا
ہو جائے گا اک دن یہ تصدق ترے رن میں — قاسمؑ پہ اِسی واسطے ہے پیار حسنؑ کا

اے مجرئی شہید جب ابنِ حسنؑ ہوا — شادی کا گھر امام کا بیت الحزن ہوا
کہنے لگے امام یہ قاسمؑ کی لاش پر — دنیا میں اب فراقِ حسینؑ و حسنؑ ہوا
تقسیم جبکہ کرنے لگا قاسمِ ازل — آلِ نبیؐ کے حصے میں رنج و محن ہوا

مجرئی جب قاسمؑ گل پیرہن ٹکڑے ہوا — باغِ جنت میں گریبانِ حسنؑ ٹکڑے ہوا
لاشۂ داماد مشکل سے اُٹھایا شاہ نے — اس قدر تھا قاسمؑ گلگوں کفن ٹکڑے ہوا
شہؑ نے چلّا کر بڑی بھاوج کو تب پُرسا دیا — جبکہ عبداللہ فرزندِ حسنؑ ٹکڑے ہوا

ماں کہتی تھی قاسمؑ سے پاس آ میں بلائیں لوں — بھاتا ہے مجھے کیا ہی بے ساختہ پن تیرا

ازرق سے پہلوان کو جب ایک ہاتھ میں دو ٹکڑے رن میں قاسمؑ ناچار نے کیا
ماں ڈیوڑھی پاس آ کے پکاری کہ واہ واہ کیا کاٹ لاڈلے تری تلوار نے کیا

قاسمؑ جو گرا گھوڑے سے ہاتف نے صدا دی مٹی پہ گرا پھول ریاضِ حسنی کا
ماں نے یہ کہا دیکھ کے زخمِ تنِ قاسمؑ شہرہ تھا زمانے میں تری گلبدنی کا

قاسمؑ بنا جو دولھا اُس وقت اُس کی ماں نے دادی کے پاس اُس کو بہرِ سلام بھیجا

بنا دولھا قاسمؑ تو زینبؑ یہ بولی حسنؑ نے ترے منھ پہ سہرا نہ دیکھا

قومِ بنی اسد نے جو قاسمؑ کی گاڑی لاش پھولوں کا سہرا گور پہ اُس کی چڑھا دیا

دولھا قاسمؑ کو بنایا تو کہا زینبؑ نے تجکو اِس شان سے پیارے نہ حسنؑ نے دیکھا

کہا شہؑ نے کوئی دم اور گر پہلے پہنچتا میں نہ یوں قاسمؑ کا لاشہ سُم سے گھوڑوں کے کچل جاتا

تلواریں علم کر کے جب غول کا غول آتا قاسمؑ بنے کا گھوڑا میدان میں بھڑکتا تھا
قاسمؑ بنے کا لاشہ تھا رن میں پڑا جس جا مرجھایا ہوا سہرا پھولوں کا مہکتا تھا

فرزندِ حسنؑ رن میں رجز پڑھتا تھا اِس طور دادا ہے علیؑ نانا پیمبرؐ ہے ہمارا

حجلۂ دامادیِ قاسمؑ میں یہ آئی ندا کوئی ساعت کو یہی بیت الحزن ہو جائے گا

قتل کی شب اس طرح سمجھاتی تھی قاسمؑ کو ماں جنگ کا کل طور رن میں اے پسر ہو جائے گا
صبح کو رختِ حسنؑ پہنائینگے تجکو حسینؑ نیمچہ چھوٹا تری زیبِ کمر ہو جائے گا
احمدؐ و زہراؑ لڑائی دیکھنے کو آئیں گے حیدر کرّار و شبرؑ کا گذر ہو جائے گا

تیر بابا تیری دادی جان سے شرمائے گا　　جنگ میں گر کچھ قصورائے سیمبر ہو جائے گا

رو کے قاسمؑ نے دیا یہ اپنی مادر کو جواب　　گر خدا نے چاہا تو راضی پدر ہو جائے گا

لاش پر بندے کی جب تشریف لائیں گے حسینؑ　　پاؤں پر عم کے طپاں قاسمؑ کا سر ہو جائے گا

قاسمؑ کا فقط رنگ بدن عکس فگن تھا　　ہر اک کو گماں تھا مہ طلعت سے زری کا

قاسمؑ کی جب عروسِ اجل سے لگن لگی　　ملبوسِ جسم خلعت شاہانہ ہو گیا

ماں جب پکارتی تھی بیٹا کہاں چلے ہو　　قاسمؑ بہ سوے مادر پھر پھر کے دیکھتا تھا

ہر ایک کہتا تھا قاسمؑ کا دیکھ کر بچپن　　جوان ہو گا تو بے شک یہ من چلا ہو گا

صبح کو سہرا بندھا کٹ جائے گا بیٹے کا سر　　اس لیے دیکھا کی اُس کی شکل مادر رات بھر

جب چلا مرنے کو قاسمؑ تو کہا مادر نے　　مجکو ارمان ابھی اے ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

کفن کی شکل جب کرنے لگا رختِ بدن دولھا　　حرم بولے کہ قاسمؑ بیاہ کا جوڑا بدلتے ہیں

یہ ماں سے کہتا تھا قاسمؑ اگر ہے فضل خدا　　تو کوئی دم میں چچا پر نثار ہوتا ہوں

قاسمؑ نے باندھا سہرا جسدم تو بولی زینبؑ　　اِس دن کی تھی تمنا کیا کیا دلِ حسنؑ میں

قاسمؑ کا کرو یاد وہ سامانِ عروسی　　گر دہر میں تم شادی کے سامان کو دیکھو

ہوا جب قتل قاسمؑ شہؑ نے زینبؑ سے کہا آ کر　　بہن ہم رن میں کھو آئے بڑے بھائی کے دلبر کو

دولھا بنایا قاسمؑ مضطر کو جس گھڑی　　خلعت سے بیاہ کے اُسے آئی کفن کی بو

عالم تھا بعد مرگ بھی قاسمؑ کی لاش پر   کچھ پھولوں کی مہک تھی کچھ اُس کے بدن کی بو
قاسمؑ بنا ہوا ہے جو سہرے سمیت دفن   تربت میں حشر تک رہے گی یاسمن کی بو

زینبؑ نے کہا بھائی ہو کیوں مضطرب اتنے   فرمایا کہ کھو آیا میں فرزندِ حسنؑ کو

بولی ماں قاسمؑ سے گو کم سِن ہو اور ہو تشنہ لب   کیجو وہ تلوار جو دشمن کا زہرہ آب ہو

لاشۂ قاسمؑ سے بولی ماں کہ مانگا نیگ ہے   اب وطن سے آیا ہے اے مہ جبیں صغرا کا خط

کہا یہ ماں سے جو قاسمؑ نے دو رضا مجکو   پکاری پیٹ کے اے مہ لقا خدا حافظ

ہائے قاسمؑ کا پڑا خیمے میں غل   بولا جب نوشاہِ مضطر الوداع

مارے تھے قاسمؑ کم عمر نے کفّار بہت   یہ خداداد ہے سِن پر نہیں جرأت موقوف

یوں زوجۂ شبرؑ نے کہا سبطِ نبیؐ سے   قاسمؑ کو میں کرچکی اکبرؑ پہ تصدق
قاسمؑ سے جو چھوٹا یہ مرا اور پسر ہے   یا شاہ کرو تم اِسے اصغرؑ پہ تصدق

قاسمؑ کا جو لاشہ شۂ دیں خیمے میں لائے   تب بانوئے دل سوختہ کا چاک ہوا دل

یہ ماں سے ابنِ حسنؑ نے کہا دمِ رخصت   حسنؑ بھی ہوتے تو ہوتے یہاں فدائے حسینؑ

کہا عباسؑ نے دولھا ہو نہ جاؤ رن کو   ابھی ہم لڑنے کو اے ابنِ حسنؑ تھوڑے ہیں

قاسمؑ کا اے سلامی گو سن نہ تھا زیادہ   ازرق سے پہلوان سے پر وہ لڑا زیادہ

ہے سلام اُس پر تلف جس کی جوانی ہوگئی   اُس کی شادی اہلِ دنیا کو کہانی ہوگئی

مر گیا پیاسا جو شمع دودمان مجتبیٰ شمع اِس غیرت سے گُھل کر پانی پانی ہوگئی

جنگ میں کہتا تھا قاسمؑ یہ بآواز بلند چشم کم سے کوئی اب مجکو نہ اصلا دیکھے
گو میں کم سِن ہوں پہ دعوائے شجاعت ہو جسے مری تلوار کے منھ پر وہ ذرا آ دیکھے

گرایا ازرقِ بے دیں کو جب قاسمؑ نے گھوڑے سے ہوئی اک دھوم چاروں سمت سے اُس نیزہ بازی کی

اِسی خیال سے قاسمؑ کی ماں نہ دیکھ سکی کہ میرے دولھا پسر کو مری نظر نہ لگے

کام کے وقت وہ قاسمؑ کے بہت آیا کام اپنا جو خطِ وصیت تھے حسنؑ چھوڑ گئے
بین کرتی تھی ابھی مادرِ قاسمؑ رو کر دیکھوا ے لوگو مجھے ابنِ حسنؑ چھوڑ گئے
غور سے جبکہ فن شعر کو دیکھا دلگیر
کوئی مضمون نہیں اہلِ سخن چھوڑ گئے

کہتے تھے شاہ لاشۂ قاسمؑ میں کیا اُٹھاؤں ٹاپوں سے اِس کا سارا بدن چُور چُور ہے

جب سُنا شاہ پہ قاسمؑ ہوا میداں میں نثار رو کے فردوس میں شبرؑ نے کہا ہم نے ہوے

ہوا ازرق مقابل جب تو خورشید حسنؑ بولا مگر شامت گلوگیر اب تیری اے مردِ شامی ہے

مجرا اُسے جو کہتی تھی رو رو قاسمؑ رن کو جاتا ہے
ایک شب کی بیاہی بنڑی کو رنڈسالہ پنہاتا ہے
اور کہتی تھی قاسمؑ کیا دل میں ترے سمائی ہے
صدقے اماں داغ جوانی کیوں مجکو دکھلاتا ہے
قاسمؑ کہتا تھا رو رو مت روکو کوئی راہ مری

پچا پھنستے ہیں نرغے میں یاں جینا کس کو بھاتا ہے

اصغرؑ شش ماہا بچہ ، اکبرؑ ہے ہمشکل نبیؐ
عابد تپ کی شدت میں سر بالیں سے ٹکراتا ہے

باقی کون رہا ہے اب جو صدقے شہؑ پر جان کرے
اب جو نہیں جاتا ہوں میں میداں میں عموؑ جاتا ہے

آخر اک دن مرنا ہے پھر گنجِ شہیداں کہاں نصیب
وقت گیا جب ہاتھوں سے پھر ہاتھ نہیں آتا ہے

اہلِ حرم سب بولے قاسمؑ لو ہم تو کچھ کہتے نہیں
اپنے عموں سے پوچھو دیکھو وہ کیا فرماتا ہے

حضرت سے قاسمؑ نے جس دم مانگی رخصت میداں کی
بولے شہؑ میرے بھائی کا کیوں تو نام مٹاتا ہے

جب قاسمؑ رن میں کام آئے اور عباسؑ علی کے ہاتھ کٹے
بولے شہؑ شبیرؑ بھی اب جینے سے ہاتھ اُٹھاتا ہے

شبیرؑ بھتیجے کو نہ پھر رن کی رضا دیں
قاسمؑ نہ اگر باپ کی تحریر نکالے

جب چلا مرنے کو قاسمؑ تو کہا سرورؑ نے
اب جدا آنکھوں سے تصویرِ حسنؑ ہوتی ہے

کہاں ازرق ساجواں اور کہاں قاسمؑ کم سن
پر ظفر پائی گھرانے کے اثر سے اپنے

کہا تقدیر نے سامانِ عروسی ہے عبث
قاسمؑ ابنِ حسنؑ موت کے سامان میں ہے

اِس کو کہتے ہیں عداوت اشقیا نے بعدِ قتل
لاشِ قاسمؑ رن میں گھوڑوں کے سُموں سے چُور کی

قاسمؑ کی لاش دیکھ کے بولی یہ اُس کی ماں میرے پسر کو لگ گئی لوگو نظر مری

دکھایا بازو کا تعویذ جبکہ قاسمؑ نے حسینؑ امام اُسے تقدیر کا لکھا سمجھے

مارا ازرق کو جو قاسمؑ نے تو چلّائے یہ شاہ کاٹ اے ماہ لقا کیا تری تلوار میں ہے

خورشید رو تھا قاسمؑ فرزند مجتبٰی سہرا تھا یوں ہو جیسے کرن آفتاب کی

پھر جانے کو قاسمؑ سے کہا شہؑ نے تو کی عرض سیلاب کے مانند ہم آئے جدھر آئے
یاد آ گئے لختِ جگرِ سیّدِ مسموم ٹکڑے تنِ قاسمؑ کے جو شہ کو نظر آئے

جانا زہراؑ نے کہ قاسمؑ مرا پوتا ہے یہی ایک لاشے کی جو پوشاک شہانی دیکھی

ماں نے قاسمؑ سے کہا سہرا ہے اشکوں کا بندھا سہرا مکھڑے پر ترے اے نوجواں بیکار ہے

زخموں سے ہو گیا تھا سب چور چور قاسمؑ لاش اُس کی رن سے شہؑ نے کیونکر اُٹھائی ہو گی

ماں نے قاسمؑ سے کہا مجھ کو بڑی شادی ہو آج میدان میں جو سرورؑ پہ فدا تو ہو جائے

جب آیا لڑنے کو قاسمؑ فرشتے کہنے لگے حسنؑ حسینؑ پہ گویا نثار ہوتا ہے

امام خیمے میں لائے عجب تردد سے ہوا تھا یہ جسدِ دلبرِ حسنؑ ٹکڑے

کہا یہ روحِ پیمبرؐ سے رو کے سرورؑ نے حسنؑ کے منہ سے خجالت ہوئی کمال مجھے
ہوا یہ فوج کا ریلا کہ میں پہنچ نہ سکا پکارتا رہا قاسمؑ دمِ قتال مجھے

یہ ماں سے کہتا تھا قاسمؑ چچا کے کہنے سے عیاں ہے بعدِ شہادت کا اپنے حال مجھے

سمجھ کے اہلِ جفا سبزۂ ریاضِ حسنؑ کریں گے ٹاپوں سے گھوڑوں کی پائمال مجھے

۵۔ میر خلیق

زینبؑ نے کہا رن میں جو مارے گئے قاسمؑ نتھ ناک سے کبراؑ کے بڑھائی نہیں جاتی

رخِ قاسمؑ کو لمبے گیسوؤں میں دیکھتا تھا جو وہ کہتا تھا کہ ماہِ چہاردہ کے گرد ہالا ہے

بندھا جو ماتھے پہ قاسمؑ کے بیاہ کا سہرا حسینؑ روتے رہے دیر تک حسنؑ کے لیے

مجرئی تکتے تھے شہؑ ابنِ حسنؑ کی صورت پہنی اس نے جوں ہی پوشاک کفن کی صورت

۶۔ مرزا دبیر

لاش اس طرح سے قاسمؑ کی پڑی تھی رن میں تن جدا سر سے تھا اور سر سے تنِ زار جدا
کٹ گئے دستِ حنابستہ جو اس دولھا کے ہاتھ سے تو بھی نہ اس کے ہوئی تلوار جدا
قتل جب قاسمؑ و عباسؑ ہوئے میداں میں مجتبیٰ روئے جدا جعفر طیّار جدا
تو اس طرح سے غم شادیٔ قاسمؑ میں رہا گُل سے جس طرح سے ہوتا ہے نہیں خار جدا

قاسمؑ نثار ہو کے یہ کہتا تھا یا حسینؑ گویا ادا غلام سے قرضِ حسن ہوا

سُرخ منھ دیکھ کے قاسمؑ کا کہا مادر نے بعد مرنے کے خوش ابنِ حسنؑ کتنے ہیں
آیا بشّاش بنا رن میں تو یوں بولی قضا آپ خوش مرنے پہ اے ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

ذبح قاسمؑ کو جو، بے خوف کیا اعدا نے یہ نہ سمجھا کہ حسنؑ خون کا خواہاں ہوگا

صغراؑ یہ بولی آئی ہے قاسمؑ پہ کچھ بلا رونے کا غلغلہ جو مزارِ حسنؑ میں ہے

بُلاتا بیاہ میں گر کوئی تو وہ کہتی تھی نہ یاد شادیٔ قاسمؑ دلاؤ زینبؑ کو

سہرے کے پھول یوں تھے تنِ زخم دار پر   جس طرح کوئی پھول چڑھا دے مزار پر

پہنا تھا کفن دُولھا نے اور ہاتھ تھے پُرخوں   نے خلعتِ شاہانہ تھا ہرگز نہ حنا تھی

جا کے زینبؑ نے مدینے میں منادی کی یہ   ذکرِ شادی نہ مرے آگے ذرا لائے کوئی
یاد آئیں گے مجھے ہاتھ کٹے قاسمؑ کے   بہرِ حق! سامنے میرے نہ حنا لائے کوئی

غش سے ہوش آیا جو قاسمؑ کو تو سرورؑ سے کہا   میں نے دیکھا کہ ابھی خلد سے بابا آئے
پیٹھ پر ہاتھ میری پھیر کے بولے شاباش   خوب تم کام مرے اے مرے بیٹا آئے

براتی قاسمؑ نوشہ کے کہتے تھے لبیک   کہ ہے جو خون میں سرخی وہی شباب میں ہے

بدھیاں زخموں کی پہنے تھے جوانانِ حسینؑ   بیاہ میں قاسمؑ نوشاہ کے یہی ہار ملے

جہاں میں ہے کوئی دولھا سُنا بہ جُز قاسمؑ   کہ جس بنے کو جراحت گلے کے ہار ہوے

گرا جو گھوڑے سے قاسمؑ تو شہؑ نے فرمایا   ہزار حیف کہ بھائی سے شرمسار ہوے

وہ بیاہ تھا قاسمؑ کا یا موت کا ساماں تھا   جو بی بی نظر آئی دلگیر نظر آئی

قاسمؑ کی مہندی گوندھتے ہیں اشکوں سے حرم   کیا قحطِ آب ساقیٔ کوثر کے گھر میں ہے

بہار سینۂ قاسمؑ ہیں زخم دکھلاتے   کہ ہار سینے میں ہے اور سینہ ہار میں ہے

جو پوچھا مادرِ قاسمؑ نے شہ سے قاسمؑ کو   کہا وہ سو رہا میدانِ کارزار میں ہے

جا کے جنت میں حسنؑ سے اس طرح بولے امام   بھائی صاحب! خوش ہوا میں آپ کے دلدار سے

قاسمؑ نوشاہ نے میدانِ شہادت میں کہا　　بدھیاں زخموں کی مجھ کو کم نہیں ہے ہار سے

وقتِ رخصت قاسمؑ و اکبرؑ کا یہ عالم رہا　　سامنا تصویر کا ہو جس طرح تصویر سے

چلاتی تھی سکینہؑ مرا نیگ دیجئے　　آنچل کو اپنے لاشۂ قاسمؑ پہ ڈال کے

قاسمؑ سے کہا خطِ حسنؑ شاہ نے پڑھ کر　　وہ اس میں رقم ہے جو مقدر میں رقم ہے

پہنایا خلعتِ شادی تو بول اُٹھی تقدیر　　کفن بھی قطع کرو، دلبرِ حسنؑ کے لیے

لکھا ہے اُٹھایا نہ گیا شاہ سے لاشا　　پامال ہوئے گھوڑوں سے ابنِ حسنؑ ایسے

بیاہ کا جوڑا پہن کر یہ کہا قاسمؑ نے　　سچ ہے یہ سُرخ شہیدوں کا کفن ہوتا ہے
رو کے زینبؑ نے کہا باندھیئے سہرا آکر　　بیاہ قاسمؑ کا اب اے بھائی حسنؑ ہوتا ہے

آئے میدان میں قاسمؑ تو پسر ازرق کے　　جنگ کے واسطے فرزندِ حسنؑ سے نکلے

کیوں نہ محتاجِ کفن ہوئے وہ بیکس نوشاہ　　بیاہ کی شب جسے پوشاکِ شہانی نہ ملے
ماں سے قاسمؑ نے کہا خون میں رنگیں گے پوشاک　　غم نہیں ہم کو جو پوشاک شہانی نہ ملے

پوچھا قاسمؑ نے مجھے گود میں لیتا ہے کون؟　　رو کے شہؑ نے کہا وہ فاطمہؑ بیچاری ہے

ہوا تھا خود بخود شادی کے غم سے رنگ زرد اُس کا
نہ تھی نوشاہ کو حاجت لباسِ زعفرانی کی

قتل جب قاسمؑ ہوا شہ نے کہا بیداد ہے　　بندگانِ حق پہ جو گذرا سو تجھ کو یاد ہے
رات کو دولھا بنا اور اِس گھڑی مارا گیا　　میرے قاسمؑ پر ہوئی بے وجہ کی بیداد ہے

عقد کی صبح کو کس دولہ کا یہ حال ہوا　　　تن سے سر اُترا سر پاک سے سہرا اُترا

۷۔ میر انیسؔ کے سلاموں سے انتخاب

بانو کہتی تھی کہ سہرا بھی نہ دیکھا افسوس　　　تھی مجھے بیاہ کی اکبرؑ کے تمنا کیا کیا
دیکھتا جو سرِ قاسمؑ کو وہ کہتا رو رو　　　حسرتیں لے گیا دنیا سے یہ دولھا کیا کیا

قاسمؑ نے بعدِ عقد کہا ماں سے صبح دم　　　یہ بیاہ بھی خیال جو کیجے تو خواب تھا

بیاہ کے دن جو ستم قاسمِؑ نوشہ پہ ہوے　　　کسی شادی میں یہ ماتم کا ہے ساماں دیکھا

جب بندھا سہرا تو قاسمؑ نے کہا　　　موت ہنستی ہے ہمارے بیاہ پر

زخم سینے پہ جو کھائے تو کہا دولھا نے　　　خلد میں جائیں گے پہنے ہوے ان ہاروں کو

یہ قاسمؑ پہ میداں میں تیغیں چلیں　　　کہ ٹکڑے قبا سر بہ سر ہوگئی

کپڑے سفید پہنے جو قاسمؑ نے بولی ماں　　　اتنی بھی سادگی نئے دولھا نہ چاہیئے
دولھا نے عرض کی کہ اجل ہے گلے کا ہار　　　چہرے پہ مرنے والوں کے سہرا نہ چاہیئے

گیا رن میں دولھا تو اعدا پکارے　　　حسیں مثلِ یوسف یہ گُل پیرہن ہے
مہ نو ہے ابرو ، جبیں ماہِ کامل　　　یہ چہرہ ہے خورشید سہرا کرن ہے

بین اے مجرئی قاسمؑ کی دُلھن کیا جانے　　　بیاہی اک شب کی رانڈاپے کا چلن کیا جانے

رگڑ کے ایڑیاں قاسمؑ نے وقتِ نزع کہا　　　عدم کے ہیں سفری، اپنا پاتراب یہ ہے

کہا یہ قاسمؑ و اکبرؑ کو دیکھ اعدا نے وہ ماہ چار دہم ہے تو آفتاب یہ ہے

بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسنؑ کیا ہوا پھولوں کے گردن میں اگر ہار نہ تھے

قاسمؑ کا خیمہ دیکھ کے کہنے لگی قضا شادی کا یہ مکاں بھی ہے بیت الحزن بھی ہے
قاسمؑ چچا سے کہتے تھے، رخصت اگر ملے امیدوار حرب کا ابنِ حسنؑ بھی ہے
پہنا شہانہ جوڑا تو قاسمؑ نے یہ کہا خلعت بھی بیاہ کا ہے یہی اور کفن بھی ہے

قاسمؑ جو مر گئے تو کہا رو کے شاہ نے پہنچی حسنؑ کی آج امانت، حسنؑ کے پاس

قاسمؑ چلے جو رن کو تو ماں بولی بیبیو دیکھو مرے مسافرِ مُلکِ عدم کی شان

کہا یہ قاسمؑ و اکبرؑ کو دیکھ اعدا نے وہ ماہ چار دہم ہے تو آفتاب یہ ہے

۸۔ میر اُنسؔ

ماں نے کہا قاسمؑ سے کہ جب شہ پہ چلیں تیر صدقے گئی کر دیجیو سینہ سپر اپنا

چھوٹ گیا دستِ حنائی سے دلہن کا دامن اس طرح موت نے قاسمؑ کا گریباں کھینچا

۹۔ میر مونسؔ کے سلاموں سے انتخاب

ہوا وہ قاسمؑ گل پیرہن پامال گھوڑوں سے نزاکت سے تھا کرتا بار جس کے تن پہ شبنم کا

گُل بدن تھے کس قدر قاسمؑ کہ جب دولھا بنے رنگ ملبوسِ تن اطہر گلابی ہو گیا
دیکھنے والے یہ کہتے تھے کہ حسرت ہے ہمیں بر میں اُجلا پیرہن کیونکر گلابی ہو گیا

گئے جو مرنے کو قاسمؑ تو کہتے تھے سرور حسینؑ آج ہوا خلق میں حسنؑ سے جدا

دوڑائے گھوڑے فوج نے قاسمؑ کی لاش پر — یاں تک کہ استخواں سے ہوا استخواں جدا

قاسمؑ نے کہا خلعت شادی کو پہن کر — ہووے گا یہی بیاہ کا جوڑا کفن اپنا

ماں کہتی تھی قاسمؑ کی نہ جیتے رہے ورنہ — کٹواتے گلا بھائی سے پہلے حسنؑ اپنا

قاسمؑ چلے مرنے تو کہا شاہ نے رو رو — کیا داغ دیئے جاتے ہو ابنِ حسنؑ اپنا

شاہ نے مادرِ قاسمؑ سے کہا صبر کرو — تم سے فرزند چھٹا ہم سے بھتیجا چھوٹا

بھگادوں فوج کو اک دم میں کہتے تھے قاسمؑ — پہ کیا کروں مجھے اذنِ وغا نہیں ملتا

زخمی تن گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہوا جب پامال — مُرغِ بسمل کی طرح قاسمؑ بے پر تڑپا

قاسمؑ چچا سے کہتے تھے جی چاہتا ہے آج — تیروں سے سینہ تیغ سے دیجے گلا ملا

دولھا دولھن کو دیکھ کے کہتی تھیں بیبیاں — جیسی بنی تھی ویسا ہی خوش رو بنا ملا

بات کرنے کی نہ مہلت دی دولھن سے موت نے — حشر تک ماتم رہا قاسمؑ بنے کے بیاہ کا

اُٹھاتے کس طرح شہ لاشِ قاسمؑ — کہ تھا ہر بند سے اُس کا جدا بند

قاسمؑ کے سر پہ باندھ کے سہرا یہ بولی ماں — وہ دیکھ لے نہ دیکھا ہو جس نے کرن میں چاند

گھوڑے جو رن میں دوڑے تھے قاسمؑ کی لاش پر — ٹاپوں سے بن گئے تھے سراسر بدن میں چاند

مار کر ازرق شامی کو پکارے قاسمؑ — ناریو جاتا ہے لو ابنِ حسنؑ دریا پر

قتل کرتے ہیں ستمگر مرے مانجائے کو — نہ تو قاسمؑ ہیں نہ عباسؑ دلاور افسوس

گھوڑے دوڑائے لعینوں نے تنِ مجروح پر — ہو گیا سب لاشۂ دلبند شبرؑ پاش پاش

دَم بہ دَم رن میں یہی تھے مادرِ قاسمؑ کے بین　　بیکسی پر تیری دل ہوتا ہے دلبر پاش پاش
ہائے کن آنکھوں سے دیکھوں ترا لاشہ مرے لال　　چور ہیں سب استخواں اور جسمِ انور پاش پاش

وصیت بھی قاسمؑ نے شہ سے نہ کی　　چلے جبکہ مُلکِ بقا کی طرف
مگر چشمِ حیرت سے تکتے رہے　　وہ ان کی طرف یہ چچا کی طرف

کھائی تھی چاروں بیٹوں نے قاسمؑ سے جب شکست　　ازرق ہوا تھا شرم سے کیا کیا عرق عرق
جاتے تھے شوقِ مرگ میں یوں قاسمِ حزیں　　زلفوں پہ گرد چاند سا چہرہ عرق عرق

شہ کہتے تھے اُٹھاؤں میں کیونکر بنے کی لاش　　ٹکڑے ہزاروں قاسمؑ سیمیں بدن کے ہیں
کیا دبدبہ ہے گھوڑے کی آمد کو دیکھنا　　چتون تو شیر کی ہے طرارے ہرن کے ہیں

بھالا دکھا کے ازرق شامی نے یہ کہا　　اس کی زباں میں ڈھنگ زبانِ قضا کے ہیں
نیزہ اُڑا کے نیزے سے قاسمؑ نے دی صدا　　ظالم یہ بند نیزۂ مشکل کشا کے ہیں
قاسمؑ حرم سے کہتے تھے مہندی ہے کیا ضرور　　شائق یہ ہاتھ پاؤں لہو کی حنا کے ہیں
حاکم سے شمر نے کہا دکھلا کے کشتیاں　　کپڑے یہ سب لٹے ہوے آلِ عبا کے ہیں
گہنا ہے یہ دُلھن کا یہ سہرا یہ اُوڑھنی　　ہتھیار سب یہ قاسمؑ گلگوں قبا کے ہیں

دولھا نے کہا بس یہ شہادت کے ہیں آثار　　بے وجہ نہیں خون کی یہ بو رنگِ حنا میں

کہا زینبؑ سے شہ نے سب ہوتے قتل　　ہجومِ اشقیا ہے اور میں ہوں
نہ قاسمؑ ہے نہ اکبرؑ ہے نہ عباسؑ　　بس اب سر پر خدا ہے اور میں ہوں

شاہ لاشوں سے یہ فرماتے تھے دو ساتھ مرا　　عازم گلشنِ فردوسِ معلاّ میں ہوں

آؤ اے قاسمؑ و عباسؑ کہ بیکس ہوں میں　　اُٹھو اے اکبرِؑ گلفام کہ تنہا میں ہوں

مجرئی گھر گئے شبیرؑ ستمگاروں میں　　کوئی باقی نہ رہا شاہ کے غم خواروں میں

مر گئے اکبرؑ و عباسِؑ علی و قاسمؑ　　کوئی زندہ نہیں اب فاطمہؑ کے پیاروں میں

لکھی ثنائے قاسمِؑ نوشاہ جب کبھی　　آئی زبانِ کلک سے مشکِ خطا کی بُو
پائی مہک سیاہی میں عطرِ عروس کی　　سُرخی سے صاف آگئی مجھ کو حِنا کی بُو

کہا قاسمؑ نے کہ یہ شوقِ شہادت ہے مجھے　　بوالہوی مرے سہرے کے ہراک تار میں ہے

کھا کھا کے زخم سینے پہ قاسمؑ یہ کہتے تھے　　دولھا ہیں ہم گلے میں یہ پھول کا ہار ہے
حوریں بُلا رہی ہیں اشاروں سے دم بدم　　فردوس میں پدر کو مرا انتظار ہے

بولے عدو سواریٔ قاسمؑ کو دیکھ کر　　اس نوجواں سے نامِ حسنؑ برقرار ہے
دیکھو بغور گھوڑے کی چھلبل میں اس کا نور　　بجلی پہ آج نیّرِ اعظم سوار ہے

رن کو جب قاسمؑ چلے بولی یہ ماں سر پیٹ کر　　ہائے یہ کپڑے شہانے خون میں تر ہو جائیں گے
بولی زینبؑ رنمیں تب قاسمؑ کو جانے دونگی میں　　شہ پہ جب قربان مرے نورِ نظر ہو جائیں گے

مہندی قاسمؑ کے لگی جسدم تو یوں بولی قضا　　رن میں یہ دستِ حنائی خون سے تر ہو جائیں گے

لاش دولھا کی جو آئی تو پکاری مادر　　شکل کیسی یہ بنا کر مرے دلدار آئے
گھر سے باندھے ہوئے سہرا گئے رن میں واری　　واں سے پہنے ہوئے زخموں کے فقط ہار آئے

۱۰۔ میرزا تعشق لکھنوی

شہؑ لہو روتے ہیں بھائی کی نشانی کے لیے ‏ دل ہے ٹکڑے کہ جگر بندِ حسنؑ چھوٹ گیا

۱۱۔ سحر لکھنوی (شاگرد ناسخ)

بیاہ کی صبح کو آیا جو سلامی کے لیے ‏ دیکھ کر رہ گئے منہ شاہ زمن دولھا کا
بیبیاں تو یہی کہتی تھیں نہ مانگو رخصت ‏ دو رضا رن کی مجھے تھا یہ سخن دولھا کا
ماں یہ سمجھاتی تھی دولھا ہو نہ جاؤ رن کو ‏ لوگ دیکھیں گے یہ کیسا ہے چلن دولھا کا
پھولوں کا گہنا نہ راس آیا بنے قاسمؑ کو ‏ مثل گل ہو گیا سو ٹکڑے بدن دولھا کا

تازہ غم قاسمؑ و کبرؑا کا مجھے ہوتا ہے
سحر سنتا ہوں جو میں ذکر دلھن دولھا کا

قاسمؑ کو لڑتے دیکھ کے ماں کرتی تھی دعا ‏ یارب شہانا جوڑا کہیں خوں میں تر نہ ہو

۱۲۔ سیّد قاسم علی خاں قاسم لکھنوی (شاگردِ ناسخ)

دی اتنی نہ مہلت بنے قاسمؑ کو اجل نے ‏ سر دیتا جو وہ بیاہ کی پوشاک بدل کر

قاسمؑ چلا تو ہو گیا اکبرؑ کا رنگ زرد ‏ لیکن نہ اُس نے بات کی مطلق حجاب سے

۱۳۔ مرزا محمد جعفر اوج

سکندر آغا نے لکھا ہے کہ اوج نے شادیٔ قاسمؑ نہیں لکھی حالانکہ اوج نے مرثیوں اور سلاموں میں شادی لکھی ہے۔ سکندر آغا نے اوج کے کلام کا مطالعہ نہیں کیا۔

کہا دلھن سے دمِ نزع رو کے قاسمؑ نے ‏ جو ہم یہ جانتے صاحب نہ کتخدا ہوتے

کیا کہوں قاسمؑ نوشہ کی حیا بیاہ کے بعد ‏ ‏ آستیں سے نہ کئے دستِ حنائی باہر

بنے قاسمؑ کے سر پہ باندھتے سہرا جو مدحت کا ‏ ‏ جمالِ نو عروسِ فکر، رشکِ حور ہو جاتا

کیا کہوں قاسمؑ نوشاہ کا بیاں بیاہ کے بعد ‏ ‏ آستیں سے نہ کیے دستِ حنائی باہر

جب نشانی آستیں کبریٰؑ کو دی نوشاہ نے ‏ ‏ رو کے ماں بولی سدھارو موت دامن گیر ہے

سرِ پُرنورِ قاسمؑ پہ یہ شملے کا اشارہ تھا ‏ ‏ کُھلے گا حوریوں کے ہاتھ سے یہ پیچ و خم میرا

تخت پر آئی نظر دولھا کی لاش ‏ ‏ شادیٔ کبریٰؑ قیامت ہوگئی

۱۴۔ میر نفیسؔ

قاسمِؑ نوشاہ کی تربت کی بولائی نہ آج ‏ ‏ کیا لگی ہے صبح سے مہندی ہوا کے پاؤں میں

قاسمؑ سے مقابل ہوا جب ازرق شامی ‏ ‏ بس کفر میں اور دین میں لڑائی نظر آئی
اک ہاتھ میں دو ہو کے گرا خاک پہ ظالم ‏ ‏ شمشیر یداللہ کی صفائی نظر آئی

۱۵۔ میر عسکری رئیسؔ (فرزند انیسؔ)

عقد کبریٰؑ کا پڑھا جب شاہ نے قاسمؑ کے ساتھ ‏ ‏ یاد کر کے باپ کو ابنِ حسنؑ رونے لگے
حجلۂ شادی بنا بیت الحزن وا حسرتا ‏ ‏ اپنی ناشادی پہ جب دولھا دولھن رونے لگے

۱۶۔ میر سلیسؔ

وصیتِ حسنؑ مجتبیٰؑ ہے، کچھ نہ کہو ‏ ‏ مصیبتوں میں بھی بیٹی کا بیاہ دیتے ہیں

۱۷۔ علی میاں کاملؔ

چلے قاسمؑ جو لڑنے ازرقِ شامی سے میداں میں ‏ ‏ کہا شبیرؑ نے یہ یوسفِ کنعان شبرؑ ہے

خداوندا بچالے اس کو تو ظالم کے پنجے سے وہ مردودِ ازل خارِ بیاباں، یہ گُلِ تر ہے
یہ لعلِ فاطمہ زہرؑا ہے اور وہ سنگدل ظالم نزاکت میں جو یہ شیشہ تو وہ سختی میں پتھر ہے

۱۸۔ نجفؔ لکھنوی

قاسمؑ ابن حسنؑ اور صغیر عبداللہ غوطہ زن بحرِ شناور کے مگر تھے دونو

۱۹۔ صاحب عالم مرزا محمد دارا بخت داراؔ دہلوی

(فرزند بہادر شاہ ظفرؔ بادشاہِ دہلی)

سلامی رو غم ابن حسنؑ میں ہوا جو بیاہ کے دن قتل رن میں
گیا مارا جو قاسمؑ بیاہ کے دن حسنؑ بیتاب تھے اپنے کفن میں
براتی ہار تھے زخموں کے پہنے یہی بدّھی تھی دولھا کے بھی تن میں
برات ایسی بھی دنیا میں نہ ہوگی براتی کٹ گئے دولھا کے رن میں
بھتیجا کام آیا جب کہ رن میں نہ دم باقی رہا شاہِ زمن میں

جب رن میں گیا قاسمؑ نوشاہ بھی مرنے دل میں یہ دلھن نے کہا قسمت کا لکھا ہے

۲۰۔ عباسؔ لکھنوی (شاگرد خواجہ وزیرؔ لکھنوی)

ازرق شامی پکارا وار تو پہلے لگا بولے قاسمؑ یہ چلن اپنے گھرانے کا نہیں
وار کر لے پہلے اپنا، دل میں حسرت رہ نہ جائے میری ضربت سے کبھی تو بچ کے جانے کا نہیں
جون ساحر بہ تو چاہے اے شقی مجھ پر لگا شیر کا پوتا ہے قاسمؑ منھ پھرانے کا نہیں

خیمے میں شادی کا ساماں ہے یہاں وہاں قضا قاسمؑ کی دامن گیر ہے

قاسمؑ کا تو لاشہ مل جُل کر عباسؑ اور اکبرؑ لیکے چلے اور شہؑ نے زمیں سے رو رو کر وہ سہرا اُٹھایا پھولوں کا

۲۱۔ راقمؔ لکھنوی

بیاہ میں قاسمؑ مضطر کے یہ کہتی تھی قضا قید ہوگی یہ دلھن قتل یہ دولھا ہوگا

۲۲۔ حاجی بیگم (دختر بادشاہ محمد علی شاہ)

قاسمؑ ابنِ حسنؑ سے شہ نے رو رو کر کہا ہائے تو پیاسا رہے عمو ترا لاچار ہے

۲۳۔ ذہینؔ دہلوی

بولے قاسمؑ سے یہ عباسؑ ہمیں مرنے دو تم ابھی جاؤ نہ مرنے کو چچا کے ہوتے

۲۴۔ کنہیا لال تاثیرؔ لکھنوی (شاگرد منیرؔ شکوہ آبادی)

چھپ گیا جب پوچھا قاسمؑ نے عمر ہے کس طرف پہلے ماروں گا اُسی مکّار اور غدار کو

گئے شہ لاشِ قاسمؑ پر تو دیکھا جُدا اک بند سے ہے دوسرا بند

۲۵۔ حکیم سکھانند رقمؔ دہلوی (وفات ۱۸٦۸ء)

کہا قاسمؑ نے اے ازرق جو کوئی بچا ہو نیزہ بازی سے تیرا بند
تمام اُس کو بھی کر لے تو کہ پھر میں کروں گا بند سے ترا جُدا بند

۲٦۔ کافیؔ لکھنوی

کہا ازرق پل کے بیٹے نے قاسمؑ کرے گا تو کب مجھ سے شمشیر بڑھ کر
میں ہوں پیل تن بھی قوی بھی جری بھی شجاعوں میں ہے مری توقیر بڑھ کر

دمِ جنگ رُکتی نہیں مثل صرصر — یہ چلتی ہے بجلی سے شمشیر بڑھ کر
مقابل جو میرے ہو سر ہو نہ تن ہو — یہ میرے ہنر کی ہے تاثیر بڑھ کر
کہا ہنس کے ابنِ حسنؑ نے کہ مردک — نہ کر جنگ میں اب تو تاخیر بڑھ کر
نکالوں ترا دم میں یہ شدّومد سب — جو چاہوں تجھے دوں میں تعزیر بڑھ کر
ہنر مند وہ ہے خدا کی قسم جو — کرے گفتگو اور نہ تقریر بڑھ کر
جو نطفہ ہے ازرق سے نامی کا ملعوں — نہ سر کے قدم پیچھے بے پیر بڑھ کر
یہ کہہ کر کیا ایک ضربت میں بے دم — ہوئی تھی جو ملعون سے تقصیر بڑھ کر

ندا آئی پہنچا جہنم میں ناری
پکارے بس احسنت شبیرؑ بڑھ کر

۲۷۔ نواب علی حسین خاں بہادر (نواب دولھا تمنّا لکھنوی)

پہلے قاسمؑ سے جو مر جائیں تو اماں خوش ہوں — مشورہ کرتے تھے یہ عونؑ سے جعفرؑ باہر

لڑ کے قاسمؑ سے نہ جانبر کوئی ہوتا تھا عدو — نیمچہ جس کے پڑا سر پر کمر پر اُترا

مارا قاسمؑ نے جو ازرق کو کہا لوگوں نے — گرچہ کم سِن ہے گھرانے کا اثر ہو کہ نہ ہو

کہاں ازرق کہاں قاسمؑ و لیکن — ظفر پائی گھرانے کے اثر سے

دیکھ کر قاسمؑ نوشاہ کو کہتے تھے حسین — یاد شکلِ حسنِ سبز قبا آتی ہے

۲۸۔ میر علی محمد عارفؔ لکھنوی

ہو تھی قاسمؑ و کبرؐا کی کچھ عجب شادی — یہ اشک بار جدا تھی وہ اشک بار جدا

چوٹیں کھا کر دستِ قاسمؑ سے جو ازرق گر پڑا — بے حواسی پر لعیں کے زخم خندان ہو گئے

اسکو جرأت کہتے ہیں قاسمؑ نے یہاں تک تیر کھائے — بیاہ کے کپڑے شہانے خون میں تر ہو گئے

رن میں ازرق سے مقابل ہو کے قاسمؑ نے کہا — موت تیرے سر پہ او خانہ خراب آنے کو ہے

لکھ رہا ہوں میں حنا بندیٔ قاسمؑ کا جو حال — آ گیا ہے خود بخود کچھ رنگِ محفل ہاتھ میں

۲۹۔ رعایت حسین منتظر جونپوری (شاگرد صدق جونپوری)

نگاہِ یاس سے مادر نے دیکھا تھام کر دل کو — درِ خیمہ سے جس قدم قاسمؑ گل پیرہن نکلے

ماں سے قاسمؑ نے کہا آئینگے ہم پھر رن سے — پر اجل ہو نہ گلے کا جو مرے ہار کہیں

پہلے ہونے دو مجھے ذبح کہا سرورؑ نے — جانا پھر مرنے کو تم ابنِ حسنؑ میرے بعد

حسینؑ کہتے تھے قاسمؑ کو دوں رضا کیونکر — کہ یہ برادرِ مسموم کی نشانی ہے

مادرِ قاسمؑ یہ کہتی تھی لکھا قسمت کا تھا — فرقِ نوشہ کٹ کے بالائے سناں ہو جائے گا

۳۰۔ سجاد علی خاں آفاق لکھنوی

(شاگرد دو برادر بنّے صاحب مشتاق لکھنوی)

قاسمؑ نوشاہ تک تیری رسائی ہوگئی — گلشنِ جنت میں گھر اب اے حنا مل جائے گا

۳۱۔ حکیم علی ابراہیم شوق موہانی

مانگ کبرؑا کی بھرے گی اُڑ کے خاکِ کربلا — خون میں نوشاہ کا رنگ حنا مل جائے گا

۳۲۔ حکیم باقر حسین فضاؔ لکھنوی

کہتے تھے یہ ازرق شامی سے قاسمؑ غیظ میں ——— آج تجھ کو مجھ سے لڑنے کا مزا مل جائے گا

لگایا نیچے کا وار یوں قاسمؑ نے ازرق پر ——— گرا اُن کے قدم پر سر ستم گر کا جدا ہو کر

بولے عاشور کو قاسمؑ جو نہ میں ہوتا شہید ——— ہم سِنوں سے مجھے جنت میں ندامت ہوتی

۳۳۔ نواب ولایت علی خاں ولایتؔ لکھنوی

ماں سے قاسمؑ کی کہو ڈھونڈھیں نہ رن کی خاک میں

قبر کا سہرے کی کلیوں سے پتا مل جائے گا

۳۴۔ حکیم مہدی حسین مہدیؔ لکھنوی

حضرت قاسمؑ کی شادی تو ہوئی اک رات میں ——— حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کِھلے مُرجھا گئے

شاہِ دیں قاسمؑ کا لاشہ جبکہ لائے غُل ہوا ——— بہنیں آنچل جلد ڈالیں گھر میں نوشہ آ گیا

۳۵۔ نواب ہادی علی یکتاؔ لکھنوی

جنگِ حیدرؑ کے نمونے تھے بنے قاسمؑ کی جنگ ——— فوجِ ابنِ سعد کے سردار گھونگھٹ کھا گئے

کیا بنے قاسمؑ کی دشمن تھی بہارِ زندگی ——— جتنے سہرے کے کھلے تھے پھول سب مرجھا گئے

۳۶۔ مُنّے نواب سجادؔ لکھنوی

ساتھ رستے میں اگر قاسمؑ و اکبرؑ ہوتے ——— گرد سیدانیوں کے جمع نہ خلقت ہوتی

۳۷۔ نواب محمد حسن آثرؔ لکھنوی

یہ کہہ کر تنگ گھوڑے کا ہے ڈھیلا دیکھ او ظالم ——— کیا ازرق کو دو قاسمؑ نے اک شمشیر بُرّاں سے

۳۸۔ نواب سجاد علی خاں سجّاد (شیش محل لکھنؤ)

کیا فی النّار ازرق اور اُس کے چار بیٹوں کو　　ملا اذنِ وغا قاسمؑ کو جب شاہِ شہیداں سے

۳۹۔ نظیر حسین (سنجھو صاحب) عاقل لکھنوی

غمِ ناشادیٔ کبریٰ ہے اب تک دارِ دنیا میں
دولھن روتی ہے ہر اک ڈھانپ کر منھ اپنا داماں سے
کیا قاسمؑ نے چورنگ ازرق شامی کو جب رن میں
صدائے تہنیت پیدا ہوئی کوہ و بیاباں سے

۴۰۔ عزیز لکھنوی

صد پارہ نمودند تنِ نازکِ قاسمؑ　　پامالِ خزاں نو گل گلزارِ حسنؑ شد

اجل کو اُس طرف ہے انتظار آمدِ قاسمؑ　　شہ دیں اِس طرف مثلِ کفن جامہ پنہاتے ہیں

۴۱۔ جلیل مانکپوری

چلے ہیں حضرت قاسمؑ کچھ اس شانِ جلالت سے　　کہ رن میں آمدِ شیرِ خدا معلوم ہوتی ہے

۴۲۔ نظم طباطبائی

شادیٔ مرگ کی نوشاہ کو اللہ ری اُمنگ　　آستیں چھوڑ کے دامن کو چھڑا کر نکلے

۴۳۔ شائق دہلوی

قاسمؑ کی ماں کی یہ تو ضعیفی پسر کا غم　　یہ پیاس اور یہ فاقہ یہ ہے صدمہ و الم

۴۴۔ قربان علی بیگ سالکؔ دہلوی

شادیٔ قاسمؑ کا ذکر آیا یہاں　　طبع کچھ ناشادماں ہونے کو ہے

۴۵۔ جاویدؔ لکھنوی

قاسمؑ پسرِ سعد سے کہتے تھے دمِ جنگ　　اب اُن کو بُلا جو ترے بُلوائے ہوئے ہیں

۴۶۔ نوحؔ ناروی

قاسمؑ کے حالِ زار نے سب کو رُلا دیا　　صدہا تھے زخم ایک رُخِ لالہ فام پر

۴۷۔ نثارؔ

کہا قاسمؑ نے دکھلاتے مزہ تیغ آزمائی کا　　مگر رخصت کے دینے میں چچا تاخیر کرتے ہیں

کہا قاسمؑ نے اعدا سے اگر رُخصت چچا دیتے　　مزا تم کو چکھاتا ظلم کا ابنِ حسنؑ کیا کیا

۴۸۔ گلچیںؔ حیدرآبادی

ہوئے جلوہ نما قاسمؑ جو رن میں اشقیا بولے　　کہ نقشِ مرگ آنکھوں کے تلے اس وقت پھرتا ہے

۴۹۔ سالکؔ لکھنوی

جب بڑھا ازرق صفوں سے موت نے آواز دی　　آج رن میں قاسمؑ ابنِ حسنؑ کی بات ہے

کر وہ جنگ اے قاسمؑ کہا عباسؑ نے سالکؔ　　ان آنکھوں کو حسنؑ کی جنگ کا نقشہ جھلک جائے

جنگِ قاسمؑ دیکھ کر رن میں پکارے اشقیا　　جیسے تلوار آ گئی ہے مرتضیٰؑ کے ہاتھ میں

جب چلی تلوار ازرق پر کہا عباسؑ نے　　اے چچا کی جان قاسمؑ یہ علیؑ کا وار ہے

کیا وار تھا کہ ازرق شامی نہ بچ سکا　　قاسمؑ کا ذکر شامیوں میں جابجا رہا

۵۰۔ اکمالؔ لکھنوی

کربلا کی خاک پر تھی قاسمؑ گلرو کی لاش　　پڑ رہا تھا عکسِ پوشاکِ شہانی چاند میں

۵۱۔ اعزازؔ اعظمی

کس طرح دے دی اجازت ماں نے اک نوشاہ کو　　کہتے تھے دشمن بھی یہ قاسمؑ کو باہم دیکھ کر

۵۲۔ رزم ردولوی

دولھا سا بنایا ہے قاسمؑ کو جو زخموں نے　　خونِ جگر و دل سے پوشاک شہانی ہے

حسنؑ کے دلربا قاسمؑ قسیمِ دردِ حق پرور　　تنِ اسلام میں دینے کو خونِ نوجواں آئے

۵۳۔ زیبؔا ردولوی

نیچہ اور شاخِ گُل سے بھی سُبک تر نیچہ　　قبضۂ قاسمؑ میں اُس کی بے پناہی دیکھنا

۵۴۔ یونسؔ زید پوری

قاسمؑ ہیں مُصر بہرِ رضا، شاہ ہیں خاموش　　دولت زنِ بیوہ کی لٹائی نہیں جاتی

۵۵۔ علی شبرؔ حسینی کرہانی

ایسے غضب کے حملے تھے قاسمؑ کے فوج پر　　انداز دیکھتے تھے عدو شہسوار کے

۵۶۔ احمد علی شاکرؔ (اوجین)

قاسمؑ اور اکبرؑ کی جوانی جس میداں میں کام آئی

وہ میداں فردوس نہ بنتا کب تک آخر، آخر کب تک

۵۷۔ بہارؔ لکھنوی

دھوپ مقتل میں سنہری ہوگئی		جب رُخِ قاسمؑ سے سہرا ہٹ گیا

۵۸۔ قمرؔ جلالوی

اے عروسِ تیغِ قاسمؑ رُخ سے گھونگھٹ تو اُٹھا		سر لئے لاکھوں کھڑے ہیں رونمائی کے لیے

بیعتِ فاسق پہ برہم ہو کے قاسمؑ نے کہا		غازیوں کے سر کٹا کرتے ہیں خم ہوتے نہیں

دیکھ کر ازرقؔ کو قاسمؑ سے کہا عباسؑ نے		دیکھنے کے ہیں تن و توش ان میں دم ہوتے نہیں

۵۹۔ نسیمؔ امروہوی

اِسے کہتے ہیں جرأت، بہہ رہا ہے خون قاسمؑ کا		مگر چہرے کی رنگت ارغوانی ہوتی جاتی ہے

۶۰۔ حسنؔ زیدپوری (شاگرد فراست زیدپوری)

جدالِ حضرتِ قاسمؑ سے رن میں حشر برپا ہے		حفاظت کے لیے اعدا نئے جوشن بدلتے ہیں

۶۱۔ مرغوبؔ نقوی

شاہؑ پہناتے تھے قاسمؑ کو شہانا جب لباس		موت کہتی تھی کہ دولھا بن کے مارے جائیں گے

حضرتِ قاسمؑ زرہ پہنو یہ آتی تھی صدا		اس بدن پر جیتے جی گھوڑے گذارے جائیں گے

نگاہِ یاس سے قاسمؑ کو شاہ نے دیکھا		جہاد کو جو روانہ وہ گلعذار ہوا

حسنؑ کے لال کا پروان چڑھنے کا سِن تھا		ہزار حیف کہ پامال وہ نگار ہوا

۶۲۔ کوکبؔ لکھنوی

سلام اُس پر ہوئی پامال جس کی لاش گھوڑوں سے		زیارت میں امام عصرؑ یہ فریاد کرتے ہیں

۶۳۔ ماجد رضا عابدی

پوچھا قاسمؑ سے کسی نے ہے دلہن آپ کی کون؟ بولے تلوار کو ہم لوگ دلہن کہتے ہیں

۶۴۔ کوثرؔ سلطانپوری

لاش قاسمؑ کی اُٹھا تو لائے مقتل سے حسینؑ دیر تک گردن جھکائے ضبطِ غم کرتے رہے

۶۵۔ فضلؔ نقوی

ماں کہتی ہے ہنس کر قاسمؑ کی وہ لڑتا ہے دولھا تن تن کر
فوجوں کے کنارے پر سہرا وہ دھوپ میں جَھل جَھل ہوتا ہے

زندگی کربلا کے دولھا کی شمع کی طرح ایک رات رہی

میراث تو یہ بھی ہے قاسمؑ تلوار پڑی تو سر پہ پڑی
تھا رنگِ حسنؑ تو پہلے سے اور دادا کا ورثہ آج ملا

قاسمؑ نے بھگایا فوجوں کو اصغرؑ نے تلاطم ڈال دیا
بوڑھوں کا بھلا کیا ذکر وہاں، بچوں کی جہاں پر بات رہی

قاسمؑ سے بھتیجے کو بھی گھوڑے پہ بٹھایا اشکوں کو بہایا
بچوں کو بھی معبود کے رستے پہ بڑھانا شبیرؑ سے سیکھو

یوں شہیدوں میں لاشِ قاسمؑ ہے جیسے دولھا کوئی برات کے ساتھ

۶۶۔ قتیلؔ لکھنوی

کہتے تھے قاسمؑ نوشاہ جو میں خوں میں نہاؤں		تا قیامت مری پوشاک شہانی رہ جائے

تھے جو کمسن حضرتِ قاسمؑ تو سمجھاتی تھی ماں		نصرتِ شہؑ میں کمی اے راحتِ جاں رہ نہ جائے

۶۷۔ نہالؔ لکھنوی

حسین ابنِ علی ہیں امتحاں کی سخت منزل میں		مُصر میداں میں جانے کے لیے قاسمؑ سا دلبر ہے

۶۸۔ فناؔ بنارسی

اجازت مانگتے ہیں رن کی قاسمؑ		بتا اے موت ماں کیونکر رضا دے

۶۹۔ انورؔ الہ آبادی

میدانِ کربلا میں تھا قاسمؑ کا یہ رجز		میں ہوں حسنؑ کا لال بھتیجا حسینؑ کا

۷۰۔ شورؔ لکھنوی

چودھواںؑ تھا سال بھاری ، رن میں پامالی ہوئی
قلبِ قاسمؑ الوداع ، کچلے ہوے دل الوداع

۷۱۔ تمناؔ لکھنوی

رُخ سے سرکایا ہے سہرا قاسمؑ نوشاہ نے
بس کے پھر جنت کے پھولوں سے ہوا آنے کو ہے

۷۲۔ خادمؔ لکھنوی

ہوگیا دولھا کا لاشہ پائمال		بِکھری ہیں سہرے کی لڑیاں ٹوٹ کے

۷۳۔ صفدر لکھنوی

حسنؑ کے لال تری آن بان کیا کہنا ترے جہاد میں جرأت کی شان کیا کہنا
وہ بات کر گیا اسلام کے بچانے میں ہویدا جس سے ہوئی حق کی شان کیا کہنا

۷۴۔ عظیم امروہوی

قاسمؑ حزیں اپنی جان دینے جاتے ہیں ایک رات کی بیاہی رہ گئی دلھن تنہا

۷۵۔ انور رائے بریلوی

مرنے کا اذن مانگ رہا ہے حسنؑ کا لال شہؑ رو رہے ہیں نامۂ شبرؑ لئے ہوئے

۷۶۔ یاور بخاری

زخموں سے ہے پُر قاسمؑ نوشاہ کا لاشہ آلودۂ خوں سہرے کی ایک ایک لڑی ہے

۷۶۔ ناصر لکھنوی

قاسمؑ کی التجا پہ شہ دیں تڑپ اُٹھے بھائی کی یاد حشر کا منظر دکھا گئی

۷۷۔ جاوید لکھنوی

جہاں سے جاتے ہیں دولھا بنے ہوئے قاسمؑ بدن کے زخموں کو پھولوں کا ہار سمجھے ہیں

۷۸۔ نیّر لکھنوی

کیا زیب دیا چہرۂ نوشاہ پہ سہرا فانوس میں تھی شمع کہ سورج تھا کرن میں

۷۹۔ نجم آفندی

زخم کھائے ہیں قاسمؑ نے لیکن نگاہوں میں سج دھج کھبی جا رہی ہے

جنگ کے میداں میں جب یہ آئینہ پیکر گیا
موت بھی شرما گئی قاسمؑ کی سج دیکھ کر

قاسمؑ کی لاش اُٹھ نہ سکی رزم گاہ سے
میداں کا شیر جنگ کے میداں میں رہ گیا

دولھا کو ہے کیا نسبت میدان کے دولھا سے
قاسمؑ جسے کہتے ہیں میدان کا دولھا تھا

اک طفل پوری فوج سے ٹکرا کے گر پڑا
پامال ہوگیا سرِ میداں حسنؑ کا چاند

اپنے بابا کا نوشتہ دیکھے میداں لے گئے
قوتِ بازو ہوا تعویذ قاسمؑ کے لیے

یوں کوئی جسمِ نازنیں نقشِ وفا نہیں ہوا
ہائے ستم کی سرزمین ہائے وہ قاسمِؑ حسیں

محفل کے ہزاروں دولھا تھے محفل کے ہزاروں دولھا ہیں
قاسمؑ کی طرح دنیا میں کوئی میداں کا دولھا ہو نہ سکا

مُدّثر رضوی

عروسی کی روایت مستند ہو یا نہ ہو لیکن
ہمیشہ ذکر قاسمؑ ہوگا بس شادی کے عنوان سے

جو پڑھیے سورۂ یوسف سوئے قاسمؑ نظر کیجیے
یہ ماہِ کربلا کتنا حسیں ہے ماہِ کنعان سے

یہ ذکر ہے قاسمؑ و اکبرؑ کا عصمت کا حوالہ آئے گا
جب بات چھڑے گی موجوں کی تو بات میں دریا آئے گا

وہ قاسمؑ ہوں یا اکبرؑ ہوں دونوں ہی علیؑ کے پوتے ہیں
میداں میں پڑھیں گے جب یہ رجز مولا ہی کا لہجہ آئے گا

مجلس میں دکھائی دے گا تمھیں اسلام جواں ہے آج تلک
قاسمؑ کی جو مہندی اُٹھے گی اکبرؑ کا جو سہرا آئے گا

باب ۲۶

کتب حوالہ جات

اس کتاب کی تکمیل میں مندرجہ ذیل عربی، فارسی، اردو کتابوں سے مدد حاصل کی گئی ہے

(الف)

۱۔ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابنِ اثیر جزری
۲۔ انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بلاذری
۳۔ اخبار الطّوال	ابوحنیف دینوری
۴۔ ارشاد	شیخ مفید
۵۔ اللہوف فی قتل الطفوف	ابن طاؤس
۶۔ المقتل	الحاج محمد کریم خان کرمانی
۷۔ امالی	شیخ صدوق
۸۔ المراۃ العقول (شرح کافی۔ مقدمہ جلد دوم) مقتل حسین	سیّد مرتضیٰ عسکری
۹۔ الامام علیؑ	علامہ عبدالحمید مہاجر
۱۰۔ الذریعہ	آقائے بزرگ تہرانی
۱۱۔ اعیان الشیعہ	سید محسن الامینی
۱۲۔ اشقیائے فرات	سیّد فیض الحسن موسوی انبالوی

۱۳۔الشہید المسموم فی تاریخ حسنؑ المعصوم	سیّد مظہر حسن سہار نپوری
۱۴۔انساب العرب	ابنِ حزم الاندلسی
۱۵۔الدّمعۃ الساکبہ (اوّل)	آقائے محمد باقر دہدشتی
۱۶۔ الدّمعۃ الساکبہ (دوم)	آقائے محمد باقر دہدشتی
۱۷۔ ابصار العین فی انصار الحسین	علاّمہ شیخ محمد بن شیخ طاہر نجفی
۱۸۔انتخابِ مصائب	علی شرف الدّین
۱۹۔سیرت آئمہ اہلِ بیتؑ (اوّل)	ہاشم معروف حسنی
۲۰۔احسن المقال (دوم)	شیخ عباس قمیؒ
۲۱۔ اصحاب الیمین	علاّمہ حسین بخش
۲۲۔امام حسنؑ	مولانا آغا مہدی
۲۳۔امام حسنؑ	مولانا محمد تقی
۲۴۔الرّفیع الظّامی	مولانا وصی نجفی
۲۵۔اُمّ البنینؑ	سیّد ضمیر اختر نقوی
۲۶۔آئمۂ اہلِ بیتؑ	محمد جمیل احمد
۲۷۔آئمۂ اثنا عشر	مولانا سیّد علی حیدر
۲۸۔آنسو	فدا بی۔اے

(ب)

۲۹۔ بحار الانوار	علامہ محمد باقر مجلسی
۳۰۔بحار الانوار (عربی) جلد ۲۵	علاّمہ مجلسی

۳۱۔ بحارالانوار (عربی) جلد ۴۵	علامہ مجلسی
۳۲۔ بحارالانوار (اردو) جلد ۔ ۱	ترجمہ: طیّب الجزائری
۳۳۔ بحارالانوار (اردو) جلد ۔ ۲	ترجمہ: مولانا حسن امداد
۳۴۔ بحارالانوار (اردو) جلد ۔ ۴	ترجمہ: ڈاکٹر حبیب الثقلین
۳۵۔ بحارالانوار (اردو) جلد ۔ ۱۰	ترجمہ: مولانا حسن امداد
۳۶۔ بحورالغمّہ (اوّل)	
۳۷۔ بحورالغمّہ (سوم)	
۳۸۔ بحرالمصائب	مولوی سیّد امداد علی الحسینی الواسطی

(پ)

۳۹۔ پورِ بتولؑ	ترجمہ: تاریخ ابنِ کثیر

(ت)

۴۰۔ تاریخ ابوالفدا	ابوالفدا ابن الوردی
۴۱۔ تاریخ الکامل	ابنِ اثیر جزری
۴۲۔ تاریخ یعقوبی	ابنِ واضح یعقوبی
۴۳۔ تاریخ طبری (تاریخ الرسل والملوک)	ابنِ جریر طبری
۴۴۔ تاریخ الانساب	ابنِ قتیبہ
۴۵۔ تاریخ حسنؑ مجتبیٰ	خواجہ لطیف انصاری
۴۶۔ تاریخ آئمّہ	مولانا سید علی حیدر
۴۷۔ تحفۃ السادات	سیّد افتخار علی شاہ

۴۸۔ تبلیغی مجالس | مولانا سیّد غلام مرتضیٰ
۴۹۔ توضیح عزا | علّامہ حسین بخش دہلوی
۵۰۔ تذکرۃ الخواص الامہ | علّامہ سبط ابن جوزی
۵۱۔ تذکرۃ المعصومین | علّامہ علی نقی جونپوری
۵۲۔ تذکرۃ الاطہار | علّامہ شیخ مفید
۵۳۔ تاریخ بنی ہاشم | ارتضیٰ بن رضا نواز پوری
۵۴۔ تذکرۃ شہادت | سیّد نسیم عبّاس نقوی
۵۵۔ تاریخ الائمہ | سیّد وزیر حسین خاں

(ث)

۵۶۔ ثمرات الاعواد | علی ابن حسین ہاشمی نجفی

(ج)

۵۷۔ جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ (اوّل) | مولوی فیروز حسین قریشی ہاشمی
۵۸۔ جامع التواریخ فی مقتل الحسینؑ (دوم) | مولوی فیروز حسین قریشی ہاشمی
۵۹۔ جلاء العیون | علّامہ مجلسی

(چ)

۶۰۔ چودہ ستارے | مولانا نجم الحسن کراروی

(ح)

۶۱۔ حضرت امام حسنؑ | مولوی سیّد ظفر حسن نقوی
۶۲۔ حسنؑ ابنِ علیؑ | حکیم فیض عالم صدیقی

۶۳۔ حسنؑ کیست؟	فضل اللہ کمپانی

(خ)

۶۴۔ خلاصۃ المصائب	مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی
۶۵۔ خاندانِ عصمت	سیّد محمد تقی واردی
۶۶۔ خطیب آلِ محمدؐ (جلد اوّل)	مولانا اظہر حسن زیدی

(ذ)

۶۷۔ ذکر المصائب	علّامہ میرزا محمد ہادی لکھنوی
۶۸۔ ذکرِ مظلوم	مولانا قائم مہدی بارہ بنکوی

(ر)

۶۹۔ روضۃ الشہداء (دوم)	ملّا حسین کاشفی
۷۰۔ ریاض الاحزان	آقائے محمد حسن قزوینی
۷۱۔ ریاض القدس	آقائے صدر الدّین قزوینی
۷۲۔ ریاض المصائب	مولانا سیّد ریاض الحسن
۷۳۔ رسولؐ واہلِ بیتؑ رسولؐ (پہلا حصہ)	علی الجعفری

(ز)

۷۴۔ زینت المجالس	مولوی محمد حسین
۷۵۔ زنانِ پیغمبرؐ اسلام	عماد زادہ
۷۶۔ زینت المجالس	مولانا مجتبیٰ حسین نوگانوی
۷۷۔ زیارات	

۷۸۔ زیارتِ ناحیہ	مولانا سیّد محمد جعفر زیدی
۷۹۔ زُبدۃ المصائب	مولوی محمد عسکری

(س)

۸۰۔ سبطِ اکبرؑ (امام حسنؑ)	محمد باقر الشریف القرشی
۸۱۔ سوانح امام حسنؑ	مولانا سیّد قائم مہدی
۸۲۔ سردارِ کربلا	علاّمہ عباس اسماعیلی
۸۳۔ سراج النثر	مولانا نجم الحسن ثاّر
۸۴۔ سیرتِ سیّد الشہداء (دوم)	عماد الدّین اصفہانی
۸۵۔ سوگنامہ آلِ محمدؐ	علاّمہ محمدی اشتہاردی

(ش)

۸۶۔ شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور	الحاج میرزا ابی الفضل الطہرانی
۸۷۔ شرح شافیہ	سید محمد ابن امیر الحاج الحسینی
۸۸۔ شجرۃ طوبیٰ	الشیخ محمد مہدی الحائری
۸۹۔ شہدائے آلِ ابوطالبؑ	مولانا سیّد محسن نواب رضوی
۹۰۔ شہزادۂ قاسمؑ	مولانا آغا مہدی لکھنوی
۹۱۔ شہیدِ انسانیت	مولانا علی نقی نقوی
۹۲۔ شہیدانِ کربلا	شیخ محمد مہدی شمس الدین

(ص)

۹۳۔ صراطِ النجات	میرزا جواد تبریزی

۹۴۔ صلحِ حسنؑ	محمد شریف
۹۵۔ صلح و جنگ	مولانا محمد محسن
۹۶۔ صلحِ حسنؑ	مرتضیٰ حسین فاضل

﴿ط﴾

۹۷۔ طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی

﴿ع﴾

۹۸۔ عبرت المومنین	محمد جواد شبر
۹۹۔ عوالم العلوم	شیخ عبداللہ البحرانی اصفہانی
۱۰۰۔ عظمتِ آلِ محمدؑ	موسیٰ بیگ نجفی

﴿ق﴾

۱۰۱۔ قصہ کربلا	حجۃ الاسلام علی نظری منفرد
۱۰۲۔ قمقام الزخار	فرہاد میرزا قاچاری

﴿ک﴾

۱۰۳۔ کتاب الرجال کشی	محمد بن عبدالعزیز کشی
۱۰۴۔ کتاب الرجال نجاشی	احمد بن علی بن احمد بن عباس نجاشی
۱۰۵۔ کتاب الرجال طوسی	شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی
۱۰۶۔ کفایت الطالب فی مناقب علیؑ	سید احمد حسینی اردکانی

﴿ل﴾

۱۰۷۔ لھوف	سیّد ابنِ طاؤس

۱۰۸۔لوائج الاحزان مولوی سیّد محمد مہدی

(ھ)

۱۰۹۔ ہماری شہزادیاں محمودہ نسرین

(م)

۱۱۰۔ موسوعۃ الشہادۃ المعصومین مقتل خوارزمی

۱۱۱۔ مثیر الاحزان ابن نما حلی

۱۱۲۔ مجالس السنیہ سیّد محسن الامین

۱۱۳۔ مصارع الشہداء ومقاتل السعداء شیخ سلمان ابن عبداللہ آل عصفور

۱۱۴۔مَروج الذہب(تاریخِ مسعودی) مسعودی

۱۱۵۔مقتل ابی مخنف مخنف بن سلیم الازدی

۱۱۶۔معجم الرجال طوسی آیت اللہ ابوالقاسمؒ خوئی

۱۱۷۔معجم الرجال الحدیث آیت اللہ ابوالقاسم خوئی

۱۱۸۔مقتل الحسینؑ ابوالمؤیدالمرفق بن احمد مکّی

۱۱۹۔مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی

۱۲۰۔مناقب آلِ ابی طالب محمد بن علی بن شہر آشوب

۱۲۱۔مثیر الاحزان شیخ نجم الدین(ابن نما)حلّی

۱۲۲۔مجالس امام حسینؑ محمد حسین لکھنوی

۱۲۳۔مہیج الاحزان علاّمہ حسن یزدی

۱۲۴۔ مجالس المنتظرین (جلد دوم)	سیّد جعفر الزّمان نقوی
۱۲۵۔ مثالی خواتین	ڈاکٹر احمد بہشتی
۱۲۵۔ مجالس المنتظرین (جلد سوم)	سیّد جعفر الزّمان نقوی
۱۲۶۔ منتخب التواریخ (جلد۔۱)	محمد ہاشم بن محمد علی مشہدی
۱۲۷۔ منتخب التواریخ (جلد۔۲)	محمد ہاشم بن محمد علی مشہدی
۱۲۸۔ مقتلِ حسینؑ	شیخ مفید
۱۲۹۔ مقتل الحسینؑ	ابی مخنف
۱۳۰۔ معیارِ مودّت	سیّد یار شاہ نجفی
۱۳۱۔ معراج المجالس	مولانا سبط الحسن
۱۳۲۔ مائتین فی مقتل الحسینؑ	مولانا غلام حسنین کنتوری
۱۳۳۔ معجزاتِ آلِ محمدؐ (حصہ دوم)	سیّد ہاشم البحرانی
۱۳۴۔ مجالس عظیم	مولانا سیّد کلبِ عابد مجتہد
۱۳۵۔ مجالس الشیعہ	مولانا سیّد کلبِ حسین مجتہد
۱۳۶۔ مجالس امام حسینؑ	شیخ جعفر شوستری
۱۳۷۔ معالی السبطینؑ (حصہ اوّل)	آقائے مہدی مازندرانی
۱۳۸۔ مختارِ آلِ محمدؐ	مولانا نجم الحسن کراروی
۱۳۹۔ مجالس الشیعہ	مولانا سیّد تقی
۱۴۰۔ مصائب الشہدا	مولانا آغا نجف علی
۱۴۱۔ مفتاح الجنّہ	محمد بن محمد الشہیر زنجانی
۱۴۲۔ مجالسِ علویہ	مولوی میر سیّد علی

۱۴۳۔ مقتلِ سادات (پہلا حصہ)	منیر زیدی الواسطی
۱۴۴۔ مقتلِ سادات (دوسرا حصہ)	منیر زیدی الواسطی
۱۴۵۔ مفتاح المجالس (اوّل)	مولانا سیّد اکبر مہدی سلیم جرولی
۱۴۶۔ مجالسِ عزائے بنتِ زہرؑا	مولانا شیخ شبیر نجفی
۱۴۷۔ مجلّہ (جشنِ ولادت امام حسنؑ)	مجلسِ امامیہ پاکستان

(ن)

۱۴۸۔ نہایہ	ابن اثیر جزری
۱۴۹۔ نور العینین فی مشهد الحسینؑ	ابواسحاق اسفرائنی
۱۵۰۔ نہر المصائب (چار جلدیں)	آخوند مرزا قاسم علی
۱۵۱۔ نزہت المصائب (اوّل)	اخوند مرزا قاسم علی
۱۵۲۔ نسب بنی ہاشم	جمیل ابراہیم حبیب
۱۵۳۔ نصیر المجالس	علاّمہ نصیر الاجتہادی
۱۵۴۔ نفس المہموم	شیخ عباس قمی

(و)

۱۵۵۔ وسیلۃ الدارین فی رثاء الحسین	معاصرین شعراء نجف

سوانح

شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

جلد دوم

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

فہرستِ ابواب (جلد دوم)

باب ۴

مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

باب ۵

حضرت قاسمؑ کا تذکرہ اردو شاعری میں

باب ۶

مرثیے درحال حضرتِ قاسمؑ

۴۶۔ نفاست زید پوری ۴۷۔ واجد علی شاہ ۴۸۔ بقا لکھنوی ۴۹۔ علی میاں کامل ۵۰۔ وقار زید پوری ۵۱۔ لطیف لکھنوی ۵۲۔ اویس بلگرامی ۵۳۔ آغا ذہین دہلوی ۵۴۔ غیور عظیم آبادی ۵۵۔ سید محمود حسن عقیل ۵۶۔ مشتاق مصطفےٰ آبادی ۵۷۔ عسکری میرزا مودب لکھنوی ۵۸۔ نسیم بھرت پوری ۵۹۔ سید شبیر حسن اریب ۶۰۔ سپہر دھولپوری ۶۱۔ بادشاہ مرزا ثمر لکھنوی ۶۲۔ شدید لکھنوی ۶۳۔ حیدر سبزواری ۶۴۔ یونس زید پوری ۶۵۔ محسن زید پوری ۶۶۔ عروج بھرتپوری ۶۷۔ نامی جونپوری ۶۸۔ قمر جلالوی

باب ۷

نوحے در حال حضرتِ قاسمؑ

۱۔ دلگیر لکھنوی ۲۔ نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی ۳۔ میر انیسؔ (دو نوحے) ۴۔ مرزا دبیر ۵۔ میر مونسؔ ۶۔ نالاںؔ لکھنوی ۷۔ رافتؔ ۸۔ میر نفیسؔ ۹۔ میر وحیدؔ ۹۔ علی میاں کاملؔ (دو نوحے) ۱۰۔ طور لکھنوی ۱۱۔ عروجؔ بھرتپوری ۱۲۔ واجدؔ لکھنوی (دو نوحے) ۱۳۔ مضطر لکھنوی ۱۴۔ نجم لکھنوی ۱۵۔ نواب زہرہ بیگم ۱۶۔ شہزادۂ اودھ ثریا لکھنوی (۴ نوحے) ۱۷۔ سجادؔ لکھنوی (شاگرد انیسؔ) ۱۸۔ فرخ لکھنوی ۱۹۔ انجم لکھنوی (شاگرد میر مونسؔ) ۲۰۔ بشیر بجنوری (۵ نوحے) ۲۱۔ زائر لکھنوی (۳ نوحے) ۲۲۔ متینؔ دہلوی ۲۳۔ نگیں حیدر آبادی (۲ نوحے) ۲۴۔ واعظ لکھنوی (۲ نوحے) ۲۵۔ رضا عارف رضوی (۲ نوحے) ۲۶۔ مضطر تاج پوری ۲۷۔ سجاد زید پوری (۳ نوحے) ۲۸۔ مرغوب نقوی ۲۹۔ حیدر لکھنوی (۳ نوحے) ۳۰۔ مکرم لکھنوی (۳ نوحے) ۳۱۔ شوکت بلگرامی (۳ نوحے) ۳۲۔ نجم آفندی (۳ نوحے) ۳۳۔ فضلؔ نقوی ۳۴۔ اثر سرسوی ۳۴۔ قیصرؔ لکھنوی ۳۵۔ ذاکرہ لکھنوی ۳۶۔ عادل رضوی (۲ نوحے) ۳۷۔ صدرؔ اجتہادی ۳۸۔ شادؔ زید پوری (۲ نوحے) ۳۹۔ شریں بیگم ۴۰۔ گوہر لکھنوی ۴۱۔ گوہر بیگم گوہرؔ (۲ نوحے) ۴۲۔ ماہرہ لکھنوی (۲ نوحے) ۴۳۔ تنویر کڑی باوا ۴۴۔ انیسؔ پہرسری ۴۵۔ سیّدہ بیگم شکار پوری (۲ نوحے) ۴۶۔ ذکیہ بیگم ۴۷۔ محمد لکھنوی ۴۸۔ شائق دہلوی ۴۹۔ ضمیر اختر نقوی

باب ۸

مہندی درحالِ حضرتِ قاسمؑ

۱۔شیخ قلندر بخش جرأت دہلوی ۲۔احسان علی احسان لکھنوی ۳۔پناہ علی افسردہ ۴۔ناظم لکھنوی ۵۔دلگیر لکھنوی ۶۔میر انیس ۷۔مرزا محمد رضا برق لکھنوی ۸۔سید علی حسین آزاد لکھنوی ۹۔میر نفیس ۱۰۔علی میاں کامل ۱۱۔میر رضا علی قابل لکھنوی ۱۲۔خوب چند ذکا دہلوی ۱۳۔امراؤ مرزا انور دہلوی ۱۴۔لطافت لکھنوی ۱۵۔ثریا لکھنوی ۱۶۔واعظ لکھنوی ۱۷۔زائر لکھنوی ۱۸۔شوکت بلگرامی (۲مہندیاں) ۱۹۔خفی لکھنوی ۲۰۔سیفی لکھنوی ۲۱۔مظہر عابدی مچھلی شہری ۲۲۔طبیب لکھنوی ۲۳۔نادر لکھنوی ۲۴۔عاجز لکھنوی (۲مہندیاں) ۲۵۔انیس پہرسری (۲مہندیاں)

باب ۹

سہرے درحالِ حضرتِ قاسمؑ

۱۔سجاد لکھنوی ۲۔ثریا لکھنوی (دوسہرے) ۳۔سیّد ابن حسن زائر لکھنوی ۴۔شوکت بلگرامی ۵۔مظہر عابدی مچھلی شہری

باب ۱۰

رباعیات درحالِ حضرت قاسمؑ

۱۔میر انیس ۲۔مرزا دبیر ۳۔صمصام علی گوہر ۴۔قمر جلالوی

باب ۱۱

حضرت امام حسن علیہ السلام کے پوتے پروتے

باب ۱۲

کتب حوالہ جات